فتاویٰ فریدیہ

جلد دوم

از افادات

محدث کبیر فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے قلم سے

تحریر و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دارالعلوم صدیقیہ زروبی

باہتمام و اشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ

زروبی ضلع صوابی

فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

(جلد دوم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج وترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دار العلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب: ——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد دوم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی
دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج: ——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

معاون: ——— مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی ..... (لوندخوڑ)

ضخامت: ——— ۶۸۰/صفحات

طبع باراول. ——— ۲۰۰۴ء ۱۴۲۵ھ باردوم: ۲۰۰۶ء ۱۴۲۷ھ بارسوم: ۲۰۰۹ء ۱۴۳۰ھ

تعداد بارسوم: ——— بائیس سو (۲۲۰۰) باردوم: گیارہ سو (۱۱۰۰) بارسوم: بائیس سو (۲۲۰۰)

قیمت: ———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت: ——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم
دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156
موبائل: 0300- 5681986

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین جلد دوم

الباب الثانی فی الغسل

الباب الثالث
فی البئر والحوض

الباب الرابع
فی التیمم

الباب الخامس
في المسح
على الخفين وغيرهما

الباب السادس
في الحيض والنفاس

عنوانات	صفحہ

باب شروط الصلوٰۃ وارکانہا

عنوانات	صفحہ

باب آداب الصلوٰۃ

باب تسویۃ الصفوف

فصل فی من تصح امامته ومن لاتصح

باب القراءة فی الصلوٰة

باب المدرک والمسبوق واللاحق

باب احکام المسجد

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

مسائل شتی

عنوانات	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد دوم)

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد! اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی بے پایاں اور بے انتہا رحمت وکرم سے جلد دوم کی تکمیل کی توفیق بخشی، دسمبر ۲۰۰۳ کو مکمل ہو کر کتابت کے مراحل شروع ہوئے، اس جلد کی ترتیب وتبویب اور تخریج میں بھی ان تمام امور کا خصوصیت سے خیال رکھا گیا ہے جن کی تفصیل پہلی جلد میں آ چکی ہے، بعض مسائل میں عنوان کے لحاظ سے بظاہر تکرار نظر آتا ہے لیکن معنون میں فرق ہیں، بعض مسائل کی اہمیت، سوالات کی مختلف نوعیت اور حضرت سیدی وسندی ومولائی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی بعض علمی تدقیقات کے اضافوں کی وجہ سے حذف نہیں کئے گئے ہیں، پہلے ارادہ تھا کہ پوری "کتاب الصلوٰۃ" ایک جلد میں آ جائے مگر بڑھتی ہوئی ضخامت کی وجہ سے کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ ابواب تیسری جلد میں ان شاء الله شامل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ہر باب اور فصل کو لفظ بہ لفظ مطالعہ فرما کر تصحیح کی ہے اور کوئی لفظ بھی حضرت صاحب کے مسلک ومزاج کے خلاف اس میں شامل نہیں ہے، اور بندہ نے اپنی رائے سے تمام فتاویٰ میں کہیں بھی تک واضافہ نہیں کیا ہے، بندہ پر اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی ہے کہ حضرت شیخی وسندی ومولانی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتهم کی سرپرستی، حضرت سیدی واستاذی مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظله العالی کی نگرانی اور مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدظله کی سعی واہتمام میسر رہی۔

آخر میں عرض ہے کہ بشری بھول چوک سے کوئی محفوظ نہیں کہیں بھی لغزش اور کوتاہی یقینی ہے اگر چہ بندہ سے جتنی محنت وکاوش ہوسکتی تھی اس میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی دی ہے، تخریجی امور میں مولانا عصمت اللہ حقانی کی معاونت، اردو گرائمر اور محاورہ کی تصحیح اور پروف میں جناب سلطان فریدی صاحب کی مساعی اور کمپوزنگ میں حافظ ولی الرحمٰن صدیقی کی انتھک محنت وجدوجہد کا انتہائی مشکور ہوں، اللہ کریم ان کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے، اور حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا سایہ ہم پر برقرار رکھے اور ان کا علم سلف سے خلف تک منتقل فرمائے اور فقیر کی یہ خدمت علماء کی نگاہ میں وقیع وپسندیدہ اور عوام کیلئے زیادہ سے زیادہ لائق استفادہ بنائے، اور ہمارے اساتذہ ومشائخ اور والدین کیلئے دنیا وآخرت میں فلاح ونجات کا ذریعہ ثابت ہو۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

طالب دعا: محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

بسم الله الرحمن الرحيم

يـاايهـا الـذيـن امـنـوا اذا قمتم الى الصلوٰة
فـاغسـلـوا وجـوهـكـم وايـديـكم الى المرافق
وامسـحـوا بـرء وسكم وارجلكم الى الكعبين،
وان كـنتـم جـنباً فاطهروا ، وان كنتم مرضىٰ او
عـلـى سـفـر او جـآء احـد مـنـكم من الغآئط او
لٰـمستـم الـنسـاء فلم تجدوا مآءً فتيمموا صعيداً
طيباً فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه.

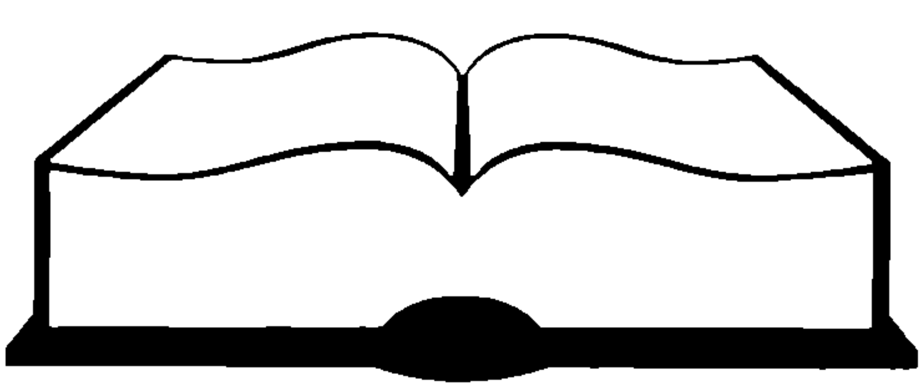
............﴿سورة المائدة﴾............

اللہ اللہ

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاوی فریدیہ جلد دوم

کتاب الطہارۃ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

الباب الاول فی الوضوء

ریل کے بیت الخلاء میں وضو کرنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران ریل گاڑی کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید مڈل سکول درازندہ ڈی آئی خان ۱۹۷۲ء/۲/۵

الجواب: درست ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پاخانہ کے مقام سے کیڑا نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہے وہ جب قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کی مقعد میں سخت خارش شروع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کوئی کیڑا وغیرہ سر کو باہر نکال کر اور کبھی داخل کرتا ہے تو کیا اس کیڑے کا سر نکالنا اور پھر داخل کرنا ناقض وضو ہے؟ اور اس شخص کے پیچھے امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نعمت اللہ صاحب دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ومن آداب الوضوء الجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ من التقاطر وھی اشمل۔
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۹۴ جلد ۱ کتاب الطھارۃ)

الجواب: اگر یہ حقیقت ہو اور مشاہدہ وغیرہا سے معلوم ہوا ہو کہ اس جگہ سے کیڑا سر باہر کر کے دوبارہ اندر کرتا ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص کی امامت صحیح نہیں ہے، فی الدر المختار وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر ﴿۱﴾. وھو الموفق

بغیر آواز کے ہوا نکلنا ناقض وضو ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر آواز کے ہوا نکلنے کا کیا حکم ہے؟ وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یاسین فضل آباد کالونی ملاکنڈ

الجواب: وضو ٹوٹ جاتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسجد میں وضو کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مسجد میں دائمی طور پر وضو کرنے والا فاسق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ثناء اللہ......۷/۶/۷۶

الجواب: اگر ابتدائے امر سے جائے وضو نہ بنائی گئی ہو تو وضو کرنا جائز نہیں ہوگا، لما فی الھندیہ ص ۱۱۶ جلد ۱ وتکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۰۰ جلد ۱ مطلب نواقض الوضوء کتاب الطھارۃ)

﴿۲﴾ قال الشامی: (قولہ مثل ریح) فانھا تنقض لانھا منبعثۃ عن محل النجاسۃ لا لان عینھا نجسۃ لان الصحیح ان عینھا طاھرۃ حتی لو لبس سراویل مبتلۃ او ابتل من الیتیۃ الموضع الذی تمر بہ الریح فخرج الریح لا ینجس وھو قول العامۃ.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۱۰۰ جلد ۱ مطلب نواقض الوضوء کتاب الطھارۃ)

﴿۳﴾(فتاوی عالمگیریہ ص ۱۱۰ جلد ۱ فصل کرہ غلق باب المسجد)

نماز میں وضوٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرکے باقاعدہ نماز پوری کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور نماز کے دوران اس کا وضوٹوٹ جائے تو کیا اس کو نماز ختم کرنا ہوگی یا اس کی نماز ادا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شاہ آف کوئٹہ ۱۴/۲/۱۹۷۳

الجواب: اس کیلئے ضروری ہے کہ اسی وقت وضو کیلئے روانہ ہو جائے اور باقاعدہ نماز کو پوری کرے (۱)۔ وهو الموفق

کھڑے ہو کر وضو کرنا جائز خلاف ادب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس زمانے میں بعض مقامات مثلاً ہوٹلوں وغیرہ میں بیسن بنائے گئے ہیں جن میں کھڑے ہو کر ہاتھ منہ دھویا جاتا ہے ان میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: وضو کرنا جائز ہے البتہ خلاف الادب ہے، وفي الكبيرى ومن الاداب ان يجلس المتوضى مستقبل القبلة عند غسل سائر الاعضاء ومن الاداب ان يكون جلوسه على مكان مرتفع (۲)۔ وهو الموفق

مسواک مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کا استعمال صرف مردوں

(۱) قال العلامه ابن نجيم. قوله من سبقه الحدث توضأ وبنى واستخلف لو اماما الخ (البحر الرائق ص ۳۹۱ جلد ۱ باب الحدث في الصلاة)

(۲) (غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۳۰ باب اداب الوضوء)

کیلئے سنت ہے یا عورتوں کیلئے بھی، دلیل سے مسئلہ کی وضاحت فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا
المستفتی: محمد عمر امام مسجد معیار مردان ۴/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: عورتوں کیلئے بھی سنت ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسواک کا استعمال مروی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اونٹ کا گوشت کھا کر وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: حضرت شیر محلہ الملاح خمیس مشیط سعودی عرب ۱۹۸۶ء/ ۷/ ۲

الجواب: یہ ناقض وضو نہیں ہے، الا ان الوضوء افضل خروجاً من اختلاف العلماء ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾عن عائشة رضی الله عنها قالت کان النبی ﷺ یستاک فیعطینی السواک لا غسله فابدأبه فاستاک ثم اغسله وادفعه الیه رواه ابو داؤد.
(مشکواة المصابیح ص۴۵ جلد ۱ باب السواک)
ویدل علیه مافی الدرالمختار تقوم الخرقه الخشنه او الاصبع مقامه کما یقوم العلک مقامه للمرأة مع القدرة علیه قال ابن عابدین کما یقوم العلک مقامه ای فی الثواب اذا وجدت النیه وذلک ان المواظبة علیه تضعف اسنانها فیستحب لها فعله بحر.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۸۵ جلد ۱ مطلب فی منافع السواک)
﴿۲﴾قال العلامه محمد فرید: ذهب احمد بن حنبل الی وجوب الوضوء من لحم الابل مطبوخا کان او نیاوله فیما سوی اللحم من الکبد والطحال والکرش وغیره قولان وقال ای احمد فی الوضوء من لحوم الابل حدیثان صحیحان عن النبی ﷺ حدیث البراء وحدیث جابر بن سمرة کذا فی المغنی. وقال الشاه ولی الله السر فی ایجاب الوضوء منها انها کانت محرمة فی التوراة فلما اباحها الله لنا شرع (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مفلوج جو وضو اور تیمم پر قادر نہ ہو، کے وضو کا حکم

سوال: ایک شخص مفلوج ہے اور بالکل معذور ہے نہ خود کھا سکتا ہے نہ طہارت وغیرہ کر سکتا ہے کیا وہ بغیر وضو کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غیاث بیگ میرپور خاص ۲۳ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص اگر نہ خود وضو یا تیمم پر قادر ہے اور نہ دوسرا شخص اس کیلئے وضو یا تیمم کرانے والا ہے تو یہ شخص بغیر طہارۃ کے نماز پڑھ سکتا ہے (۱) اور دیگر عبادات میں بہر حال مشغول رہ سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار و کبیری). وھو الموفق

(بقیه حاشیه) الوضوء لنا شکرا لما انعم علینا وعلاجا لما عسی ان یختلج فی بعض الصدور من اباحتها بعد ما حرمها الانبیاء وذهب الجمهور الی عدم وجوب الوضوء من لحم الابل لحدیث الوضوء مما خرج ولیس مما دخل رواه الطبرانی فی الکبیر ولان لحم الابل من الطیبات فلا یتوضأ منه الا تری ان ابیا واباطلحة انکرا علی انس بن مالک رضی الله عنهم حین اراد الوضوء من الخبز واللحم وقالا اتتوضأ من الطیبات لم یتوضأ منه من هو خیر منک رواه احمد والجواب عن حدیث توضئوا منها ان جمهور الصحابة والتابعین اعرضوا عن الاخذ بظاهره فهی قرینة قویة علی ان المراد منه الوضوء اللغوی ای غسل الید والفم . وثبت الوضوء اللغوی فی عرف الشرع ولسان الحدیث کما فی حدیث عکراش رواه الترمذی بسند ضعیف وکما فی حدیث ابی امامة اذا کان احدکم علی وضوء فاکل طعاما فلا یتوضأ الا ان یکون لبن الابل اذا شربتموه فتمضمضوا بالماء رواه فی کنز العمال وکما فی حدیث معاذ بن جبل قال نسمی غسل الفم والید وضوء ولیس بواجب وکما فی حدیث عبد الله بن مسعود انه غسل یدیه من طعام ثم مسح وجهه وقال هذا وضوء من لم یحدث اخرجها الزیلعی فی نصب الرایة والحکمة فیه ان له دسما وزهومة ولو سلم ان المراد منه المعنی الشرعی فیکون منسوخا لعموم قوله علیه الصلاة والسلام کان اخر الامرین ترک الوضوء مما غیرت النار ایاها وکذا لشمول الطیبات ایاها.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۱۹۹، ۱۹۹ جلد ۱ باب الوضوء من لحوم الابل)

(۱) قال العلامه حصکفی: والمحصور فاقد (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تمباکو اور شراب پینے سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں

سوال: سگریٹ نوشی، چلم، نسوار اور شراب سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں، نیز سگریٹ، چلم، نسوار اور شراب میں اگر کوئی فرق ہے تو واضح فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حنیف اللہ گرین مارکیٹ مردان ۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) چونکہ تمباکو نہ مسکر ہیں اور نہ مفتر اور مخدر ہیں، لہٰذا ان کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹے گا، (یدل علیه مافی ردالمحتار ص ۲۰۶ جلد۵) فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۱﴾۔

(۲) شراب وغیرہ سے اگر چہ معمولی سکر پیدا ہوا ہو، تو وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا جائے گا، ورنہ سکر نہ ہونے کے وقت وضو بنانا ضروری نہ ہوگا (ماخوذ از شامی وغیرہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

دبر میں رطوبت موجود ہونے سے وضوٹوٹتا ہے

سوال: مایقول العلماء فی هذه المسئلة رجل شاب قد اصابته علة مذسنتين

(بقیه حاشیه) ای الماء والتراب وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخر هاعنده وقالا يتشبه بالمصلين وجوباً وبه يفتى واليه صح رجوعه ای الامام كما فی الفيض وفيه ايضاً مقطوع اليدين والرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلى بغير طهارة ولا تيمم ولا يعيد على الاصح.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۸۵ جلد ۱ باب التيمم)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار كتاب الاشربة ص ۴۵۹ جلد۵)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفى وينقضه اغماء ومنه الغشى وجنون وسكر بان يدخل فى مشيه تمايل ولو باكل الحشيشة، قال ابن عابدين قوله وسكر وهو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الا بخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فيتعطل معه العقل المميز بين الامور الحسنة والقبيحة اسمعيل عن البرجندى.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۰۱ جلد ۱ بعد مطلب نوم الانبياء غير ناقض)

ما كانت من قبل وهي تكون في بعض الايام خصوصا اذا كانت في البطن العلة، وهي ان توجد الرطوبة في المقعد بحيث لا تسيل الرطوبة المذكورة من الدبر ولا تقطر. ولكن بوضع الاصابع على فم المقعد تظهر الرطوبة على الاصبع، وكذا مرة بعد اخرىٰ وايضا تظهر الرطوبة المذكورة على السراويل حالة القعود، فهذه الرطوبة تنقض الوضوء ام لا.

ملاحظه: هذه الرطوبة تكون مثل الريق لا دما ولا صديداً بلا وجع وجرح، ولكن غاية التكليف لا جل الصلاة؟ بينوا توجروا

المستفتی: محمد زمان کوہاٹ ۲۵/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: الماء الخارج من الدبر ناقض للوضوء وان لم يسيل كما في الدر المختار وخروج غير نجس مثل ريح او دودة او حصاة من دبر وفيه ايضاً، والمراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور وفي غيرهما عين السيلان فليراجع﴿ ا ﴾. هذا جواب على زعم المستفتي والا فهو نجس كما لا يخفىٰ. وهو الموفق

نشہ آور دوائیاں ناقض وضو ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نشہ آور دوائیوں کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....

﴿ ا ﴾ قال العلامه حصكفي ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور وفي غيرهما عين السيلان ولو بالقوة لما قالوا لو مسح الدم كلما خرج ولو تركه لسال نقض والا لا كما لو سال في باطن عين او جرح او ذكر وخروج غير نجس مثل ريح او دودة او حصاة من دبر لا خروج ذلك من جرح ولا خروج ريح من قبل لان خروج الدودة والحصاة منهما ناقض اجماعاً كما في الجوهرة.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۹۵، ۹۲ جلد ۱ مطلب نواقض الوضوء)

الجواب: دوائی بذات خود ناقض وضو نہیں البتہ جب نشہ کی وجہ سے غشی طاری ہو جائے تو وضو باقی نہیں رہے گا اور بغیر نشہ کے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وفی الدر المختار وینقضہ اغماء ومنہ الغشی ص ۱۴۴ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

گرمی کے موسم میں چھوٹے چھوٹے دانوں کے ٹوٹنے سے وضو کا مسئلہ

سوال: گرمی کے موسم میں جو بدن انسانی پر چھوٹے چھوٹے دانے نکل آتے ہیں جسے پشتو میں غورکے یا گرکے یا تنکئے کہتے ہیں، تو اس کے ٹوٹنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن لکی مروت ۳۰/۷/۱۹۷۷ء

الجواب: اگر ان دانوں سے پانی جاری نہ ہو، وھو الظاھر، تو ان کا ٹوٹنا ناقض وضو نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وضو کے متعلق تین مسئلوں میں تطبیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل تین مسائل کے بارے میں جو کہ میرے نزدیک ایک دوسرے کے متضاد ہیں، تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

﴿۱﴾ (الدرالمحتار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۰۶ جلد ۱ کتاب الطھارۃ)

﴿۲﴾ قال الطحطاوی وعن الحسن ان ماء النفطة لا ینقض قال الحلوانی وفیہ توسعة لمن بہ جرب او جدری او محل بالجیم وھو ما یکون بین الجلد واللحم وفی الجوھرۃ عن الینا بیع الماء الصافی اذا خرج من النفطة لاینقض قال العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی وینبغی ان یحکم بروایة عدم النقض بالصافی الذی یخرج من النفطة فی کی الحمصة وان ما یخرج منھا لا ینقض وان تجاوز الی محل یلحقہ حکم التطھیر اذا کان ماء صافیاً اما غیر الصافی بان کان مخلوطاً بدم او قیح او صدید فانہ ناقض اذا وجد السیلان بان تجاوز العصابة والا لم ینقض مادامت الورقة فی موضع الکی معصبة بالعصابة الخ.
(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۸ جلد ۱ فصل فیما ینقض الوضو)

مسئلہ (الف): اگر کپڑے یا بدن پر نجاست لگ کر یاد نہ رہے، اور کسی جگہ کا غالب گمان نہ ہو تو کپڑے یا بدن کو کہیں سے دھولیا جائے، سب پاک سمجھا جائے گا۔

مسئلہ (ب): وضو کے درمیان یا وضو کرنے کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو معلوم نہ ہو تو گمان غالب میں جو عضو یاد آوے، تو اس کو دھو ڈالے، ورنہ پھر سے وضو کرے۔

مسئلہ (ج): وضو کے دوران اگر کسی عضو کے دھونے یا نہ دھونے میں شک ہوا تو اگر یہ شک پہلی مرتبہ ہوا ہے، اور ایسا شک پڑنے کی عادت نہیں ہے تو وہ عضو دھولے جس کے بارہ میں شک ہوا ہے، اور اگر ایسی عادت ہوگئی ہے تو اس کی پرواہ نہ کرے، جب تک گمان غالب نہ ہو جائے (ردالمحتار)۔

المستفتی: اکرام الحق ڈی نمبر ۵۵۲ راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۵/۱۴

الجواب: مسئلہ اولیٰ درمختار (ص ۳۰۱ جلد ۱) میں مذکور ہے ﴿۱﴾۔ اور اس حکم کا محمل یہ ہے کہ یقین یا ظن غالب ہو، کہ یہاں نجاست ہے لیکن معین جگہ معلوم نہ ہو اور مسئلہ ثانیہ وثالثہ درمختار (ص ۱۱۱ جلد ۱) میں مسطور ہے ﴿۲﴾ جو کہ فتاویٰ تتارخانیہ سے منقول ہے، اور اس کا محمل شک اور تردد ہے نہ کہ یقین اور ظن غالب، والفرق بین الشک والظن واضح ﴿۳﴾. فقط

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (وغسل طرف ثوب) او بدن (اصابت نجاسة محلامنه ونسي) المحل (مطهر له وان) وقع الغسل (بغير تحر) وهو المختار.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۴۰ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله شك في بعض وضوئه) اى شك في ترك عضو من اعضائه (قوله والا لا) اى وان لم يكن في خلاله بل كان بعد الفراغ منه وان كان اول ماعرض له الشك او كان الشك عادة له وان كان في خلاله فلا يعيد شيأ قطعا للوسوسة عنه كما في التاترخانية وغيرها. (ردالمحتار ص ۱۱۱ جلد ۱ مطلب في ابحاث الغسل)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: (قوله ظنا قويا) اى غالبا قال في البحر عن اصول اللامشي ان احد الطرفين اذا قوى وترجح على الآخر ولم يأخذ القلب ما ترجح به ولم يطرح الآخر فهو الظن واذا عقد القلب على احدهما وترك الآخر فهو اكبر الظن وغالب الرأى.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۱۸۱ جلد ۱ مطلب في الفرق بين الظن وغلب الظن)

بچے کو دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: کیا والدہ کا بچے کو دودھ پلانا ناقض وضو ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... ۸/ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

الجواب: بچے کو دودھ پلانا ناقض وضو نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسواک کو چوسنا

سوال: مسواک کے چوسنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فدا محمد اچھریاں مانسہرہ...... ۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۸

الجواب: مسواک کا مص یعنی چوسنا منع ہے ﴿۲﴾۔ کمافی الدر المختار ولا یمصه فانه یورث العمی ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی وینقضه خروج کل خارج نجس منه...... لا ینقض لو خرج من اذنه ونحوھا کعینه وثدیه قیح ونحوہ کصدید وماء سرة وعین. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۹۴، ۱۰۴ جلد ۱ ملطب نواقض الوضوء)

قال العلامه ابن عابدین وفی المحیط ان خرج اللبن فسدت (ای صلاة) لانه یکون ارضاعاً والا فلا ولم یقیده بعد دوصححه فی المعراج حلیه وبحر.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۶۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا)

(وھکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۱۴ جلد ۱)

﴿۲﴾ پس معلوم ہوا کہ مسواک کا چوسنا قوت بینائی کو متاثر کرتا ہے اسلئے فقہاء نے منع فرمایا ہے البتہ مسواک کو نرم اور باریک کرنے کیلئے دانتوں سے چبانا جائز ہے، کمافی البخاری عن عائشة رضی الله عنھا...... فاخذت السواک فقضمته ونفضته وطیبته ثم دفعته النبی ﷺ.

(صحیح البخاری ص ۶۳۸ جلد ۲ باب وفات النبی ﷺ) (از مرتب)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۷۸ جلد ۱)

ہونٹوں سے صاف پانی نکلنے سے وضونہیں ٹوٹتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شفتین سے صاف پانی نکل جائے جومختلط بالدم یاقیح نہ ہو، نہ صدید ہوتو کیا یہ پانی ناقض وضو ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیر محمد جندری کرک...... یکم شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر اس خارج کا ماء صافی ہونا متیقن ہو، تو اس سے وضونہیں جاتا رہے گا، کمافی المراقی الفلاح﴿۱﴾. واللہ اعلم

معذور کے وضو کا حکم وطریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ بندہ گیس کی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے پیٹ میں گیس پیدا ہوتی ہے۔(۱) بعض اوقات بڑے پیشاب سے فارغ ہوکر وضو کرتا ہوں لیکن اسی وقت پیٹ کے اندر گیس کی بیماری کی وجہ سے ہوا خارج ہونے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے بڑی مشکل سے ہوا کو روکتا ہوں، کیا اب دوبارہ ہوا خارج کر کے وضو بنانا چاہئے، یا اسی وضو سے نماز پڑھنی چاہئے، کیا یہ معذور کے حکم ہیں آتا ہے یا نہیں؟

(۲) میں ہر نماز کے وقت اپنی کوشش کر کے ہوا خارج کرتا ہوں پھر وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں لیکن ہوا کا دباؤ پھر بھی کم نہیں ہوتا، اور نماز میں شک پڑتا ہے کہ وضوٹوٹ گیا، کیا اس بارے میں میں معذور کے حکم میں آتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال صرافہ بازار ایبٹ آباد

﴿۱﴾ قال العلامة الطحطاوی ان ماء النفطة لا ينقض وفی الجوهره عن الينا بيع الماء الصافی اذا خرج من النفطة لا ينقض.

(الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص۴۸ فصل فی ماينقض الوضوء)

الجواب: (۱) آپ بیماری کے زور کے وقت وضو کرنے کے متصل انفراداً نماز پڑھا کریں، البتہ اگر آپ معذور شرعی ہے تو وقت داخل ہونے کے بعد وضو کیا کریں اور اس وضو سے وقت خارج ہونے تک نمازیں پڑھا کریں، یہ بیماری ناقض وضو نہ ہوگی۔

(۲) معذور شرعی وہ ہے کہ فرض نماز کا وقت گزر جائے اور یہ شخص اتنا موقع نہ پائے کہ اس میں مختصر وضو اور نماز سے فراغت حاصل کرے، اس کو ابتدائے عذر کہا جاتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

منہ میں نسوار ہوتے ہوئے وضو اور ذکر لسانی کا مسئلہ

سوال: کیا نسوار سے وضو ٹوٹتا ہے؟ اگر وضو نہیں ٹوٹتا تو کیا نماز کیلئے پانی سے منہ صاف کرنا چاہئے؟ نیز جب منہ میں نسوار ہو، تو ذکر کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسین نیو سوات قاری ایجنسی ۱۹۸۸ء/۵/۹

الجواب: چونکہ تمباکو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر ہے، لہٰذا اس کا استعمال ناقض وضو نہیں ہے ﴿۲﴾ اور چونکہ اس میں بدبو موجود ہے لہٰذا اس کے استعمال کے وقت ذکر لسانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: وصاحب عذر من به سلس بول لا یمکنه امساکه او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضة او بعینه رمد ...... ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لا یجد فی جمیع وقتها زمنا یتوضأ ویصلی فیه خالیا عن الحدث ولو حکماً ...... ثم یصلی به فیه فرضاً ونفلاً فدخل الواجب بالاولیٰ فاذا خرج الوقت بطل ای ظهر حدثه السابق.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۱۲، ۲۱۳ جلد ۱ مطلب فی احکام المعذور)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع الخ (ردالمحتار علی الدر المختار کتاب الاشربة ص ۴۵۹ جلد ۵)

﴿۳﴾ قال الشیخ محمد بن عبد الله النقشبندی: وآداب الذکر ...... الثانی الغسل للذکر او الوضوء وکان ابویزید قدس سره یتوضأ ویغسل فمه بماء ورد کلما اراد الذکر.
(البهجة السنیة فی اداب النقشبندیه ص ۵۰ آداب الذکر)

ناخن پالش کے ساتھ وضو کا حکم

سوال: عورتیں ناخن پالش استعمال کرتے ہیں تو وضو اور غسل کیلئے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: عبدالرحمٰن تربیلہ ڈیم.....۵/ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر ناخن پالش چاقو وغیرہ آلات کے بغیر زائل نہیں ہوتا ہے تو پھر حرج کی وجہ سے وضو اور غسل سے مانع نہ ہوگا، ونظیرہ مافی شرح التنویر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ﴿۱﴾. وهو الموفق

حدث کے بعد فوراً وضو کرنا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب استنجا کیلئے جاتے تھے، تو میں آپ ﷺ کو پانی لاکر دیتا تھا، تو آپ اس سے طہارت فرماتے تھے، پھر اپنے ہاتھ کو مٹی پر ملتے تھے، پھر میں دوسرا برتن لاتا تو آپ اس سے وضو فرماتے تھے (سنن ابی داؤد) جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد بھی پانی سے طہارت فرماتے تھے، سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ پیشاب سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وضو کیلئے پانی لیکر کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر! یہ کیا ہے، کس لئے پانی لیکر کھڑے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضو کیلئے پانی لایا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا "میں اس کیلئے مامور نہیں ہوں کہ جب پیشاب کروں، تو ضرور وضو کروں، اور اگر میں ایسی پابندی پر مداومت کروں تو امت کیلئے ایک دستور بن جائے گا" (معارف الحدیث) مذکورہ بالا عبارت

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی: ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلاحرج مرة .. ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتیٰ وقیل ان صلبا منع وهو الاصح.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۵۲، ۱۵۳ جلد ۱ مطلب ابحاث الغسل)

''میں اس کیلئے مامور نہیں ہوں'' کیا حضور ﷺ پیشاب کرنے کے بعد وضو کیلئے مامور نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تاج محمد، عابد محمد راولپنڈی کینٹ ......۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب: پیغمبر ﷺ اور تمام امت اس پر مامور بامر وجوبی نہیں ہیں کہ پیشاب کرنے اور دیگر احداث کے بعد فوراً وضو (چاراندام) کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بلانیت وضو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بلانیت وضو کسی پانی کے ٹین میں ہاتھ ڈالدے تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: اصلاح الدین بنوں ...... یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ پانی مستعمل نہیں ہے، لعدم ازالۃ الحدث بہ ولعدم التقرب عندہ (شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ناخن پالش کے ازالہ میں احتیاط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناخن پالش جب دور نہیں ہوتا، تو اس سے وضو اور غسل جنابت کے فریضہ سے انسان سبکدوش ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر محمد چارباغ جنگل خیل کوہاٹ

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: الاجماع علی انه لا یجب الوضوء علی المحدث والغسل علی الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلوٰۃ او ارادۃ ما لا یحل الا به کذا فی البحر الرائق. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۶ جلد ۱ قبیل الباب الثالث فی المیاہ)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی: او بماء استعمل لاجل قربة ای ثواب و لو مع رفع حدث او من ممیز او حائض لعادۃ عبادۃ او غسل میت او ید لاکل او منه بنیة السنة او لاجل رفع حدث ولو مع قربة کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقاً الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۳۸، ۱۳۹ جلد ۱ مبحث الماء المستعمل)

الجواب: احتیاط ازالہ میں ہے البتہ بقاء کی صورت میں بھی گنجائش ہے، یدل علیہ مافی شرح التنویر ولا یمنع علی ظفر صباغ هامش ردالمحتار ص ۱۴۳ جلد ۱ ﴿۱﴾ قلت وجه الدلالة واضح لانه لا یمکن ازالته الا بکلفة فیلراجع الی امداد الفتاویٰ ص ۱۹ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

وضو کرتے وقت داڑھی دھونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کرتے وقت کیا پوری داڑھی دھونا ضروری ہے یا بعض داڑھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: واضح ہو کہ داڑھی کی دو قسمیں ہیں، گھنی اور ہلکی، اگر بالوں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو یہ ہلکی داڑھی ہے اور جس داڑھی میں کھال مستور ہو تو اس کو گھنی داڑھی کہتے ہیں ہلکی داڑھی ہونے کی صورت میں داڑھی اور نظر آنے والا چہرے کی کھال دونوں کی دھونا فرض ہے، اور گھنی داڑھی میں چہرے کی حدود میں جو داڑھی واقع ہو اس کا دھونا فرض ہے مسترسل (لٹکی) داڑھی میں صرف مسح کافی ہے، وفی الدر المختار ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسله ولا مسحه بل یسن وان

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ویجب ای یفرض غسل کل مایمکن من البدن بلا حرج مرة ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتیٰ وقیل ان صلبا منع وهو الاصح. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۵۲، ۱۵۳ جلد ۱ مطلب ابحاث الغسل)

﴿۲﴾ قال الشیخ اشرف علی التهانوی: اس مسئلہ میں ایک قید ہے وہ یہ کہ آسانی سے چھڑانا ممکن ہو، ورنہ اگر چھڑانے میں دشواری ہو تو پھر بدون چھڑائے درست ہے، فی الدر المختار ولا یمنع الطهارة ونیم پس چونہ میں یہی تفصیل ہے کہ اگر آسانی سے چونہ کو نکال سکیں تو نکالنا واجب ہے ورنہ معاف ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۰ جلد ۱ کتاب الطهارت)

الخفيفة التی تریٰ بشرتها يجب غسل ما تحتها (ص ۱۰۰ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

سارا وقت مرض ریح میں گزرتا ہوتو ہر وقت کیلئے وضو کیا کریں

سوال: میں معذور ہوں ریح ہر وقت صادر ہوتی ہے کیا ایک وضو عبادات کیلئے کافی ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ایم اے بیگ پاک پی ڈبلیوڈی بنوں چھاؤنی......۲۸/ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر بالکل واقعی سارا وقت آپ کا اس مرض ریح میں گزرتا ہے تو آپ ہر وقت کیلئے وضو کیا کریں اور اس سے نماز اور تلاوت کیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

گرم پانی سے وضو کرنا جائز مگر بہتر نہیں

سوال: گرم پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی جنوبی وزیرستان ڈی آئی خان

الجواب: گرم پانی سے وضو کرنا جائز ہے البتہ بہتر نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۷۴ جلد ۱ كتاب الطهارة)

﴿۲﴾ وفی الهنديه: المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقا يتوضؤن لوقت كل صلاة ويصلون بذلک الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا فی البحر الرائق. ۱۲

(فتاویٰ هنديه ص ۴۱ جلد ۱ الفصل الرابع فی احكام الحيض والنفاس والاستحاضة)

﴿۳﴾ قال العلامه طحطاوی: ومن الادب انه لا يتوضأ بماء مشمس لا نه يورث البرص لقوله عليه السلام لعائشة حين سخنت الماء: لا تفعلی يا حميراء فانه يورث البرص.

(حاشيه الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۸ فصل فی اداب الوضوء)

اخرجه البيهقی فی السنن الكبریٰ كتاب الطهارة باب كراهة التطهير بالماء المشمس (ص ۶ جلد ۱) والدار قطنی باب الماء المسخن (ص ۳۸ جلد ۱) والزيلعی فی نصب الراية كتاب الطهارة باب ما ورد فی الماء المشمس (ص ۱۰۲ جلد ۱).

سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ

سوال: کیف طریق مسح الرأس علی الطریق المسنون؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق مہاجر کیمپ ہزارہ ...... ۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یضع جمیع الکفین والاصابع فیمد بر ﴿۱﴾ وانکر ابن الھمام والزیلعی علی التجافی، وفی الشامیہ ص ۱۱۴ جلد ۱ والاظہر ان یضع کفیہ واصابعہ علی مقدم رأسہ ویمدھما الی القفا علی وجہ یستوعب جمیع الرأس ثم یمسح اذنیہ باصبعیہ﴿۲﴾. وھو الموفق

گردن کا مسح حدیث سے ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں گردن کا مسح کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الحق حضرو اٹک ۱۹۸۶ء

﴿۱﴾ سر کے مسح کرنے میں فقہاء نے مختلف کیفیات کی تصحیح کی ہے جو کہ عینی میں مذکور ہیں اور علامہ سدید الدین کاشغری رحمہ اللہ نے محیط کے حوالے سے جو طریقہ ذکر کیا ہے کہ مسح کے وقت انگوٹھی اور سبابہ کو علیحدہ رکھا جائے، تا کہ اس سے کانوں کا مسح ہو جائے اور اد بار کرتے وقت ہتھیلیوں کو علیحدہ رکھا جائے، تا کہ سر کے دونوں اطراف پھر اس سے مسح کیا جائے، تو اسی طریقہ پر ابن الہمام نے فتح القدیر میں اعتراض کیا ہے، کہ سنت سے اس کی کوئی اصل نہیں، لان الاستعمال لا یثبت قبل الانفصال والاذنان من الرأس حتی جاز اتحاد بلتھما ولان احدا ممن حکی وضوء رسول اللہ ﷺ لم یوثر عنہ ذاک فلو کان من الکیفیات المسنونۃ وھم شارعون فی حکایتھا لترتکب وھی غیر متبادرۃ لنصوا علیھا وکذا رد علیھا الزیلعی. والتفصیل فی منھاج السنن شرح جامع السنن فلیراجع. (وھاب)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ مستوعبۃ) وما قیل من انہ یجافی المسبحتین والابھامین لیمسح بھما الاذنین والکفین لیمسح بھما جانبی الرأس خشیۃ الاستعمال فقال فی الفتح لا اصل لہ فی السنۃ لان الاستعمال لا یثبت قبل الانفصال والاذنان من الرأس.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۸۹ جلد ۱ مطلب فی تصریف قولھم معزیا)

الجواب: روی ابو عبید والدیلمی وتاریخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل یوم القیامة وتمام الکلام فی منهاج السنن ص ۱۲۸ جلد ۱ ﴿۱﴾. وهوالموفق

پیشاب کے ظاہر ہونے سے وضوٹوٹتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عضومخصوص کے سر میں جوسوراخ ہے اگر انسان اس کوکھولتا ہے تو کھل جاتا ہے تو یہ سوراخ داخل میں سے ہے یا خارج میں سے، نیز اگر بول اس سوراخ کوآ جاویں اور باہر نہ نکل جائے تو اس صورت میں وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابراہیم بلامبٹ تیمر گرہ ضلع دیر.....۲۵/شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب تک بول ظاہر نہ ہوا ہوتو وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور جب سوراخ میں دیکھا جائے ،تو وضوٹوٹ جاتا ہے اگر چہ سائل نہ ہوا ہو (شامی ص ۱۲۴، ۱۲۵ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال المفتی الاعظم محمد فرید: ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد رحمه الله وقال به الامام الشافعی رحمه الله فی روایة والحجة علی مشروعیته ما رواه ابو عبید والدیلمی وتاریخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقی الغل یوم القیمة وکذاما رواه ابو داؤد مرفوعاً یمسح رأسه حتی بلغ القذال وهو اول القفا وجه الدلالة ان بلوغ منتهی الید الی القذال یستلزم مسح العنق وقال مسدد مسح رأسه من مقدمه الی مؤخره حتی اخرج یدیه تحت اذنیه وهو واضح الدلالة.

(ف) واعلم انه لم یرو ان العنق من الرأس وکذالم یثبت اخذالماء الجدید له فالانسب ان یمسح ببلة ظهور الکفین بعد الاذنین.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص۱۲۸ جلد ۱ باب ماجاء ان الاذنین من الرأس)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی : ثم المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظهور وفی غیرهما عین السیلان، قال ابن عابدین ای الظهور المجرد عن السیلان فلو نزل البول الی قصبة الذکر لا ینقض لعدم ظهوره بخلاف القلفة فانه نزوله الیها ینقض الوضو.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۹۹، ۱۰۰ جلد ۱ مطلب فی نواقض الوضوء)

وضو کی دعائیں مروی اور ان کا پڑھنا مستحب ہیں

سوال: وضو کی دعائیں پڑھنا واجب ہے یا سنت، نیز یہ کسی حدیث میں مروی ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۱۹۷۶ء/۳/۲۴

الجواب: وضو کی دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ان کے متعلق روایات وارد ہیں (رواہ ابن حبان وغیرہ)﴿۱﴾ اور (برتقدیر عدم ثبوت) ان اذکار کو فقہاء کرام نے پسند کیا ہے، وما رأه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن، رفعه الامام محمد في موطاه﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: والتسمية كما مرعند غسل كل عضو وكذالممسوح والدعاء بالوارد عنده اى عند كل عضو وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلاة والسلام من طرق قال محقق الشافعية الرملي فيعمل به في فضائل الاعمال وان انكره النووى.

قال العلامه ابن عابدين: قوله (والتسمية كامر) اى من الصيغة الواردة وهى بسم الله العظيم والحمدلله على دين الاسلام وزاد فى المنية التشهد هنا ايضاً تبعا للمحيط، وشرح الجامع لقاضيخان قال فى الحلية ومن البراء بن عازب عن النبي ﷺ قال ما من عبد يقول حين يتوضا بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين الا فتحت له ثمانية ابواب الجنة يدخل من ايها شآء فان قام الخ، وقال حديث حسن. (قوله والدعا بالوارد) فيقول بعد التسمية عند المضمضة اللهم اعنى على تلاوة القرآن وذكرک وشكرک كما فى الامداد والدرر وغيرهما وثم روايات اخر ذكر ها فى الحلية وغيرها لكن رأيت في الحلية عن المختارات ويدعو بالوارد وبا وفى البواقى فليراجع.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۹۴ جلد ۱ مطلب فى بيان ارتقاء الحديث الضعيف الى مرتبة الحسن مندوبات الوضو)

﴿۲﴾ قال العلامه ناصر الدين الباني: حسن موقوفا اخرجه الطيالسي واحمد وغيرها بسند حسن وصححه الحاكم ووافقه الذهبى (وجعله الامام محمد مرفوعا فى بلاغاته).

(شرح العقيدة الطحاوية ص ۵۳۱ نحب اصحاب رسول الله من غير افراط)

نسوار ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: بعض لوگ وضو کے بعد منہ میں نسوار ڈالکر جب نماز کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں تو نسوار نکال کر صرف منہ کو دھوتے ہیں تو کیا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا یا صرف منہ دھونا کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گھڑی کپورہ......۲۷/۸/۱۹۷۸ء

الجواب: چونکہ تمباکو نہ مسکر ہیں اور نہ مفتر ہیں، لہٰذا ان سے وضو ٹوٹنے کا حکم دینا غلط ہے، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص۳۰۵ جلد۵ فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة، البتہ اگر اس سے اغماء حاصل ہو تو اغماء ناقض وضو ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

داڑھی کو خضاب دیکر وضو جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس داڑھی کو خضاب لگایا جائے اس سے وضو پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ خضاب لگانے سے بالوں پر کوئی تہہ نہیں بنتا اسلئے اس سے وضو اور غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وفی الدرالمختار : ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولاطعام بین اسنانه او فی

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: وینقضه اغماء ومنه الغشی وجنون وسکر بان یدخل فی مشیه تمایل ولو باکل الحشیشة قال ابن عابدین قوله وسکر وهو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فیتعطل معه العقل الممیز بین الامور الحسنة والقبیحة اسمعیل عن البرجندی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۱۰۱ جلد۱ بعد مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض)

سنه المجوف (ص ۱۵۴ جلد ۱) ﴿۱﴾ البتہ تہہ بن جانے کی صورت میں کہ پانی کا پہنچنا ممکن نہ ہوتو وضودرست نہیں، لمافی الهندیه: والخضاب اذا تجسد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل (ص ۴ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسواک کے ساتھ نماز کا ثواب ستر گنا ہوجاتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کر کے نماز پڑھنے کے ثواب میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے اور بغیر مسواک کے کس قدر خسارہ ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی قطب الدین منڈی بہاؤالدین گجرات

الجواب: ستر گنا ثواب دیاجائے گا، الحدیث ﴿۳﴾. وهو الموفق

صرف بوٹ دھویاجائے پاؤں نہیں کیا وضو ہوتا ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرفوجی یا مجاہد صرف بوٹ دھولے اور پاؤں نہ دھوئے، کیا اس سے وضودرست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر مسح خفین کی شرائط ﴿۴﴾ موجود نہ ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۴ جلد ۱ کتاب الطهارة)

﴿۳﴾ وعن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ تفضل الصلوٰة التی یستاک لها علی الصلوٰة التی لا یستاک لها سبعین ضعفا رواه البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکواة المصابیح ص ۴۵ جلد ۱ باب السواک)

﴿۴﴾ قال العلامه حصکفی: شرط مسحه ثلاثة امور الاول کونه ساترالقدم مع الکعب او یکون نقصانه اقل من الخرق المانع فیجوز علی (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

وضو میں مضمضہ کرنا سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میں روزہ کی حالت میں وضو کے دوران منہ میں پانی نہ ڈالوں اس سے نماز میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں، کیونکہ منہ میں پانی ڈالنے سے مجھے روزہ ٹوٹ جانے کا شک ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف شاہ صدر بازار رسالپور کینٹ نوشہرہ ...... ۲۷/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: آپ فکر نہ کریں منہ میں پانی ڈالا کریں، البتہ وضو میں مضمضہ کرنا سنت ہے ﴿۱﴾، اس کے ترک سے وضو کو نقصان نہیں پہنچتا ثواب میں کمی آتی ہے۔ وھو الموفق

نسوار، حقہ اور سگریٹ ناقض وضو نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار، حقہ اور سگریٹ نوشی حرام ہے یا مکروہ؟ اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معتبر شاہ کونگی ۱۹۸۳ء/۲/۱۴

(بقیہ حاشیہ) الزربول از تشدودا والثانی کونه مشغولاً بالرجل لیمنع سرایة الحدث والثالث کونه ممایمکن متابعة المشی المعتاد فیه فرسخاً فاکثر، قال ابن عابدین (قوله لو مشدودا) لان شدة بمنزلة الخیاطة وهو مستمسک بنفسه بعد الشد کالخف المخیط بعضه ببعض فافهم وفی البحر عن المعراج ویجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شئ فهو کخروق الخف.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۱۸۲، ۱۸۳ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

﴿۱﴾ قال الحصکفی وغسل الفم ای استیعابه ولذا عبر بالغسل او للاختصار بمیاہ ثلاثه والانف...... وهما سنتان مؤکدتان، قال ابن عابدین فلو ترکهما اثم علی الصحیح سراج قال فی الحلیة لعله محمول علی ما اذاجعل الترک عادة له من غیر عذر.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۸۲ جلد ۱ سنن الوضوء)

الجواب: نسوار، حقہ وغیرہ کا استعمال مباح ہے جبکہ بطور لہو نہ ہو اور عدم سکر کی وجہ سے ان سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۵۹ جلد۵ کتاب الاشربة)

الباب الثانی فی الغسل

غسل کی ابتداء میں وضو مسنون ہے

سوال: الوضوء قبل الغسل سنة او مستحب؟ ورجل اغتسل من الجنابة ولم يتوضأ قبل الغسل ولا بعد الغسل وصلى ايجوز صلوته ام لا؟ والوضوء بعد الغسل اذا لم يتوضأ قبله لازم ام لا؟ بينوا توجروا

المستفتی: محمد فائق باجوڑا یجنسی عنایت کلے ۔۔۔ ۵/مئی ۱۹۸۶ء

الجواب: ابتداءِ غسل میں وضو کرنا مسنون ہے (شرح التنویر) ﴿۱﴾ جب کوئی شخص مضمضہ اور استنشاق کے بعد بدن پر پانی ڈالے تو اس کا غسل باوجود خلاف سنت ہونے کے درست ہے اور اس شخص کی نماز بھی درست ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ننگے بدن غسل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے غسل خانہ میں غسل کرنا جس پر چھت ہو ننگی حالت میں غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ازرم تبوک سعودی عرب ۷/۷/۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وسننه البداءة بغسل يديه وفرجه وخبث بدنه ان كان عليه خبث لئلا يشيع ثم يتوضأ ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثا الخ.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۱۱۰، ۱۱۱ جلد ۱ مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ وفي الهنديه: الفرائض الغسل وهى ثلاثة المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن على مافي المتون. (فتاوى هنديه ص ۱۳ جلد ۱ الباب الثاني في الغسل)

الجواب: ننگا غسل جائز ہے البتہ لنگوٹ استعمال کرنا افضل ہے﴿۱﴾عورت پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے وضو درست ہے﴿۲﴾۔ وھوالموفق

احتلام سے غسل واجب ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فالج کا مریض ہوں ایک پاؤں شل ہے میں نے شادی بھی کی ہے بارہ سال ہوئے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہفتہ میں دو تین بار احتلام ہوتا ہے، کبھی کسی کو دیکھ کر اور کبھی ویسے ہی احتلام ہوتا ہے میری عمر تقریباً سینتیس سال ہے، تقریباً آٹھ سال سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کی ہے اسلئے ہر وقت غسل کرنا پڑتا ہے، اسلئے آپ صاحبان فتویٰ صادر فرماویں کہ ان احتلاموں سے مجھ پر غسل واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسافر خان گڑھی سخاکوٹ ...... یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ احتلام سے غسل واجب ہوجاتا ہے﴿۳﴾۔ آپ ہمت نہ ہاریں غسل کیا کریں اللہ کریم آپ کو شفایاب کرے۔ فقط

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وسننه کسنن الوضوء سوی الترتیب وادابه کادابه سوی استقبال القبلة لانه یکون غالباً مع کشف عورة وقال ابن عابدین اقول اوالمراد الکراهة حال الکشف فقط کما افاده التعلیل السابق والظاهر من حاله علیه السلام انه لا یغتسل بلا ساتر (قوله مع کشف عورة) فلو کان متزراً فلا باس به کما فی شرح المنیة والامداد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۱۰ جلد ۱ مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: مس الرجل المراة والمراة الرجل لا ینقض الوضوء کذافی المحیط مس ذکره او ذکر غیره لیس بحدث عندنا کذافی الزاد.

(فتاویٰ هندیه ص ۱۳ قبیل الباب الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال العلامه مرغینانی: والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم والیقظة.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۵۳ جلد ۱ فصل فی الغسل)

غیرمحرم کو برہنہ حالت میں دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت کسی غیرمحرم کو ننگی یعنی برہنہ حالت میں دیکھ لے،تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۱۹۷۴ء/۴/۲

الجواب: غسل واجب نہیں ہوتا ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مرد کیلئے اقل مدت بلوغ اور منی وغیرہ کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: مرد کیلئے مدت بلوغ کیا ہے، بندہ جب بارہ سال کا ہوگیا تو انزال ہوگیا تھا، کیا اس وقت سے بلوغ شروع ہوسکتا ہے، نیز منی، ودی، مذی کی پاکی کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منظور راولپنڈی......۲۴/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے اقل مدت بلوغ بارہ سال ہے آپ بارہ سال کے ہوکر بالغ ہوگئے ہیں کیونکہ علامت بلوغ (انزال) موجود ہوگئی ہے﴿۲﴾ اور خشک منی جھاڑ دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر خشک نہ ہوتو دھونے سے﴿۳﴾۔ اسی طرح مذی اور ودی بھی دھونے سے پاک ہوگی﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ کیونکہ یہ معانی موجبہ غسل میں سے نہیں ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال...... فان لم يوجد فيهما شئ فحتى تتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتىٰ لقصر اعمار اهل زماننا وادنى مدته له اثنتا عشرة سنة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۱۰۷ جلد۵ فصل بلوغ الغلام كتاب الحجر)

﴿۳﴾وقال في الهنديه: ومنها الفرك في المنى اذا اصاب الثوب فان كان رطبا يجب غسله وان جف على الثوب اجزأ فيه الفرك استحسانا.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص۴۴جلد۱ الباب السابع في النجاسة)

﴿۴﴾ قال الفقيه طاهر بن عبد الرشيد: اذاحت النجاسة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہاتھ پر مشین سے نام لکھ کر مانع غسل ووضو نہیں

سوال: بندہ نے بچپن میں مشین کے ذریعے اپنے ہاتھ پر نام لکھوایا ہے اب لوگ کہتے ہیں کہ اس نام کو مٹادو، اس سے غسل و وضو نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ نام اب بغیر اپریشن کے نہیں مٹ سکتا تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نارتھ وزیرستان ایجنسی میران شاہ ۱۹۸۸ء/۴/۲۸

الجواب: یہ خط، خال اور بھرے ہوئے زخم کی طرح عضو ہے نہ وضو سے مانع ہے اور نہ غسل سے مانع ہے ﴿۱﴾ واعظوں کے بخت اور غلط مسائل سے خائف نہ ہوں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لم یجز الا فی المنی الیابس فان کان رطبا لا یطھر الابالغسل وھو نجس عندنا ولکن ھذا اذالم یخرج المذی قبل خروج المنی اما اذاخرج المذی ثم خرج المنی لا یطھر الثوب بالفرک.

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴۱ جلد ۱ الفصل السادس فی غسل الثوب والدھن)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: یستفاد مما مرحکم الوشم فی نحو الید وھو انہ کالاختضاب او الصبغ بالمتنجس لانہ اذا غرزت الید او الشفۃ مثلا بابرۃ ثم حشی محلھا بکحل اونیلۃ لیخضر تنجس الکحل بالدم فاذاجمد الدم والتأم الجرح بقی محلہ اخضر فاذاغسل طھر لانہ اثر یشق زوالہ لانہ لا یزول الا بسلخ الجلد او جرحہ فاذاکان لا یکلف بازالۃ الاثر الذی یزول بماء حارٍ او صابون فعدم التکلیف ھنا اولیٰ وقد صرح بہ فی القنیہ فقال ولو اتخذ فی یدہ وشمالا یلزمہ السلخ اہ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۳۰ جلد ۱ مطلب فی حکم الوشم باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال الامام ولی اللہ الدھلوی: واما المذکر فلا بد ان یکون میسراً لا معسراً ... واما الأفات التی تعتری الوعاظ فی زماننا فیھا عدم تمیزھم بین الموضوعات وغیرھابل غالب کلامھم الموضوعات المحرفات وذکرھم الصلوات والدعوات التی عدھا المحدثون من الموضوعات ومنھا مبالغتھم فی شیئ من الترغیب والترھیب.

(القول الجمیل ص ۱۷۱، ۱۷۲ باب التذکیر والوعظ)

جانور سے بدون انزال وطی کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک شخص کسی جانور سے وطی کرے لیکن انزال نہ ہوا ہوتو غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: نفس ایلاج (دخول) موجب غسل نہیں بلکہ ایلاج (التقاء ختانین) کیلئے محل مشتہاۃ کا ہونا ضروری ہے چونکہ جانور محل مشتہاۃ نہیں اسلئے نفس وطی پر بدون انزال کے غسل واجب نہیں، وفی الهنديه (ص ١٥ جلد ١) والايلاج فی البهيمة والميتة والصغيرة التی لا يجامع مثلها لا يوجب الغسل بدون الانزال ﴿١﴾. وهو الموفق

بازو میں مصالحہ سے نام لکھ کر مانع غسل ووضو نہیں ہے

سوال: ایک شخص اپنے بازو میں نام تحریر کرتا ہے جوسوئی کے ذریعے کیا جاتا ہےاورایک قسم کا رنگدار مصالحہ اندر کیا جاتا ہےتو نام کے نیچے پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہےتو کیا ایسے شخص کا غسل وغیرہ صحیح ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ شمس الحق قمر حضرو اٹک ......٢٧/ رمضان ١٤٠٥ھ

الجواب: یہ خط، خال کی طرح غسل وغیرہ سے مانع نہیں ہے، کما فی رد المحتار ص ٢٢٠ جلد ١ باب الانجاس ، يستفاد مما مر حكم الوشم فی نحو اليد وهو ان كالاختضاب او الصبغ بالمتنجس لانه اذا غرزت اليد او الشفة مثلاً بابرة ثم حشى محلها بكحل او نيلة ليخضر تنجس الكحل بالدم فاذا جمد الدم والتأم الجرح بقى

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ١٥ جلد ١ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل وهی ثلاثة)

محله اخضر فاذا غسل طهر لانه اثر یشق زواله لانه لا یزول الابسلخ الجلد او جرحه فاذا کان لا یکلف بازالة الاثر الذی یزول بماءٍ حارٍ او صابون فعدم ا التکلیف هنا اولیٰ. ... وفی الفتاوی الخیریه من کتاب الصلاة سئل فی رجل علی یده وشم هل تصح صلوته وامامته معه ام لا اجاب نعم﴿۱﴾. وهو الموفق

خضاب مانع غسل ووضو نہیں ہے

سوال: بعض افراد سفید داڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے ہیں بالوں پر خضاب لگنے سے ممکن ہے کہ پانی بالوں کی اصل جسامت تک نہ پہنچ سکے، لہٰذا اسی حالت میں غسل یا وضو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور رحمان ناوگئی بونیر سوات .....۱۶/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: بالوں پر خضاب لگانے کے بعد اصل بالوں کو پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے جب بالوں کی ظاہری سطح پر پانی پھر جائے تو غسل جنابت ادا ہونے کیلئے کافی ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

دوران غسل باتیں کرنے اور ادعیہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران غسل باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس وقت ادعیہ مسنونہ پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۳۰ جلد ۱ مطلب فی حکم الوشم باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی: ولا یمنع الطهارة ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته وحناء ولو جرمه به یفتی ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتی وقیل ان صلبا منع وهو الاصح.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۰۹ جلد ۱ قبیل مطلب سنن الغسل)

الجواب: دوران غسل خاموش رہنا بہتر ہے، عریان حالت میں فقہاء نے باتیں کرنے کو مکروہ لکھا ہے اور ادعیہ مسنونہ پڑھنے کیلئے یہ وقت مناسب نہیں ہے، فی ردالمحتار ص ۱۵۶ جلد ۱ ویستحب ان لا یتکلم بکلام مطلقة اما کلام الناس فلکراهته حال الکشف واما الدعا فلانه فی مصب المستعمل ومحل الاقذار والاوحال﴿۱﴾. وهو الموفق

مستورات کیلئے غسل میں مینڈھیاں دھونے کا طریقہ

سوال: مردوں کے علاوہ عورتیں اگر غسل کریں، تو مردوں کی طرح ان کیلئے بھی پورے بدن پر پانی ڈالنا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز عورتوں کیلئے سر کے بالوں پر پانی ڈالنے کا کیا طریقہ ہے؟ بعض عورتیں صرف مسح پر اکتفا کرتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین شراوک ملائشیا ...... ۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

الجواب: عورت پر مردوں کی طرح تمام بدن کا دھونا فرض ہے البتہ گندھے ہوئے بالوں کی اصل تک پانی پہنچانا کافی ہے تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں ہے اور غسل میں سر کے بالوں پر مسح کرنا کافی نہیں ہے، خواہ زینت کو نقصان دہ ہو یا نہ ہو، البتہ اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کا دھونا ضروری ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عمر کے لحاظ سے حد بلوغ کی مدت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث کا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۱۵ جلد ۱ مطلب سنن الغسل کتاب الطهارة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضفور للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقا ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح ولو ضرها غسل رأسها ترکته وقیل تمسحه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۰۸ جلد ۱ مطلب فی ابحاث الغسل)

بلوغ کتنے عرصہ میں ہوتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نصر اللہ صوابی......۹/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: عمر کے لحاظ سے مذکر ومؤنث کی مدت بلوغ پندرہ سال ہے، کمافی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص ۱۳۲ جلد۶ فان لم یوجد فیھما شئ فحتی تمّ فکل منھما خمس عشرہ سنة به یفتیٰ ﴿۱﴾. وھوالموفق

احتلام بھول جانے کی صورت میں قضاء نمازوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص کو احتلام ہوا تھا، مگر وہ بھول گیا تھا، چند دن بعد یاد آیا کہ احتلام ہوا تھا، اب جو نمازیں بغیر غسل کے پڑھی گئی ہیں، ان کی قضاء کس طرح کرے گا؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر کسی کو چند دن بعد احتلام کا علم ہوا کہ فلاں دن کو مجھے احتلام ہوا تھا، تو اسی دن سے نمازوں کی قضاء کریگا، اور اگر متعین دن کا علم نہ ہو تو آخری نوم سے جنبی شمار ہوگا اس کے بعد جتنی نمازیں پڑھی گئی ہوں ان کی قضاء لازم ہوگی (مجموعة الفتاویٰ ص ۱۶۴ جلد ۱) ﴿۲﴾. وھوالموفق

مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے

سوال: جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے

﴿۱﴾(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۱۰۷ جلد۵ فصل بلوغ الغلام کتاب الحجر)

﴿۲﴾ قال العلامہ عبد الحئی اللکھنوی: اگر یہ علم ہو گیا کہ فلاں دن مجھے احتلام ہوا تھا تو اس دن سے جنابت کا حکم جاری ہوگا اور اگر دن کی تعین کا علم نہ ہوا ہو فقط یہی علم ہوا ہو کہ مجھے احتلام ہوا تو احتلام کا حکم اس آخری نوم سے دیا جائے گا جس کے بعد سے نہ سویا ہو۔(مجموعة الفتاویٰ ص ۱۶۵ جلد ۱ کتاب الطھارت)

بارے میں کہ اگر کسی کو شہوت آجائے یعنی آلہ تناسل ساکن ہو اور پھر منتشر ہو جائے، اور ذکر کے سر پر تری آجائے، اور پتہ نہیں لگتا کہ یہ منی ہے یا کوئی اور چیز ہے، تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت نبی ضلع پشاور...... یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ مذی ہے اس کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ اور منی کے خروج سے اس وقت غسل واجب ہوتا ہے جبکہ دفق اور شہوت سے ہو ﴿۲﴾ اور صورت مسئولہ میں یہ شرط موجود نہیں ہے (ھکذا فی جمیع کتب الفقہ). وھو الموفق

دانت کے سوراخ کو مصالحہ سے پر کرنا مانع غسل نہیں ہے

سوال: شق دندان را اکثر پر کردہ ام، بعض مولوی صاحبان در بارہ غسل فرمودہ اند، کہ غسل مے شود و بعضے گفتہ اند نمیشد، اکنون محترم شما مارا ہدایت دھید کہ صحیح خیال چیست؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالباقی افغانستان...... ۲۴/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: غسل بلاشک وشبہ جائز است زیرا نچہ خالی کردن سوراخ در وقت ہر غسل حرج عظیم است، کہ در شرع شریف مرفوع است، نظیرہ مافی الھندیہ ص ۳۳۶ جلد ۵ من شد السن بالذھب

﴿۱﴾ قال ابن المنذر حدثنا محمد بن یحیٰ حدثنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدثنا عکرمہ عن عبد ربہ بن موسیٰ عن امہ انھا سالت عائشہ رضی اللہ عنھا عن المذی فقالت ان کل فحل یمذی وانہ المذی والودی والمنی فاما المذی فالرجل یلاعب امرأتہ فیظھر علی ذکرہ الشیٔ فیغسل ذکرہ وانثییہ ویتوضأ ولا یغتسل الخ.

(فتح القدیر ص ۵۳، ۵۴ جلد ۱ فصل فی الغسل)

﴿۲﴾ قال المرغینانی: والمعانی الموجبۃ للغسل انزال المنی علی وجہ الدفق والشھوۃ من الرجل والمرأۃ حالۃ النوم والیقظۃ.

(ھدایہ علی صدر فتح القدیر ص ۵۳، ۵۴ جلد ۱ فصل فی الغسل)

والفضة﴿۱﴾ ومافی غسل شرح التنویر وثقب انضم، قلت فهذا اشد حرجاً منه﴿۲﴾. فافهم

غسل کے دوران کشف عورت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر نہروں میں یا تالابوں میں لوگ اجتماعی طور پر غسل کرتے ہیں اور ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر کا کچھ حصہ نظر آتا ہے اور اعضائے مخصوصہ کو ڈھانپے ہوئے ہوتے ہیں کیا ایسے مقامات پر ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اگر کوئی شخص نہ ہو تو برہنہ غسل جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: واضح ہو کہ انسان ایسی جگہ میں غسل کرے جہاں اکیلا ہو، تو ایسی حالت میں بھی بلا ضرورت کشف عورت سے احتراز کرے گا، ضرورت کی حد تک اس کیلئے کشف عورت کی رخصت ہے اور جب ایسے مقامات میں اور لوگ بھی موجود ہوں تو ایسی حالت میں مردوں کیلئے تمام ستر عورت (ناف سے گھٹنوں تک) چھپانا فرض ہے جس کا کشف حرام ہے اگر ایک شخص نے اس طریقہ سے غسل کرلیا تو ارتکاب حرام کے باوجود فریضہ غسل ادا ہو جاتا ہے، فی الکبیری ص ۵۱ وان یغتسل فی موضع لا یراہ احد لاحتمال

﴿۱﴾وفی الھندیہ: قال محمد رحمہ اللہ فی الجامع الصغیر ولا یشد الاسنان بالذھب ویشدھا بالفضة یرید بہ اذاتحرکت الاسنان وخیف سقوطھا فاراد صاحبھا ان یشدھا بالفضة ولا یشدھا بالذھب وھذا قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ وقال محمد رحمہ اللہ یشدھا بالذھب ایضاً ..... وذکر الحاکم فی المنتقیٰ لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطھا فشدھا بالذھب او بالفضة لم یکن بہ بأس عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ الخ.
(فتاویٰ ھندیہ ص ۳۳۶ جلد۵ الباب العاشر فی استعمال الذھب والفضة)

﴿۲﴾قال العلامہ حصکفی: لا یجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس وثقب انضم ولا داخل قلفة.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۱۰۷ جلد۱ مطلب فی ابحاث الغسل)

بدؤ العورة حال الاغتسال او اللبس ولحدیث یعلی بن امیة ان النبی ﷺ قال ان الله حی ستیر یحب الحیاء والستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر رواہ ابوداؤد ﴿۱﴾. وهو الموفق

دانتوں کوسونے کا خول چڑھانا مانع غسل نہیں ہے

سوال: اگر کسی نے اپنے دانتوں کوسونے کا خول چڑھایا زیب وزینت کیلئے یا کسی بیماری کی وجہ سے تو کیا اب وہ مانع غسل ہوگا یانہیں؟ نیز یہ خول چڑھانا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر گل فراز دندان ساز مانیری ضلع صوابی......۱۹۸۸ء/۸/۱۹

الجواب: اگراس جائزیاناجائز سنہری خول ﴿۲﴾ کاہر غسل کیلئے دور کرنا اور غسل کے بعد اعادہ کرنا موجب حرج ہو، تو یہ مانع غسل نہیں ہے، لان الحرج مدفوع ﴿۳﴾. ویورده فی الاثار ﴿۴﴾ فلیراجع الی نصب الرایه ص۲۳۷ جلد۴. وهو الموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص۴۹ فرائض الغسل)

﴿۲﴾ قال العلامه طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمه الله: ویشد الاسنان بالفضة ولا یشدها بالذهب. (خلاصة الفتاویٰ کتاب الکراهیة فی اللبس ص۳۷۰ جلد۴)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (قوله وثقب انضم) قال فی شرح المنیة وان انضم الثقب بعد نزع القرط وصار بحال ان امر علیه الماء یدخله وان غفل لا فلا بد من امراره ولا یتکلف لغیر الامرار من ادخال عود ونحوه فان الحرج مدفوع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۱۰۷ جلد۱ مطلب ابحاث الغسل)

وفی الهندیه: والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظهیریة.

(فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی فی الغسل ص۱۳ جلد۱)

﴿۴﴾وفی المنهاج: والاثار تدل علی الجواز کما فی نصب الرایة عن الطبرانی فی معجمه الاوسط ان النبی ﷺ امر عمروبن العاص ان یشد ثنیته.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دانت کے سوراخ کو سیسہ وغیرہ سے پر کرنا غسل کے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دانت کے سوراخ کو سیسہ وغیرہ سے پر کرنا مانع غسل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۸۶ء/۹/۲۹

الجواب: الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفىٰ، امابعد! پس معلوم باد کہ چوں سوراخ دندان از سیسہ وغیرہ پر کردہ شود داخل نہ شود آب، مانع از غسل جنابت نیست برائے دفع حرج، كما يشير اليه مافى ردالمحتار ص۱۴۳ جلد ۱ قوله وهو الاصح، صرح به فى شرح المنية وقال لامتناع نفوذالماء مع عدم الضرورة والحرج، فافهم﴿۱﴾، ويدل عليه مافى اعلاء السنن جلد۱۷ ص ۲۹۹ ان عثمان بن عفان رضى الله عنه ضبب اسنانه بالذهب اخرجه عبد الله بن احمد بن حنبل فى مسند ابيه، والتضبيب مانع من الوصول، وفى ص۲۹۸ ان انس بن مالك شدد اسنانه بذهب اخرجه الطبرانى والتشديد مانع من جريان الماء تحته﴿۲﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) الساقطة بالذهب، وعن معجم الصحابة ان عبد الله بن عبد الله بن ابى سلول امره النبى ﷺ ان يتخذ ثنية من ذهب، وفى مسند احمد ان عثمان بن عفان رضى الله عنه ضبب اسنانه بذهب، وروى الطبرانى ان سنان انس رضى الله عنه شدت بالذهب.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۲ جلد۵ باب ماجاء فى شد الاسنان بالذهب)

﴿۱﴾ قال الحصكفى: ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين اسنانه او فى سنه المجوف به يفتىٰ وقيل ان صلبا منع وهو الاصح، وقال ابن عابدين صرح به فى شرح منيه وقال لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۰۹ جلد ۱ باب فى ابحاث الغسل)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: والاثار تدل على الجواز كما فى نصب (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

غسل میں ناک کی نرمی تک دھونا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل میں پانی ناک میں انگلی کے ذریعے داخل کرے یا ناک سے سونگھیں؟ جبکہ ناک میں سونگھنے سے دماغ میں داخل ہو کر بیماریوں کا اندیشہ ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: شمشیر خان حاجی زی شبقدر..... ۱۰/۲۸/۱۹۷۵ء

الجواب: غسل میں اس نرمی کا دھونا فرض ہے ﴿۱﴾ آپ پر جس طرح سے آسان ہو معمول بنادے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الراية عن الطبراني في معجمه الاوسط ان النبي ﷺ امر عمرو بن العاص ان يشد ثنيته الساقطة بالذهب، وعن معجم الصحابة ان عبد الله بن عبد الله بن ابی سلول امره النبي ﷺ ان يتخذ ثنية من ذهب، وفي مسند احمد ان عثمان بن عفان رضي الله عنه ضبب اسنانه بذهب، وروى الطبراني ان اسنان انس رضي الله عنه شدت بالذهب.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۲ جلد ۵ باب ماجاء في شد الاسنان بالذهب)

﴿۱﴾ وفي الهندية: وحد المضمضة استيعاب الماء جميع الفم وحد الاستنشاق ان يصل الماء الى المارن كذا في الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۶ جلد ۱ الفصل الثاني في سنن الوضوء)

الباب الثالث فی البئر والحوض

بڑے حوض میں سال بھر پانی رہنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کا ایک بڑا حوض جس کی لمبائی اور چوڑائی دس، دس گز سے بھی زیادہ ہے جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے اور پھر سال بھر اس میں رہتا ہے ارد گرد کوڑا کرکٹ بھی ہوتا ہے لیکن حفاظت کی وجہ سے اس میں گرتا نہیں، اور پانی کا رنگ بھی صحیح ہوتا ہے، کیا اس پانی سے وضو کرنا درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۷۴ء/۴/۳

الجواب: اس حوض سے وضو اور غسل نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

ناپاک پانی سے بنے ہوئے اینٹیں وغیرہ کنویں میں لگا کر کیا حکم ہوگا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواں کھودا جارہا تھا اسی دوران وہ ناپاک ہوا، بعد ازاں اس کنویں کی مرمت وغیرہ اینٹیں، بھرائی اس ناپاک پانی اور مٹی سے کی گئی جب کنواں تیار ہوا تو تمام پانی نکالا گیا اب سوال یہ ہے کہ پانی نکالنے سے یہ سارا کنواں بھی سرے تک پاک متصور ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہلال احمد طورو مردان ...۵/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ یہ مسئلہ بالتصریح نہ ملا، البتہ قواعد کی رو سے یہ کنواں پاک ہوگا، نیز اگر پاک پانی میں چوہا وغیرہ کے مرنے سے ناپاک ہونے کے وقت دیوار وغیرہ ناپاک ہو جاتی ہیں اور

کنویں کے پاک ہونے کے وقت دیوار وغیرہ بھی پاک ہو جاتی ہے ﴿۱﴾ تو دلالت کی بنا پر ارادہ تطہیر سے سابق اور لاحق کا ایک حکم ہوگا۔ وھو الموفق

مشین والے کنویں میں حیوان گرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک کنویں میں مشین ہو جس سے پانی نکالا جا رہا ہو، تو اگر اس میں کوئی حیوان گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود......

الجواب: اگر مشین جاری ہونے کے وقت اس کنویں میں حیوانات مرجائیں تو معفو ہے، لکون النزح کالجریان کمافی البحر ص ۸۰ جلد ۱ ﴿۲﴾ ورنہ کنواں نجس ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: وکان ذلک المنزوح طهارة للبئر والدلو والرشاء والبکرة ویدالمستقی، روی ذلک عن ابی یوسف والحسن لان نجاسة هذه الاشیاء کانت بنجاسة الماء فتکون طهارتها بطارته نفیا للحرج.

(حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸ فصل فی مسائل الآبار)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم :ومنهم المصنف فی المستصفی ان المراد بنزح البئر نزح مائها اطلاقا لاسم المحل علی الحال کقولهم جری المیزاب وسال الوادی واکل القدر والمراد ماحل فیها للمبالغة فی اخراج جمیع الماء والمراد بالبئر هنا هی التی لم تکن عشرافی عشر اما اذا کانت عشرا فی عشر وابی یوسف البئر لا تنجس کالماء الجاری البئر اذالم تکن عریضة وکان عمق مائها عشرة اذرع فصاعدا فوقعت النجاسة فیها لا یحکم بنجاستها فی اصح الاقاویل ... ای ونزح ماء البئر لکن هذا انما یستقیم فیما اذا کانت البئر معینها لاتنزح واخرج منها المقدار المعروف اما اذا کانت غیر معین فانه لا بد من اخراجها لوجوب نزح جمیع الماء والماء ینبع شیأفشیأ واما ان لا تنجس اسقاطا لحکم النجاسة حیث تعذر الاحتراز او التطهیر کما نقل عن محمد انه قال اجتمع رأی ورأی ابی یوسف ان ماء البئر فی حکم الجاری لانه ینبع من اسفله ویؤخذ من اعلاه فلا یتنجس کحوض الحمام الخ.

(بحر الرائق ص ۱۱۰، ۱۱۱ جلد ۱ کتاب الطهارة)

حوض کبیر میں استنجا اور غسل کرنا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض ہے جس کا طول وعرض اٹھارہ اٹھارہ موجودہ زمانے کے گز یعنی تین فٹ گز والا ہے اور یہ حوض صرف وضو کرنے کیلئے ہے، اور مستعمل پانی اس حوض میں گر جاتا ہے، باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے جبکہ استنجا اور غسل کرنے کیلئے دیگر جگہ مقرر ہو، تو بغیر کسی عذر کے اس حوض سے استنجا یا غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر محمد معصوم سرائے نورنگ بنوں.....۲۳/شعبان ۱۳۹۷ھ

الجواب: چونکہ یہ حوض کبیر ہے لہٰذا اس میں استنجاء کرنا اور غسل کرنا ممنوع نہیں ہے یعنی ان سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے البتہ یہ کام بہتر نہیں ہے، فلیراجع الی شرح حدیث لا یغسلن احدکم فی الماء الراکد ولا یبولن الحدیث ﴿۱﴾. وھو الموفق

حوض میں گیند کا گرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض مقدار شرعی پر ہے اور کسی لڑکے نے اس میں گیند پھینک دی کیا یہ حوض پاک متصور ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ... ۱۹/مئی ۱۹۸۴ء

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: باب كراهية البول فی الماء الراكد ای الماء الذی لا یكون جاریا حقیقة ولا حكما یكره فيه البول ويتنجس بخلاف الماء الجاری حقيقة او حكما وهو الماء الكثير الراكد فانه يكره فيه البول ولاكن لا يتنجس ولعل الامام الترمذی يقصد بذكر هذا الباب ذكر دليل الحنفية.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۱۷۱ جلد ۱ باب كراهية البول فی الماء الراكد)

وفی الدرالمختار وكذا يجوز براكد كثير كذلك ای وقع فيه نجس لم ير اثره.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد ۱ باب المياه)

الجواب: گیند کا ناپاک ہونا متیقن نہ ہونے کی وجہ سے نجاست حوض کا حکم دینا خلاف قاعدہ فتویٰ ہے۔ وھوالموفق

پانی اور کنویں کی پاکی اور پلیدی کے عجیب مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہدایہ صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے کہ مایعیش فی الماء اگر پانی میں مر گئے تو پانی نجس نہیں ہے، اور مایعیش فی الماء کی تعریف یہی کی ہے کہ مایکون معاشه وتوالده فی الماء ، پس اگر معیشت پانی میں تھی، اور تولد پانی میں نہ تھا، مثلاً بطخ، جسکا معاش پانی میں ہے اور تولد پانی میں نہیں ہے، پس اگر ایسی بطخ پائی جائے کہ اس کا تولد بھی پانی میں ہوا ہو اور پھر پانی میں مر گئی تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ (۲) اگر شیشے میں چوہے کو بند کیا اور کنویں کے پانی میں اس شیشے (بوتل) کو رکھ دیا، اور چوہا کنویں کے اندر شیشہ (بوتل) میں مر گیا، اور تین دن بعد اس شیشہ کو کنویں میں توڑ دیا، اور ساتھ شیشہ میں چوہا متفسخ اور منتفخ ہوا تھا تو کتنے دن کی نمازوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید نصیب علی شاہ بنوی ....۱۷/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) اگر ایسی بطخ پائی گئی تو وہ مچھلی کے حکم میں ہوگی لیکن عادۃً ایسی بطخ ناممکن ہے۔

(۲) ایسے کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا، کمافی الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۹۷ جلد ۱ ولو تفسخه خارجها ثم وقع فیها ذکره الوالی ﴿۱﴾ پس اگر شیشے کے ٹوٹنے کا وقت معلوم نہ ہو تو وقت علم سے نجاست کا حکم دیا جائے گا ﴿۲﴾۔ وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ولو تفسخه خارجها ثم وقع فیها ذکره الوالی ینزح کل مائها الذی کان فیها وقت الوقوع ذکره ابن الکمال بعد اخراجه.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی البئر)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی ومذ ثلاثة ایام بلیالیها ان انتفخ او تفسخ استحسانا وقال من وقت العلم فلا یلزمهم شئ قبله قیل وبه یفتیٰ.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۶۱ جلد ۱ مطلب مهم فی تعریف الاستحسان)

تین سالہ بچی کنویں میں گر گئی کتنا پانی نکالا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سالہ بچی کنویں میں گر گئی امام مسجد نے حکم دیا کہ ستر ڈول نکالنے پر کنواں پاک ہو جائیگا، اس مسئلے کو مرغی پر قیاس کیا گیا، جبکہ دوسرے امام صاحب نے سب پانی کے پلید ہونے کا حکم فرمایا، تو اس میں صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل مولا فاطمہ ضلع مردان......۱۹۷۲ء/ ۱۰/ ۴

الجواب: اگر یہ لڑکی زندہ نکلی ہو تو کنواں پاک ہے اور اگر کنویں میں مر گئی ہو تو تمام پانی نکالا جائے گا، في الشرح الكبير وان ماتت فيها شاة او كلب او آدمي نزح جميع الماء ﴿۱﴾ . وهو الموفق

حوض کبیر میں غسل جنابت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض جس کا اندازہ دو گز عرض ہو اور پچاس چالیس گز طول ہو، کیا اس میں غسل جنابت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/ ۵/ ۳۰

الجواب: جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کنویں میں چوہے کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عموماً گھر میں وضو بنا کر مسجد جاتا ہوں جو مسجد بازار کے قریب ہے، تو مقتدی بھی مختلف ہوا کرتے ہیں، امام میں خود ہوں گھر کے کنویں

﴿۱﴾ (غنية المستملي المعروف بالكبيري ص ۱۵۵، ۱۵٦ فصل في البئر)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفي و كذا يجوز براكدٍ كثير كذلك اى وقع فيه نجس لم يرا اثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتى بحر . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد ۱ مطلب لو ادخل الماء من اعلى الحوض باب المياه)

میں ایک چوہا گر گیا تھا، اور پتہ تب چلا کہ جب پانی کا ذائقہ خراب ہوا میں نے تو خود تین دن رات کی نمازیں لوٹا دیں لیکن مقتدیوں کا کیا بنے گا، نیز کنواں کس وقت سے پلید شمار ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم غلام حسین مانیرئی صوابی ۱۹۸۹ء/۱۰/۲۵

الجواب: یہ کنواں وقت علم سے ناپاک ہوجاتا ہے اوران نامعلوم مقتدیوں کو اطلاع دینا ضروری نہیں ہے، **فی الدر المختار ویحکم بنجاستها الخ، وقالا من وقت العلم فلا يلزمهم شئ قبله قيل وبه يفتىٰ وفی الشاميه الخ قولهما هو المختار** ﴿۱﴾. **وهوالموفق**

کنویں میں ناپاک کپڑا اگر کر غائب ہوگیا، کنواں کس طرح پاک کیا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کنویں میں ناپاک کپڑا جو بول و براز سے الودہ ہو، گر جائے اور اسی طرح اس کے ساتھ کرسف یعنی حیض کے خون آلودہ کپڑا بھی گر جائے، لیکن یہ کپڑے اگر تین سال قبل گر گئے ہوں اور کسی کو کنویں کے اندر نہیں اتارا تھا، ہاں اس کپڑے کے گرنے کے بعد ہم نے پانچ سوٹین (گھی والی) نکالے ہیں، تو آیا اب یہ کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

المستفتی: س، ر، ش زیارت کا کا صاحب.....۱۹۸۹ء/۸/۲۳

الجواب: جب اس کنویں سے اتنے ڈول نکالے جائیں، جتنے سے کنواں پاک ہوتا ہے (مثلاً دوسوڈول) ﴿۲﴾ تو یہ کنواں اور ناپاک کپڑے تمام کے تمام پاک شمار ہوں گے، **کمافی الهنديه ص ۲۰ جلد ۱ ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعذر اخراجها**

﴿۱﴾ **(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۶۱ جلد ۱ مطلب مهم فی تعريف الاستحسان فصل فی البئر)**

﴿۲﴾ **وفی الهنديه: واذا وجب نزح جميع الماء ولم يمكن فراغها لكونها معينا ينزح مانتادلو كذافی التبيين.**

(فتاوىٰ هنديه ص ۱۹ جلد ۱ الباب الثالث فی المياه الفصل الاول)

وتغیبت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعاً لطهارة البئر کذا فی الظهیریه ﴿۱﴾. وهو الموفق

کنویں سے مرغی کی ہڈیاں نکل آئیں کنواں پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ۲۶/ رمضان کو ژالہ باری کے بعد مرغی گر پڑی تھی اسی طرح کہ گھر والے مرغی کے پکڑنے کی کوشش میں تھے کنویں میں اوپر سے بھی دیکھا گیا لیکن نظر نہ آئی، چار ماہ بعد کھودنے کی حالت میں معلوم ہوا، کہ وہ مرغی اس کنویں میں گر چکی تھی، کیونکہ اس کی مکمل ہڈیاں وغیرہ کنویں میں موجود تھیں، اب اس کنویں کا پانی تقریباً چار ماہ استعمال کیا جا چکا ہے، اب نمازوں وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا میر شاہد اللہ میران شاہ شمالی وزیرستان......۱۹۸۷ء/۱۲/۱۴

الجواب: چونکہ اس کنویں میں مرغی کا گرنا اور مرنا نہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور نہ ظن غالب سے، لہٰذا یہ کنواں پاک ہے، صرف شک کی وجہ سے پاک کنواں ناپاک نہیں ہوسکتا، وقد وقع ههنا شک فی ان هذه العظام عظام هذه الدجاجة او غیرها وفی ان هذه العظام وقعت فیه الیوم او قبل ذلک حین کانت مخلوطة باللحم فافهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

نسوار، افیون گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں نسوار گر گیا کنواں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۲۰ جلد ۱ الباب الثالث فی المیاه الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: وقالا یحکم بنجاستها وقت العلم بها ولا یلزمهم اعادة شئ من الصلوٰت ولا غسل ما اصابه ماء ها قبل العلم وهو القیاس لان الیقین لا یزول بالشک لانا تیقن بطهارتها فیما مضی وقد شک فی النجاسة لاحتمال انها ماتت فی غیر البئر ثم القتها الریح العاصف فیها او بعض السفهاء او الصبیان او بعض الطیور الخ.

(البحر الرائق ص ۱۲۴ جلد ۱ باب الانجاس)

پاک رہایاناپاک،اسی طرح افیون کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل احد، غلام احد، واخوانہما بازار بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۰ء/۵/۲۳

الجواب: چونکہ تمباکو بلکہ تمام نباتات پاک ہیں، اور افیون بھی پاک ہے، لہٰذا ان کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ہے، فی الدر المختار ص ۴۰۳ جلد ۵ ولم نر احداً قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران﴿۱﴾. فقط

چشمہ دار کنویں سے پانی نکالنے کی مقدار میں فقہاء کے مختلف اقوال اور مفتیٰ بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا کتا زندہ ایک بچے نے کنویں کے اندر پھینک دیا، اور کتا کچھ دیر کے بعد کنویں کے اندر مر گیا، دو تین گھنٹہ بعد پتہ چلا تو انہوں نے مردہ بچہ (سگ) کو نکال لیا، اور امام مسجد سے مسئلہ دریافت کرنے کے بعد اسی (۸۰) ڈول پانی نکال لیا، اور کنواں چشمہ دار ہے، جتنا پانی بھی نکال لیا جائے کنواں کم نہیں ہوتا، بعد میں ایک اور مولوی صاحب نے یہ واقعہ سن کر لوگوں کو بتایا کہ اس کنویں کا تمام پانی بطریق کتب فقہ نکالنا پڑے گا، تب یہ کنواں پاک ہوگا، دریں اثنا بحث چل نکلی، کہ کس مولوی صاحب کے قول پر عمل کیا جائے، لوگوں نے ایک اور مولوی صاحب سے رجوع کیا جنہوں نے یہ لکھ کر دیا، کہ تین صد ڈول نکال لیں، کنواں بلا شک پاک ہو جائے گا، پھر تین صد ڈول نکال لئے گئے ہیں، جس مولوی صاحب نے تمام پانی نکالنے کا مسئلہ بتایا تھا، اب وہ مصر ہے کہ تا حال کنواں ناپاک ہے، اسے شرعی طریقہ سے تمام پانی نکال کر پاک کریں، ان کا کہنا ہے کہ کنویں کی گہرائی اور چوڑائی کو ناپ کر اس قدر کا گڑھا کھود کر اسے اسی کنویں کے پانی سے بھر دیا جاوے، پاک ہو

﴿۱﴾ قال ابن عابدين :لو كان قليل البنج او الزعفران حراما عند محمد لزم كونه نجسا لانه قال ماسكر كثيره فان قليله حرام نجس ولم يقل احد بنجاسة البنج ونحوه .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۷۲ جلد۳ قبيل باب حد القذف)

جائے گا، دوسری بات انہوں نے یہ بتائی کہ کنویں کی گہرائی آپ ناپ کر پانی نکالنا شروع کر دیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر کنویں کی گہرائی دس ہاتھ ہے، اور ایک گھنٹہ میں ایک ہاتھ پانی نیچے چلا جاتا ہے تو دس گھنٹہ پانی کھینچنے سے کنواں پاک ہوگا، یا پانی نکالنے والی مشین سے نکال لیں، بعدازاں کتب فقہ کو دیکھا گیا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم، مرتبہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ دہلوی) میں تمام پانی نکالنے کا حکم ہے، اسی طرح دیوبندی مسلک کی کتاب بہشتی زیور میں بھی تمام پانی نکالنے کا حکم ہے، اس میں بھی کہیں تین سو ڈول کا کوئی ذکر نہیں ہے، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۴۳ پر ہے کہ اگر جوتا ناپاک ہے تو پانی نکلے گا، اگر پاک ہے تو کچھ نہیں، اس میں بھی تین سو ڈول کا کوئی ذکر نہیں صرف فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ کراچی جلد ا صفحہ ۱۳۸ اور جلد ۲ صفحہ ۷۵ پر جو مستعمل کنویں کے اندر گرنے اور بکرے کی جبر گرنے کے حکم میں چشمہ دار کنویں سے تین سو ڈول نکالنے کا مسئلہ ہے، نیز فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ اولین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۲۷ میں ہے، وان ماتت فيها شاة او آدمی او کلب نزح جميع مافيها من الماء لان ابن عباس رضى الله عنه وابن زبير رضى الله عنه افتيا بنزح الماء كله حين مات زنجى فى بئر زمزم فان انتفخ الحيوان فيها او تفسخ نزح جميع ما فيها صغر الحيوان او كبر لانتشار البلة فى اجزاء الماء وان كانت البير معينة بحيث لا يمكن نزحها اخرجوا مقدار ماكان فيها من الماء وطريق معرفته ان تحفر حفر مثل موضع الماء من البئر ويصب فيها ما ينزح منها الى ان تمتلى او ترسل فيها قصبة وتجعل لمبلغ الماء علامته ثم ينزح منها مثلا عشر دلاء ثم تعادالقصبة فتنظر كم انتقص فينزح لكل قدر منها عشر دلاء وهذان عن ابى يوسف رحمه الله وعن محمد رحمه الله نزح مائتا دلو الى ثلث مائة وكانه بنى قوله على ما شاهد فى بلده، اس عبارت میں خط کشیدہ عبارت غور طلب ہے خط کشیدہ عبارت نمبر ۲ وعن محمد رحمه الله کے حاشیہ میں لکھا ہے، قوله وعن محمد الى آخره والمروى عن ابى حنيفه اذا نزح

منها مائة یکتفی وهو بناء علی ابار الکوفة لقلة الماء فیها ، نیز خط کشیدہ عبارت نمبر۳ علی ماشاهد کے تحت حاشیہ پر لکھا ہے قوله علی ماشاهد الخ،، من غالب میاه ابار بغداد لان ابار بغداد لا تزید علی ثلث مائة دلو ، نیز رسالہ رکن الدین صفحہ۵۴ میں ہے کہ ایسے کنویں کی نسبت جو کہ چند چھٹ نہیں ہو سکتے ہیں۔ بعض علماء نے تین سوڈول نکالنے کا فتویٰ دیا ہے، یہ کیونکر ہے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ فتویٰ قول ضعیف پر ہے، اور اسکی اصل یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس فتویٰ کو بغداد شریف کے کنوؤں کیساتھ مخصوص کر دیا تھا، جبکہ انہوں نے دیکھا کہ تین سوڈول سے زائد پانی بغداد کے کنوؤں میں نہیں ہے تو اس قول سے بھی سارا پانی نکال لینا ثابت ہوا، بھلا یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ امام محمد رحمہ اللہ ایک عدد مخصوص پر تمام دنیا کے کنوؤں پر فتویٰ دے دیتے، جبکہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل سارے پانی نکالنے کا نجاست کے سبب سے ہو، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مخالف اس کے منقول ہے، بڑی غلطی ہے ان علماء کی جو بے سمجھی سے اس قول کو امام محمد رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے تمام دنیا کے تمام کنوؤں پر فتویٰ دے رہے ہیں، حالانکہ امام محمد رحمہ اللہ نے جہاں یہ فتویٰ دیا ہے اور عدد مخصوص سے سارا ہی پانی نکالنے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ثابت ہوا (از شامی) صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید جماعت علی شاہ صاحب گیلانی مقام خاص مولے پور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

الجواب: صحیح حکم یہ ہے کہ تمام موجودہ پانی کی مقدار نکالی جائے، مثلاً اگر کنواں تین گز گہرا ہو، اور ایک فٹ میں ساٹھ ڈول پانی ہو تو کنویں سے جب پانچ سو چالیس ڈول نکالے جائیں (یعنی تمام سابق اور لاحق نکالے ہوئے پانی اتنے ڈول ہوں) تو پاک ہو جائے گا، مقدار کے معلوم کرنے کیلئے کسی ماہر کی طرف مراجعت کی جائے۔ (۱)۔ فقط

---

(۱) قال العلامه حصکفی وان تعذر نزح کلها لکونها معینا فبقدر مافیها وقت ابتداء النزح قاله الحلبی یؤخذ ذلک بقول رجلین عدلین لهما بصارة بالماء وبه یفتیٰ .
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۱۵۷ جلد ۱ فصل فی البئر) وهاب

حوض میں عشرا فی عشر کی شرط مفتیٰ بہ نہیں ہے

سوال: ہمارے علاقے میں ٹیوب ویل کے ذریعہ سے چھوٹے چھوٹے تالاب بنائے گئے ہیں جو عشــراً فــی عشــرٍ سے کم ہوتے ہیں لیکن ٹیوب ویل ہروقت جاری نہیں ہوتے ہیں، اورلوگ ان تالابوں سے پانی لے جاتے ہیں، تو کیا اس پانی کے استعمال سے نماز وغیرہ ہوتی ہے یا نہیں؟ نیز عشــراً فی عشرٍ کامأخذ قرآن وحدیث وفقہ میں سے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان سرائے نورنگ بنوں ۲۷/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: محققین احناف نے تصریح کی ہے کہ پانی کی قلت وکثرت کا دارمدار مبتلیٰ بہ کے رائے پر ہے، نہ کہ عشــراً فی عشــر پر ﴿۱﴾۔ پس ان حوضوں کے متعلق استعمال کنندگان کی رائے یہ ہو، کہ اگر ان میں نجاست گرے تو بالمقابل طرف کوفوری طور سے وضوکرنے کے وقت نہیں پہنچتی ہے تو یہ بڑے حوض ہیں ورنہ چھوٹے ہیں۔ وھو الموفق

حوض کی مقدار میں مفتی بہ اقوال

سوال: محترم ومکرم عزیزالقدر جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے تالاب منظور ہوئی ہیں، جس میں بعض گول اوربعض چوکور ہیں لیکن حدشرعی سے کم ہے، جوعشرا فی عشــر ہے، اور پانی

﴿۱﴾ قـال الـعـلامه حصكفي رحمه الله: والمعتبر في مقدار الراكد اكبر رأى المبتلىٰ به فيه فـان غلب على ظنه عدم خلوص اى وصول النجاسة الى الجانب الآخر جاز والا لا هذا ظاهر الـرواية عـن الامـام والـيـه رجع محمد وهو الاصح كما في الغاية وغيرها وحقق في البحر انه المذهب وبه العمل . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۱ جلد ۱ باب المياه)

وان التقدير عشراًبعشر لا يرجع الى اصل يعتمد عليه. (ايضاً)

ایک طرف سے آرہا ہے، اور تالاب میں جمع ہوتا ہے، اور دوسری طرف خارج نہیں ہوتا، اور لوگ بالٹیوں اور ٹینوں کے ذریعے یہ پانی تالاب سے نکالتے ہیں، پس اگر اس تالاب میں کوئی نجاست واقع ہو جائے تو یہ تالاب نجس ہے، یا نہیں؟ اور اس کا حکم کالماء الجاری ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں بعض مولوی حضرات کہتے ہیں کہ یہ عموم بلویٰ ہے اور بعض اس کو کالماء الجاری کا حکم دیتے ہیں، نیز ساتھ ہی منیۃ المصلی کی عبارت ص ۸۴ میں ہے، حوض صغیر یدخل الماء فیہ من جانب ویخرج من جانب آخر فتوضأ فیہ الانسان فوقعت غسالہ فیہ ان کان الحوض اربعاً فی اربع یجوز وضوءہ لان الماء المستعمل لایستقر فی مثلہ بل یدور حولہ ویخرج وان کان الحوض اکبر من ذلک لا یجوز لان الماء المستعمل یستقر فی مثلہ، اس عبارت کی تشریح بھی واضح فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سید غلام سرائے نورنگ ضلع وتحصیل بنوں ۱۹۶۹ء/ ۷/ ۵

الجواب: (۱) اگر اس تالاب کا رقبہ اتنا ہو، کہ ایک طرف نجاست پڑنے کے وقت دوسری طرف کو نجاست کا اثر پہنچتا ہو، تو یہ تالاب کالماء الجاری نہیں ہے، اور نجس ہوتا ہے، اور اگر نجاست کا اثر دوسری طرف کو نہیں پہنچتا ہو تو یہ تالاب کالماء الجاری ہے، اور بغیر تغیر اوصاف کے نجس نہیں ہوتا ہے، اور یہی ظاهرا لروایۃ ہے، فی الدرالمختار: والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رأی المبتلیٰ بہ فیہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاخر جاز والا فلا، هذا ظاهر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وهو الاصح (هامش ردالمحتار ص ۱۷۷ جلد ۱) اور عشرا فی عشر کا قول نا قابل اعتماد ہے، لمافی الدرالمختار وان التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ﴿۱﴾ اور علی تقدیر ثبوت مراد اس سے شرعی ذراع مراد ہے، جو کہ نو گرہ ہے، تو اس بنا پر اگر ساڑھے پانچ گز انگریزی گز سے طول وعرض رکھتا ہے تو

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۱ جلد ۱ باب المیاہ)

یہ حوض کبیر ہے،اور کالماء الجاری ہے (ای فی غیر ظاهر المذهب واختاره فی النهر الفائق)﴿۱﴾. (۲)منیہ میں قاضی خان سے(اس عبارت کے بعد)یہ عبارت منقول ہے،والاصح ان هذا التقدير غير لازم فان خرج الماء المستعمل من ساعة لكثرة الماء وقوته يجوز والا فلا﴿۲﴾ قال العلامة الشامی ص ۱۷۶ جلد ۱ واقره الشارحان..... واجاب رکن الاسلام السغدی بالجواز مطلقاً لانه ماء جار والجاری يجوز التوضأ به وعليه الفتویٰ﴿۳﴾ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منیہ کا حکم جو آپ نے نقل کیا ہے، غیر صحیح اور غیر مفتیٰ بہ ہے۔فقط

شرعی گز کی تحدید وتحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ منحة الخالق على البحر الرائق ص ۱۳۹ پر شرعی گز کا اندازہ لکھا ہوا ہے" والذراع اربعة وعشرون اصبعاً والاصبع ستة شعرات مرصوصة بالعرض" اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شکل پر رکھی جائیں (||||||) پھر نیچے لکھا ہے " فظهر شعرة منها الى بطن الاخرىٰ توضع"جس کی شکل میرے ذہن میں یوں بنتی ہے (------) شرعی گز کی ناپ شکل اول کے مطابق ہے یا شکل ثانی کے مطابق،شکل اول کی بنا پر شرعی گز کی مقدار بہت کم آتی ہے جبکہ شکل ثانی کی بنا پر انگریزی گز کے دگنا بنتا ہے، جواب سے نوازیں؟بینوا توجروا

المستفتی: شفیع اکبر ملک آباد علاقہ گدون ۱۹۸۶ء/۷/۱۵

الجواب: سعایہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ شرعی گز ڈیڑھ فٹ ہے،وهو مختار صاحب الهدايه والاكثرين،البتہ قاضی خان وغیرہ نے ساڑھے تین فٹ مقدار والا گز معتبر کیا ہے،اور صاحب

﴿۱﴾ (غنية المستملی شرح منية المصلی ص ۹۹ فصل فی احكام الحياض)
﴿۲﴾ (وهكذا فی منحة الخالق هامش البحر الرائق ص ۷۳ جلد ۱ كتاب الطهارة)
﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۴۰ جلد ۱ مطلب لو ادخل الماء من اعلى الحوض وخرج الخ)

بزازیہ نے ہرزمان وہرمکان کا مروجہ گز معتبر کیا ہے﴿۱﴾ فلیراجع الیٰ ابواب المیاہ. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی منھاج السنن: واختلفوا فی تحدید الذراع علی ثلثة اقوال، الاول ان المعتبر ذراع الماسحة وھو سبع قبضات فوق کل قبضة اصبع ای الابھام قائمة (ساڑھے تین فٹ بیالیس انچ) افتیٰ بہ قاضی خان وغیرہ، والثانی ان المعتبر ذراع الکرباس وھو ست قبضات من دون قیام الاصبع (اٹھارہ انچ ڈیڑھ فٹ) واختارہ صاب الھدایہ والاکثرون القول الثالث ان المعتبر ذراع کل زمان ومکان واختارہ صاحب البزازیہ.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۶۰ جلد ۱ باب ماجاء ان الماء لا ینجسه شیٔ)

الباب الرابع فی التیمم

مفلوج شخص ملازم اور خادم کی عدم موجودگی کی صورت میں تیمّم کرسکتا ہے

سوال: چہ میفرمائید علمائے کرام اندریں مسئلہ کہ زید ہاتھ، کان اور آنکھ وغیرہ سے بالکل صحتمند ہے، مگر پاؤں سے مفلوج ہے جو کہ چل پھر نہیں سکتا ہے، یہ شخص اگر وقت کے اندر نماز ادا کرنے میں وضو کا انتظام نہیں کرسکتا ہے کیونکہ خود پانی کی تلاش نہیں کرسکتا ہے، اور وقت گزر جاتا ہے، اگر یہ شخص اس وقت تیمم کے ذریعہ نماز ادا کرے، تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۳۹۷ھ

الجواب: یہ شخص ملازم اور خادم کی عدم موجودگی کے وقت تیمم کرسکتا ہے، کمافی شرح التنویر اولم یجد من یوضئہ فان وجد ولو باجرة مثل وله ذلک لا یتیمم فی ظاهر المذهب کما فی البحر (هامش ردالمحتار ۲۱۵ جلد ۱)﴿۱﴾ وبمعناه فی الهندیه ص ۲۸ جلد ۱ ﴿۲﴾ وفتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۴ جلد ۱ فلیراجع. وهو الموفق

مرگی کے مریض کیلئے غسل کی بجائے تیمّم کا حکم

سوال: میں مرگی کا مریض ہوں ایک دفعہ غسل کا ارادہ کیا، دوران غسل مرگی کا دورہ پڑ گیا، جس

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱۷۱ جلد ۱ باب التیمم)

﴿۲﴾ وفی الهندیه او کان لا یجد من یوضیه ولا یقدر بنفسه فان وجد خادما او مایستأجر به اجیراً او عنده من لو استعان به اعانه فعلیٰ ظاهر المذهب انه لا یتیمم لانه قادر کذافی فتح القدیر. (عالمگیریه ص ۲۸ جلد ۱ الباب الرابع فی التیمم الفصل الاول)

کی وجہ سے پیشانی کسی تیز پتھر سے لگی اور زخمی ہوگئی تقریباً ایک ماہ تک زخم تھا، کیا ایسی حالت میں مجھے غسل نہ کرنے کی اجازت ہوگی، یا غسل ضرور کرنا ہے؟ یا کوئی اور طریقہ بتلایا جائے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: عبدالرحمٰن بنوں......۲۰/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: اگر ہو سکے تو آپ طلوع فجر سے قبل غسل کیا کریں، اور باقی مسئلہ یہ ہے کہ اگر غسل کرنے سے دورہ آنا متیقن ہو یا مظنون ہو، تو آپ تیمّم کر سکتے ہیں، کمافی الهندیه ص ۲۸ جلد ۱ ویعرف ذلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة اوتجربة اواخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق کذا فی شرح منیة المصلی لابراهیم الحلبی﴿۱﴾. وهو الموفق

پانی کے مضر ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہے

سوال: ایک شخص ہاتھ منہ دھوتا ہے، منہ کلی وغیرہ کرتا ہے اور پانی سے استنجا بھی کرتا ہے اور پھر استنجاء اور ہاتھ دھونے کے بعد نماز کیلئے تیمّم کرتا ہے تو کیا یہ تیمّم ہوسکتا ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: محمد امین فرتو پہ اٹک......۱۹۹۱ء/۱/۸

الجواب: اگر یہ شخص بیمار ہو وضو اور غسل اس کیلئے مضر ہو تو اس کیلئے تیمّم کرنا جائز ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

وضو ٹوٹ جانے سے جنابت کیلئے کئے گئے تیمّم پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جب شخص اگر جنابت کیلئے

﴿۱﴾ (فتاویٰ هندیه ص۲۸ جلد۱ باب التیمم الفصل الاول)

﴿۲﴾ فی الهندیه ولو کان یجد الماء الا انه مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه تیمم ویعرف ذلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق.

(الفتاویٰ العالمگیریه ص۲۸ جلد۱ باب التیمم الفصل الاول)

تیمم کرے، اور پھر وضوٹوٹ جائے لیکن غسل پر قادر نہ ہوتو کیا وضو کرنے کے بعد جنابت کیلئے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا، یا وہ پہلا والا کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: جب تک عذر غسل باقی ہوتو جنابت کیلئے یہ ایک تیمم کافی ہے، اور جب موجب غسل دوبارہ متحقق ہو جائے تو پھر دوبارہ تیمم ضروری ہوگا، البتہ نواقض وضو کی صورت میں باقاعدہ وضو کرنا پڑے گا، وفی الکبیری ص ۸۶ وان کان الماء یکفی للوضوء ولا یکفی للمعة یتوضأ به ولا ینتقض تیمم الجنابة لان الماء فی حق اللمعة کالمعدوم لعدم کفایته لها (۱) . وهو الموفق

ایک ہاتھ سے شل آدمی کا وضو اور تیمم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ اگر ایک آدمی کا ایک ہاتھ نہ ہو تو کیا اس آدمی کیلئے پانی کے نہ ہونے کی صورت میں تیمم فرض ہے یا نہیں، اگر فرض ہے تو تیمم کس طرح کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع موقوف علیہ دارالعلوم حقانیہ ۔۔۔ یکم صفر ۱۴۱۱ھ

الجواب: ایک ہاتھ سے وضو بھی کر سکتا ہے تیمم بھی کر سکتا ہے ایک ضرب سے منہ مسح کرے، اور ہاتھ کو خاک وغیرہ سے مسح کرے، نیز خادم کی وساطت سے وضو اور تیمم کرنا جائز ہے، فليراجع الى ردالمحتار وغيره (۲) . وهو الموفق

---

(۱) (غنية المستملى ص ۸۳ فصل فى التيمم)

(۲) قال ابن عابدين رحمه الله (قوله كمافى البحر) حاصل مافيه انه ان وجد خادما اى من تلزمه طاعته كعبده وولده واجيره لا يتيمم اتفاقا وان وجد غيره ممن لو استعان به اعانه ولوزوجته فظاهر المذهب انه لا يتيمم ايضا الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۷۱ جلد ۱ باب التيمم)

وقال ايضا وفى التاترخانيه الرجل المريض اذالم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لوگوں کے سامنے کشف عورت کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا

سوال: اگر ایک آدمی ایک ایسی جگہ میں مقیم ہو، جہاں پر غسل کا انتظام نہ ہو مطلب یہ ہے کہ جب غسل کیا جاتا ہو، تو لوگوں کے سامنے کشف عورت یقینی ہو تو ایسی حالت میں یہ شخص تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوسروں کیلئے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی عباس خان مدرسہ قاضی حسام الدین کوہاٹ یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو، تو اس شخص کیلئے تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام حلبی جواز کی طرف مائل ہے کما فی شرح الکبیر ص ۵۰ وبالجملة فلا ضرورة فی کشف العورة للغسل عند من لا یجوز نظره الیها لان له خلفا بخلاف الختان ونحوه ﴿۱﴾. پس احوط یہ ہے کہ امامت نہ کرائے اور اگر امامت کی، ہو تو خط کے ذریعے ان مقتدیوں کو اعادہ کرنے کی خبر دیدے، کما فی شرح التنویر کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه او بکتاب او رسول علی الاصح لو معینین والا لا یلزمه وفی ردالمحتار ص ۵۵۴ جلد ۱ وقال ان تعین بعضهم لزمه اخباره ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) تکن له امرأة ولا امة وله ابن او اخ وهو لا یقدر علی الوضوء قال یوضئه ابنه او اخوه غیر الاستنجاء فانه لا یمس فرجه ویسقط عنه والمرأة المریضة اذالم یکن لها زوج وهی لاتقدر علی الوضوء ولها بنت او اخت توضئها ویسقط عنها الاستنجاء اه، ولا یخفیٰ ان هذالتفصیل یجری فیمن شلت یداه لانه فی حکم المریض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۵۰ جلد ۱ باب الاستنجاء)

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۵۰ بحث الغسل)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمختار ص ۴۳۸ جلد ۱ مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون المؤتم)

پانی سے ایک میل کم فاصلے پر تیمّم درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے لوگ دو پہاڑوں سے درخت کاٹ کر لاتے ہیں، جو گاؤں سے دور ہیں بعض علماء نے گزشتہ زمانہ میں ظہر کی نماز کیلئے اس پہاڑ پر مسجد بنائی تھی، کیا اسی جگہ پر تیمم سے نماز درست ہو سکتی ہے، جبکہ اس پہاڑ کے ایک تہائی میل کے فاصلے پر کچھ آبادی بھی ہے، مگر اس کو بھی پانی کی تکلیف ہے، لوگ سروں پر بہت دور سے پانی لاتے ہیں، لکڑی والے تین چار سو آدمی بنتے ہیں، جن کو پانی دینا ان چند گھروں کیلئے مشکل ہے، تو کیا ایسی جگہ پر تیمم سے نماز پڑھنا درست ہے؟ جبکہ یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو بروقت پہنچ سکتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: میاں گل میران شاہ وزیرستان ...۱۹۸۶ء/۱/۸

الجواب: جس جگہ تیمم سے نماز پڑھی جاتی ہے اگر یہ جگہ پانی سے ایک میل دور ہو (یعنی ایک میل تک پانی کا نام ونشان نہ ہو، اور یا پانی گھروں وغیرہ میں موجود ہو، لیکن یہ گھروں والے لوگ بعض عوارض کی وجہ سے واردین کو پانی نہ دیتے ہوں) تو یہ واردین تیمم سے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اگر چہ یہ واردین وقت کے اندر اپنے گھروں کو پہنچ سکتے ہوں، اور اگر پانی نزدیک ہو اور یا گھروں والے لوگ ان واردین کو پانی دیتے ہوں تو تیمم سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے (ماخوذ از کبیری وردالمحتار)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی من عجز عن استعمال الماء المطلق الکافی لطھارتہ لبعدہ ولو مقیماً فی المصر میلاً. قال ابن عابدین (قولہ ولو مقیماً) لان الشرط ھو العدم فاینما تحقق جاز التیمم نص علیہ فی الاسرار بحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۷۰، ۱۷۱ باب التیمم)

(ھکذا فی غنیۃالمستملی المعروف بالکبیری ص ۶۴ باب التیمم)

الباب الخامس

فی المسح علی الخفین وغیرھما

پاؤں پر مسح کیلئے آیت قرآن سے روافض کا استدلال غلط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شیعہ حضرات سورۃ مائدہ کی آیت ۵، ۶ سے پاؤں پر مسح کے فرض ہونے کے قائل ہیں، اور صرفی ونحوی ترکیب سے مسح ثابت کرتے ہیں، اور غسل رجلین کو خلاف قرآن کہتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ سنی علماء تاقیامت غسل رجلین کے ثابت کرنے سے عاجز ہیں، پس وہ کونسی نحوی وصرفی ترکیب ہے۔ جس سے ہم اہل سنت غسل اور دھونا ثابت کرتے ہیں، نیز دیگر دلائل وبراہین سے بھی مختصراً وضاحت فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اہل سنت والجماعۃ منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات ۱۹۷۲ء/۱۲/۱۷

الجواب: اعلم ان ارجلکم معطوف علی المغسول دون الممسوح یدل علیه القرآن والحدیث والاجماع والعقل، اما الاول فهو قوله تعالیٰ الی الکعبین ولم یقل الی الساقین والکعب غایة الغسل دون المسح واما الثانی فهی الاحادیث المتواترة الواردة فی عمل الغسل وترغیب الغسل والوعید علی ترکه واما الثالث فلان الصحابة رضی الله عنهم حتی علیا وابن عباس ذهبوا الی وظیفة الغسل. واما الرابع فان الرجلین اقرب الیٰ محل الغبار والنجاسة بخلاف الرأس والعجب من اهل التشیع انهم لم یلتفتوا الی قرأة

النصب مع ان العطف بالنصب على المجرور لا يصح الا في المجرور بالحرف الزائد فافهم وتدبر ﴿ ا ﴾. (وانما كتبت الجواب بالعربية لانها مسئلة معضلة لا يفهمها العوام. فقط

دورانِ سفر موزوں پر مسح میں صاحبِ ہدایہ کے استدلال پر ابن الہمام کا کلام

۵/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

الجواب: ملخص استدلال صاحب الهداية ان كل مسافر يمسح ثلثة ايام فلا بد ان يكون مقدار السفر ثلاثة ايام والا فيصدق نقيض الكلية الاولى، اى بعض المسافرين لا يمسحون ثلاثة ايام فيلزم خلاف الحديث.

ملخص ايراد الامام ابن الهمام انه لو حمل هذا الحديث على الاطلاق لزم صدق نقيضه لان بعض المسافرين لا يمسحون ثلاثة ايام كما اذا بكر المسافر في

﴿ ا ﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: والارجل من بين الاعضاء الثلثه المغسولة تغسل يصب الماء عليها فكانت مظنة للاسراف المذموم المنهى عنه فعطف على الممسوح لاالتمسح ولكن لينبه على وجوب الاقتصاد فى صب الماء عليها وقيل الى الكعبين فجئ بالغاية اماطة لظن ظان يحسبها ممسوحة لان المسح لا تضرب له غاية فى الشريعة انتهىٰ وقد ثبت فى الصحيحين من رواية عبد الله بن عمر وابى هريرة رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ رأى قوما توضؤا واعقابهم تلوح لم يمسها الماء فقال ويل للاعقاب من النار وفى رواية لابى هريرة رضى الله عنه ويل للعواقيب من النار وفى صحيح مسلم عن جابر رضى الله عنه قال اخبرنى عمر بن الخطاب رضى الله عنه ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر على قدمه فابصره النبى ﷺ فقال ارجع فاحسن وضونک وعن عائشة رضى الله عنها لان تقطعا احب الى من ان امسح على القدمين من غير خفين وعن عطاء ماعلمت ان احداً من اصحاب رسو الله ﷺ مسح على القدمين فهذا اجماع من الصحابة على وجوب الغسل وهو يؤيد الاحاديث الصحيحة فلا عبرة بمن جوز المسح على القدمين من الشيعة ومن شذ.
(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۱۵، ۱٦ شرائط الصلاة)

الیوم الاول الی وقت الزوال حتی بلغ المرحلة فنزل بها للاستراحة وبات فیها ثم بکر فی الیوم الثانی ومشی الی مابعدالزوال ونزل ثم بکر فی الثالث ومشی الی الزوال فبلغ المقصد، لانه مسافر عند النیة کما صححه السرخسی ولا یمسح ثلاثة ایام، فلا بد من ان یحمل هذا الحدیث علی التقید ای کل مسافر کان سفره ثلاثة ایام فصاعداً یمسح ثلاثة ایام، فلم یصح استدلال صاحب الهدایة بهذا الحدیث ویصح کون قدرالسفر اقل من ثلاثة ایام، وان اجابوا عن هذا الایراد بان بقیة کل یوم ملحقة بالمنقضی منه فلا یلزم کون قدر سفر هذا المسافر اقل من ثلاثة ایام، فهذالجواب لا یدفع هذا الایراد لان بقیة الیوم الثالث لاتصح الحاقها بالمنقضی لعدم السفر فیها حقیقة ولعدم رخصة السفر فیها، فالایراد وارد الآن کما کان ای لزوم کون بعض المسافرین لایمسحون ثلاثة ایام، وهذا لازم باطل لازم من کون المبکر المذکور مسافراً فالملزوم مثله، وبالجملة ان المبکر المذکور غیر مسافر فلا یمسح ثلاثة ایام ولایقصر ایضا فلایقصر مسافر یوم واحد وان قطع فیه مسیرة ایام.

ولا یبعد ان یجاب عن کلام ابن الهمام ان معنی الحدیث ان کل مسافر اذا خلی وطبعه یمسح ثلاثة ایام مادام مسافرا، فجاز ان لایمسح ثلاثة ایام لمایعرضه کالعجلة فی السیر، والمبکر المذکور لم یبق مسافرا فلذا لم یتمم الیوم الثالث فافهم ولا تعجل فی الرد والقبول. وهوالموفق

مسح علی الجوربین کی شرائط

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل نائلون کی جو

جرابیں ہیں، آیا ان پر احناف کے نزدیک مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہاں بعض لوگ ان جرابوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں جو اہل ظواہر جیسے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بندہ رحمٰن الدین ضلع دیر ملاکنڈ ڈویژن

الجواب: نیلون کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جرابوں پر مسح کے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ گاڑھی اور موٹی ایسی ہوں کہ صرف ان کو پہن کر اگر تین میل چلیں تو وہ پھٹ نہ جاتی ہوں، اور یہ شرط ہے کہ اگر ان کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں، تو وہ گر نہ جاتی ہوں لیکن اگر یہ نہ گرنا تنگی کی وجہ سے ہو تو مسح کرنا تب بھی جائز نہیں ہے، اور یہ شرط ہے کہ ان میں پانی نہ چھنے، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے، یعنی آنکھ لگا کر بھی اندر سے کوئی چیز دکھائی نہ دے، یدل علیہ مافی الدر المختار اوجوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولایری ماتحتہ ولا یشف آہ ﴿۱﴾ و فی الشرح الکبیر ص۱۰۸ وینبغی ان یقید بما اذالم یکن ضیقاً فانانشاھد مایکون منہ فیق یستمسک علی الساق من غیر شد ولوکان من الکرباس انتہیٰ ﴿۲﴾، اور واضح رہے کہ نیلون کی جرابیں تنگی کی وجہ سے نہیں گرتی ہیں، لہٰذا اس میں شرط ثانی موجود نہیں، نیز پانی اس سے چھنتا ہے اور جب ان کو اتنا کھینچا جائے جتنا کہ قدم کے داخل ہونے کے وقت ہو، تو ان سے باہر والی چیز نظر آتی ہے، پس اس میں شرط ثالث اور رابع بھی موجود نہیں ہے، لہٰذا ان پر مسح کرنا خلاف مذہب ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۶۹ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)
﴿۲﴾ (غنیۃ المستملی ص۱۰۸ فصل فی المسح علی الخفین)
﴿۳﴾ قال ابن نجیم (قولہ والجورب المجلد والمنعل والثخین ای یجوز المسح علی الجورب اذا کان مجلداً او منعلاً او ثخیناً والثخین ان یقوم علی الساق من غیر شد ولا یسقط ولا یشف وفی التبیین ولایریٰ ما تحتہ.
(البحر الرائق ص۱۸۲ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

نائلون کی جرابوں پرمسح کرنا جائزنہیں ہے

سوال: نائلون کی جرابوں پرمسح جائز ہے یا ناجائز؟بینوا توجروا

المستفتی: بہادرسید درویش چترال.....٣/صفر ١٣٩٧ھ

الجواب: ناجائز ہے﴿١﴾۔ وھوالموفق

مسح علی الجوربین کا مسئلہ

سوال: خفین پرمسح درست ہےمگر جو جوربین بازہ سےلائی جاتی ہیں،جو کہ پانی جذب کرتی ہیں توبلاعذران جورابوں پرمسح کرنا درست ہوگایانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب سابق شیخ الحدیث بدارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

١٤/ربیع الثانی ١٤٠٢ھ

الجواب: مفتی بہ قول کی بناپرجرابوں پرمسح کرنامشروع ہےمگرجواز کیلئے چندشرائط ہیں،جوکہ درمختار باب المسح علی الخفین میں مسطور ہیں،منھا ماذکرہ (ای اشار الیہ) المستفتی، اورچونکہ نائیلون کی جرابوں میں یہ شرائط مفقود ہیں﴿٢﴾لہٰذاان پرمسح کرنا جائزنہیں ہے۔ وھوالموفق

﴿١﴾خفین چونکہ چرمی موزوں کوکہاجاتا ہے،اورجوازمسح میں اصل ہی خفین ہے،توغیرمدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیرچرمی موزوں پرمسح جائزہی نہ ہو،لیکن استحسان کی بناپرغیرچرمی موزوں پربھی جن میں خفین کے شرائط موجودہوں مسح جائزہوگا،اورچونکہ نائیلون یاسوتی جرابوں میں وہ شرائط موجودنہیں ہیں،تواس پر کس طرح خفین (چرمی موزوں) کی طرح مسح جائزہوگا؟فافھم. قال العلامہ حصکفی او جوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولایریٰ ما تحتہ ولایشف الا ان ینفذ الی الخف قدر الفرض. (الدرالمختار ص١٩٧ جلد١ باب مسح الخفین) (ازمرتب)

﴿٢﴾ قال العلامہ حصکفی اوجوربیہ ولو من غزل او شعر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فتاویٰ عالمگیریہ میں مسئلہ فرک المنی اور مسح علی الجبائر کے بارہ میں استفسار

سوال: (۱) فتاویٰ عالمگیریہ کے تطہیر الانجاس میں ہے، ومنها الفرک فی المنی ، فرک الثوب، الفرک کا معنی کپڑے کو ملنا ہے اور فرک الشیٔ عن الثوب ہو تو کسی چیز کو کرچ کر یا رگڑ کر کپڑے سے زائل کرنا ہے، تو درج ذیل عبارت سے مراد کپڑے کو ملنا اور جھاڑ دینا ہوگا، یا کھرچنا یا رگڑ دینا ہوگا؟ ومنها الفرک فی المنی، المنی اذا اصاب الثوب فان کان رطباً یجب غسله وان جف علی الثوب اجزأ فیه الفرک استحساناً(کذافی العنایه) (جلد ۱ ص ۴۴)، آجکل اس مسئلے کے حکم میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی ہے؟

(۲) جلد ۱ ص ۳۵ المسح علی الجبائر میں ہے،(الف) ویکتفی بالمسح علی اکثر الجبیرة (کذافی الهدایه) (ب) رجل باصبعه قرحة فادخل المرارة فی اصبعه اوالمرهم فجاوز موضع القرحة فتوضأ ومسح علیها جاز اذا استوعب المسح العصابة وکذا فی حق المفتصد وعلیه الفتویٰ ، اس میں جبیرہ پر مسح کے بارے میں اکثر جبیرہ پر مسح کافی کہا گیا ہے، مگر عصابۃ میں استیعاب کا حکم ہے یہ فرق کیوں ہے اگر یہ فرق اسلئے ہے کہ جبیرہ زخم سے زائد جگہ تک ہوتی ہے، لہٰذا اس میں اکثر حصہ پر مسح کافی ہے، اور عصابۃ صرف زخم پر ہوتی ہے اس میں استیعاب ہے تو صورت مذکورہ میں بھی، فادخل المرارة فی اصبعه والمرهم فجاوز الخ، میں سے زائد جگہ پر مرارہ ہے اس میں بھی اکثر مرارہ پر مسح کافی ہونا چاہئے وضاحت فرمائیں، تاکہ الجھن رفع ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ سہگل جہلم ۱۷/۵/۱۹۷۰ء

الجواب: (۱) فی ردالمحتار هو الحک بالید حتی یتفتت بحر (شامی ص ۲۲۸ جلد ۱) اور مقصود منی کا زائل کرنا ہے، جس طرح سے بھی ہو۔ (ب) دلائل اور روایات فقہیہ کی بنا

(بقیه حاشیه) الشخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ماتحته ولایشف. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

پر حکم میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ درمختار میں لکھا ہے کہ استنجا نہ کرنے کی تقدیر پر منی فرک سے پاک نہیں ہوسکتی ہے ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۲۸۷ جلد ۱) . (۲) استیعاب والی روایت مؤول ہے یا مرجوح ہے، یدل علیٰ بعض المراد مافی ردالمحتار (ص ۲۵۹ جلد ۱) ﴿۲﴾ . وهو الموفق

کن شرائط سے جرابوں پر مسح جائز ہے؟

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں، اگر جائز ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟ بعض لوگ اس مسئلہ میں جھگڑا کرتے ہیں اور میں نے مسح جرابین کا جائز قرار دیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد حویلیاں ایبٹ آباد ... ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

الجواب: اگر جرابوں میں یہ چند شرائط موجود ہوں تو ان پر مسح جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔ (۱) گاڑھی اور موٹی ایسی ہوں کہ صرف اس کو پہن کر اگر تین میل چلیں تو وہ پھٹ نہ جاتی ہوں (۲) اگر ان کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں تو وہ گر نہ جاتی ہوں (۳) ان میں سے پانی نہ چھنے (۴) ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے (۵) اگر پنڈلی سے نہ گرنا تنگی کی وجہ سے ہو تو وہ بھی نامنظور ہے۔ یہ شرائط کبیری ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ان طهر رأس حشفة کأن کان مستنجیا بماء وفی المجتبیٰ اولج فنزع فانزل لم یطهر الا بغسله.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۲۸ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: ویحتمل ان یکون مراد المصنف ان المسح یجب علی کل العصابة ولا یکفی علی اکثرها لکن ینافیه انه سیصرح بانه لا یشترط الاستیعاب فی الاصح فیتناقض کلامه وانه کان الاولیٰ حینئذ تعریف العصابة لان الغالب فی کل عند عدم القرینة انها اذا دخلت علی منکر افادت استغراق الافراد واذا دخلت علی معرف افادت استغراق الاجزاء الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۵ جلد ۱ مطلب فی لفظ کل اذا دخلت علی منکر)

﴿۳﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۱۰۹ فصل فی المسح علی الخفین)

درمختار ﴿۱﴾ وغیرہ میں مذکور ہیں اور واضح رہے کہ یہ شرائط نیلون کی جرابوں میں بالکل موجود نہیں ہے، لہٰذا ان پر بھی مسح ناجائز ہے۔ وھو الموفق

بوٹ پر مسح کرنا جائز اور اس میں نماز قابل اعتراض ہے

سوال: اگر بوٹ کعبین سے اوپر ہو یعنی کعبین اس میں مستور ہوں اور پھر ان کو مضبوطی سے باندھا جائے، حتیٰ کہ اس میں چیر پھاڑ بھی نہ ہو تو کیا اس پر مسح کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: طلا محمد خان ٹل بنگو......۱۹۸۶ء/۷/۲۴

الجواب: مسح بریں پاپوش قابل اعتراض نیست، لیکن نماز دورے قابل اعتراض است یکے از وجہ نجاست، دوم از وجہ عدم وضع اصابع برزمین (درحالت سجدہ) نہ حقیقتاً (کماھو واضح) ونہ حکماً از جہت ارتفاع وعدم تابع شدہ پیش طرف وے کہ مضبوط وسخت باشد کما اشار الیه القاری ﴿۲﴾. وھو الموفق

بوٹ میں شرائط موجود ہوں تو مسح اور نماز دونوں جائز ہے

سوال: ایسے بوٹ جو مضبوط کھال سے بنائے گئے ہوں، اور کعبین تک پہنچتے ہوں یعنی اس کے

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: قال مشائخنا الیوم لا یصلی بالنعال فی المسجد لان دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب فی العرف الحادث ولان تلویث المسجد بها واقع لا محالة ولان علة التنعل قد انتهت لان الیهود والنصاریٰ فی زماننا یصلون فی النعال لا یخلعونها.

(ف) اعلم ان النعال اذا لم تکن مانعة من توجیه رؤس الاصابع الی القبلة فجاز الصلوٰة فیها والا فلا، کما یشیر الیه کلام القاری فی المرقاة، فالصلوٰة فی المداس الرائج الیوم لا یجوز اذا کان مقدمه مرتفعاً واسعاً بحیث لا یمتلأ باصابع القدم فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷۸ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰة فی النعال)

اندر رہوں اور سجدہ کے دوران انگلیاں بھی اس میں پھرتی ہوں، تو کیا ان پر مسح اور نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: متعلم دار العلوم حقانیہ.....۱۹۸۷ء/۲/۱۱

الجواب: برین پاپوش (بوٹان) مسح جائز است ونماز درو ے درست است لتحقق جمیع شرائط مسح علی الخفین والصلوٰۃ ﴿۱﴾ ہاں طہارت ایں پاپوش ضروری است۔ وھو الموفق

نائیلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم

بعض جدت پسند اور روشن خیال لوگوں کی جانب سے یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ موزوں کی طرح نائیلون کی جرابوں پر بھی مسح جائز ہونا چاہئے، تو اکابر علماء نے فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کر دی، حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم اور علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور تحقیقی فتویٰ جو ماہنامہ الحق نے شائع کیا تھا، اپنی اہمیت کے پیش نظر فتاویٰ میں شامل کیا جا رہا ہے.....(از مرتب)

فی الدرالمختار او جوربیه ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ما تحته ولا یشف الخ، (حلبی کبیر ص ۱۲۱) وحد الجورب الثخینین ان یستمسک ای یثبت ولا ینسدل علی الساق من غیر ان یشد

﴿۱﴾ جواز صلاۃ کا حکم اسلئے ہے کہ اس میں سجدہ کے دوران انگلیاں برابر پھرتی ہیں اور بوٹ اور انگلیوں کے درمیان کوئی خلا اور سختی ایسی نہیں ہے جو مانع صلاۃ ہو۔ (از مرتب) منہاج السنن میں ہے

اعلم ان النعال اذا لم تکن مانعة من توجیه رفع الاصابع الی القبلة فجاز الصلوٰة فیها والا فلا، کما یشیر الیه کلام القاری فی المراقاة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷۸ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی النعال)

بشیٔ ھکذا فسروہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانانشاھد ما یکون فیه ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد ولو کان من الکرباس. انتھی

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کرنا چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اول یہ کہ گاڑھی اور اتنی موٹی ہو کہ اگر صرف جرابیں پہن کر کم از کم تین میل ان میں چلا جائے اسے باندھی بھی نہ ہوں اور وہ پنڈلی پر سے نہ اتریں دوسرے یہ کہ ان میں سے فوری طور پر پانی نہ چھنے، کما صرح بھذا القید فی الشرح الکبیر ص ۱۰۸، تیسرے یہ کہ ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھیں تو کچھ دکھائی نہ دے، چوتھے یہ کہ پنڈلی سے نہ گرنا تنگی کی وجہ سے نہ ہو۔

پس نائیلون کی جرابیں جتنی ہمارے مشاہدہ میں آئی ہیں ان میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں، کیونکہ نائیلون میں ربڑ کی طرح پھیلنے اور سکڑنے کی خاصیت موجود ہے تو پہننے کے بعد ان کا نہ گرنا انقباض اور تنگی کی وجہ سے ہے، پھر بسا اوقات تھوڑی سی مسافت طے کرنے کے بعد وہ پنڈلی سے گر جاتی ہیں، کما لا یخفی علی من جرب ، اور جب ان جرابوں میں سے اتنا کھینچ کر دیکھا جائے جتنا ان کے پہننے کے وقت کھینچا جاتا ہے، تو ان سے ہر چیز دکھائی دیتی ہے، پھر فوری طور پر ان میں سے پانی بھی چھنتا ہے بخلاف ٹاٹ کے جرابوں کے، تو اس بنا پر ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر نائیلون کی ایسی جرابیں موجود ہوں جن میں یہ تمام شرائط موجود ہوں تو پھر مفتی بہ قول کے مطابق ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ ھذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من ھذا. (محمد فرید عفی عنہ)

حضرت العلامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی تحقیق اور وضاحت

ثخینین کے بارہ میں کتب فقہ میں سے ردالمحتار ص ۱۸۸ جلد ۱ کی عبارت ذیل ثخینین کے تحت ملاحظہ ہو، بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ما تحته ولا

ينشف (الدر) وفي الدروفي بعض الكتب ينشف وفسر في الخانيه الاول بان لا يشف الجورب الماء الى نفسه كالاديم والصرم وفسر الثاني بان لا يجاوز الماء الى القدم وقال تحت بنفسه اى من غير شد اھ. اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جواز مسح على الثخينين کیلئے ثخانت کا وجود ضروری ہے جو کہ امور ثلاثہ سے متحقق ہوتا ہے، (۱) شرعی تین میل یا اس سے زیادہ بغیر جوتے کے آدمی اس میں چل سکے (۲) باندھنے کے بغیر پنڈلی سے پیوست رہیں، (۳) پانی اگر اس پر ڈالا جائے تو اندر نہ جا سکے۔

ان تینوں امور کا مجموعہ بالخصوص امر سوئم نائیلون کی جراب میں متحقق نہیں لہٰذا مسح درست نہیں، اس میں احتیاط اسلئے بھی ضروری ہے کہ قرآن پاک میں غسل الرجلین مذکور ہے جو قطعی ہے، اور احادیث مسح على الخفين متواتر یا مشہور ہیں، اسلئے تخصیص کیلئے کافی ہیں، مسح على الجوربين فقط میں میرے نزدیک ایسی صحیح السند، صریح الدلالة احادیث شہرت کے درجہ میں موجود نہیں، اور قیاس على الخفين کیلئے ان سے مشاکلہ اور مشابہت قویہ کی ضرورت ہے۔ ...والله اعلم

(احقر شمس الحق افغانی بہاولپور)

الباب السادس

فی الحیض والنفاس

حالت حیض میں فوق الازار بیوی سے استمتاع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت حیض میں فوق الازار بیوی سے استمتاع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم ...... ۱۲/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: جب حائل موجود ہو تو ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حائضہ کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حائضہ کے ہاتھوں کا کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سرفراز خان کردکالا باغ میانوالی ۱۹۷۵ء/ ۱۰/ ۱۴

الجواب: حائضہ کے ہاتھوں سے کھانا پکانا اور کھانا تمام جائز ہے، لحدیث اصنعوا کل شئ الاالنکاح ﴿۲﴾ ولان نجاستها حکمیه . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله یعنی مابین سرة ورکبة) فیجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والرکبة وماتحتها ولو بلا حائل وکذا بما بینهما بحائل بغیر الوطء.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۱۴ جلد ۱ مطلب فی حکم وطء المستحاضة)
﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۵۶ جلد ۱ الفصل الاول باب الحیض)

روزہ کی حالت میں حیض شروع ہوکر حائضہ امساک کرے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو سحری کرنے کے بعد صبح یا دوپہر میں ایام ماہواری شروع ہو جائیں، تو اس وقت سے کھانا پینا جائز ہے یا شام تک انتظار کرے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل واحد باجوڑ ایجنسی......۱۲/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: ایسی حائضہ امساک کرے گی (شامی)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حالت حیض میں استغفار، درود اور تسبیح پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حیض ونفاس عورت قرآن کریم کی تلاوت تو نہیں کر سکتی، لیکن کیا سبحن اللہ ، الحمد للہ ، استغفار، درود شریف اور دیگر ذکر واذکار پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل واحد پشہ سالارزی باجوڑ......۱۱/ جولائی ۱۹۸۴ء

الجواب: یہ کلمات پڑھنا جائز ہے (شرح التنویر)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ کمسافر اقام وحائض) والاصل فی ھذہ المسائل ان کل من صار فی آخر النھار بصفة لو کان فی اول النھار علیھا للزمہ الصوم فعلیہ الامساک...... وکذا کل من وجب علیہ الصوم لوجود سبب الوجوب والاھلیة ثم تعذر علیہ المضی ..... فانہ یجب علیہ الامساک الخ. (ردالمحتار علی ھامش الدرالمختار ص۱۱۶ جلد۲ مطلب فی جواز الافطار بالتحری کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الحصکفی (ولاباس) لحائض وجنب (بقراء ة ادعیة ومسھا وحملھا وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح).

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۱۵ جلد۱ باب الحیض)

حیض کی بندش اور مانع حمل دوائیاں استعمال کرنے کی صورت میں ایام طہر کا حکم

سوال: زید بچے نہ جننے کی وجہ سے دوائی استعمال کرتا ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز حیض بند کرنے کے واسطے گولیاں دے کر طہارت کا حکم ہوگا یا حیض کا؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: نامعلوم ۱۹/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: غرض صحیحہ کے بنا پر یہ اقدام جائز ہے (۱) جیسا کہ عزل وغیرہ جائز ہے (۲) اور حیض بند کرنے کے وقت طہر کے احکام جاری ہوں گے (۳)۔ **وھو الموفق**

حیض بند کرنے کیلئے علاج کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خواتین یہ چاہتی ہیں کہ رمضان شریف کے پورے روزے رکھنے اور حج کے ایام میں مناسک حج طواف وغیرہ ادا کرنے میں بھی کمی

---

(۱) مثلاً بیوی کی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے بچہ جننے کے قابل نہ ہو اور بیوی بیمار نہ ہو صحت یاب ہو تو پھر عارضی وقفہ کی بھی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی افرادی قوت کو نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

(۲) قال العلامه ابن عابدین الشامی (قوله ویکره ان تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذر) کالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها ولیس لابی الصبی مایستاجر به الظئر ویخاف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوماً وجاز لانه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی خانیه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۰۴، ۳۰۵ جلد ۱ کتاب الحظر والاباحة باب البیوع)

(۳) وفی الهندیه لا یثبت حکم کل منها الا بخروج الدم وظهوره وهذا هو ظاهر مذهب اصحابنا وعلیه عامة مشایخنا وعلیه الفتوی وهکذا فی المحیط.
(فتاویٰ هندیه ص ۳۶ جلد ۱ فصل فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة)

وغیرہ نہ ہونے پائے، اس غرض کیلئے وہ انگریزی علاج کا ٹیکہ لگواتی ہیں جس سے ان کا حیض مقررہ مدت تک کیلئے بند ہو جاتا ہے چونکہ زید ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ علاج مکمل طور پر موثر ہے۔ اور مذکورہ انجکشن لگوانے سے حیض کچھ مدت کیلئے رک جاتا ہے، تو ازروئے شریعت یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد مشتاق احمد صوبائی اسمبلی خیبر روڈ پشاور ۱۹۹۱ء ۵۔۲

الجواب: حیض بند کرنے یا کھولنے کیلئے معالجہ کرنا مباح ہے نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی (یدل علیہ مافی عدۃ ردالمحتار ص۸۲۷ جلد ۱)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مدت نفاس میں استحاضہ کا آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا بچہ پیدا ہوا تو ۲۸/ دن تک خون آیا تھا، یعنی نفاس والا خون جاری تھا پھر تیرہ دن خون بند رہا پھر دو یا تین دن تک خون جاری ہوا، اب اس عورت کا نفاس کتنے دن ہوگا، اور حیض کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمن مروت کرک ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ نفاس اور حیض میں توالی ناممکن ہے، جیسا کہ دو حیضوں میں توالی ناممکن ہے ان کے درمیان کم ازکم پندرہ دن کا وقفہ ضروری ہے﴿۲﴾ (شامی ، بحر) پس صورۃ مسئولہ میں اگر یہ

﴿۱﴾قال العلامہ ابن عابدین: قال فی السراج سئل بعض المشائخ عن المرضعۃ اذا لم ترحیضا فعالجتہ حتی رءت صفرۃ فی ایام الحیض قال ھو حیض تنقضی بہ العدۃ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۲۰۲ جلد ۱ باب العدۃ)

﴿۲﴾ قال الحصکفی واقل الطھر بین الحیضتین او النفاس والحیض خمسۃ عشر یوما ولیالیھا اجماعاً ولاحد لاکثرہ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۰۹ جلد ۱ مبحث فی مسائل المتحیرہ باب الحیض)

عورت معتادہ نہ ہو، تو 28+12=40 دن اس کا نفاس اور اس کے بعد والی مدت طہر ہے اور یہ خون استحاضہ ہے ﴿۱﴾ طہر کی مدت سابقہ عادت نہ ہونے کی تقدیر پر پندرہ دن ہوگی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین اذا وقع فی المبتدأۃ ...... ونفاسھا اربعون ثم عشرون طھرھا اذ لا یتوالی نفاس وحیض ثم عشرۃ حیضھا خلافا لما فی الامداد من ان طھرھا خمسۃ عشر والمعتادۃ ترد الیٰ عادتہا فی الطھر ...... وھذا علی قول المیدانی الذی علیہ الاکثر.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد ۱ مبحث فی مسائل المتحیرہ باب الحیض)

الباب السابع فی الانجاس

جنابت، حیض اور نفاس کیلئے طہارت حکمیہ یعنی تیمم کا حکم

سوال: کیا جنابت وحیض ونفاس کیلئے بھی طہارت حکمیہ یعنی تیمم جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد خطیب نورانی مسجد فرنٹیئر کالونی کراچی نمبر ۱۶ .... صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: طہارت حکمیہ یعنی تیمم، حدث اصغر، حدث اکبر، حیض، نفاس تمام کیلئے جائز ہے جبکہ طہارت حقیقیہ (غسل ووضو) پر قدرت موجود نہ ہو ﴿۱﴾ صرح به فی جمیع کتب الفروع لاحاجة الی نقل عبارات الفقهاء. وهو الموفق

مذی کے نکلنے سے بچنے کی تدبیر

سوال: بعض اوقات بلا اختیار فاسد خیالات آجانے کی وجہ سے مثانہ سے مذی خارج ہوتی ہے، اور کوشش کے باوجود نماز میں یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے، کیا نماز درست ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ممتاز احمد پشاور..... ۱۹۸۶ء/۲/۱

الجواب: ایسا شخص استنجا اور وضو کرتے وقت آلہ تناسل کے سر پر ایک پٹی (ڈیڑھ انچ عرض چھ انچ طویل) معمولی طور پر باندھے تاکہ تکلیف سے محفوظ رہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصكفي: من عجز (مبتدا خبره) تيمم عن استعمال الماء المطلق الكافي لطهارته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۱۷۰ جلد ۱ باب التيمم)

﴿۲﴾ وفي الهنديه: اذا خاف الرجل خروج البول فحشا احليله بقطنه ولولا القطنة يخرج من البول فلا بأس به ولا ينتقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنة كذافي فتاوىٰ قاضي خان. (فتاوىٰ هنديه ص ۱۰ جلد ۱ باب الوضوء فصل نواقض الوضوء)

خون آلود پلستر کے ساتھ بوجہ عذر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: احقر کی بوجہ اکسیڈنٹ پاؤں کی ہڈی ٹخنوں سے اوپر تک ٹوٹ گئی تھی پھر مجھے خیبر ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر خون بالکل ظاہر نہیں ہوا تھا، اسلئے بندہ تیمم سے بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا، اس کے بعد پاؤں میں کچھ فرق تھا، تو مجھے نشہ دے کے پاؤں میں دوبارہ سٹیل کی کیل لگا کر پلستر کر دیا، اور کافی خون بھی نکلا، جو پلستر کے ساتھ چمٹ گیا تھا، اسلئے بندہ بوجہ خون آلودہ پلستر کے نماز پڑھنے سے معذور رہا، اب عرض یہ ہے کہ مجھ سے اسی طرح جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، صحت یابی اور پلستر کھلنے کے بعد دوبارہ نمازوں کی قضا کروں گا؟ یا خون آلودہ پلستر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالواسع بلی ٹنگ کوہاٹ ۲۱/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: پلستر اور پٹی سے جو نجاست چمٹ جائے، تو وہ عفو ہے، کیونکہ اس کا دھونا ناممکن یا ضرررساں ہوتا ہے، آپ باقاعدہ نماز پڑھ سکتے ہیں (۱)۔ وھو الموفق

جاری پانی میں نجاست مل جانے کا حکم

سوال: چہ مےفرمایند علماء دین درین مسئلہ کہ جوئے آب جاری باشد، و برائے ویں جوئے دیگر ناپاک یعنی بول خلط شدہ باشد، چہ حکم دارند۔ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سعد الرحمن علی زئی کوہاٹ ۶/صفر ۱۴۰۳ھ

---

(۱) قال العلامه ابن عابدین فان ضره الحل والغسل مسح الکل تبعا والا فلا بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیها لا علی الخرقة ما لم یضره مسحها فیمسح علی الخرقة التی علیها ویغسل حوالیها وما تحت الخرقة الزائدة لان الثابت بالضرورة یتقدر بقدرها کما اوضحه فی البحر عن المحیط والفتح۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۰۵ جلد۱ قبیل باب الحیض) وهاب

الجواب: اگر بعداز اختلاط وآمیزش آب جوئی جاری متغیر شود یعنی دریں آب رنگ یا طعم یا بوئے نجاست ظاہر شد، پس ایں جوئی نجس باشد ورنہ نجس نباشد ﴿۱﴾ (ہدایہ، شامی، بحر، ہندیہ)۔ وهو الموفق

نابالغ بچوں کی اطلاع پر پانی کی نجاست کا حکم نہیں کیا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ایک ناپاک چیل گرگئی، تقریباً بیس دن بعد چھوٹے لڑکوں نے اقرار کیا، کہ یہ چیل ہم نے گرائی تھی، اب اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہوگا؟ اوراس سے جو اشیاء دھوئی گئی ہیں اور نمازیں وغیرہ پڑھی گئی ہیں، اس کا کیا حکم ہوگا؟ اعادہ لازمی ہے یا نہیں، اور کتنے دنوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ ہزاروی متعلم دارالعلوم حقانیہ ......۱۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ نابالغوں کا اخبار نامنظور ہوتا ہے لہٰذا یہ پانی وقت علم (مشاہدہ) سے ناپاک ہوگا ﴿۲﴾ کمافی احکام الصغار الصبی اوالمعتوه اذا اخبر بنجاسة الماء لا تثبت النجاسة بقوله لانه لقلة عقله قد يكذب فلا يترجح صدقه على كذبه (هامش جامع الفصولين ص ۱۴۳ جلد ۱) ﴿۳﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي وبتغير احد اوصافه من لون او طعم اوريح ينجس الكثير ولو جارياً اجماعاً. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۳٦ جلد ۱ باب المياه)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفي ومذ ثلاثة ايام بلياليها ان انتفخ او تفسخ استحسانا وقال من وقت العلم فلا يلزمهم شئ قبله قيل وبه يفتىٰ.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱٦۱ جلد ۱ مطلب فى تعريف الاستحسان)

﴿۳﴾ وفى الهنديه: ولو كان المخبر بنجاسة الماء صبيا او معتوهاً يعقلان ما يقولان فالاصح ان خبرهما فى هذا كخبر الذمي (اى لا يقبل) لانه ليس لهما ولاية الالزام هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۳۰۹ جلد ۵ الباب الاول فى العمل بخبر الواحد)

ناپاک تیل کو پاک کرنے طریقہ

سوال: سرسوں کے ٹین ہیں، جس میں تقریباً دس سیر تیل ہوگا ایک ٹین میں چوہا پایا گیا اب یہ تیل پاک ہے یا ناپاک اور اپنے استعمال میں لاسکتا ہوں یا نہیں نیز پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد شوگر ملز چارسدہ......۴/ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

الجواب: آپ اس تیل یا گھی کو تقریباً آٹھ سیر گرم پانی میں ڈالیں اور اس پانی کو حرکت دیویں اور ساکن ہونے کے وقت اس تیل یا گھی کو دوسرے برتن میں (جس میں تقریباً آٹھ سیر گرم پانی ہو) ڈالیں، اور جب حرکت دینے کے بعد ساکن ہو تو دوسرے میں الخ۔ تین دفعہ اس عمل کے بعد یہ گھی پاک اور حلال ہوگا (شامی)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حلال جانوروں کے پیشاب، لید و گوبر اور مرغی کی بیٹ کا حکم

سوال: تمام حلال جانور اور جن کا ہم گوشت کھاتے ہیں ان کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ اگر کسی بھی شخص کے کپڑوں یا وجود پر لگ جائے تو یہ غلاظت خفیفہ ہے یا غلیظہ اور اس حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز مرغی کی بیت نجاست خفیفہ ہے یا غلیظہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد ذ ہوک منجو کا جٹ کیملپور ۸/۲/۱۹۷۲ء

الجواب: (۱) جن چار پایوں کا گوشت حلال ہے تو ان کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے کما فی الهدایه والدر المختار ﴿۲﴾ اور لید و گوبر میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست

﴿۱﴾ قال ابن عابدین ولو تنجس الدهن يصب عليه الماء فيغلى فيعلوا الدهن الماء فيرفع بشئ هكذا ثلاث مرات، اه . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۴۵ جلد ۱ مطلب فی تطهير الدهن والعسل)(ومثله فی الطحطاوی ص۱۶۰ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفی من نجاسة مخففة كبول مأكول ومنه الفرس وطهره محمد. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

غلیظہ ہے لیکن عموم بلوی کی وجہ سے نجاست خفیفہ ہونا الیق ہے ﴿۱﴾ واضح رہے کہ نجاست غلیظہ میں ہتھیلی کا مقدار عفو ہوتا ہے اور خفیفہ میں کپڑے کے ایک چوتھائی سے کم عفو ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ (۲) مرغی کی بیٹ نجاست غلیظہ ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

سلس البول کے مریض کیلئے حرج کی صورت میں کپڑوں کا دھونا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سلس البول کا مریض تو ہر نماز کیلئے تجدید وضو کرے گا لیکن کپڑوں کے ساتھ کیا کرے گا، اس کی تجدید کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود کوہائی تیراہ ۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: اگر حرج نہ ہو تو کپڑوں کو دھوئے گا، اور اگر حرج ہو مثلاً نماز ختم کرنے سے قبل کپڑے ناپاک ہوتے ہوں، تو دھونا ضروری نہیں ہے ﴿۴﴾ (شامی ص ۲۸۲ جلد ۱)۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله وطهر هما محمد آخرا اى فى آخر امره حين دخل الرى مع الخليفة ورأى بلوى الناس من امتلاء الطرق والخانات بها وقاس المشائخ على قوله هذا طين بخارىٰ. (قوله وبه قال مالک) فيه انه يقول ماا كل لحمه فبوله ورجيعه طاهر فقط فلا يقول بطهارة روث الحمار.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفى: وعفاالشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب ونجاسة خفيفة وعفى دون ربع جميع بدن وثوب الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۲۳۱،۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۳﴾ قال العلامه حصكفى: وخمر وخرء كل طير لا يذرق فى الهواء كبط اهلى ودجاج. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۲۳۴ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۴﴾ قال الحصكفى: وان سال على ثوبه فوق الدرهم جازله ان لا يغسله ان كان لوغسله تنجس قبل الفراغ منها اى الصلاة والايتنجس قبل فراغه فلا يجوزترک غسله هو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۲۲۴ جلد ۱ مطلب فى احكام المعذور)

گارے میں پانی یا مٹی نجس ہوتو مفتی بہ قول کے مطابق گارا پاک ہوگا

سوال: قاضی خان ص۱۳ میں ہے،تراب الطاهر اذا جعل طينا بالماء النجس او على العكس الصحيح ان الطين نجس ايما كان نجسا (نورالکشور) اور بنایہ جلداول ص ۲۵۷ نورالکشور میں ہے،ان الماء والتراب اذااختلطا وصار طينا واحد هما نجس فقيل العبرة فيه للماء وقيل للتراب وقيل للغالب وقيل ايهما كان طاهراً فالمطين طاهر وبه قال الاكثر وقيل ان كان نجسين فالطين طاهر لانه صار شيأ آخر .كالخمر الخ، ان دونوں میں قول راجح کونسا ہے طہارت طین یا نجاست طین جواب باصواب بمعہ حوالہ کتب تحریر فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد یوسف وانڈہ،مولکی مروت ۱۹۷۰ء

الجواب: یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے،قاضی خان اور ابو اللیث سمرقندی اور شارح المنیۃ اور صاحب محیط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ان دو اجزا میں جو بھی ناپاک ہوتو تمام ناپاک ہوگا ﴿۱﴾ اور صاحب الدر المختار نے یہ مختار کیا ہے کہ جب دونوں ناپاک نہ ہوں،تو مخلوط پاک ہوگا، وقال الشامي هذا ما عليه الاكثر فتح وهو قول محمد والفتوىٰ عليه بزازيه فليراجع الى ردالمحتار (ص ۳۳۴ جلد ۱) پس چونکہ اس کو مفتی بہ کہا گیا ہے ﴿۲﴾ لہٰذا اس کو ترجیح دی جائے گی اگرچہ احتیاط مقابل میں موجود ہے۔فقط

﴿۱﴾ قال ابراهيم الحلبي: الماء والتراب اذا اختلطا وكان احدهما نجسا فالطين الحاصل منها نجس لان اختلاط النجس بالطاهر ينجسه هذا هو الصحيح كما ذكره قاضي خان وهو اختيار الفقيه ابي الليث وكذا روى عن ابي يوسف ذكره في الخلاصه.

(غنية المستملي ص ۱۸۶ فصل في الأسار)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: رطوبة الفرج طاهرة خلافالهما العبرة للطاهر من تراب او ماء اختلطا به يفتىٰ، قال ابن عابدين هذا ماعليه الاكثر فتح وهو قول محمد والفتوىٰ عليه بزازيه .

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۲۵۷ جلد ۱ قبيل كتاب الصلاة)

مٹی کا تیل کپڑوں کو لگ جائے تو نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مٹی کا تیل پاک ہے؟ اگر یہ کپڑوں کو لگ جائے، تو اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز موضع مولے پور کبیر والا ملتان ۱۹۶۹ء/۲/۱۹

الجواب: بلا اختلاف پاک ہے لیکن بدبو ہے، مسجد میں ایسے کپڑوں کے ساتھ داخل ہونا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔﴿۱﴾ (کبیری ص ۶۲۳) (شامی ۵۹۹ جلد ۱)۔ وھو الموفق

پرندہ یا بچہ جس پر نجاست ہو نمازی پر بیٹھ جانے کی وجہ سے نماز میں فساد نہیں آتا ہے

سوال: ایک کتاب میں مراقی الفلاح کی سند سے لکھا ہے، کہ نمازی کی گود میں یا پیٹھ پر بچہ یا پرندہ بیٹھ جائے جس پر مقدار فساد نجاست لگی ہو، تو نماز ہو جائے گی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق شاہ اسماعیل شہید روڈ راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۲/۱۱

الجواب: یہ جزئیہ صحیح ہے فتاویٰ میں مسطور ہے﴿۲﴾ اور تائید میں حدیث بھی موجود ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين الشامي (قوله واكل نحو ثوم ويمنع منه) اى كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد الخ. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ مطلب في الغرس في المسجد)

وقال العلامه ابراهيم الحلبي: الاول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم متفق عليه .(غنية المستملي المعروف بالكبيرى ص ۶۲۲ فصل فى احكام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه الشرنبلالي: وجلوس صغير يستمسک فى حجر المصلي وطير متنجس على رأسه لا يبطل الصلاة اذالم تنفصل منه نجاسة. (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۱۱۳ باب شروط الصلاة واركانها) (وهكذافى الهنديه ص ۶۳ جلد ۱ قبيل فصل استقبال القبلة)

﴿۳﴾ عن ابى قتادة الانصارى ان رسول الله ﷺ كان (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جناح کیپ کی کھال کا مسئلہ

سوال: جناح کیپ یا قراقلی جس کھال سے تیار ہوتی ہے اس کی بہترین کھال اس بھیڑ کے بچہ سے تیار ہوتی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور دوسری قسم کی کھال ذبح کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے کیا یہ عمل درست ہے، کہ صرف اپنے شوق کے پیش نظر ماں اور بچہ کو ذبح کردیا جاتا ہے کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اگر ایسا بندہ امامت کرے تو اس کی اقتداء درست ہے؟ نیز اس نسل کشی کے جواز یا عدم جواز کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معاویہ رسول خان کیمل پور روڈ پاکستان کراچی ۴/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ مردار جانور کی کھال خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے (۱) (حدیث فقہ) اور بھیڑ بمع بچہ ذبح کرنا ممنوع شرعی نہیں ہے، پس یہ اقدام خلاف تقویٰ نہیں ہے البتہ موجب قساوت ضرور ہے جو کہ امامت کو ضرر رساں نہیں ہے۔ وھو الموفق

جنب کا پسینہ ناپاک نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جنب آدمی استنجا کر رہا ہو اور

(بقیہ حاشیہ) یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ولابی العاص ابن ربیعۃ بن عبد شمس فاذاسجد وضعھا واذا قام حملھا. (صحیح البخاری ص ۷۴ جلد ۱ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوۃ کتاب الصلوۃ)

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ایما اھاب دبغ فقد طھر، (الجامع الترمذی ص ۳۰۳ جلد ۱ باب ماجاء فی جلود المیتۃ اذا دبغت)

وقال العلامہ ابراھیم الحلبی: وکل اھاب دبغ فقد طھر جازت الصلوۃ معہ ملبوسا او مفروشا او محمولا الا جلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ.

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص ۱۵۱ باب الانجاس)

بدن پر کوئی ظاہری پلیدی نہ ہوتو اس آدمی کا پسینہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حبیب اکبر پورہ نوشہرہ......۱۵/فروری ۱۹۸۹ء

الجواب: جنبی کا پسینہ پلید نہیں ہے، لہٰذا اس سے لباس ناپاک نہ ہوگا، قال فی الدر المختار فسور آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافراً وحکم عرق کسؤر ﴿۱﴾. وھو الموفق

مصنوعی کھاد پاک ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مصنوعی کھاد از روئے شریعت پاک ہے یا ناپاک، اس کو کسی زمین میں ڈالکر اس پر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید رسالپور گنڈیری نوشہرہ......۸/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: مصنوعی کھاد پاک ہے، لتبدل الذات ﴿۲﴾. وھو الموفق

خون آلود نوٹوں کے ساتھ نماز ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی امام کی جیب میں روپیہ ہو جو خون آلود ہو وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اب امام کی نماز تو نہیں ہوئی ہے تو اب امام سب کو مطلع کرے گا کہ دوبارہ نماز پڑھے یا صرف امام قضا لائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت نبی ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ......یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۶۳ جلد ۱ مطلب فی السئور)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابراھیم الحلبی: واکثر المشائخ اختار واقول محمد رحمہ اللہ وعلیہ الفتویٰ لان الشرع رتب وصف النجاسة علی تلک الحقیقة وقد زالت بالکلیة، فان الملح غیر العظم واللحم فاذا صارت الحقیة ملحا ترتب علیہ حکم الملح وعلی قول محمد فرعوا طھارة صابون صنع من دھن نجس وعلیہ یتفرع مالو وقع انسان وکلب فی قدر الصابون فصار صابونا یکون طاھراً لتبدل الحقیقة. (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۱۸۶ فصل فی الاسار)

الجواب: اگر یہ خون ہتھیلی کے عرض سے زائد نہ ہوتو یہ عفو ہے﴿۱﴾اوراعادہ کا حکم کسی پر نہیں اور اگر زائد ہوتو صرف امام پر اعادہ ضروری ہے دیگر لوگوں کو اگر معلوم ہوتو اعادہ کریں، اور اگر معلوم نہ ہوتو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، اور اعادہ کا اعلان ضروری نہ ہوگا ﴿۲﴾ (هکذا فی الفتاویٰ). وهو الموفق

جنابت کی حالت میں کھانا پینا، چلنا وغیرہ جائز ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جنب ہوگیا، پانی کی موجودگی کے باوجود نہ وضو کرتا ہے اور نہ تیمم تو اس کیلئے سونا نیز روٹی کھانا، پانی پینا، سلام ڈالنا یا لینا، چلنا پھرنا وغیرہ کس حد تک جائز ہے؟ یا حرام یا مکروہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر محمد معصوم سرائے نورنگ بنوں ۱۹۷۷ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: جنابت کی حالت میں سونا، کھانا، پینا، زمین پر چلنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا،

﴿۱﴾وفی الهندیه: (النجاسة) المغلظة وعفی منها قدر الدرهم والصحیح ان یعتبر بالوزن فی النجاسة المتجسدة وهو ان یکون وزنه قدر الدرهم الکبیر المثقال وبالمساحة فی غیرها وهو قدر عرض الکف هکذا فی التبیین والکافی واکثر الفتاویٰ .(والمراد بعرض الکف عرض مقعد الکف وهو داخل مفاصل الاصابع.)

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی الاعیان النجسة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی کما یلزم الاخبار القوم اذا امهم وهو محدث بالقدر الممکن ..... والا لایلزمه بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاویٰ عدمه مطلقا لکونه عن خطا معفو عنه قال ابن عابدین وصحح فی مجمع الفتاویٰ وکذا صححه الزاهدی فی القنیه والحاوی وقال والیه اشار ابویوسف واما صلاتهم فانها وان لم تصح ایضاً لکن لا یلزمهم اعادتها لعدم علمهم ولا یلزمه اخبارهم لعدم تعمده فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۳۸ جلد ۱ باب الامامة)

تمام کے تمام جائز ہیں،لان النبی ﷺ انکر علی من امتنع عن المصافحة ولم ینکر علی المشی وغیرہ کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب الاحادیث ﴿۱﴾ واما عدم ردالسلام قبل التیمم والوضوء فمحمول علی الدوام ﴿۲﴾. وهو الموفق

گندم وغیرہ کوخنزیرکالعاب لگنا

سوال: ہمارے علاقے میں بہت سے خنزیر ہیں جوزیادہ ترفصلوں کوتباہ کرتے ہیں تو جوگندم یا فصل وغیرہ خنزیرخراب کرتا ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حافظ جہانداد خطیب جامع مسجد اٹک ۱۳/رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال لقینی رسول الله ﷺ وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معه حتی قعد فانسللت فاتیت الرجل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال این کنت یااباهریرة فقلت له فقال سبحان الله ان المؤمن لا ینجس، وعلی هامش المشکواة وفی شرح السنة فیه جواز مصافحة الجنب ومخالطته وهو قول عامة العلماء واتفقوا علی طهارة عرق الجنب والحائض،و فیه دلیل علی جواز تاخیر الاغتسال للجنب وان یسعیٰ فی حوائجه ، مرقاة. (مشکواة المصابیح ص ۴۹ جلد ۱ باب مخالطة الجنب وما یباح له الفصل الاول)

﴿۲﴾وفی منهاج السنن: قوله وهو یبول فلم یرد علیه فوراً بل رد علیه بعد الطهارة بدلیل روایات اخری، اعلم انهم صرحوا علی انه لا یسلم علی من یبول او یتغوط او یصلی او یتلوا او یذکر الله تعالیٰ او یؤذن او یقیم او یدرس او یاکل وغیر ذلک فمن سلم علیهم فلم یستحق الرد واما رده ﷺ علی هذا المسلم فمحمول علی الاستحباب او تطیب القلب واما السلام علی من یستنجی من البول بالحجر او المدر قائماً او قاعداً فلم یثبت فیه من الفقهاء شئ والراجح هو الجواز اذا کان غیر مکشوف العورة، لان النبی ﷺ ندب الی السلام علی الاهل بلا استثناء الحائضة والنفساء ولم یقل احد من الفقهاء بکراهة السلام علی الحائضة او النفساء وکذا علی من به داء سلس البول.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۸ جلد ۱ باب کراهیة ردالسلام غیر متوضی)فرتن

الجواب: ان اشیاء کی خوراک جائز ہے مگر وہ جس کے ساتھ خنزیر کا لعاب لگا ہو﴿۱﴾ان کا کھانا جائز نہ ہوگا مگر محض (لعاب لگنے کا) شک محرم نہیں ہے﴿۲﴾۔ فقط

ڈرائی کلینز مشین میں کپڑے دھونے سے پاک نہیں ہوتے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائی کلینز مشین جس میں کپڑے مختلف قسم کے پاؤڈروں اور مائع سے صاف کئے جاتے ہیں کیا اس طرح کپڑے غلاظت سے صاف ہو جاتے ہیں جبکہ صاف ہونے کیلئے تین بار پانی اور رگڑنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معین الدین ناصر شورسوات ۱۹۷۷ء/۸/۱۶

الجواب: ڈرائی کلینز مشین میں ناپاک کپڑے پاک نہیں ہوتے ہیں البتہ صاف ہو جاتے ہیں، لان المائع الذی یغسل به الثوب فیه لیس بجار لا حقیقة ولا حکماً فیتنجس المائع عند القاء الثوب النجس فکیف یطهر الثوب فافهم (ماخوذ از ردالمحتار)﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: وسؤر خنزیر وکلب وسباع بهائم ومنه الهرة البریة وشارب خمر فور شربها ولوشاربه طویلا لا یستوعبه اللسان فنجس.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۶۳ جلد ۱ مطلب فی السئور)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین ولم یحکم بنجاسته للشک.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۶۴ جلد ۱ مطلب فی السئور)

﴿۳﴾ قال لعلامه ابن عابدین: (قوله وحکم سائر المائعات الخ)فکل ما لا یفسد الماء لا یفسد غیر الماء وهو الاصح محیط وتحفة والاشبه بالفقه بدائع اه بحر وفیه من موضع آخر وسائر المائعات کالماء فی القلة والکثرة یعنی کل مقدار لو کان ماء تنجس فاذا کان غیره ینجس، ومثله فی الفتح. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۳۶ جلد ۱ مطلب حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح).

وقال العلامه ابن نجیم: (قوله یطهر البدن والثوب بالماء وبمائع مزیل کالخل وماء الورد) وهذا بالاجماع ارادبه الماء المطلق واراد بطهارة البدن (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شرابی کے پسینہ کا حکم

سوال: ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے شرابی کے بارے میں کہا کہ کافر اور جنب کا پسینہ پاک ہے، لیکن شرابی کا پسینہ نجس ہے اسی طرح اسکے بدن کے اجزاء بھی نجس ہیں، اور اسی لئے شرابی کیلئے صاف حکم ہے کہ شرابی نماز نہ پڑھے، کیونکہ شرابی کی نماز مقبول نہیں، تو براہ مہربانی اس مسئلے کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل اکبر جلبئی صوابی ۱۹۶۹ء/۲/۲۰

الجواب: شرابی کا پسینہ نجس ہونا اور ناقض وضو ہونا مرجوح قول ہے اور شرابی کیلئے نماز پڑھنے کا حکم غلط ہے، فلیراجع الی ردالمحتار ص ۶۴۰ جلد۵ ﴿۱﴾. فقط

(بقیہ حاشیہ)طهارته من الخبث لا من الحدث قياسا على ازالتها بالماء بناء على ان الطهارة بالماء معلولة بعلة كونه قالعا لتلك النجاسة والمائع قالع فهو محصل ذلك المقصود فتحصل به الطهارة.
(البحر الرائق ص ۲۲۱ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۱﴾قال العلامه حصكفي: عرق مدمن الخمر خارج نجس وكل خارج نجس ينقض الوضوء فينتج ان عرق مدمن الخمر ينقض الوضوء لكنه محتاج لاثبات الصغرىٰ قلت قال شيخنا الرملي كيف يعول عليه وهو مع غرابته لا يشهد له رواية ولا دراية اما الاولىٰ فظاهر اذ لم يرو عن احد ممن يعتمد عليه واما الثانية فلعدم تسليم المقدمة الاولىٰ ويشهد لبطلانها مسئلة الجدى اذا غذى بلبن الخنزير فقد عللوا حل اكله بصيرورته مستهلكا لا يبقى له اثر فكذلك نقول في عرق مدمن الخمر ويكفينا في ضعفه غرابته . وقال ابن عابدين: قال الرملي ايضا في حاشية المنح وتقدم في كتاب الاشربة عن المحقق ابن وهبان انه لا تعويل ولا التفات الى كل ماقاله صاحب القنية مخالف للقواعد ما لم يعضده نقل من غيره ولم ينقل عن احد من علمائنا المتقدمين والمتأخرين ان عرق مدمن الخمر ناقض للوضوء. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۶۱۵ جلد۵ مسائل شتى قبيل كتاب الفرائض)

کن کن جانوروں کے چمڑے بعد الدباغت پاک ہوتے ہیں اور کن کن کے پاک نہیں ہوتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا کتے کا چمڑا بعد الدباغۃ قابل استعمال ہے یعنی گلے میں لٹکانے کی صورت میں اس کے ساتھ نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) کن کن جانوروں کی کھال دباغت کے باوجود پاک نہیں ہوتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمن مراد آباد گڑھی کپورہ مردان ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱) کتے کی ہڈی اور کتے کی خشک کھال بعد الدباغۃ پاک ہے، اور مانع نماز نہیں ہے۔(۱) (ردالمحتار ص ۱۴۲، ۱۴۳ جلد ۱)۔ (۲) سانپ، چوہا اور خنزیر وہ حیوانات ہیں جن کے چمڑے دباغت سے بعد بھی پاک نہیں ہوتے، اما لعدم الاحتمال، اولوجه آخر فلیراجع الی ردالمحتار (۲) (ص ۱۴۲ جلد ۱)۔ وهو الموفق

حالت جنابت میں ناخن، بال وغیرہ لینا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت جنابت میں ناخن ترشوانا، بال کتانا، وغیرہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی ۵۵۲ راولپنڈی

---

(۱) قال العلامه حصکفی: لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوی وان رجح بعضهم النجاسة کما بسطه ابن الشحنة فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلده مصلی ودلوا الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۵۳ جلد ۱ مطلب فی احکام الدباغة)

(۲) قال العلامه حصکفی: ومالا یحتملها فلا وعلیه فلا یطهر جلد حیة صغیرة وفارة خلا جلد خنزیر فلا یطهر وقدم لان المقام للاهانة الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۹ جلد ۱ مطلب فی احکام الدباغة)

الجواب: عالمگیری نے اس کراہیت کو بلاتقید ذکر کیا ہے ﴿۱﴾ لیکن اس میں نہ کوئی امر یا نہی وارد ہے، اور نہ کوئی وعید وارد ہے، لہذا یہ کراہیت تنزیہی معلوم ہوتی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

صحرا اور آبادی دونوں میں پیشاب کے وقت استقبال واستدبار نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب یا پاخانہ کیلئے روبقبلہ بیٹھنا تو ناجائز ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف پیشاب کیلئے ایسا بیٹھ جائے کہ منہ مشرق کی طرف اور پیچھے قبلہ ہو، تو کیا پیشاب کیلئے ایسا بیٹھنا جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرقاً غرباً بیٹھنا ناجائز ہے خواہ قبلہ سامنے ہو یا پیچھے ہو، اور بعض لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر بیت الخلاء کا دروازہ بند ہو تو جائز ہے، صحیح مسئلہ لکھ کر مشکور فرماویں۔ والسلام

المستفتی: خلیل اللہ تھانی لینڈ ...۲۰/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اس مسئلہ میں ہمارا مذہب نہایت محتاط ہے ہمارے نزدیک صحاری اور بنیان (آبادی) دونوں میں تغوط اور تبول کے وقت نہ استقبال کیا جائے گا اور نہ استدبار، لحدیث ما رواه ابوداؤد في اول السنن ﴿۳﴾ فليراجع والمسئلة طويلة الذيل والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهنديه: حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير كذا في الغرائب. (فتاویٰ هنديه ص ۳۵۸ جلد۵ الباب التاسع عشر في الختان والخصاء الخ كتاب الكراهيه)

﴿۲﴾ وفي الهنديه: والاصل الفاصل بينهما ان ينظر الى الاصل فان كان الاصل في حقه اثبات الحرمة وانما سقطت الحرمة لعارض ينظر الى العارض ان كان مما تعم به البلوى وكانت الضرورة قائمة في حق العامة فهي كراهة تنزيه، وان لم تبلغ الضرورة هذا المبلغ فهي كراهة تحريم فصار الى الاصل وعلى العكس ان كان الاصل الاباحة ينظر الى العارض فان غلب على الظن وجود المحرم فالكراهة للتحريم والا فالكراهة للتنزيه. (فتاویٰ عالمگيريه ص ۳۰۸ جلد۵ كتاب الكراهيه)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن يزيد عن سلمان الفارسي: قال (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

پیشاب کی چھینٹیں پڑنے سے عذاب قبر کا ثبوت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب کی چھینٹیں پڑنے سے عذاب قبر کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ یہ کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۲/اپریل ۱۹۷۴ء

الجواب: ہاں ثابت ہے، رواہ ابو داؤد ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ہندو دھوبی سے کپڑے دھوئے جائیں تو کیا وہ پاک ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے کپڑے اکھٹے دھوتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق جدہ سعودیہ......۱۹۸۵/۱۰/۳۱ء

الجواب: ہندو کی نجاست اعتقادی ہے ﴿۲﴾ وہ کپڑوں کے پاک کرنے کا اہل

(بقیہ حاشیہ) قیل له لقد علمکم نبیکم کل شیء حتی الخراءة قال اجل لقد نهانا ﷺ ان نستقبل القبلة بغائط او بول وان لا نستنجی بالیمین وان لا یستنجی احدنا باقل من ثلثة احجار او یستنجی برجیع او عظیم وعن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم فاذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یستدبرها الخ.

(سنن ابی داؤد ص ۳ جلد ۱ باب کراهیة استقبال القبلة عند الحاجة)

﴿۱﴾ عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ علی قبرین فقال انهما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما هذا فکان لا یستنزه من البول واما هذا فکان یمشی بالنمیمة ثم دعا بعسیب رطب فشقه باثنین ثم غرس علی هذا واحد وعلی هذا واحد وقال لعله یخفف عنهما مالم ییسا قال هناد یستتر مکان یستنزه. (سنن ابی داؤد ص ۴ جلد ۱ کتاب الطهارة باب الاستبراء من البول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی : فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافر طاهر ، قال ابن عابدین: (قوله او کافر) لانه علیه الصلاة والسلام انزل بعض (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

گنے کے جوس میں چوہا گر کر گڑ بنانے سے چوہے کی حقیقت نہیں بدلی جاتی

سوال: ماذ رایکم فی فارۃ اذا وقعت وماتت فی ماءٍ یصب من السکر فصار ذلک الماء سکراً اسود یعبر عنھا الناس فی اللغۃ الافغانی " گوڑہ" وفی الاردیۃ " گڑ" ھل ھذہ السکر الاسود طاھر ام نجس؟ لان بعض الناس یقولون بااباحۃ اکلھا ویستدلون بطھارۃ الحمار حین صارت ملحا ویقیسون ھذہ المسئلۃ بمسئلۃ الاستحالۃ فی الدھن حین صارت صابوناً ھل ھذا استدلالھم وقیاسھم صحیح ام لا. بینوا رأیکم وتوجروا

المستفتی: پیر غلام ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: چونکہ صورت مسئولہ میں موش کی ذات نہ فنا ہوئی ہے اور نہ اس میں انقلاب آیا ہے لہٰذا یہ گڑ ناپاک اور حرام ہوگا، ونظیرہ الماء النجس اذا انجمد. وھو الموفق

گنے کی شربت میں چوہا گرنے سے گڑ نجس ہو جاتا ہے

سوال: گنے کے شربت میں چوہا گر پڑا، باوجود تلاش کے نہ ملا، گڑ پک کر اترہ (گڑ کے کھیر کا برتن)

(بقیہ حاشیہ) المشرکین فی المسجد علی ما فی الصحیحین فالمراد بقولہ تعالی انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادھم.
(ردالمحتار علی ھامش الدرالمختار ص ۱۶۳ جلد ۱ مطلب فی السؤر باب المیاہ)

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ولو شک الخ) فی التاتر خانیہ من شک فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ او لا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار وکذا مایتخذہ اھل الشرک او الجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۱۱ جلد ۱ قبیل مطلب ابحاث الغسل)

میں ڈالا گیا، لیکن گڑ میں چوہا ظاہر ہوا، اب اس گڑ کے ساتھ کیا کیا جائے یہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرؤف کورغہ سیفنی یکم صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ گڑ ناپاک ہے یہ مواشی کو باقاعدہ کھلایا جائے گا، نظیرہ مافی الهدایه قیل لا تحمل الخمر الیها اما اذا قیدت الی الخمر فلا بأس به کما فی الکلب والمیتة ص ۴۹۹ ﴿۱﴾ وفی البحر ص ۱۵۲ جلد ۱ اختیار الاکل علی المواشی ﴿۲﴾ فلیراجع . وهوالموفق

مائع گھی میں چوہے کے گرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جب نرم گھی میں چوہا گر کر مر جائے اگر چہ صحیح مسلم کی روایت سے نجاست معلوم ہوتی ہے اور بعض فقہاء کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے، تاہم بعض فقہاء نے تطہیر کیلئے جو طریقہ متعین فرمایا ہے اس کی وضاحت فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد شریف سورج گنج بازار کوئٹہ ۱۹۸۵ء/۲/۲۴

الجواب: جس مائع گھی میں چوہا مر جائے تو وہ ناقابل تطہیر ہے البتہ سوائے خورد ونوش کے دیگر استعمال ممنوع نہیں ہے، کمافی الخلاصه ص ۳۱ جلد ۱ وفی المائع اذا وقعت الفارة فیه

﴿۱﴾ قال العلامه مرغینانی: وکذا لایسقیها الدواب وقیل لا تحمل الخمر الیها اما اذا قیدت الی الخمر فلا بأس به کمافی الکلب والمیتة وعلی هامشها فلا تحمل المیتة الی الکلب ولو قیدالکلب الی المیتة یجوز. (هدایه ص ۴۹۶ جلد ۴ کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم: ذکر الاسبیجابی ان ماعجن به قال بعضهم یلقی الی الکلاب وقال بعضهم یعلف المواشی واختاره الاول فی البدائع وجزم به بصیغة قال مشائخنا یطعم للکلاب ولابأس برش الماء النجس فی الطریق ولایسقی للبهائم وفی خزانة الفتاوی لابأس بان یسقی الماء النجس للبقر والابل والغنم.

(البحر الرائق ص ۱۲۵ جلد ۱ باب الانجاس)

ینتفع به سوی الاکلة کالاستصباح و دبغ الجلد﴿۱﴾ لاکن فی البزازیه (هامش هندیه ص ۹ ۱ جلد۴) مایشیر الی تطهره ایضاً ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾(خلاصة الفتاویٰ ص ۱ ۴ جلد ۱ فصلی فی غسل الثوب و الدهن ونحوه)

﴿۲﴾قال ابن البزاز الکردری: ان الدهن النجس یصب علیها الماء فیطفو الدهن فیرفع ثلاث مرات فیطهر و کذا العسل و الدبس یموت فیه فارة یطبخ الماء ثلاثا حتی یعود فی کل مرة الیٰ ماکان علیه فی الاول لکن یخرج من حیز الانتفاع.

(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۹ ۱ جلد۴ الفصل السادس فی ازالة الحقیقة)

الباب الثامن فی الاستنجاء

ہوا نکلنے سے استنجا نہیں وضو واجب ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوا نکلنے کی صورت میں جائے مخصوصہ نہیں دھویا جاتا بلکہ دوسرے اعضا دھوئے جاتے ہیں بشرطیکہ اندام مخصوصہ گندہ نہ ہو، تو یہ کیوں ایسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۸ء/۱۱/۲۷

الجواب: صرف ہوا نہیں بلکہ پیشاب میں بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور جماع کے متعلق بھی تمام بدن کے دھونے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے، ایسے سوالات سمجھنے کیلئے درس نظامی پڑھنا ضروری ہے۔﴿۱﴾۔ فقط

﴿۱﴾ امام ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت نے یہ واجب قرار دیا ہے کہ جب کوئی حکم شرعی صحیح روایت سے ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا اس بات پر اٹھا نہ رکھا جائے کہ اس حکم کی مصلحت وحکمت معلوم نہیں، کیونکہ بہت سے لوگوں کی عقلیں احکام کی مصلحتیں معلوم کرنے سے عام طور پر قاصر ہوتی ہیں، اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل وثوق ہے اسی لئے شرعی احکام کے اسرار کا علم اس کے اہلوں کے سوا دوسروں پر ہمیشہ مخفی رکھا گیا اور اس کیلئے وہی شرطیں رکھی گئیں جو قرآن مجید کی تفسیر کیلئے ہیں اس میں محض رائے سے جس کی سند سنن و آثار سے نہ ملتی ہو غور وخوض کرنا حرام قرار دیا گیا۔

(ارمغان شاہ ولی اللہ ص ٦ حسن وقبح کا شرعی یا عقلی ہونا)

وقال الشاہ اشرف علی التھانوی: اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں جن کے بعد ان کے امتثال اور قبول کرنے میں ان میں کسی مصلحت وحکمت کے معلوم ہونے کا انتظار کرنا بالیقین حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے، جس طرح دنیوی سلطنتوں کے قوانین کی وجوہ واسباب اگر کسی کو معلوم نہ ہوں اور وہ اس معلوم نہ ہونے کے سبب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیشاب لگنے سے پاکی کا طریقہ

سوال: بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: ہمارے ہاں لوگ اس پر اختلاف رکھتے ہیں کہ جس آدمی پر پیشاب کی گندگی ڈالی جائے تو وہ صاف نہیں ہوتا، براہ مہربانی یہ شخص کب صاف ہوگا، اور کس چیز سے پاکی آئے گی، شرعی مسئلہ بتا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲۶/شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: تین دفعہ دھونے سے بدن اور کپڑے پاک ہوں گے ﴿۱﴾۔ فقط

پیشاب کرنے کے بعد استنجا کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص باوضو ہو اور اس کو پیشاب آ جائے اور پیشاب کرنے کے بعد صرف بنوانی (مٹی کا ڈھیلہ) سے خشک کر کے صرف چار اندام کرے، اور پانی سے استنجا نہ کرے تو کیا اس کی نماز ہوسکتی ہے؟ یا کہ استنجا بھی ضروری ہے وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان لیب ٹیکنیشن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال ۱۹۶۹ء/۷/۳۱

(بقیہ حاشیہ) ان قوانین کو نہ مانے اور یہ عذر کردے کہ بدون وجہ معلوم کئے ہوئے اس کو نہیں مان سکتا تو کیا اس کے باغی ہونے میں کوئی عاقل شبہ کرسکتا ہے؟ تو کیا احکام شرعیہ کا مالک ان سلاطین دنیا سے بھی کم ہوگیا، غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں، لیکن اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں بہت سے مصالح اور اسرار بھی ہیں اور گو مدار ثبوت احکام کا ان پر نہ ہو۔

(بوادر النوادر ص ۱۰۵ غریبہ در شرائط نافعیت تحقیق مصالح واحکام)

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: يجوز رفع نجاسة حقيقة عن محلها بماء ولو مستعملا به يفتىٰ وبكل مائع طاهر ثلاثا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۲۶ جلد ۱ باب الانجاس)

وفي الهنديه يجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه مما اذا عصر انعصر كذافي الهدايه.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۴۱ جلد ۱ الباب السابع في النجاسة واحكامها)

الجواب: اگر پیشاب کے سوراخ سے ماسوی مقدار درہم تک نجاست پہنچی ہوتو استنجا سنت ہے ورنہ فرض ہے، **والغسل بالماء بعده ای الحجر سنة ویجب ان جاوز المخرج نجس مانع (الدرالمختار مختصراً)** اور وضو تو بہر حال صحیح ہے لیکن اس وضو سے نماز اس وقت صحیح ہے جبکہ استنجا فرض نہ ہو﴿۱﴾۔ فقط

مرد کی طرح عورت بھی ڈھیلا استعمال کرسکتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کو ڈھیلے سے استنجا کرنا منع ہے اور اس کو پیشاب کرنے کے بعد پانی ہی سے استنجا کرنا مسنون ہے لیکن اگر سفر وغیرہ میں ایسا اتفاق ہو جائے، کہ پیشاب کے بعد استنجا کیلئے پانی نہ مل سکے، اور نماز پڑھنی ہو تو کیا ایسی صورت میں عورت کو ڈھیلے سے استنجا کرنا جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی

الجواب: مرد اور عورت کے استنجا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی جس طرح مرد صرف ڈھیلے استعمال کرسکتا ہے اور یا ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کرسکتا ہے بعینہ عورت کیلئے یہی حکم ہے، بے شک عورت پر استبراء نہیں ہے، یعنی پانی سے استنجا کرنے میں اتنی دیر کرنا کہ پیشاب کے قطرات بند ہو جائیں، یہ عورت پر نہیں ہے بے سود ہے یہ تمام مسائل **ردالمحتار ص ۲۱۳ جلد ۱ فصل الاستنجاء** میں مسطور ہیں﴿۲﴾۔ فقط

﴿۱﴾ **قال العلامه حصكفي: والغسل بالماء بعده ای الحجر سنة مطلقا به يفتىٰ ويجب ای يفرض غسله ان جاور المخرج نجس مانع ويعتبر القدر المانع لصلاة فيما وراء موضع الاستنجاء لان ماعلى المخرج ساقط شرعاً وان كثر ولهذا لا تكره الصلاة معه.**
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۴۸ جلد ۱ فصل الاستنجاء)

﴿۲﴾ **قال العلامه ابن عابدين: وفيها ان المرء ة كالرجل الا في الاستبراء فانه لا استبراء عليها بل كما فرغت تصبر ساعة لطيفة ثم تستنجي.**
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۵۳ جلد ۱ مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستقاء)

استنجا کے وقت کشف عورت اور صرف ہونے والے پانی کی مقدار

سوال: (۱) ہماری مسجد میں جنوباً شمالاً استنجا کی جگہ بنی ہوئی ہے ایک آدمی اس کے باوجود مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پیٹھ کر کے بلا ناغہ استنجا کرتا ہے، اور ستر نہیں کرتا ہے عام نمازی اس کی اس حرکت سے ناراض ہیں کیونکہ ہمارے ہاں ننگا ہونا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے؟ (۲) یہ آدمی استنجا پر دو کوزے پانی بھرے ہوئے الٹے منہ استعمال کرتا ہے استنجا پر کس قدر پانی کے صرف کرنے کی اجازت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین سروالہ کیملپور...... ۱۱/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) جو شخص لوگوں کے سامنے کشف عورت کر کے استنجا کرتا ہے تو یہ فاسق اور فاجر ہے، فی الدر المختار بلا کشف عورة عنه احدامامعه فیترکه کما مر فلو کشف له صار فاسقا ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۳۱۲، ۳۱۳ جلد ۱).

(۲) استنجا کی صورت میں پانی کی خاص مقدار مقرر نہیں یہ نجاست کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے ہے، ازالہ نجاست میں جب تک غالب ظن نہ ہو، تو پانی کا استعمال جائز ہے لیکن اعتدال سے کام لینا چاہئے ﴿۲﴾ (هامش ردالمحتار). وهو الموفق

حشفہ کے اردگرد سوراخوں میں پانی نہ پہنچنے کی صورت میں وضو کا حکم

سوال: ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے اردگرد سوراخ رہ جاتے ہیں جس کو غسل کے وقت پانی پہنچانا مشکل ہوتا ہے، کوشش کے باوجود پانی کا ادخال نہیں ہوتا، تو غسل و وضو کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل احد بٹ خیلہ ملاکنڈ...... ۲۷/شعبان ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۴۸ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی والغسل بالماء الی ان یقع فی قلبه انه طهر مالم یکن موسوساً فیقدر بثلاث کمامر. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۴۸ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

الجواب: جس سوراخ میں پانی داخل کرنا شاق (مشکل) ہو، تو وہاں کانوں کے سوراخوں کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے پر اکتفا کرنا مرخص ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ٹشو پیپر کا استنجا کیلئے استعمال کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل جو خاص قسم کے کاغذ سے استنجا کیا جاتا ہے تو اس کے استعمال کا جواز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ یہ خاص قسم کا غذ نہ قابل کتابت ہے اور نہ قطع کرنے کے بعد قابل قیمت ہے لہٰذا اس سے استنجا کرنا ممنوع نہیں ہے﴿۲﴾، اما الاول فظاھر واما الثانی فلما فی ردالمحتار ص ۳۱۵ جلد ۱ وھل اذا کان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قیمة لها بعد القطع یکره الاستنجاء بها ام لا الظاهر الثانی﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله وثقب انضم) قال فی شرح المنیه وان انضم الثقب بعد نزع القرط وصار بحال ان امر علیه الماء یدخله وان غفل لافلا بد من امراره ولا یتکلف لغیر الامرار من ادخال عود ونحوه فان الحرج مدفوع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۱۳ جلد ۱ ابحاث الغسل)

﴿۲﴾وفی منهاج السنن شرح جامع السنن: قلت فالکاغذ المعد لذلک فی عصرنا لا یکره الاستنجاء به لانه لا قیمة له بعد القطع وکذا لیس هذا للکتابة فافهم، وفی شرح النقایة وقد ضبط بعض العلماء ضبطا جیدا فقالوا یجوز الاستنجاء بکل جامد طاهر منق قلاع للاثر غیر موذلیس بذی حرمة ولا شرف ولایتعلق به حق الغیر.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۹۱ جلد ۱ باب کراهیة ما یستنجی به)

﴿۳﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۵۰ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

صرف پانی سے استنجاء کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام مسجد نے کہا ہے کہ اگر کوئی پیشاب یا پاخانہ کرے اوران جگہوں کو پانی سے دھوئیں اور بعد میں استنجا نہ کریں ،صرف وضوکریں ،تو نماز ہوجاتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :محمد شفیع سورجال جماعت ہفتم سی ہائی سکول راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۳/۱۷

الجواب: ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرنا بہتر ہے جبکہ پانی سے استنجا فرض نہ ہو چکا ہواور امام مسجد کا یہ قول بھی صحیح ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾وفی الهندیه: والاستنجاء بالماء افضل ان امکنه ذلک من غیر کشف العورة وان احتاج الیٰ کشف العورة یستنجی بالحجر ولا یستنجی بالماء کذا فی فتاویٰ قاضی خان والافضل ان یجمع بینهما کذافی التبیین قیل هو سنة فی زماننا وقیل علی الاطلاق وهو الصحیح وعلیه الفتویٰ کذافی السراج الوهاج.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۸ جلد ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء)

بسم الله الرحمن الرحيم

انــى انـا اللّٰه لآ الٰه الا انــا فــاعبـدنــى، واقم الــصـلـوٰة لـذكـرى.

......﴿سورة طٰهٰ﴾......

اللہ اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد دوم

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ

(اہمیت وفضائل)

نماز کا منکر اور استہزا کرنے والا زندیق اور کافر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ (۱) قرآن میں نماز کا حکم پڑھنا نہیں بلکہ دل میں قائم کرنا ہے۔ (۲) حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو اذان سن کر نماز پڑھنے مسجد نہیں آتے یہ حدیث سن کر یہ شخص کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر آگ کیوں نہیں لگتی۔ (۳) داڑھی کے بارے میں کہتا ہے کہ ان بالوں میں کچھ نہیں یہ نکما کام ہے۔ (۴) کہتا ہے کہ امام مسجد صرف دو سورتیں نماز میں پڑھتا ہے اور اس میں لوگوں کے مارنے کی بد دعا ہے اور یہاں جو اموات واقع ہوئی ہیں ان کا سبب یہی دو سورتیں ہیں۔ (۵) عیدین اور جنازہ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہے اور پنجگانہ نہیں، جب اسے کہا جاتا ہے کہ یہ کیوں؟ تو کہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے کھڑا رہتا ہوں لیکن میری نیت کسی اور امام کا ہوتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام محمد ملتان شہر ۵/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زندیق اور کافر ہے﴿۱﴾ اس سے ترک

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ویکفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي وتاركها عمدا مجانة اى تكاسلا فاسق. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۵۹ جلد ۱ مطلب فيما يصير الكافر به مسلماً كتاب الصلاة)

معاملات (بائیکاٹ) کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قصداً تارک الصلاۃ کافر نہیں البتہ فاسق وفاجر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی قصداً نماز ترک کریں تو وہ کافر بن جاتا ہے یا نہیں، قصداً تارک الصلوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ادریس پرائمری سکول نیو کیمپ پشاور

الجواب: عمداً تارک الصلوٰۃ حنابلہ کے نزدیک کافر اور مرتد ہے لیکن جمہور کے نزدیک فاسق اور فاجر ہے﴿۲﴾ کیونکہ قرآن وحدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، کما فصل

﴿۱﴾قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصیٰ)اراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز لان عموم النهى مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع. فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها قال المهلب غرض البخارى فى هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز، وانه يتنوع بقدر الجرم، فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما فى قصة كعب وصاحبيه وقال الطبرانى قصة كعب بن مالک اصل فى هجران اهل المعاصى وقد استشكل كون هجران الفاسق او المبتدع مشروعاً ولا يشرع هجران الكافر وهو اشد جرما منهما لكونهما من اهل التوحيد فى الجملة واجاب غيره بان الهجران على مرتبتين الهجران بالقلب والهجران باللسان، فهجران الكافر بالقلب وبترک التودد والتعاون والتناصر لا سيما اذا كان حربيا وانما لم يشرع هجرانه بالكلام لعدم ارتداعه بذلک عن كفره بخلاف العاصى المسلم فانه ينزجر بذلک غالباالخ.

(فتح البارى شرح صحيح البخارى ص۵۹۷ جلد۱۳ باب ما يجوز من الهجران لمن عصیٰ)

﴿۲﴾قال العلائی: ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعی وتاركها عمداً مجانة ای تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم وعند الشافعى يقتل بصلاة واحدة حدا وقيل كفراً، قال ابن عابدين وكذا عند مالک واحمد وفى رواية عن احمد وهى المختارة عند جمهور اصحابه انه يقتل كفرا وبسط ذلک فى الحلية.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۲۵۹ جلد۱ مطلب فيما يصير الكافر به مسلما من الافعال)

فی موضعه، لہذا تارک الصلوٰۃ کافر نہ ہوگا، اور لا تکونوا من المشرکین ﴿۱﴾ کی عبارت، اشارت، دلالت، اقتضاء اور اعتبار کسی ایک سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ مشرک یا کافر ہے اور بر تقدیر تسلیم یہ آیت استحلال یا تشدید پر محمول ہوگی، تا کہ دیگر آیات سے متعارض نہ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز میں کاہلی پر حتی المقدور امر بالمعروف ونہی عن المنکر فراغ ذمہ کیلئے کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کہ آیت قوا انفسکم واھلیکم نارا کی بنا پر گھر کے افراد کو نصیحت کرتا ہوں لیکن باوجود نصیحت اور توبیخ کے نماز میں کاہلی کرتے ہیں کیا مجھ پر اس کے بعد کوئی گناہ ہوگا؟ (۲) گھر کے افراد اگر چہ نماز پڑھتے ہیں لیکن اوقات کی پابندی نہیں کرتے کیا اوقات کی پابندی ضروری نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اکبر پٹن کلاں آزاد کشمیر

﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین.
(سورۃ الروم پارہ: ۲۱ رکوع: ۷ آیت: ۳۱)

﴿۲﴾ قال العلامہ علی قاری: (ولا نکفر) ای لا ننسب الی الکفر (مسلما بذنب من الذنوب) ای بارتکاب معصیة (وان کانت کبیرة) ای کما یکفر الخوارج مرتکب الکبیرة (اذا لم یستحلھا) ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلھا لان من استحل معصیة قد ثبتت حرمتھا بدلیل قطعی فھو کافر (ولا نزیل عنه اسم الایمان) ای ولا نسقط عن المسلم بسبب ارتکاب کبیرة وصف الایمان، کما یقوله المعتزلة حیث ذھبوا الی ان مرتکب الکبیرة یخرج عن الایمان ولا یدخل فی الکفر ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالة وعلی تقدیر ثبوت الحدیث فیجب ان یؤول کما اول حدیث " من ترک صلاة متعمداً فقد کفر " والحاصل ان الفسق والعصیان لایزیل الایمان فیصیر کافر اولاواسطة.
(شرح فقه الاکبر للقاری ص ۱۷۰، ۲۷ الکبیرة لا تخرج المومن عن الایمان)

الجواب: (۱) لا يكلف الله نفسا الا وسعها﴿۱﴾ آپ پر نصیحت اور کوشش کرنے کے بعد گناہ نہیں۔(۲) ضروری ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

دین اور اسلام سے بالکل ناواقف آدمی کی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کس کو کہتے ہیں حضور ﷺ کا کیا نام ہے اور قرآن مجید آسمانی کتاب ہے اور حضور ﷺ پر نازل ہوئی ہے جب ایک شخص ان تمام احکام سے ناواقف ہو تو کیا اس کیلئے نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۴ء/۴/۳

الجواب: ایسے برائے نام مسلمانوں کے ساتھ محنت اور مشقت از حد ضروری ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامه جلال الدين السيوطي: ولما نزلت الاية التى قبلهاشكا المؤمنون من الوسوسة وشق عليهم المحاسبة بها فنزل لا يكلف الله نفسا الا وسعها اى ماتسعه قدرتها لها ما كسبت من الخير اى ثوابه وعليها ما اكتسبت من الشر اى وزره ولا يؤاخذ احد بذنب احد ولا بمالم يكسبه مما وسوست به نفسه.

(تفسير جلالين ص ۴۵ جلد ۱ سورة البقرة پاره: ۳ ركوع: ۸ آيت: ۲۸۶)

﴿۲﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوى: (والاوقات اسباب ظاهراً تيسيراً) اعلم ان الاوقات لها جهات مختلفة بالحيثيات فمن حيث ان الصلاة لاتجوز قبلها وانما تجب بها اسباب ومن حيث ان الاداء لا يصح بعدها لاشتراط الوقت له وانما تكون قضاء الخ.

(الطحطاوى على المراقى الفلاح ص ۹۳ كتاب الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامى: من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد فى اقامة دينه واخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم الخ.

(ردالمحتار مقدمه ص ۳۱ جلد ۱ قبيل مطلب فى فرض الكفاية والعين)

وقال الملا على قارى: (قوله بلغوا عنى ولو آية) اى انقلوا الى (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ملازمت کی وجہ سے مطلق نماز یا نماز باجماعت ترک کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) یہاں سعودی عرب میں ہماری اکثریت کی ڈیوٹی ایسی ہے مثلاً کرین چلانا گاڑی چلانا وغیرہ کہ افسر ساتھ ہوتا ہے اس وقت اگراذان ہوجائے لیکن ہماراافسر ہماری نماز کیلئے جانے پرخوش نہ ہو،تو کیا ہم ملازمت کریں یا مسجد جائیں یا نماز بعد میں پڑھنا چاہئے؟ (۲) اگر جماعت ہورہی ہواور ہم ایسے کام میں لگے ہوئے ہوں کہ اگر کام چھوڑ دیں تو کام رک جاتا ہے اور افسر ناراض ہوکرسزادینے پربھی تیار ہولیکن ہمیں پھر جماعت ملنے کی امید نہ ہوتو ان حالات میں ہم ضروری کام کے وقت نماز باجماعت چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) جہاں نوکری خطرے میں یعنی اگر ہم نماز کیلئے جائیں تو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑیں ایسی حالت میں جماعت کو ترک کر سکتے ہیں یا نماز کو قضا کیا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اجمل خان خلیل ریاض سعودیہ عربیہ　۱۲/نومبر ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) اگر گاڑی وغیرہ کے ضیاع اور ہلاکت کا خطرہ یا ظن غالب ہواورافیسر کی طرف سے سزا دینے اور ظلم کرنے کا خطرہ ہوتو آپ پر مسجد جانا ضروری نہیں ہے آپ اسی جگہ میں انفراداً یا باجماعت نماز پڑھ لیں البتہ نماز کو قضا نہ کریں (ماخوذ از مراقی الفلاح)۔ (۲) اس شق کا جواب بھی مثل سابق کے ہے البتہ اگر اقامت کے وقت اجازت ملتی ہے تو غنیمت ہے۔ (۳) اگر ملازمت میں نماز کرنے پر پابندی ہواور نماز قضا کرنا (وقت خارج ہونے کے بعد پڑھنا) عادت کے طور سے واقع رہا ہوتو دوسری ملازمت کی کوشش ضروری ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الناس وافیدوھم ما امکنکم او مااستطعتم مما سمعتموہ منی وما اخذتموہ عنی من قول او فعل او تقریر بواسطۃ او بغیر واسطۃ (ولو آیۃ) ای ولو کان المبلغ ایۃ.
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکواۃ ص ۲۶۴ جلد ۱ کتاب العلم)

﴿۱﴾ قال العلامہ الطحطاوی: (وخوف ظالم) ای علی نفسہ او مالہ او خوف ضیاع مالہ او خوف ذھاب قافلہ لو اشتغل بالصلاۃ جماعۃ.
(حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۹۷ فصل یسقط حضور الجماعۃ)

باب المواقیت وما یتصل بها

گھڑیوں کے مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں گھڑیوں کے لحاظ سے جو وقت مقرر ہوتا ہے اس مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں قوم کی اجازت سے نماز پڑھنا اور جماعت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: بلا اجازت اور با اجازت دونوں صورتوں میں جائز ہے البتہ اوقات مقررہ کی رعایت چاہئے تاکہ کسی کی جماعت فوت نہ ہو، نمازی حضرات جو وقت مقرر کرتے ہیں وہ انتظامی امور میں سے ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پہاڑوں کے درمیان علاقے کا طلوع وغروب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے سورج کا طلوع پہاڑ سے ہوتا ہے طلوع پانچ بجکر بیس منٹ پر ہوتا ہے اور غروب سات بجکر چھ منٹ پر ہوتا ہے تو ہم فجر کی اذان کس وقت دیا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا لطیف الرحمٰن کوٹکے تختی خیل شکر اللہ ۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفي: (ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعيا لوقت الندب (الافي المغرب).

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: آپ ریڈیو سے طلوع وغروب کا وقت معلوم کریں اور وقت طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اذان فجر دیا کریں اور بوقت غروب اذان مغرب دیا کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

غروب الشمس اور خیط الاسود والابیض کا صحیح مصداق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص کہتا ہے کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی اٹھنی شروع ہو جائے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ مغرب کی جانب آسمان پر سرخی آ جانا سورج غروب ہونے کی علامت ہے صحیح صورت کیا ہے؟ (۲) سحری کا وقت ختم ہونے اور فجر کا وقت شروع ہونے کی علامت یعنی خیط الاسود اور خیط الابیض کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ خیط الاسود والابیض بھی مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی کے نیچے کی سفیدی کے اٹھنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی مشرق کی جانب سے نمودار ہوتی ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ خیط الابیض تمام آسمان پر ہوتا ہے اس کی بھی صحیح صورت کیا ہے اور کس طرف دیکھنا چاہئے؟ (۳) مغرب کا وقت شروع ہونے سے عشاء کے وقت کے شروع ہونے تک گھڑی کے حساب سے کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایوب خان محلہ شیام گنج مردان ۱۰/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱)، (۲) فقہ اور حدیث کی رو سے پہلے شخص کا قول درست ہے ﴿۲﴾،

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وقت صلاة (الفجر) (من) اول (طلوع الفجر الثاني) وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل (الى) قبيل (طلوع ذكاء) بالضم غير منصرف اسم الشمس. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۲۶۳ جلد۱ كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال ابن العلامه ابن الهمام: (اول المغرب حين تغرب الشمس وآخره حين يغيب الشفق وماروله) من امامة جبريل عليه السلام في اليومين في وقت واحد (كان للتحرز عن الكراهة) لان تاخير المغرب الى آخر الوقت مكروه (ثم) اختلف العلماء في (الشفق) فقال ابو حنيفة رحمه الله (هو البياض في الافق بعد الحمرة) (فتح القدير ص۱۹۵ جلد۱ باب المواقيت)

﴿۱﴾۔(۳)کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ وقفہ کرنا چاہئے﴿۲﴾۔وھو الموفق

صبح صادق اور غروب الشمس کے وقت کے تعین کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ سورج کے طلوع سے لیکر غروب تک وقت جب آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جائے تو آٹھواں حصہ وقت جتنا بھی ہو یہ صبح صادق اور غروب الشمس کا وقت ہوتا ہے یعنی اتنا وقت صبح صادق اور طلوع الشمس اور غروب الشمس اور غیوب البیاض کے درمیان ہوگا کیا یہ صحیح ہے،اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع فجر کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوتا ہے کیا یہ تعین درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: واضح رہے کہ آٹھویں حصے پر دارومدار درست نہیں ہے فقہاء کی روایات میں اس پر اعتماد کہیں نظر سے نہیں گزرا ہے نیز واضح ہو کہ صبح صادق کا وقت طلوع فجر سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل شروع نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ سوا ایک گھنٹہ قبل شروع ہوتا ہے﴿۳﴾ کما ھو یعلم من المشاھدۃ والریاضی. وھو الموفق

﴿۱﴾قال ابن الهمام: واول وقتها اذا طلع الفجر الثانی ای الفجر الصادق وهو البیاض المعترض فی الافق واحترز به عن الفجر الكاذب وهو البیاض الذی یبدو فی السماء ویعقبه ظلام وتسمیة العرب ذنب السرحان .(فتح القدیر ص ۱۹۲ جلد ۱ باب المواقیت)

﴿۲﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد ، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

﴿۳﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدرساعة وربع ساعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

مغرب اور عشاء کے درمیان وقفہ

سوال: مغرب اور عشاء کے درمیان کتنا وقفہ کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی رسول شاہ الہ داد خیل ...... ۱۶/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: غروب کے سوا گھنٹہ بعد بیاض غائب ہو جاتی ہے غالباً ہمارے دیار میں یہی فرق ہوتا ہے، ریاضی کے اصول پر ۱۵×۴=۶۰ منٹ فرق ہونا چاہئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نماز عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کا وقت مغرب سے کتنے وقفے کے بعد شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحیم زڑہ میانہ نوشہرہ

الجواب: غروب سے ایک گھنٹہ بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے ﴿۲﴾ احتیاطاً ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرنا چاہئے، اہل فن نے فجر صادق اور طلوع شمس کے درمیان پندرہ درجات نیز غروب اور غیوب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: (و) وقت (المغرب منه الىٰ) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الى الصبح).

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: (و) وقت (المغرب منه الى) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب، قال ابن عابدين رحمه الله: تحت قوله اليه رجع الامام) اى الى قولهما الذى هو رواية عنه ايضاً وصرح فى المجمع بان عليه الفتوىٰ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة مطلب فى الصلاة الوسطى)

بیاض کے درمیان ۱۵ درجات کی مقدار معین کی ہے جس سے ۱۵x۴=۶۰ منٹ بنتے ہیں، واما الاحتیاط فلا جل اعتبار غروبهم ولاجل اضطراب الساعات ﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

نمازوں کے مستحب اوقات

سوال: بحضور جناب محترم حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد فرید صاحب دارالعلوم حقانیہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته! بندہ عارض بدیں منوال است کہ اقوال واختلاف مذاہب دراوقات صلوٰۃ خمسہ کثیر است اوقات معتبرہ صلوٰۃ کہ دریں وقت نماز بہتر است ودریں وقت بہتر نیست تحریر کن، وایضاً تحریر کن کہ اذان صبح بہ کدام وقت صحیح است، نیز وقت از صبح صادق تا طلوع شمس چند وقت است وایضاً فاصلہ در مابین سنت صبح وفرض چند است؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری فرمان اللہ متعلم حقانیہ

الجواب: اذان فجر زیادہ سے زیادہ سوا گھنٹہ طلوع شمس سے پہلے دینی چاہئے اور سنت کو غلس میں پڑھنا بہتر ہے اور فرض اسفار میں پڑھنا بہتر ہے اور نماز کو طلوع سے نصف گھنٹہ قبل پوری کرنا بہتر ہے نماز مغرب کو غروب کے بعد پڑھنا بہتر ہے یعنی بلا تاخیر اور عشاء کو سوا گھنٹہ غروب کے بعد پڑھنا جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ ثلث اللیل تک تاخیر کی جائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ فی منهاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب ماجاء فی مواقیت الصلاة عن النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (والمستحب) للرجل (الابتداء) فی الفجر (باسفار والختم به) ...... (وتاخير ظهر الصيف) بحيث يمشى فى الظل (مطلقا) ...... (و) تاخير (عصر) صيفا وشتاء توسعة للنوافل (مالم يتغير ذكاء) بان لا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز چاشت واشراق کا وقت اور ضحوہ کبریٰ وصغریٰ کا مطلب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) نماز اشراق اور نماز چاشت کا وقت کب تک رہتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اشراق کا وقت چوتھائی دن تک رہتا ہے تو یہ چوتھائی دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے یا طلوع افتاب سے؟

(۲) ضحوۃ کبریٰ اور ضحوۃ صغریٰ سے کیا مراد ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ایف ۲۸۷ نشتر آباد راولپنڈی ... ۲۵/ شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) نماز چاشت اور نماز اشراق محققین کے نزدیک دو الگ الگ نمازیں نہیں ہیں، اور جمہور کے نزدیک الگ الگ نمازیں ہیں، اور میرا جواب جمہور کے مذہب پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ سورج کے صاف ہونے کے بعد ان کا وقت شروع ہوتا ہے اور استوا کے وقت ختم ہوجاتا ہے (الدر المختار) اور بعض فقہاء کے نزدیک یہی بہتر ہے کہ چوتھائی دن کے بعد پڑھی جائیں (شامی، کبیری) اور دن سے مراد بظاہر نہار عرفی ہے، اور تصریح باوجود تتبع کے نہ ملی، کیونکہ حدیث ترمض الفصال کی وجہ سے یہ قول کیا گیا ہے اور حرارت اس وقت سے شروع ہوتی ہے ﴿۱﴾۔

(بقیہ حاشیہ) تحار العین فیها فی الاصح (و) تاخیر (عشاء الی ثلث اللیل) قیده فی الخانیة وغیرها بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلها (و) اخر (المغرب الی اشتباک النجوم) ای کثرتها. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ تا ۲۷۱ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: فصاعد فی الضحی) علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد النهار، (تحت قوله ووقتها المختار) ای الذی یختار ویرجع لفعلها وهذا عزاه فی شرح المنیة الی الحاوی وقال لحدیث زید بن ارقم ان رسول الله ﷺ قال صلاة الاوابین حین ترمض الفصال رواه مسلم وترمض بفتح التاء والمیم ای بترک من شدة الحر فی اخفافها.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۰۵ جلد ۱ کتاب الصلاة مطلب سنه الضحیٰ)

(۲) صبح صادق کے طلوع اور سورج کے غروب کے منتصف کو الضحوۃ الکبریٰ کہا جاتا ہے اور اس سے قبل کو ضحوۃ صغریٰ کہا جاتا ہے (شرح وقایہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زوال اور وقت چاشت کے بارے میں دوبارہ استفسار

سوال: حضرت مقتدانا مفتی صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان ضحوۃ کبریٰ سے لیکر طلوع وغروب آفتاب کے درمیان نصف النہار تک اگر نماز پڑھنا مکروہ ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ نیز جناب نے تحریر فرمایا تھا، کہ نماز چاشت کا وقت استویٰ کے وقت ختم ہو جاتا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا سوال کے مذکورہ وقت میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے حالانکہ عین استوا کے وقت منع بلکہ ناجائز ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) جناب کی تحریر کے مطابق یہ سمجھ میں آیا ہے کہ اشراق کا وقت از طلوع تا غروب دن شمار کرتے ہوئے اس کے چوتھائی تک رہتا ہے اور دن کا چوتھائی حصہ ختم ہونے سے چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے کیا یہ مفہوم صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ ایف ۷۔۲۸ راولپنڈی ......۲/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) اس وقت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، صرف ائمہ خوارزم کے نزدیک اور دیگر بعض ائمہ کے نزدیک صرف استوا کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، کذا فی الدر المختار مع

﴿۱﴾ قال العلامه عبد الله بن مسعود: اعلم ان النهار الشرعی من الصبح الی الغروب فالمراد بالضحوة الکبریٰ منتصفة ثم لا بد ان تکون النیة موجودة فی اکثر النهار فیشترط ان تکون قبل الضحوة الکبریٰ ... فی مختصر القدوری الی الزوال والاول اصح. (شرح الوقایه ص ۳۰۶ جلد ۱ کتاب الصوم وهکذا فی ردالمحتار ص ۹۲ جلد ۲ کتاب الصوم)

ردالمحتار ص ۲۴۵ جلد ۱ . لیکن روایات حدیثیہ سے قول ثانی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اکثر فقہاء نے اسی کو مختار کیا ہے، فلیراجع الی کتب الفقہ ﴿۱﴾.

(۲) حدیث ترمض الفصال کی بناپر میں نے اس طرف کو ترجیح دی ہے کیونکہ فقہاء کے کلام میں مناسب تتبع کے بعد اس کا تعین نہ ملا۔ وھو الموفق

فجر اور عشاء کے اوقات کا بیان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صلاۃ فجر کے اوقات لکھ فرماویں، نیز تحریر فرماویں کہ طلوع شمس تک کتنا وقفہ ہے؟ (۲) مغرب اور عشاء کے درمیان کتنا وقفہ ہے تعین فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رفیع الحق صاحب خطیب مسجد صاحب زادگان نوشہرہ کلاں ۔۔۔ ۱۸/ ربیع الثانی/۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے مشاہدہ کی بناپر غالباً سوا گھنٹہ وقت فجر کا ہوتا ہے ﴿۲﴾ اور اسی طرح

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله واستواء) ان الوقت المکروہ ھو عند انتصاف النھار الی ان تزول الشمس ولا یخفی ان زوال الشمس انما ھو عقیب انتصاب النھار بلا فصل وفی ھذا القدر من الزمان لا یمکن اداء صلاۃ فیه فلعل المراد انه لا تجوز صلاۃ بحیث یقع جزء منھا فی ھذا الزمان اولمراد بالنھار ھو النھار الشرعی وھو من اول طلوع صبح الی غروب الشمس وعلی ھذا یکون نصف النھار قبل الزوال بزمان یعتد به ۔۔۔ نھی عن صلاۃ نصف النھار حتی تزول الشمس ۔۔۔ بان اعداد انتصاف النھار الشرعی وھو الضحوۃ الکبریٰ الی الزوال عند ائمة خوارزم. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۷۳ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (والمستحب) للرجل (الابتداء) فی الفجر (باسفار والختم به) ھوالمختار بحیث یرتل اربعین آیة ثم یعیدہ بطھارۃ لوفسد وقیل یؤخر جدالان الفساد موھوم (الالحاج بمزدلفة) .

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

مغرب کا پس فجر کے وقت مناسب یہ ہے کہ طلوع شمس سے نصف گھنٹہ قبل نماز ختم کی جائے۔ اور غروب سے سوا گھنٹہ بعد اذان دی جائے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غیوب شفق اور اوقات کا تعین مشاہدہ سے کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے، لہٰذا کسی نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی، سردیوں کے موسم میں تو کسی حد تک بات صحیح ہو سکتی ہے مگر دیگر مہینوں کیلئے یقیناً ایسا نہیں ہے، بہرحال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمہ موسمیات سے حاصل کردہ اوقات غروب شفق اور طلوع صبح صادق پر اکتفا کرتے چلے آ رہے ہیں، دراصل انگلینڈ میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتدا میں عشاء کی نماز اور صبح صادق کیلئے اپنے ہاں اپنی رصد گاہوں سے تعین اوقات کے نقشے منگوائے تھے تو رصد گاہوں نے بارہ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا، پھر آہستہ آہستہ تمام انگلینڈ میں بارہ درجہ والے ٹائم پر عمل شروع ہو چکا، پھر مفتیان شرع کو رجوع کیا تو انہوں نے سوا گھنٹہ بعد نماز کے متعلق کہا اب شرعی حکم کیا ہے تا کہ ہم اس پر عمل کریں؟ بینوا توجروا

نوٹ:...... کافی صفحات پر استفتاء مشتمل تھا صرف خلاصہ پر اکتفا کر کے لکھ دیا (مرتب)

المستفتی: حزب العلماء یو کے انگلینڈ ۱۵/۱۲/۱۹۸۷ء

الجواب: آپ سال کی ہر ماہ میں دو یا تین بار غیوب شفق احمر اور شفق ابیض کا وقت مشاہدہ سے معلوم کریں اور آئندہ کیلئے اس کو لائحہ عمل بنائیں ﴿۲﴾ محکمہ موسمیات اور درجات کو بالائے طاق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (و) وقت (المغرب منه الی) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة والیه رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرها فکان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الی الصبح).

(الدر المختار علی ردالمحتار ص۲۶۵ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وحاصله انا لا نسلم (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رکھیں ﴿۱﴾ ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے مخالف ہے اور واضح رہے کہ دفع حرج کے واسطے احتیاط کو ترک کرنا خلاف شرع اقدام نہیں ہے۔ وھو الموفق

مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفے کا دار مدار مشاہدہ پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز کے بعض نقشوں میں عشاء اور مغرب کا درمیانی وقفہ تقریباً ایک گھنٹہ لکھا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جن حضرات نے ڈیڑھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بیس منٹ لکھا ہے ان کو طول بلد اور عرض بلد سے پوری واقفیت نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے تخمیناً حساب لگایا ہے، آپ صاحبان اپنی تحقیق سے نوازیں۔ (۲) ماہ ذی قعدہ کی مختلف تاریخوں میں صبح صادق کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو وہ بھی نوٹ فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: بدر منیر تبلیغی صاحب افغان انو سٹور بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی ۴/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

(بقیہ حاشیہ) لزوم وجود السبب حقیقة بل یکفی تقدیرہ کما فی ایام الدجال ویحتمل ان المراد بالتقدیر المذکور ھو ماقالہ الشافعیہ من انہ یکون وقت العشاء فی حقھم بقدر ما یغیب فیہ الشفق فی اقرب البلاد الیھم فتعین ما قلنا فی معنی التقدیر مالم یوجد نقل صریح بخلافہ واما مذھب الشافعیہ فلا یقضی علی مذھبنا قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر لجمیع الآجال کالصوم والزکاۃ والحج والعدہ وآجال البیع والسلم والاجارۃ وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعۃ بحسب مایکون کل یوم من الزیادۃ والنقص کذا فی کتب الائمۃ الشافعیۃ ونحن نقول بمثلہ اذاصل التقدیر مقول بہ اجماعاً فی الصلوٰت. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۶۶ تا ۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی فاقدوقت العشاء کاھل بلغار)

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: ووجہ ما قلناہ ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاہ بالکلیۃ بقولہ نحن امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر ھکذا وھکذا وقال ابن دقیق العید۔ الحساب لا یجوز الاعتماد علیہ فی الصلاۃ انتھیٰ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۰۰ جلد ۲ مطلب ماقالہ السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود)

الجواب: ریاضی کے اصول پر یہ وقت پندرہ درجہ یعنی ۱۵×۴=۶۰ منٹ ہے مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اسی مقدار سے زائد نہیں ہے ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ کے اوائل میں چار بج کر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

رمضان کے مہینے میں غلس میں صلاۃ فجر ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں صبح کی نماز کو اذان کے پندرہ منٹ بعد ادا کرنا کیسا ہے جبکہ اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اکثر لوگ جماعت میں شریک ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد زبیر عثمانی حضرو اٹک......۲۲/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: روایات حدیثیہ اور فقہیہ کی بنا پر نماز فجر میں اسفار افضل ہے، الا لحاج بمزدلفة ﴿۲﴾ اور تغلیس جائز ہے، مگر افضل نہیں ہے، کما صرحوا به ﴿۳﴾ جواز اس صورت میں ہے جبکہ اذان طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل دی گئی ہو اور اگر ڈیڑھ گھنٹہ یا پونے دو گھنٹہ قبل دی گئی ہو تو اس اذان سے پندرہ منٹ بعد بھی صبح صادق (جو کہ محسوسات سے ہے) کا نام و نشان نہیں ہوتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: (والمستحب) للرجل (الابتداء) فی الفجر (باسفار والختم به) هو المختار بحیث یرتل اربعین آیة ثم یعیده بطهارة لو فسد وقیل یؤخر جدالان الفساد موهوم (الالحاج بمزدلفة). (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد۱ کتاب الصلاة)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: اعلم ان النبی ﷺ ثبت عنه التغلیس بالفجر کما مر فی الباب السابق والاسفار به کما روی الطحطاوی عن ابی (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صبح صادق سے طلوع آفتاب تک گھڑی سے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کتنا وقت بنتا ہے جبکہ اکابر علماء دیوبند ڈیڑھ گھنٹہ بتلاتے ہیں لیکن مفتی رشید احمد صاحب کراچی اس سے اٹھارہ منٹ کم بتلاتے ہیں جو نقشہ انہوں نے ہمارے سرگودھا کیلئے دیا ہے اس کے متعلق حکم کی وضاحت فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالحمید چنات آئل ملز طلعت آباد سرگودھا ۵/ جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب: اصولی طور سے مفتی رشید احمد صاحب کا اندازہ درست ہے البتہ ہمارے بلاد میں مشاہدہ کی بنا پر سوا گھنٹہ وقت بنتا ہے (۱)۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طریف و کان شاھدا مع رسول اللہ ﷺ حصن الطائف فکان یصلی بنا صلوٰۃ الفجر حتی لو ان انسانا رمی نبلہ ابصر مواقع نبلہ وروی عن جابر یقول کان النبی علیہ السلام یؤخر الفجر کاسمہا، وروی الشیخان عن ابی برزۃ الاسلمی عن النبی ﷺ قال کان ینفتل عن صلوۃ الفجر حین یعرف الرجل جلیسہ ، قلت وھذاالحدیث یدل علی الاسفار بہ نہایۃ لا بدایۃ وروی الشیخان عن ابن مسعود قال ما رئیت رسول اللہ ﷺ صلی صلوۃ الا لمیقاتھا الاصلوتین صلوٰۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذٍ قبل مقیاتھا، وفی لفظ مسلم قبل میقاتھا بغلس، قلت افاد ھذا الحدیث ان المعتاد کان غیر التغلیس وکان علیہ السلام یفعل الافضل وقد یفعل غیر الافضل توسعۃ علی الامۃ ولم یعلم من ھذہ الروایات ان ایھما افضل الاسفار او التغلیس. فان قیل حدیث ابن مسعود یعلم منہ ان الاسفار افضل لکونہ معتاداً قلنا یعارضہ حدیث الباب السابق فانہ یدل علی کون التغلیس معتاداً فالظاھر ان تعاملہ ﷺ مختلف بین الاسفار مرۃ وبین التغلیس مرۃ اخریٰ ولکن للحنفیۃ تشریع قولی عام فی حدیث الباب ولیس للمخالفین تشریع قولی عام لعدوم ورود غلسوا بالفجر. ومن الاصول تقدیم مثل التشریع القولی العام علی الفعل والوقائع الجزء یۃ علی ان فی الاسفار تکثیر الجماعۃ.

(منہا ج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷، ۱۸ جلد ۲ باب ماجاء فی الاسفار بالفجر)

(۱) وفی منہاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کے لحاظ سے اوقات نماز

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کے اوقات گھڑی کے لحاظ سے بتائیں مثلاً صبح کا وقت کتنا ہوتا ہے اور عشاء کا وقت بعد از مغرب کب سے شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالفتاح پابینی صوابی......۲۴/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے بلاد میں صبح اور مغرب کا تمام وقت غالباً سوا گھنٹہ رہتا ہے ﴿۱﴾ اور عصر کا وقت غالباً دن کا چھٹا حصہ ﴿۲﴾ اور دیگر اوقات معلوم ومشہور ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاھد فی دیارنا قد رساعة وربع ساعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

وقال العلامه ابن عابدین: ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاه بالکلیة بقوله نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهرهکذا وهکذا وقال ابن دقیق العید الحساب لا یجوز الاعتماد علیه فی الصلوٰة انتهیٰ.
(ردالمحتار ص ۱۰۰ جلد۲ مطلب ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قد رساعة وربع ساعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: قال بتعجیل العصر فی اول وقتها مالک والشافعی واحمد وقال ابوحنیفة واصحابه بتاخیرها قال العلامة الشامی ان الوقت بعد العصر ای بعد دخول العصر الی الغروب قدر سدس النهار.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۶ جلد۲ باب ماجاء فی تعجیل العصر)

مغرب اور عشاء کے درمیان فاصلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں عشاء کی اذان مغرب کی اذان سے پچاس یا پچپن یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بعد دی جاتی ہے عموماً اذان مغرب اور جماعت عشاء کے درمیان سوا گھنٹہ وقفہ رکھا جاتا ہے اس سلسلے میں آپ حضرات سے وضاحت مطلوب ہے کہ مغرب اور عشاء کی اذانوں میں کتنا فرق رکھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نظام سرورلوند خوڑ مردان ۱۹۸۷ء/۳/۱

الجواب: جب سورج یقیناً ڈوب جائے اور اس کے بعد سوا گھنٹہ گزر جائے تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے ہمارے مشاہدہ اور تجربہ سے یہ ثابت ہے ﴿۱﴾ البتہ ریاضی کے حساب سے پندرہ درجہ جو کہ کل ۴×۱۵=۶۰ منٹ وقت مغرب ہے اس کے بعد عشاء شروع ہو جاتی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

شفق ابیض کے غیوب سے قبل نماز عشاء پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں جولائی کے مہینے میں عشاء کی نماز پونے نو بجے اور اذان سوا آٹھ بجے دی جاتی ہے مغرب اور عشاء کے درمیان پینتالیس منٹ کا وقفہ رہ جاتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا پینتالیس منٹ گزر جانے کے بعد عشاء کا وقت داخل

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب ماجاء فی مواقیت الصلوة عن النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال الحصكفی: (و) وقت (المغرب منه الی) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فی شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الی الصبح) (الدرالمختار ص ۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة)

ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احناف کا مفتیٰ بہ مسلک کونسا ہے اور مغرب وعشاء کی اذان کے درمیان کتنا فاصلہ ضروری ہے، نیز ائمہ مذاہب کا شفق کے مصداق میں جو اختلاف ہے اس سے بچنے کا احوط طریقہ کیا ہے؟ اور قبل از غیوب شفق ابیض جماعت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خیرآباد نوشہرہ ۱۹۸۶/۸/۶

الجواب: غروب اور عشاء کے درمیان کم از کم سوا گھنٹہ فاصلہ کرنا چاہئے شفق ابیض کے غیوب کے وقت اذان دینی چاہئے یہی محققین کی رائے ہے، اور یہی احتیاط ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک غیوب بیاض سے قبل نماز باجماعت پڑھنے سے بعد از غیوب انفرادی نماز افضل ہے، کمافی شرح الکبیر ص ۵۶۹ وفی فتاویٰ صاعد امام محلته یصلی العشاء قبل غیاب البیاض فالافضل ان یصلیها وحده بعد البیاض ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد از مثل عصر کی اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں سعودی عرب میں بعد از مثل عصر کی اذان دی جاتی ہے جبکہ احناف کا قول بعد مثلین ہے تو اگر ہم ان کی اقتداء میں اس وقت نماز پڑھ لیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: منیر احمد شارع الشفاء طائف سعودیہ عربیہ ...... ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: اس امام کے پیچھے اقتداء کیا کریں، اور اگر ہو سکے تو احتیاطاً اعادہ کیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۵۶۵ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وعلیه عمل الناس الیوم) وانظر هل اذا لزم من تاخیره العصر الی المثلین فوت الجماعة یکون الاولی التاخیر ام لا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شفق احمر کا زوال جانب مشرق میں معتبر نہیں

سوال: حامداً ومصلیاً (رسالہ تحقیق وقت مغرب) صنفہ مولانا فقیر محمد حسن صاحب زکوڑی (اول وقت المغرب غیبوبة الشمس المعلومة بذهاب الحمرة المشرقیه هذا هو الاصح، وعلیه عمل اکثر الاصحاب لقول قائم اذا غابت الحمرة من هذا الجانب یعنی المشرق فقد غابت الشمس من شرق الارض وغربها، وروی الکلبی عن ابن عمر رضی الله عنه مرسلا عن النبی ﷺ، اول وقت المغرب سقوط القرص ووقت الافطار ان تقوم بخذاء القبلة وتفقد الحمرة التی ارتفع من المشرق اذا جاوز قمة الراس الی ناحیة المغرب فقط وجب الافطار وسقط القرص، وهو صافی فی ان زوال الحمرة الشرقیة علامة سقوط القرص الذی یری غیوبة الشمس ومرسل ابن عمر کالمسند، وللشیخ قول بان الغروب یتحقق باستتار القرص لقوله ﷺ لابن اسامة رضی الله عنه وقد صعد جبل قبیس والناس یصلون المغرب فرای الشمس لم تغب وانما توارت الجبل بئس ما صنعت انها تصلیها اذا تریها حیث غابت او غارت وانما علیک مشرقک ومغربک ولیس علی الناس ان یبعثوا، وجوابه انه لا دلالة فیها ان تحقیق الغروب قبل ذهاب الحمرة فبقی الاخبار الصحیحه الصریحة باعتبار زوالها بغیر معارض، انتهی (نقل من کتاب قواعد الاحکام تصنیف عزبن عبد السلام الشافعی المصری ولد فی ۶۰۰ھ) والحال این کتاب در خانقاه سراجیه نزد کندیا شریف بدست مولانا خان محمد صاحب سجاده نشین موجود است۔

(بقیه حاشیه) والظاهر الاول بل یلزم لمن اعتقد رجحان قول الامام تأمل ثم رأیت فی آخر شرح المنیة ناقلا عن بعض الفتاوی انه لا کان امام محلته یصلی العشاء قبل غیاب الشفق الابیض فالافضل ان یصلیها وحده بعد البیاض . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۶۳ جلد ۱ قبیل مطلب لوردت الشمس بعد غروبها اوقات الصلاة)

بسم الله الرحمن الرحیم الخ (فی فج العمیق: من تصنیف شیر محمد کاکیانی فی مذهب النعمانی) ما مر به اول وقت المغرب وقت غروب الشمس اذا غربت عن الافق فی جانب المغرب مائل فعلامة وقت المغرب التی اذا زالت الحمرة من جانب المشرق وبرفع السواد انتهیٰ فی ص ۱۹۹ . وایضاً صرح سید سند فی شرحه علی الچغمنی تحت قوله وفی الشرع من طلوع الفجر الثانی الی غروب الشمس قوله الی غروب الشمس بمعنی مجاوزته عن الافق الغربی بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وتزول الحمرة الخ فی القغمه ص ۱۳۱ ، وایضاً قال ابو الفتح ارکن بن حسام المفتی الکناری فی الفتاویٰ الحمادیة نقل من مطلوب المسلمین اما تغریبه اول وقت صلوة المغرب اذا غربت الشمس ولم یبق اثر شعاعها یعنی من جانب المشرق انتهی ص ۹ . وایضاً قال علاء الدین الحصکفی فی درالمختار فی درالمنتقیٰ شرح الملتقیٰ تحت قول المصنف، الصوم ترک الاکل الخ من الفجر الی الغروب الی زمان غیبوبة تمام حمرة الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق انتهیٰ فی الفتحه ص ۱۳۰ . بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...۱۳/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: اعلم ان التقید بزوال حمرة المشرق لا توافقه الروایات الحدیثیة ولا الفقهیة کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب الحدیث و کتب الفقه المتداولة بین العلماء، وما اوردوا فی حدیث ابن عمر لا یقبل قبل ذکر الاسناد اوالاستناد الی الکتاب الذی یروی فیه الحدیث مع الاسناد، او یقال ان المراد من ظهور الظلمة فی جهة المشرق هو الظهور فی الافق واما الحمرة فلا یکون فی سائر الایام فلا تکون امارة ولوسلم یحمل علی بعض البلادا ورد هذا القول العلامة اللکهنوی فی

حاشیۃشرح الوقایۃ﴿۱﴾. وهو الموفق

ایک وطن میں نماز پڑھ کر دوسری جگہ پہنچ کر وقت داخل نہیں ہوا ہے کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں اگر ایک شخص نے نماز کو اپنے وقت پر ادا کی بعد میں جیٹ طیارے کے ذریعہ سے ایسے وطن میں پہنچا جہاں ابھی تک اسی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا ہے کیا یہ شخص یہ نماز دوبارہ پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ وقت کی واپسی کی تقدیر پر نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا،فی الدر المختار فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت الظاهر نعم، اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی،فی ردالمحتار ص ۳۳۴ جلد ۱ قلت على ان الشيخ اسماعيل رد ما بحثه في النهر تبعاً للشافعيه بان صلوٰة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاء ورجوعها لا يعيدها اداء وما في الحديث خصوصية لعلي كما يعطيه قوله عليه السلام انه كان في طاعتك وطاعته رسولك، وقال العلامة الشامي قلت ويلزم على الاول بطلان صوم من افطر قبل ردها وبطلان صلوة المغرب لو سلمنا عود الوقت بعودها للكل والله تعالى اعلم انتهى مافي ردالمحتار﴿۲﴾ قلت ظاهر حديث لا يصلى صلوة مرتين يقتضي ترجيح الثاني فافهم وكذا عدم اعادة النبي ﷺ عند عود الشمس . وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه عبد الحئی اللكهنوی: قوله (والمغرب منه الىٰ مغيب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتىٰ) قوله الى ان تغيب الشمس قال شيخ الاسلام التفتازانی المعتبر فی غروب الشمس سقوط قرص الشمس وهذا ظاهر فی الصحراء واما فی البنيان وقلل الجبال فبان لا يرى شئ من شعاعها على اطراف البنيان وقلل الجبال وان يقبل الظلام من المشرق. (هامش عمدة الرعايه على شرح الوقايه ص ۱۰۷ جلد ۱ كتاب الصلوٰة)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۶۵ جلد ۱ مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها)

بلغاریہ میں نماز فجر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ فتاویٰ وودودیہ ص ۱۰۳،۱۰۴ میں تحریر ہے کہ بلغاریہ کے ملک میں کبھی کبھی شام کی نماز کے بعد شفق کے غائب ہونے سے پہلے سورج آسمان پر نکل آتا ہے، مصنف فتاویٰ جناب مولوی محمد ابراہیم مرحوم نے لکھا ہے ''کہ عشاء کا نماز خواہ قضاء کرے یا نہ کرے'' لیکن جب سورج نکل آتا ہے تو فجر کی نماز بھی نہیں ہوتی تو آپ مرحوم نے فجر کے متعلق نہیں لکھا ہے کہ قضا کرے گا یا نہیں فجر کے متعلق مسئلہ واضح فرمادیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اورنگ زیب ۲۰ ی پشاور......۱۹۷۶ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: بلغاریہ میں بعض موسموں میں غروب شفق سے طلوع فجر ہوتا ہے لہٰذا وہاں نماز فجر باقاعدہ ادا کی جائے گی، کما فی الدر المختار کبلغار فان فیها یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیة الشتاء (هامش ردالمحتار ص ۳۴۲ جلد ۱ ﴿۱﴾)﴿۲﴾. وهو الموفق

قطب شمالی میں چھ مہینے کے دن میں صوم وصلوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں نماز روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالظاہر افغانستان متعلم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک......۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

﴿۱﴾(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۶۶ جلد ۱ کتاب الصلاة مطلب فی فاقد وقت العشاء کاهل بلغار)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی شرح المنهاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدة، قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر بجمیع الآجال کالصوم والزکاة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والاجارة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: چونکہ درقطب شمالی رفتن وقرار کردن انسان نہایت دشوار بلکہ محال است، لہٰذا شریعت غراء حکم صوم وصلوٰۃ ایں مقام جاری نہ کردہ است، شریعت غراء شواذ ونوادر بیان نمی کند، البتہ درشریعت غراء نظائر وشواہد امور نادرہ ضرور موجود باشد، تا کہ علماء دروقت ضرورت از واستخراج کنند۔ والاصل ههنا حدیث الدجال رواه مسلم والترمذی اقدروا له قدره ﴿۱﴾ پس یہ شخص اندازہ اورتحری سے طلوع غروب وغیرہ معلوم کرے گا اوراس پرصوم وصلاۃ کی ادائیگی کا بنا کرے گا، اوراگر یہ دشوار ہوتو قریب شہرجس میں باقاعدہ پانچ اوقات پائے جاتے ہوں ریڈیو وغیرہ ذرائع سے معلوم کرکے اوقات پربنا کرے گا ﴿۲﴾ واعلم ان القمر یتحقق فیه الطلوع والغروب والاستواء کالارض

(بقیہ حاشیہ) کذا فی کتب الائمة الشافعیه ونحن نقول بمثله اذاصل التقدیر مقول به اجماعا فی الصلوات. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

﴿۱﴾ حدیث الدجال قلنا یارسول الله فذلک الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلاة یوم قال لا اقدروا له قدره. (مشکواة المصابیح ص۴۷۳ جلد ۲ باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی شرح المنهاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدة قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر لجمیع الآجال کالصوم والزکاة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والاجارة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص کذا فی کتب الائمة الشافعیة ونحن نقول بمثله اذا صل التقدیر مقول به اجماعاً فی الصلوات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

وایضاً قال فی الصفحة ۲۶۶ وحاصله انا لا نسلم لزوم وجود السبب حقیقة بل یکفی تقدیره کما فی ایام الدجال ویحتمل ان المراد بالتقدیر المذکور هو ما قاله الشافعیة من انه یکون وقت العشاء فی حقهم بقدر ما یغیب فیه الشفق فی اقرب البلاد الیهم فتعین ما قلنا فی معنی التقدیر ما لم یوجد نقل صریح بخلافه وامامذهب الشافعیه فلا یقضی علی مذهبنا.

(ردالمحتار ص۲۶۶، ۲۶۷ جلد ۱ مطلب فی ما قد وقت العشاء کاهل بلغار)

وكذا تفاوت الليل والنهار فالحكم فيه كحكم الارض ﴿۱﴾. فافهم

جس نے نماز عصر نہ پڑھی ہو اس کیلئے نماز عصر سے پہلے نفل پڑھنا اور سنت قبلیہ اور فرض ظہر کے درمیان نفل پڑھنا قابل اعتراض نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں نماز عصر کی جماعت ہوگئی ہے ایک آدمی اکیلے نماز کیلئے آیا، دوسرے نے آکر کہا ذرا صبر کریں میں ذرا وضو کرلوں تو جماعت کریں گے اب یہ آدمی جماعت ثانیہ سے پہلے اور جماعت اولیٰ کے بعد نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز ظہر کے وقت فرض اور سنن کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن لکی مروت......۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: جس شخص نے نماز عصر نہ پڑھی ہو اس کیلئے اصفرار سے قبل نوافل پڑھنا مشروع ہے كما صرح به جميع الفقهاء ﴿۲﴾ نیز کسی فقیہ نے ظہر کے سنن قبلیہ اور فرض کے درمیان نوافل

﴿۱﴾ جس طرح زمین میں نماز فرض ہے اسی طرح اگر کوئی شخص چاند، زہرہ، مریخ یا دیگر سیاروں میں سکونت اختیار کرے تو نماز وہاں بھی فرض رہے گی، البتہ یہ بات کہ سجدہ تو اس کو کہتے ہے کہ ان تكون على الارض اوعلى ماقام مقام الارض ، اور فضاء میں معلق اشیا تو ایسے نہیں ہیں، تو اس کا جواب منہاج السنن میں یوں دیا گیا ہے، قلنا كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلك الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السماء جسم ليس بارض ولاقام مقامها وتصح الصلوٰة فيها لقوله تعالىٰ واوصانى بالصلوٰة والزكواة ما دمت حيا، ولاستقرار الجبهة عليها فكذلك الطيارة تصح الصلاة والسجدة فيها، وكذلك يقال فى الصلوٰة فى القمر والمريخ وغيرهما، البتہ سمت قبلہ لازمی ہے اور یہ قبلہ نما یا اور کسی ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہے ورنہ حکم تحری بھی ہے کہ تحری کر کے جانب قبلہ متعین کرلیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اينما تولوا فثم وجه الله (الاية) . (از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامه مرغيناني: لاتجوز الصلوة عند طلوع الشمس ولا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے، کما لا یخفیٰ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ظہر کی نماز مثل ثانی میں پڑھنا خلاف استحباب اور خلاف احتیاط ہے

سوال: ایک مسئلہ ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شدید سردیوں میں مثل ثانی سوا دو بجے شروع ہو جاتی ہے اور اس پر کچھ حوالہ جات بھی درج ہیں، نیز سائل نے مثل ثانی میں نماز پڑھنے کو خلاف استحباب ثابت کیا ہے جناب حضرت مفتی صاحب نے یوں جواب تحریر فرمایا ہے، آپ صاحبان اپنی رائے سے تشفی فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائل: شیر محمد ۱۲/۱۰/۱۹۷۸ء

الجواب: یہ عبارات محولہ درست ہیں ان عبارات کی بنا پر مثل ثانی میں نماز پڑھنا خلاف استحباب اور خلاف احتیاط ہے البتہ ڈھائی بجے مثل ثانی کا داخل ہونا قابل غور ہے، نیز گرمی اور سردی کے موسموں میں فرق فیئ الزوال میں ہوتا ہے نہ کہ سایہ زائدہ میں ﴿۲﴾۔ فافہم

(بقیہ حاشیہ) عند قیامها فی الظهیرة ولا عند غروبها لحدیث عقبة بن عامر رضی الله عنه قال ثلثة اوقات نهانا رسول الله ﷺ ان نصلی وان نقبر فیها موتانا عند طلوع الشمس حتی ترتفع وعند زوالها حتی تزول وحین تضیف للغروب حتی تغرب.

(الهدایه ص ۸۰ جلد ۱ فصل فی الاوقات تکره فیه الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمة علی الاصل. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار ص ۵۰۳ جلد ۱ قبیل مبحث مهم فی الکلام علی الضجعة بعد سنن الفجر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: (والظهر من الزوال الی بلوغ الظل مثلیه سوی الفیئ) ای وقت الظهر اما اوله فمجمع علیه لقوله تعالیٰ اقم الصلاة لدلوک الشمس ای لزوالها وقیل لغروبها واللام للتأقیت ذکره البیضاوی واما آخره ففیه روایتان عن ابی حنیفه الاولی رواهما محمد عنه ما فی الکتاب والثانیه روایة الحسن اذا صار ظل کل شیئ مثله سوی ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ظہر کی نماز ادا کی پھر جہاز کے ذریعے سفر کر کے دوسرے مقام میں وقت ظہر داخل ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ظہر کی نماز ایک مقام پر پڑھ لی پھر جہاز کے ذریعہ دوسری جگہ چلا جائے تو وہاں اسی وقت کی اذان ہو رہی تھی اور وہاں پر وہ وقت داخل ہوا کیا دوبارہ نماز ادا کی جائے گی یا پہلے والی نماز کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید اللہ آزاد کوہستان.... ۱۹۸۵ء/۳/۹

الجواب: اگر سابق وقت کا اعادہ خروج وقت کے بعد ہوا ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھی جائے،

ونظیرہ اعادۃ الظهر والعصر یوم تطلع الشمس من المغرب ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الفی وهو قولهما والاولى قول ابی حنيفة قال فی البدائع انها المذكورة فی الاصل وهو الصحيح وفی النهاية انها ظاهر الرواية عن ابی حنيفة وفی غاية البيان وبها اخذ ابوحنيفة وهو المشهور عنه وفی المحيط والصحيح قول ابی حنيفة وفی الينا بيع وهو الصحيح عن ابی حنيفة وفی تصحيح القدوری للعلامة قاسم ان برهان الشريعة المحبوبی اختاره وعول عليه النسفی ووافقه صدر الشريعة ورجع دليله.

(البحر الرائق ص ۲۴۵ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ورد فی حديث مرفوع ان الشمس اذا طلعت من مغربها تسير الى وسط السماء ثم ترجع ثم بعد ذلك تطلع من المشرق كعادتها قال الرملی الشافعی فی شرح المنهاج وبه يعلم انه يدخل وقت الظهر برجوعها لانه بمنزلة زوالها ووقت العصر اذا صار ظل كل شئ مثله والمغرب بغروبها وفی هذا الحديث ان ليلة طلوعها من مغربها تطول بقدر ثلاث ليال لكن ذلك لا يعرف الابعد لابهامها على الناس فحينئذٍ قياس ما مر انه يلزم قضاء الخمس لان الزائد ليلتان فيقدران عن يوم وليلة وواجبها الخمس.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص۲۶۸ جلد ۱ کتاب الصلاة مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

فرض نماز اور نماز جنازہ کا ایک وقت مقرر ہو کونسی مقدم پڑھی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور نماز جنازہ کیلئے ایک وقت مقرر ہو چکا ہو تو فرض نماز کا پہلا پڑھنا تو ظاہر ہے لیکن سنن پر مقدم پڑھی جائے گی یا مؤخر؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوبیدار حمید گل گرگرہ کوہاٹ ۱۹۹۱ء/۲/۱۹

الجواب: جب نماز ظہر اور نماز جنازہ بیک وقت شروع ہونے والی ہوں یا وقت تنگ ہو تو مفتی بہ قول کی بناء پر سنن کو نماز جنازہ پر مقدم ادا کئے جائیں گے، کما فی ردالمحتار باب العیدین ﴿۱﴾. وهو الموفق

غروب اور دخول عشاء کے درمیان وقفہ کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کا وقت کتنی دیر بعد ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کی نماز کا وقت کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد ڈھوک منجو ضلع کیملپور ۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: غروب کے وقت سے دخول عشاء تک تقریباً ڈیڑھ، سوا گھنٹہ فرق ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب وغيرها (كسنة الظهر والجمعة والعشاء) والعيد على الكسوف لكن في البحر قبل الاذان عن الحلبي الفتوى على تاخير الجنازة عن السنة واقره المصنف كانه الحاق لها بالصلاة لكن في آخر احكام دين الاشباه ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتى على الفرض مالم يضق وقته فتامل. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۶۱۱ جلد ۱ مطلب فيما يترجع تقديمه من صلاة عيد وجنازه الخ)

﴿۲﴾ وفي منهاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد في ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن النبي ﷺ)

کنیڈا میں عصر اور عشاء کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں کنیڈا میں دن ساڑھے سترہ گھنٹے کا ہوتا ہے نماز کا ایک چارٹ ارسال خدمت ہے چونکہ یہاں مئی میں گھڑیوں کو ایک گھنٹہ آگے اور نومبر میں ایک گھنٹہ پیچھے کرلیا جاتا ہے، یہ نقشہ اوقات امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق ہے حنفی مسلک کے تحت عصر کی نماز کا وقت کیا ہوگا؟ نیز یہاں غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہو جاتا ہے لیکن شفق ابیض رات گیارہ بجے یا اس سے بھی دیر تک رہتا ہے، اس وقت انتظار بہت مشکل ہوتی ہے کیا نماز مغرب کے بعد فوراً ہم نماز عشاء پڑھ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اشفاق کنیڈا...۱۹۷۹ء/ ۸/ ۵

الجواب: غروب سے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ قبل نماز عصر پڑھا کریں غروب کے سوا گھنٹہ بعد نماز عشاء ادا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ حنفیہ کے معمول میں عصر کا وقت دن کی پوری مقدار (طلوع سے غروب شمس تک) کا تقریباً آخری حصہ ہے، لیکن اس میں اتنی تاخیر کرنا جو اصفرار الشمس تک مفضی ہو مکروہ ہے، **قال الحصکفی و آخر العصر الی اصفرار ذکاء فلو شرع فیه قبل التغیر فمده الیه لا یکره (الدرالمختار ص ۳۶۸ جلد ۲)** نیز شفق احمر وہ ہے جو سورج کے افق مغرب میں ہونے کی وجہ سے ہو، اور سورج افق میں رات کے آٹھویں حصہ سے عموماً زیادہ نہیں رہتا، بہر حال جب اوقات میں اسی قسم کا تغیر واقع ہو اور رات و دن کی پوری امتیاز ناممکن ہو تو قریبی ممالک کے اعتبار سے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے، **قال الحصکفی: وقاقدوقتهما کبلغار فان فیها یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینه الشتاء مکلف بهما فیقدر لهما ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء. (درمختار ص ۳۶۲ جلد ۱) وکما فی حدیث مسلم ص ۴۰ جلد ۲ باب ذکر الدجال: قلنا یا رسول الله فذلک الیوم الذی کسنة اتکفینا فیه صلوٰة یوم قال لا اقد روا له قدره الخ. (ازمرتب)**

نماز جمعہ کس وقت تک درست ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کس وقت تک درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سید اسماعیل شاہ تحصیل وضلع اٹک.....۲۵/اکتوبر۱۹۸۳ء

الجواب: زوال کے بعد ڈھائی گھنٹہ سے زائد تاخیر کرنا بے احتیاطی ہے ﴿۱﴾ نماز جمعہ میں عجلت بہتر ہے ﴿۲﴾۔وهو الموفق

نماز عصر یا فجر کے بعد نفل وقضا نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر یا فجر کے بعد کوئی نفل یا قضا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد زاہد حولدار الیکٹریشن میڈیم رجمنٹ ایل اے ڈی ۱۷/محرم۱۳۹۲ھ

الجواب: قضا پڑھنا جائز ہے اور نفل منع ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم المصری رحمه الله: والجمعة كالظهر اصلا واستحبابا فی الزمانین كذا ذكره الاسبیجابی. (البحر الرائق ص ۲۴۷ جلد ۱ كتاب الصلاة فی المواقیت الصلاة)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: یدل حدیث سلمة علی التبكیر فی الجمعة وهو المختار عند العینی وقال الاسبیجابی الجمعة كالظهر اصلاً واستحبابا فی الزمانین، ویؤید التبكیر ماقاله ابن قدامة فی المغنی ، كان النبیﷺ یصلیها اذا زالت الشمس صیفا وشتاء علی میقات واحد. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۵ جلد۳ باب ماجاء فی وقت الجمعة)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: تسعة اوقات یكره فیها النوافل وما فی معناها لا الفرائض هكذا فی النهایه والكفایه فیجوز فیها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة كذا فی فتاویٰ قاضی خان منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۲ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التی لا تجوز فیها الصلاة وتكره)

نمازمغرب میں تاخیرمکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازمغرب کوتاخیرسے پڑھنا جبکہ ساری مساجد میں نمازہوجائے جائزہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالخلیل محلہ اباخیل نوشہرہ......۱۰/رمضان ۱۳۹۶ھ

الجواب: مغرب میں زیادہ تاخیر(مقدارشفعہ)مکروہ ہے(فتح القدیر)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قضانمازوں کیلئے مکروہ اوقات

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضانمازوں کے اوقات مکروہہ کونسے ہیں کیازوال کے علاوہ اوربھی کوئی وقت ممنوعہ ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمدازرم(اےسی)تبوک سعودیہ عربیہ ۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: صرف تین اوقات ہیں غروب،طلوع،استواءان اوقات میں قضامکروہ ہے، والاصفرار فی حکم الغروب ﴿۲﴾. وھو الموفق

ظہر کے وقت کادارمدارزوال پرہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موسم گرمااورموسم سرماکےآغاز

﴿۱﴾ قال المرغینانی (واول وقت المغرب اذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم یغیب الشفق) وقال ابن الهمام رحمه الله: ولذا قلنا ان تاخیر المغرب مطلقاً مکروه.
(هدایه مع فتح القدیر ص ۱۹۵ جلد۱ باب المواقیت)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الا ثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلاة فی هذه الاوقات لما مر فی محله. (البحر الرائق ص ۸۰ جلد۲ باب قضاء الفوائیت)

وقت ظہر میں فرق ہے یانہیں؟ میں نے سنا ہے کہ زوال یعنی وقت نماز ظہر ساڑھے بارہ بجے سے شروع ہوتا ہے تو اگر ایک مسافر یا مقیم گرما اور سرما میں پونے ایک بجہ نماز ظہر ادا کرے تو صحیح ہوگا یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ۲۳/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: دارومدار زوال پر ہے پونے ایک بجہ پر ہر موسم میں زوال ہوا ہوتا ہے۔(۱)۔ وھو الموفق

(۱) قال العلامه حصکفی: ووقت الظهر من زواله ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیه، قال ابن عابدین: من زواله الاولیٰ من زوالها عن کبد السماء ای وسطها بحسب ما یظهر لنا. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ص ۲۶۴ جلد ۱ قبیل مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها)

باب الاذان والاقامة

اذان کے وقت باتیں کرنے اور وعظ کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اذان سے پہلے مسجد میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ باتوں میں مشغول تھے، کہ اذان شروع ہوگئی، اب باتیں بند کرکے اذان کے الفاظ کا جواب دینا ضروری ہے یا باتیں جاری رکھیں؟ (۲) اگر کسی مجمع میں وعظ ہو رہا ہو، اور اذان کی آواز آنے لگے تو اذان کی تکریم میں وعظ بھی بند کرنا چاہئے یا وعظ جاری رکھا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایوب خان محلہ شیام گنج مردان ۱۰/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) باتیں جاری رکھنا خلاف سنت کام ہے ﴿۱﴾ لان اجابة الاذان سنة ﴿۲﴾.

(۲) اگر اس وعظ میں تعلیم دین ہو رہی ہو تو وعظ کو جاری رکھنا مشروع ہے ﴿۳﴾ (ردالمحتار باب الاذان). وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: وينبغي للسامع ان لا يتكلم ولا يشتغل بشئي في حالة الاذان والاقامة ولايرد السلام ايضا لان الكل يخل بالنظم. (ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجيم: ومن سمع الاذان فعليه ان يجيب وان كان جنبا لان اجابة المؤذن ليست باذان وفي فتاوىٰ قاضي خان اجابة المؤذن فضيلة وان تركها لا ياثم واماقوله عليه الصلاة والسلام من لم يجب الاذان فلا صلاة له فمعناه الاجابة بالقدم لاباللسان فقط وفي المحيط يجب على السامع للاذان الاجابة. (البحر الرائق ص ۲۵۹ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: قوله (و تعليم علم تعلمه) اى شرعى فيما يظهر ولذا عبر في الجوهرة بقراءة الفقه (قوله بخلاف قرآن) لانه لا يفوت جوهره ولعله لان تكرار القراءة انما هو للاجر فلا يفوت بالاجابة بخلاف التعلم فعلىٰ هذا لو يقرأ تعليما او تعلما لا يقطع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹۲ جلد ۱ باب الاذان)

اذان واقامت کے کلمات بھی تجوید کے قواعد سے ادا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان اور اقامت کے کلمات میں تجوید کے اصول وقواعد کے مطابق وقف اور غیر وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمن الدین تحصیل وڈاکخانہ خاص دیر ضلع دیر

الجواب: قواعد تجوید اور قواعد عربیہ تمام کلمات میں جاری ہوتے ہیں اور اذان واقامت کے کلمات میں بھی جاری ہوتے ہیں ﴿۱﴾ (یدل علیه مافی ردالمحتار ص ۲۵۹،۲۵۸ جلد ۱). وهو الموفق

دو یا زیادہ جگہوں میں مؤذن ہونا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی دو یا تین جگہوں میں اذان دے کیونکہ اذان تو نفس اعلان ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: سعید اللہ آزاد کوہستان ۔ ۱۹۸۵ء/۴/۲

الجواب: دو یا دو سے زائد مساجد میں ایک موذن ہونا مکروہ ہے، کمافی شرح التنویر قبیل شروط الصلاة ویکره له ان یوذن فی مسجدین ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ولالحن فیه ای تغنی بغیر کلماته فانه لا یحل فعله وسماعه کالتغنی بالقرآن وبلا تغیر حسن. قال ابن عابدین بغیر کلماته ای بزیادة حرکة او حرف او مد او غیرها فی الاوائل والاواخر قهستانی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۸۵ جلد ۱ مطلب فی اول من بنی المنابر للاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین (قوله فی مسجدین) لانه اذا صلی فی المسجد الاول یکون متنفلا بالاذان فی المسجد الثانی والتنفل بالاذان غیر مشروع ولان الاذان للمکتوبة وهو فی المسجد الثانی یصلی النافلة فلاینبغی ان یدعو الناس الی المکتوبه وهو لایساعدهم فیها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹۵ جلد ۱ قبیل باب شروط الصلاة)

نمازعید کیلئے اذان خلاف سنت متعاملہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازعید کیلئے اذان دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن گڑھی کپورہ مردان ۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: خلاف سنت متعاملہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ٹیپ ریکارڈ سے اذان دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ سے اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:: حاجی عبداللہ کلے ڈاکخانہ ہوارہ چارسدہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: ٹیپ ریکارڈ سے اذان کا عکس سنا جاتا ہے نہ کہ اذان لہٰذا اس عکس اذان پر اکتفاء کرنے سے سنت ادانہیں ہوتی ﴿۲﴾، جیسا کہ محراب میں ٹیپ ریکارڈ سے جماعت ادانہیں ہوسکتی ہے، ورنہ موذن اورامام کی مؤنت سے نجات حاصل ہوتی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: لا یسن لغیرھا کعید، قال ابن عابدین کعید ای ووتر وجنازة وکسوف واستسقاء وتراویح لکن فی التعلیل قصور لا قتضائہ سنیة الاذان لمالیس تبعاً للفرائض کالعید ونحوہ فالمناسب التعلیل بعدم ورودہ فی السنة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۸۴ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: ان اذان الصبی الذی لا یعقل لایجزی ویعاد لان مایصدر لاعن عقل لا یعتدبہ کصوت الطیور ان المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدة اوناحیة من البلاد لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۹۱ جلد ۱ باب الاذان)

وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر وقت سے پہلے مثلاً قبل الزوال اذان ہو جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اختر گل ظہران افریقہ......۱۹۷۵ء/۱۱/۲۷

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان قبل الزوال جائز نہیں ہے، لان المقصود من الاذان اعلام الناس بالوقت وفی الاذان قبل الوقت تجھیل لھم ولم یروفیہ حدیث ثابت حتی یترک بہ القیاس ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حی علی الفلاح میں آواز زیادہ نہیں کھینچنی چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حی علی الفلاح میں الفلاح لفظ جو ہے اس میں سانس طویل کر کے کھینچنا ایک مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ آواز نہیں کھینچنی چاہئے کیا مولانا صاحب کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی ضلع صوابی ۱۹۶۹ء/۵/۱۲

الجواب: یہاں مد موجود نہیں ہے لہٰذا زیادہ کھینچنا نہیں چاہئے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾وفی الھندیہ: تقدیم الاذان علی الوقت فی غیر الصبح لا یجوز اتفاقا وکذافی الصبح عند ابی حنیفہ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ وان قدم یعاد فی الوقت ھکذافی شرح مجمع البحرین لابن الملک وعلیہ الفتویٰ ھکذا فی التتارخانیہ ناقلا عن الحجۃ.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۵۳ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾قال العلامہ حصکفی: ومنھا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ اوبزیادۃ حرف فاکثر. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۶۶۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلوٰۃ مطلب مسائل زلۃ القاری)

اجابت اذان میں محمد رسول اللہ بڑھانا

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان عظام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب موذن اذان دیتا ہے، تو اجابت اذان جو کی جاتی ہے، تو آخری کلمہ **لا الہ الا اللہ** کے بعد اجابت میں **محمد رسول اللہ** بھی پڑھنا چاہئے، یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بڑھانا گناہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پورا کلمہ پڑھنا چاہئے اس میں کونسا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۹۰ء/۵/۱۰

الجواب: اجابت اذان سنت ہے اور اپنی طرف سے اذان کے کلمات کی زیادت بدعت سیئہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مغرب کی اذان کا وقت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پشاور پر جب اذان ہوتی ہے تو بعض جگہوں پر سرخی آسمان میں نظر آتی ہے، یہ اذان درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۸ء/۱۱/۲۲

الجواب: غروب الشمس کے بعد اذان دینا واجب ہے ﴿۲﴾ اگرچہ سرخی موجود ہو، (عمدة الرعاية)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: بان يقول بلسانه كمقالته ان سمع المسنون منه، قال ابن عابدين قوله كمقالته اى مثلها فى القول لافى الصفه من رفع صوت ونحوه.
(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۹۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه مرغيناني واول المغرب حين تغرب الشمس و آخره حين يغيب الشفق.
(هدايه على صدرفتح القدير ص ۱۹۵ جلد ۱ باب المواقيت)

﴿۳﴾ قال العلامه عبد الحئ اللكهنوى:(قوله فيعاد) تفريع على (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

داڑھی مونڈوانے والے کی اذان واقامت

سوال: ایک امام صاحب نے کہا ہے کہ جو شخص شیو (داڑھی مونڈوانا) کرتا ہو اس کا اذان دینا اور اقامت کرنا مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ علی اصغر کیانی لائلپور فیصل آباد......۱۹۷۲ء/۶/۱۸

الجواب: جو شخص عادتاً داڑھی مونڈواتا ہو تو اس کا اذان اور اسی طرح اقامت مکروہ ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ باقاعدہ مؤذن بنایا جائے، ورنہ کراہت نہیں ہے ﴿۱﴾ (فی ردالمحتار ص ۳۶۴، ۳۶۵ جلد ۱). وھو الموفق

بچے کے کان میں اذان کس وقت دی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں فقہاء احناف ومفتیان عظام بیچ اس مسئلہ میں کہ جب بچہ پیدا ہو جائے، تو اس کے کانوں میں اذان واقامت کرنا کس دن افضل ہے، آیا پہلے دن یا ساتویں دن افضل ہے؟ اور اگر ساتویں دن افضل ہے اور کسی نے پہلے دن کرلی ہے تو اس کا اعادہ کیا جائے گا، یا وہی کافی ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن......۱۹۷۸ء/۷/۳۱

(بقیہ حاشیہ) قوله في وقتها اى فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت وكذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها في الوقت يلزم استيناف الكل.

(عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية على هامش شرح الوقاية ص ۱۵۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ويكره اذان جنب واقامته......وفاسق . قال ابن عابدين وحاصله ان يصح اذان الفاسق وان لم يحصل به الاعلام اى الاعتماد على قبول قوله في دخول الوقت...... ثم اعلم انه ذكر في الحاوى القدسي من سنن المؤذن كونه رجلا عاقلا صالحا عالما بالسنن والاوقات مواظباً عليه محتسبا ثقة متطهراً مستقبلاً......الظاهر ان الاعادة انما هى فى المؤذن الراتب اما لو حضر جماعة عالمون بدخول الوقت واذن لهم فاسق او صبى يعقل لا يكره ولا يعاد اصلا لحصول المقصود ، تامل. (ردالمحتار مع الدر المختار ص ۲۸۹، ۲۹۰ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: اذان عند الولادت کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ تعامل سے عجلت معلوم ہوتی ہے۔ وهو الموفق

اذان کے الفاظ غلط پڑھنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مؤذن ہے جو اذان کے بعض الفاظ اسی طرح پڑھتا ہے کہ اللهُ اکبر میں اللهُ کے ھا پر فتحہ اور حی علی الفلاح میں الفلاح کے فا کلمہ پر ضمہ پڑھتا ہے تو اذان دینا صحیح ہے یا غلط، ہمیں جلدی جواب سے نوازیں زیادہ آداب وسلام عرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی حکیم قلم خان لنڈی کوتل ۱۹۷۸ء/۳/۶

الجواب: اس مؤذن کیلئے الفاظ درست کرنے سے قبل اذان دینا مکروہ ہے، فی الدرالمختار ولالحن فیہ ای تغنی بغیر کلماته فانه لایحل ۔ (هامش ردالمحتار ص ۳۵۹ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولوی

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد القادر الرافعی: (قوله حتی قالوا فی الذی یؤذن للمولود ینبغی ان یحول) قال السندی فیرفع المولود عند الولادة علی یدیه مستقبل القبلة ویؤذن فی اذنه الیمنی ویقیم فی الیسریٰ ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار وفائدة الاذان فی اذنه انه یدفع ام الصبیان عنه. (تقریرات الرافعی ص ۴۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله بغیر کلماته) ای بزیادة حرکة او حرف او مد اوغیرها فی الاوائل والاواخر قهستانی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی اول من بنی المنائر للاذان)

صاحب براذان سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر تسمیہ اورتعوذ جہراً پڑھتے ہیں اور وجوب کے قائل ہیں آپ صاحبان سے گزارش ہے کہ کیابسم اللہ یا تعوذ بالجہر کتب شرعیہ میں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گلاب خان فاضل حقانیہ ۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

الجواب: باوجود تتبع بلیغ کے واضح جزئیہ نہیں ملا، پس مناسب ہے کہ اس مولوی صاحب سے جزئیہ طلب کیا جائے کیونکہ انہوں نے متعارف اورتعامل سے روگردانی کی ہے۔(۱) فقط

تہجد کیلئے اذان دینا

سوال: اذان تہجد کا کیا حکم ہے؟ ہمارے ہاں ایک مسجد میں اذان تہجد دی جاتی ہے جبکہ اکثر مساجد میں تہجد کیلئے اذان نہیں دی جاتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: معین العلوم صادق روڈ کوئٹہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: جائز ہے (۲) کما یشیر الیه کلام البدائع ص ۵۵ جلد ۱ بلال رضی الله عنه اماکان یؤذن بلیل لصلاۃ الفجر بل لمعان اخری لما روی عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال ایمنعکم من السحور اذان بلال فانه یؤذن بلیل لیوقظ نائمکم ویردقائمکم الحدیث (۳). وهو الموفق

---

(۱) وفی الهندیه: الاذان خمس عشرة کلمة وآخره عندنا لا اله الا الله کذافی فتاوی قاضی خان. (فتاوی عالمگیریه ص ۵۵ جلد ۱ باب الاذان)

(۲) وفی منهاج السنن: ذکر محمد فی الموطأ وغیره ان اذان بلال کان فی رمضان خاصة لسحور الناس وفی شرعة الاسلام ان الاذان للتسحیر فی رمضان مستحب وکلام البدائع وغیره یدل علی انه کان فی السنة کلها لصلوۃ التهجد.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۰ جلد ۲ باب ماجاء فی الاذان باللیل)

(۳) (بدائع الصنائع ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی بیان وقت الاذان)

موجود دور میں نقشہ اوقات پر اذان کا حکم اور قبل از وقت اذان کا اعادہ

سوال: (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس آدمی کو صبح صادق اور کاذب کی پہچان کا تجربہ نہ ہو تو اس کیلئے آج کل چھاپ شدہ نقشوں پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وقت سے قبل اذان دینے پر جو اعادہ واجب ہے وہ کتنے منٹ قبل اذان دینے پر ہے ایک شخص نے دس منٹ قبل اذان دینے پر اعادہ کا کہا ہے جواب سے نوازیں اور اجر دارین حاصل کریں۔

المستفتی: نامعلوم ..۱۱/ دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) چونکہ ان نقشوں کا دارمدار تقلید اغیار پر ہوتا ہے نہ کہ مشاہدات پر لہٰذا بجائے اس کے کہ ان پر اعتماد کیا جائے احوط یہ ہے کہ مشاہدہ پر اعتماد کیا جائے اور طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اذان دی جائے اور اس سے قبل ادا شدہ نماز کو دوبارہ پڑھی جائے ﴿۱﴾۔

(۲) آدھا منٹ اور اس سے کم بھی موجب اعادہ ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد. والمشاهد فی ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ١٠ جلد ٢ باب ماجاء فی مواقيت الصلاة عن النبی ﷺ)

﴿۲﴾ وفی الهنديه: تقديم الاذان على الوقت فی غير الصبح لا يجوز اتفاقا وكذا فی الصبح عند ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وان قدم يعاد فی الوقت هكذا فی شرح مجمع البحرين لابن الملک وعليه الفتوى هكذا فی التتارخانية ناقلا عن الحجة.
(فتاوى هنديه ص ۵۳ جلد ۱ الفصل الاول فی صفة واحوال المؤذن)

وقال العلامه عبد الحی اللكهنوی: (قوله فی وقتها) ای فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت وكذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها فی الوقت يلزم استيناف الكل. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه ص ۱۵۲ جلد ۱ باب الاذان)

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے

سوال: اذان سے متصل بعد جہر سے درود شریف پڑھنے کا ثبوت قرآن وسنت یا ائمہ اربعہ کے اقوال میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں، تو کیا اس بدعت کو بند کرنا علماء پر فرض نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان شنکیاری مانسہرہ ۱۹۷۲ء/۱۲/۹

الجواب: اذان کی اجابت کے بعد درود پڑھنا مندوب اور مستحب ہے، لحدیث رواہ مسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلو علی فانہ من صلی علی الحدیث (مشکواۃ ص ۶۸)﴿۱﴾ قلت والاجابة مثل عین الاذان فالظاهر ان حکمها واحد فیستحب للمؤذن ان یصلی واجاب لاعلی الجهر ولو جهر فلا یستحق الملام الا عند الالتزام ﴿۲﴾.فافهم وتدبر. وهو الموفق

صبح صادق اوراذان کے اوقات کی پہچان اورقبل از وقت اذان ونماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس آدمی کو صبح صادق اور کاذب جاننا مشکل ہو، جیسے عام لوگ، توان کیلئے مساجد میں آویزاں شدہ نقشوں کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نقشہ کے حساب سے پندرہ منٹ پہلے اذان دی جائے تو کیا ان کی اذان درست ہوگی اوراگر

﴿۱﴾ عن عبد الله ابن عمرو بن العاص قال قال رسول الله ﷺ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلیٰ علی صلوة صلی الله علیه بها عشرا ثم سلو الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله وارجو ان اکون اناهو فمن سال لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة ، رواه مسلم. (مشکواة ص ۶۴ جلد ۱ باب فضل الاذان واجابة المؤذن)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: وبان تخصیص الذکر بوقت لم یرد به الشرع غیر مشروع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۱۳ جلد ۱ باب العیدین)

مسافراذان سنتے ہی اس اذان پرنماز پڑھ لے تو کیااس نماز کااعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحم الدین بام خیل صوابی ... ۲۱/دسمبر۱۹۸۳ء

الجواب: ان نقشوں کی پابندی نہ مطلوب ہےاور نہ ممنوع، ہمارے مشاہدہ کے مطابق صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل ظاہر ہوتا ہے ﴿۱﴾، لہٰذا اس سے قبل جواذان دی جائے وہ معاد کی جائے گی، اوراس سے قبل اداشدہ نماز کوبھی معاد کی جائے گی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مسجد کے اندر سے اذان دینا مکروہ نہیں

سوال: زیداورعمروکااذان کے مسئلہ پراختلاف پیداہواہے کہ مسجد کے اندر سےاذان دینا درست نہیں، جبکہ لاؤڈ سپیکر عموماً مسجد کے اندر ہوتی ہےاوراذان اندر سے دی جاتی ہےتو اس مسئلہ میں کیا تطبیق کی جاوے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی محمد زمان کوہاٹ ۲۲/دسمبر۱۹۸۳ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر پراذان دیناجائز ہےاوراذان کامسجد سے باہر دینااولیٰ ہے ﴿۳﴾اور

﴿۱﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ١٠ جلد٢ باب ماجاء فى مواقيت الصلاة عن النبى ﷺ)

﴿۲﴾ قال الشيخ عبد الحى اللكهنوى: (قوله فى وقتها) اى فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت وكذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها فى الوقت يلزم استيناف الكل وكذا تجب اعادة الاقامة قبل الوقت.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه ص ١٥٢ جلد ١ باب الاذان)

﴿۳﴾قال العلامه ابن عابدين: (قوله فى مكان عال) فى القنية ويسن الاذان فى موضع عال والاقامة على الارض...... وينبغى للموذن ان يؤذن فى (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترک اولیٰ سے کراہیت لازم نہیں ہوتی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں مؤذن اشھد ان محمدرسول اللہ ﷺ پر پہنچ جائے تو بعض لوگ انگوٹھے چومتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ کتابوں کا حوالہ لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی داؤد شاہ حضرو ضلع اٹک ۵/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: جامع الرموز، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس وغیرہ میں اس چومنے کو جائز کہا گیا ہے اور اسی باب میں احادیث مرفوعہ ضعیفہ مروی ہیں ﴿۲﴾ پس بعض اوقات بطور احتیاط یہ کام

(بقیہ حاشیہ) موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوته ولا یجهد نفسه لانه یتضرر الیٰ ان قال. وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ماأذن الی ان بنی رسول الله ﷺ مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع له شیٔ فوق ظهره.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۴، ۲۸۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: واما المستحب او المندوب فینبغی ان لایکره ترکه اصلا لقولهم یستحب یوم الاضحی ان لا یاکل اولا الا من اضحیته ولو اکل من غیرها لم یکره فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة   فی البحر فی صلاة العید عند مسئلة الاکل بانه لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۸۴ جلد ۱ مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب والمکروه)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (تتمة) یستحب ان یقال عن سماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیک یا رسول الله وعند الثانیة منها قرت عینی بک یارسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداله الی الجنة کذا فی کنزالعباد. قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قابل اعتراض نہیں ہے، خصوصا جبکہ صحت بدنیہ کی بنا پر ہو، البتہ ثواب کی نیت سے یہ اقدام قابل اعتراض ہے خصوصا جبکہ بطور التزام کے ہو ﴿۱﴾ (والتفصیل فی السعایة). وهو الموفق

زبان پر اذان کا جواب دینا مسنون اور بالقدم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کا جواب واجب ہے یا مسنون یا مستحب، اگر واجب ہے تو لسانا یا عملا، توضیح مسئلہ فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبد القیوم ناظم مدرسہ سراج العلوم ٹیکسلا راولپنڈی ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: اجابت باللسان مسنون ہے اور بالقدم واجب ہے اس شخص پر جس پر جماعت واجب ہو (شامیہ) ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدرسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئ ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخة ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۹۳ جلد۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: وفی السعایه فعلی هذا لو قبل الظفر احیاناً فلابأس وان التزمه واعتقده ضروریا یشبه ان یکون مکروها فرب شیئی مندوب ومباح یکون بالتخصیص والالتزام مکروها انتهیٰ قلت وورد فی بعض الروایات فی فضل التقبیل انه لایصیبه الرمد والعمی کمافی المقاصد الحسنة للسخاوی فعلیٰ هذا لو قبل للصحة البدنیة فلابأس ولو قبل رجاء للثواب فلا خیر فیه ویکون بدعة لعدم ثبوت هذه الروایات عن النبی ﷺ نعم یختص هذا بالاذان. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۸۷ جلد۲ باب مایقول اذا اذن المؤذن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: ان الاجابة باللسان مستحبة وان الاجابة بالقدم واجبة ان لزم من ترکها تفویت الجماعة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۹۴ جلد۱ باب الاذان)

اذان کے بعد دیگر کلمات کا ذکر واذکار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد دعائے مسنونہ کے علاوہ دیگر ذکر واذکار یا کلمہ طیبہ کا اگر کوئی شخص ورد کرے تو کیا اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے، اور کیا اس شخص کو اس سے منع کرنا جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ظہور احمد متعلم دار العلوم حقانیہ ۵/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: ذکر مندوبہ کے علاوہ دیگر ذکر نہ مندوب ہے اور نہ ممنوع ہے، ایسے مفتیوں پر تعجب ہے کہ حرمت کو خود بخود ثابت کرتے ہیں حالانکہ، الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۱﴾. وھو الموفق

مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اذان وغیرہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اذان، نعت، تلاوت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اذان تو مسجد سے باہر مستحب ہے تو پھر کیا مسئلہ ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمتین دولت زئی مردان ...۲۵/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: مسجد میں اذان دینا جائز ہے خواہ لاؤڈ سپیکر میں ہو یا بغیر لاؤڈ سپیکر البتہ مسجد سے باہر افضل ہے ﴿۲﴾۔ نعت اور تلاوت بھی بلند آواز سے جائز ہے بشرطیکہ کسی نمازی کو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله فالتعریف بناء علیه) ای علی ان الاصل الاباحة اقول هذا الجواب نافع فیما سکت عنه الشارع وبقی علی الاباحة الاصلیة اما مانص علی اباحته او فعله علیه السلام فلا ینفع وقد نص فی التحریر علی ان المباح یطلق علی متعلق الاباحة الاصلیة کما یطلق علی متعلق الاباحة الشرعیه فالاحسن فی الجواب ان یقال المراد بقوله فی التعریف ماثبت ثبوت طلبه لا ثبو ت شرعیة والمباح غیر مطلوب الفعل وانما هو مخیر فیه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۷۸ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الاباحة)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: وینبغی ان یوذن علی الماذنة او (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تکلیف نہ ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

اذان سے پہلے یابعدمروجہ صلاۃ وسلام پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے پہلے یابعد میں مروجہ صلوۃ وسلام پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہےاورنہ پڑھنے والےکوملامت کرنا کیساہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرشیدارشد رسالپور......۱۹۷۷ء/۹/۳

الجواب: صلوٰۃ وسلام پڑھنابذات خودعبادت اورموجب ثواب ہےلیکن مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھناالتزام﴿۲﴾اورایذاء﴿۳﴾کی وجہ سےناجائزاورواجب الاجتناب ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد، والسنة ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانه ویرفع صوته ولا یجهد نفسه.....ویقیم علی الارض هکذا فی القنیة، وفی المسجد هکذا فی البحر.

(فتاویٰ عالمگیریه ص۵۵جلد۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتهما)

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین الشهیر بابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۸جلد۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص۱۵۹ جلد۲ باب العیدین)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری الخ.

(ردالمحتار ص۴۸۸جلد۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

اذان سے پہلے بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل از اذان بصوت جہر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے یہ سنت ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم عباسی ۱۸/۹/۱۹۷۷ء

الجواب: صلوٰۃ وسلام بذات خود عبادت ہے لیکن اپنی طرف سے اس کیلئے وقت خاص کرنا مکروہ ہے خصوصاً جبکہ نمازیوں کو بھی تکلیف ہو، کمافی البحر ص ۱۵۹ جلد ۲ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشی دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع (۱) وفی ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل الخ (۲) وهو الموفق

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ اشهد ان محمد رسول الله کو اذان کے دوران سننے پر اپنے انگوٹھے چومتے ہیں اور آنکھوں پر لگاتے ہیں یہ کام بعض لوگ سنت سمجھتے ہیں اور استدلال میں روایات ذکر کرتے ہیں جن کو مظاہر حق والے نے روایت کیا ہے حالانکہ یہ خلاف سنت رسم ہے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں (فوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعه ص ۵ مؤلفه علامه شوکانی) الغرض یہ کام کرنا کیسا ہے سنت یا خلاف سنت یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ اضاخیل نوشہرہ ۱۷/ جولائی ۱۹۷۵ء

---

(۱) (البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۲ باب العیدین)

(۲) (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

الجواب: یہ مخصوص تقبیل اگر چہ علاجاً جائز ہے لیکن ثواب کی نیت سے کرنا بدعت ہے اور چونکہ موجودہ وقت میں عوام اس کو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں لہٰذا فتویٰ نہ کرنے کا دیا جائے گا۔ لان حديث الصديق لا يصح رفعه (كمافى المصنوع فى احاديث الموضوع ص ۲۵) (والفوائد المجموعه ص ۹) وعدم صحة الرفع لايستلزم صحة الموقوف بل لا بد من المراجعة الى الاسناد وكذا مانقل عن الخضر عليه السلام ليس بحجة وفى سنده مجاهيل مع الانقطاع (بوادر ص ۴۰۹) ﴿۱﴾ ومافى كنز العباد وغيره من كتب الفقه فبناء على تلك الروايات دون النقل عن الائمة ﴿۲﴾. فافهم وتدبر

﴿۱﴾ قال الشيخ اشرف على التهانوى : قلت اورد صاحب المقاصد فى الباب عدة اقسام من الروايات المرفوع من حديث ابى بكر الصديق عن الديلمى ثم قال لايصح وقال ايضا ولا يصح فى المرفوع من كل هذا الشئ والمنقول عن الخضر عليه السلام عن كتاب موجبات الرحمة وعزائم المغفرة لابى العباس احمد بن ابى بكر الرداد اليمانى المتصوف بسندفيه مجاهيل مع انقطاعه (فلم يصح) والموقوف على الحسن عن الفقيه محمد بن سعيد الخولانى بسنده والمنقول عن المشائخ كمحمد بن البابا والمجد احد القدماء من المصريين وبعض شيوخ العراق اوالعجم وابن صالح ومحمد بن ابى نصر البخارى اقوالهم وورد فى فضله فى ألاول فقد حلت عليه شفاعتى وفى سائرها حفظ العين عن الرمد والعمى ودم الالم عنها هذا ملخص مافى المقاصد اما حكم هذا العمل فظاهر وهو انه ان فعل باعتقاد الثواب الذى لم يثبت دليله كان بدعة وزيادة فى الدين واكثر من يفعله فى زماننا اعتقادهم كذلك فلا شك فى كونه بدعة وان فعل بنية الصحيحة البدنية فهو نوع من الطب فيجوز فى نفسه لكن لو اقصىٰ الى ايهام القربة كما هو المظنون من العوام فى هذا الزمان يمنع منه مطلقاً. (بوادرالنوادر ص ۴۰۸،۴۰۹ چونتیسواں نادرہ درمسح عینین بالانامل عند الاذان)

﴿۲﴾ وفى منهاج السنن: واما تقبيل ظفر الابهامين فقد ذكر فى جامع الرموز وكنز العباد والفتاوىٰ الصوفيه ان يقول عند السماع الاول من شهادتى الرسالة ﷺ يارسول الله وعند الثانية منها قرة عينى بك يارسول الله ويقول اللهم متعنى بالسمع والبصر بعد وضع ظفرى الابهامين على العينين فمن فعله كان رسول الله ﷺ قائده الى الجنة وفى كتاب الفردوس من قبل ظفرى ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فى الاذان اناقائده ومدخله فى الجنة انتهىٰ، قالوا لم يصح فى المرفوع فى هذا شئ نعم ورد ذلك (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اقامت کے وقت کس مرحلہ پر نماز کیلئے کھڑا ہونا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے جہاں بھی نماز پڑھی ہے اقامت شروع ہوتے ہی امام کے پیچھے کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن یہاں ایک مسجد میں جب اقامت شروع ہوجائے تو امام اور مقتدی سب بیٹھ جاتے ہیں، حتی کہ حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت امام اور سب مقتدی کھڑے ہوجاتے ہیں جو کہ اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں، عن ابی قتادۃ الحارث بن ربعی اذا اقیمت الصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی، اس حدیث کا مطلب واضح کریں، تاکہ پتہ لگ جائے کہ ان دو فرقوں میں سے کونسا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی فضل الدیان ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ پشاور

الجواب: حی علی الصلوۃ پڑھنے کے وقت سے قیام کرنا ادب اور افضل ہے اور پہلے سے قیام کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ عتاب (۱) (الدر المختار) جن فقہاء نے پہلے سے قیام کو مکروہ کہا ہے تو

(بقیہ حاشیہ) فی احادیث مرفوعۃ ضعیفۃ، فان قیل الحدیث الضعیف یکفی فی الفضائل قلنا انہم اشترطوا فی العمل بالضعیف شروطا منہا ما ذکرہ السیوطی والرملی ان لا یعتقد سنیۃ ذلک الفعل الثابت بالحدیث الضعیف بل یعتقد الاحتیاط، وفی السعایہ فعلیٰ ہذا لو قبل الظفر احتیاطا احیانا فلاباس وان التزمہ واعتقدہ ضروریا یشبہ ان یکون مکروہاً فرب شئ مندوب ومباح یکون بالتخصیص والا لتزام مکروہا انتہی قلت وورد فی بعض الروایات فی فضل التقبیل انہ لا یصیبہ الرمد والعمی کما فی المقاصد الحسنۃ للسخاوی، فعلیٰ ہذا لو قبل للصحۃ البدنیۃ فلاباس ولو قبل رجاء للثواب فلا خیر فیہ ویکون بدعۃ لعدم ثبوت ہذہ الروایات عن النبی ﷺ نعم یختص ہذا بالاذان.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص۸۷ جلد۲ باب مایقول اذا اذن المؤذن)

(۱) قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: ویکرہ لہ الانتظار قائما ولکن بقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حیی علی الفلاح انتہیٰ ہندیہ عن المضمرات.

(ردالمحتار ہامش الدر المختار ص۲۹۵ جلد۱ باب الاذان)

ان کی مراد کراہت تنزیہی ہے جس کے کرنے میں عتاب یا عتاب کا خطرہ نہیں ہے ﴿۱﴾ نیز روایات حدیثیہ ﴿۲﴾ اور فقہیہ ﴿۳﴾ سے صفوف کی برابری کا مہتم بالشان اور ضروری ہونا ثابت ہے پس افضل اگرچہ حی علی الصلوۃ کے وقت سے قیام ہے لیکن عادت اور تجربہ سے معلوم ہے کہ ایسے طرز عمل سے صفوف کو ضرور نقصان پہنچتا ہے، لہٰذا اس عارض کی وجہ سے افضل یہ ہے کہ پہلے سے قیام کیا جائے ﴿۴﴾ اور باقی رہا حدیث تو اس کی اس مسئلہ کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے باقی توجیہات تکلف سے خالی نہیں ہیں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: والظاهر ان خلاف الاولی اعم فکل مکروہ تنزیها خلاف الاولیٰ ولا عکس لان خلاف الاولیٰ قد لا یکون مکروها حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ الضحی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۳ جلد ۱ مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب الخ)

﴿۲﴾ عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللهﷺ یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بها القداح حتی رای انا قد عقلنا عنه ثم خرج یوما فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلاً بادیا صدره من الصف فقال عبادالله لتسون صفوفکم او لیخالفن الله بین وجوهکم رواه مسلم.

(مشکواۃ المصابیح ص۹۷ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الاول)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: وینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوٰۃ ان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبهم فی الصفوف ولاباس ان یامرهم الامام بذلک.

(فتاویٰ عالمگیری ص ۸۹ جلد ۱ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والماموم)

﴿۴﴾ وفی منهاج السنن: وقال ابو حنیفه ومحمد یقومون عند حی علی الصلوٰۃ یشرعون عند قد قامت الصلوٰۃ، وبالجمله انه لایجب القیام علی المقتدی الجالس المنتظر قبل ذلک علی اختلاف بینهم فی تعین ذلک الحد لا ان القیام قبل ذلک غیر جائز کمافی الطحطاوی علی الدرالمختار فی شرح قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح والظاهر انه احتراز عن التاخیر دون التقدیم حتی لو قام اول الاقامة لا بأس انتهیٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۷۸ جلد ۲ باب ماجاء ان الامام احق بالاقامة)

لاؤڈ سپیکر پر اذان کے جواز کی دلیل

سوال: چہ میفرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان در لاؤڈ سپیکر درست است یانہ؟ اگر درست است بہ کدام دلائل متقدمین یا متأخرین دریں مسئلہ بحث قوی است یانہ، واگر درست نیست بچہ وجہ معتبر فی زماننا است۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد خطیب جامع مسجد چمڈیری ضلع مردان ۱۹۶۹ء/۵/۹

الجواب: چونکہ در اذان رفع صوت مطلوب ومحمود ست ﴿۱﴾ لہذا در آلہ مکبر الصوت اذان کردن مشروع بود۔ الدليل على حسن رفع الصوت ما ورد انه عليه السلام قال قم مع بلال فالق عليه ما رئيت فليؤذن به فانه اندى صوتا منك، رواه الترمذى وروى ابن ماجه انه عليه السلام امر بلالا ان يجعل اصبعيه فى اذنيه قال انه ارفع لصوتك ﴿۲﴾ وقال العلامة الشامى ناقلا عن النهاية واذا اذن المؤذنون الاذان الاول ترك الناس البيع ذكر المؤذنين بلفظ الجمع اخراجا للكلام فخرج العادة فان المتوارث فيه اجتماعهم التبليغ اصواتهم الى اطراف المصر الجامع انتهى (ص ۳۶۲ جلد ۱ ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ پس چونکہ نفس الامر میں اذان کے کلمات پڑھ چکے ہیں تو سنت بہر حال ادا ہوتی ہے اور اس کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ رفع صوت کا مقصد نور علی نور کے طریق سے حاصل ہو رہا ہے لہذا اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفى السراج وينبغى للمؤذن فى موضع يكون اسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهد نفسه لانه يتضرر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۳ جلد ۱ قبيل مطلب فى المواضع التى يندب لها الاذان)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۶۴ جلد ۱ باب الاذان الفصل الثالث)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان مطلب فى اذان الجوق)

تثویب جائز ہے اور اذان میں داخل سمجھنا بدعت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تثویب جائز ہے یا بدعت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فروز خان وزیر

الجواب: تثویب جائز ہے اس میں تعاون علی البر موجود ہے (۱) البتہ اذان میں داخل کرنا بدعت ہے، یدل علیہ مافی الشرح التنویر ویثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوہ (ھامش ردالمحتار ص ۳۶۱،۳۶۲ جلد ۱) (۲)۔ وھو الموفق

مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان دینا بدعت نہیں

سوال: محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مفتی اعظم دار العلوم حقانیہ!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کے بعد مسئلہ ذیل کی وضاحت فرما کر مشکور وممنون فرماویں کہ ہمارے ہاں ایک مولانا نے مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان دینا بدعت سیئہ اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے کیا ان کا یہ مسئلہ صحیح ہے مع حوالہ جات کتب کے لکھ کر ہمیں مطمئن کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید شاہ جہان صادق گونڈ اشبقدر فورٹ چارسدہ

---

(۱) وفی منہاج السنن: وجوزہ المتأخرون فی الکل للکل بما تعارفوہ واستثنوا من الصلوات صلوٰة المغرب لعدم افادة التثویب فیہا کما فی النہایہ وغیرہا وھذا التثویب وان لم یعہد فی الصدر الاول لکن لہ اصلا فی الشرع ووجہا وجیہا فی الاصول روی ابو داؤد عن ابی بکرة قال خرجت مع رسول اللہ ﷺ لصلوة الصبح فکان لا یمر برجل الانادہ بالصلوة او حرکہ بالرجل. وفیہ تعاون علی البر وتکثیر للجماعة ونظیرہ فی ترک ما عہد فی عصرہ ﷺ منع النساء عن المساجد.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۷ جلد ۲ باب ماجاء فی التثویب فی الفجر)

(۲) (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: افضل یہ ہے کہ اذان مسجد سے خارج مقام پر دی جائے، کما فی الھندیہ ص۵۷ جلد ۱ وینبغی ان یؤذن علی المأذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضی خان ﴿۱﴾ باقی رہا لاؤڈ سپیکر میں اذان، تو نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

تثویب مفتیٰ بہ قول کی بنا پر جائز ہے

سوال: محترم المقام حضرت مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام عرض یہ ہے کہ ہمارا شیخ صاحب اذان کے بعد آواز دیتا ہے کہ "ایمان والو نماز کیلئے آؤ" صرف یہی الفاظ بولتا ہے دوسری طرف ایک مولانا صاحب اور اس کا شیخ صاحب یہ حکم دیتا ہے کہ جس مسجد میں یہ آواز ہو جائے تو اس میں کسی کی نماز ادا نہیں ہوتی، تو اس آواز کے جواز اور عدم جواز نیز اس مسجد میں نماز کے ادا ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ واضح فرماویں تو عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید سلیمان شاہ بہلولہ پایاں چارسدہ

الجواب: یہ تثویب ہے اور مفتیٰ بہ قول کی بنا پر جائز ہے، لمافی الدر المختار فی باب الاذان ویثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوه قال العلامة الشامی (ص ۲۶۲ جلد ۱) کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰة الصلوٰة ولو احدثوا اعلاما مخالفا

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص۵۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة و کیفیتهما)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین الشامی: ان الاصل الاباحة اقول هذا الجواب نافع فیما سکت عنه الشارع وبقی علی الاباحة الاصلیة اماما نص علی اباحته او فعله علیه السلام فلا ینفع وقد نص فی التحریر علی ان المباح یطلق علی متعلق الاباحة الاصلیة کما یطلق علی متعلق لاباحة الشرعیة فالاحسن فی الجواب ان یقال المراد بقوله فی التعریف ما ثبت ثبوت طلبه لا ثبوت شرعیته والمباح غیر مطلوب الفعل وانما هو مخیر فیه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص۷۸ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الاباحة)

لـذالک جاز نهر عن المجتبیٰ ﴿۱﴾،اور یہ قول کہ اس مسجد میں کسی کی نماز ادانہیں ہوتی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قائل یا جاہل ہے یا متجاہل ہے۔ وهو الموفق

اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دینا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک چھوٹی بستی ہے جس کی مسجد کے بیرونی دروازہ پر زمین سے کئی فٹ اونچا ممبر ہے،اور موذن اس پر اذان دیا کرتا ہے بعض خواتین منع کرتی ہیں کہ یہاں سے مکانات نظر آتے ہیں لہٰذا اذان نیچے زمین پر دیا کریں،تو شرعا اس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:غلام صادق مسجد چک نمبر۵۳ بھکر میانوالی ۱۴۰۱/۴/۲۳ھ

الجواب: بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے ،لان بـلالا رضـی الله عـنـه كان يوذن على بيت امرء ة من بني النجار وكان اطول بيت حول المسجد كما في ابـي داؤد ص۷۷﴿۲﴾ وفـي الهـنـديـه ص۵۷ جـلـد ۱ وينبغي ان يؤذن على المأذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد كذا في فتاوىٰ قاضي خان ﴿۳﴾.

نوٹ:......تاہم پردہ کا انتظام ضروری ہے۔ وهو الموفق

سوائے مغرب کے دیگر اوقات میں تثویب مستحسن ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تثویب کے متعلق کافی اختلاف موجود

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۲۸۶،۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ عـن عـروة بن الزبير عن امرأة من بني النجار قالت كان بيتي من اطول بيت كان حول الـمـسـجـد فكان بلال يؤذن عليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ينظر الى الفجر الخ. (سنن ابی داؤد ص۸۴ جلد ۱ باب الاذان فوق المنارة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص۵۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتهما)

ہے اس میں مختلف اقوال ہیں صحیح اور فیصلہ شدہ قول کونسا معتبر ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: بسم اللہ شاہ متعلم حقانیہ.....۱۵/ دسمبر۱۹۸۳ء

الجواب: فقہاء کرام نے سوائے مغرب کے دیگر اوقات میں تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے ﴿۱﴾ اس کا ماخذ موجود ہے اور نظیر بھی موجود ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اذان کے کلمات کے آخر میں ہا، ہا، باللحن اور نا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین جب اذان میں اشهد ان لا اله الا الله پر پہنچتے ہیں تو آخر میں ہا، ہا، ہاو غیرہ پڑھتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف نمبر دار واہ کینٹ راولپنڈی ۱۸/ ۸/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ ہا، ہاو غیرہ آخر میں لحن ہے، لہٰذا نا جائز ہے، لما فی الدر المختار ص ۳۵۹ جلد ۱ ولا لحن فيه ای تغني بغير كلماته فانه لا يحل فعله ولا سماعه كالتغنى بالقرآن وفي ردالمحتار تحت قوله بغير كلماته اى بزيادة حركة او حرف او مد او

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله في الكل) اى كل الصلوت لظهور التوانى فى الامور الدينية قال في العناية احدث المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه في جميع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول يعنى الاصل هو تثويب الفجر وما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۶ جلد ۱ باب الاذان قبيل مطلب في اذان الجوق)

﴿۲﴾ وفي منهاج السنن: وهذا التثويب وان لم يعهد في الصدر الاول لكن له اصلا في الشرع ووجها وجيها في الاصول روى ابوداؤد عن ابى بكرة قال خرجت مع رسول اللهﷺ لصلوة الصبح فكان لا يمر برجل الاناداه بالصلوة او حركه بالرجل ، وفيه تعاون على البر وتكثير للجماعة ونظيره في ترك ماعهد في عصرهﷺ منع النساء عن المساجد

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۷ جلد ۲ باب التثويب في الفجر)

غیرھا فی الاوائل والاواخر ﴿۱﴾ . معلوم ہوا کہ زیادت حرکت یا زیادت حرف یامد آخر یا اول میں لحن ہے،وھو لا یجوز. وھوالموفق

اذان واقامت میں جاہلانہ رویہ پر اصرار جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ کی مسجد دو خاندانوں میں مشترک ہے اذان واقامت کیلئے نمبر مقرر کیا گیا ہے کہ ایک ہفتہ ایک خاندان کا کوئی فرد اذان واقامت کہے گا،اور دوسرے ہفتے میں اس شخص یعنی دوسرے خاندان کا ایک فرد اذان کردے گا،اب وہ شخص امی ہے اس کے باری آنے پر اگر کوئی اذان دیتا ہے تو وہ اسے مار کر نیچے گرا دیتا ہے اور خود دوبارہ اذان دیتا ہے،اسی طرح اقامت بھی خود دوبارہ کہتا ہے،تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرحم اللہ بونیر......۱۹/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: بشرط صدق ثبوت یہ شخص جاہل مرکب ہے اس پر ضروری ہے کہ کتاب وسنت کا اتباع کرے،اوران امور شنیعہ پر اصرار نہ کرے۔ وھوالموفق

اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ جہر سے پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور جہر سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر سعید قذافی مارکیٹ باجوڑ......۱۰/ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: اذان سے قبل تعوذ اور بسملہ بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ﴿۲﴾ البتہ ان کا

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۸۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله وشرعا اعلام مخصوص) ای اعلام بالصلاة قال فی الدرر ویطلق علی الالفاظ المخصوصه ای التی یحصل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جہر سے پڑھنا خصوصاً اذان کی طرح پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ عوام ان کو اذان کے کلمات سے شمار کرنے لگیں گے ﴿۱﴾ نیز یہ تعامل سلف اور خلف سے مخالف ہے۔ وھو الموفق

اذان کے وقت اہل بدع کے شعار اور التزام مالایلزم سے اجتناب ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ از روئے شریعت محمدی اذان سے قبل یا بعد سراً یا جہراً درود شریف پڑھنا کیسا ہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، حالانکہ درود شریف کے بہت فضائل ہیں تو پھر اس کو کیوں بعض لوگ منع کرتے ہیں قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں جواب سے مستفیض فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت بلال چورنگی ضلع کوہاٹ ۳۰/اکتوبر ۱۹۸۴ء

الجواب: درود شریف بذات خود ایک بہت بڑی عبادت ہے اور عبادت غیر موقتہ ہے، البتہ جو درود شریف اہل بدع کا شعار ہو اور یا اس میں التزام مالایلزم کا اعتقاد ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے ﴿۲﴾ قال رسول اللہ ﷺ اتقو مواضع التهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) بها الاعلام من اطلاق اسم المسبب على السبب اسمعيل دائما لم يعرفه بالالفاظ المخصوصه لان المراد الاذان للصلاة ولو عرف بها الدخل الاذان للمولود ونحوه على مايأتى (قوله على وجه مخصوص) اى من الترسل والاستدارة والالتفات وعدم الترجيع واللحن ونحو ذلك من احكامه الآتية. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال العلامه حلبى : كل مباح يؤدى اليه اى (الىٰ اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه.
(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۵۲۹ فصل فى مسائل شتىٰ)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم رحمه الله: ولان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.
(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۲ باب العيدين)

﴿۳﴾ حديث اتقوا مواضع التهم رواه البخارى فى الادب (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بلا وضو اذان افضل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلا وضو اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشاد خان طورو مردان ۱۳/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: بلا وضو اذان دینا افضل نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تثویب کی مختلف روایات میں تطبیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے گاؤں میں اذان کے بعد مؤذن یا اور کوئی آدمی لوگوں کو آواز دیتے ہیں کہ نماز کیلئے آئیں، اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور ابوداؤد شریف پر حوالہ دیتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال پیش کرتے ہیں اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اعلان جائز ہے اور ہدایہ اور شرح

(بقیہ حاشیہ) المفرد، وقال الملا علی قاری حدیث اتقوا مواضع التهم هو معنی قول عمر، من سلک مسالک التهم اتهم، رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن عمر موقوفا بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا تلومن من اساء الظن به.

(الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۴۹ رقم حدیث ۱۵۱)

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: ولایکره اذان المحدث فی ظاهر الروایة هکذا فی الکافی.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۴ جلد ۱ باب الاذان)

وفی منهاج السنن: مذهب ابی حنیفة انه یکره الاقامة بغیر وضوء ویجوز الاذان وروی عنه انه یکره الاذان ایضاً ویؤیده حدیث لایؤذن احدکم الا وهو طاهر اخرجه ابو الشیخ مرفوعاً وفی سنده عبد الله بن هارون وهو ضعیف واخرجه البیهقی موقوفا علی وائل وفی سنده انقطاع لم یسمع الجبار عن ابیه وائل شیاً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۷ جلد ۲ باب کراهیة الاذان بغیر وضوء)

وقایہ پر حوالہ دیتے ہیں، اب عوام متحیر ہیں، اور جگہوں سے بھی ہم نے جواب طلب کیا مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا، آپ صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمیں تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منظور احمد مسجون دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۱۴/محرم ۱۴۰۵ھ

الجواب: فقہاء حنفیہ نے اس تثویب کو جائز قرار دیا ہے ﴿۱﴾ بدلیل ان فیه تعاونا علی البر وبدلیل ان النبی ﷺ کان یحرک رجل النائم اوناداه، رواه ابوداؤد ولان بلالاً رضی الله عنه کان ینادی رسول اللهﷺ للصلاة وانکار بعض الصحابة علیه بناء علی بعض العوارض مثل التثویب بالصلاة خیر من النوم فی غیر الفجر ومثل الالتزام ﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (ویثوب) بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوه. قال ابن عابدین رحمه الله:(قوله فی الکل) ای کل الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینية قال فی العناية احدث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة علی حسب ماتعارفوه فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثویب الفجر ومارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(الدرالمختار مع ردالمختار ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن : التثویب اعلام بعد اعلام واصله ان تجئ الرجل مسقرخا فیلوح بثوبه لیری ویشتهر، ویطلق علی الاقامة وزیادة الصلوٰة خیر من النوم فی اذان الفجروالمراد فی ترجمة الباب الثالث وهی سنة عندنا فی الفجر وهو مذهب ائمتنا الثلثة واخطأ الامام النووی فیما نسبه الی ابی حنیفة من انه لایقول به، وقول حی علی الصلوٰة بین الاذان والاقامة حسنه الامام محمد فی الجامع الصغیر وجوزه ابویوسف للامراء وکل من کان مشغولا بمصالح المسلمین و یزید قوله ماروی فی الصحاح ان بلالا کان یؤذن ثم یأتی رسول اللهﷺ علی باب الحجرة فیؤذنه بصلوٰة الصبح فیخرج، وروی ابوداؤد عن المغیرة بن شعبه قال ضفت النبیﷺ ذات لیلة وفیه فجاء بلال فآذنه بالصلوٰه وجوزه المتاخرون فی الکل للکل بماتعارفوه واستثنوا من الصلوٰت صلوٰة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مؤذن کی اجازت سے دوسرے شخص کیلئے اقامت کرنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید بکر کے ساتھ جھگڑا کررہا تھا کہ جو شخص اذان دیتا ہے اقامت بھی وہ کہے گا، بکر نے کہا کہ یہ غلط ہے مؤذن کا کوئی حق نہیں کہ اذان بھی دے اور اقامت بھی، مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو مولوی صاحب نے زید کو کہا کہ مؤذن کا حق ہے موذن کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی تکبیر نہ کہے تو زید نے فوراً کہا کہ پھر تجھے اناج دانے لینے کا کوئی حق نہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ میں اپنی طرف سے نہیں حدیث رسول اللہ ﷺ بتاتا ہوں، زید نے کہا کہ میں حدیث مانتا ہی نہیں، چونکہ گاؤں میں تبلیغی جماعت کا گشت ہوتا ہے باتیں کرتے کرتے زید نے کہا کہ اب تبلیغ والے میرے گھر پر نہ آئیں اگر آ گئے تو میں بے عزتی کروں گا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ بھائی تبلیغی جماعت والے تو کلمہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو زید نے کہا کہ مجھے ایسے اسلام کی ضرورت نہیں، چنانچہ چند آدمی تیسرے دن زید کے ہاں گئے تا کہ اس کو سمجھادیں اور توبہ تائب ہو جائے، اور تجدید نکاح کرے، زید نے کہا میں اسلام کو چھوڑ دوں گا، مگر یہ کام نہیں کروں گا تو کیا زید ان باتوں سے کافر ہو گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں، اگر نہ کرے تو ایسے آدمی کے ساتھ کھانا پینا، دینی ودنیاوی امور میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز، مسئلہ کی وضاحت فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز مدرسہ رحمانیہ جیمس آباد تھرپارکر سندھ

(بقیہ حاشیہ) المغرب لعدم افادة التثویب فیها کمافی النهایة وغیرها، وهذا التثویب وان لم یعهد فی الصدر الاول لکن له اصلاً فی الشرع ووجها وجیهاً فی الاصول روی ابوداؤد عن ابی بکرة قال خرجت مع رسول اللهﷺ لصلوٰة الصبح فکان لا یمر برجل الانادا ه بالصلوٰة اوحرکه بالرجل، وفیه تعاون علی البر وتکثیر للجماعة ونظیره فی ترک ماعهد فی عصرهﷺ منع النساء عن المساجد.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۵ جلد ۲ باب فی التثویب فی الفجر)

الجواب: (الف) جو شخص اذان دے تو مستحب یہ ہے کہ وہ اقامت کہے گا لیکن اگر موذن موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن اس کو دوسرے شخص کے اقامت کہنے سے وحشت نہ ہوتی ہو تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا بلاکراہت جائز ہوگا، قال فی الدر المختار اقام غیر من اذن بغیبته ای الموذن لایکرہ مطلقاً وان بحضورہ کرہ ان لحقه وحشة (هامش ردالمحتار ص۲۶۷ جلد ۱)﴿۱﴾ وقلت ماروہ الترمذی من اذن فهو یقیم ففی سندہ عبد الرحمن بن زیاد الافریقی وهو ضعیف وعلی تقدیر الثبوت یحمل علی الاستحباب ﴿۲﴾ لہٰذا بکر اور مولوی صاحب حق پر ہیں۔

(ب) اور زید کی یہ بات کہ ''میں حدیث نہیں مانتا ہوں'' کفر ہے ﴿۳﴾ بشرطیکہ یہ مراد نہ ہو کہ میں جاہل مقلد ہوں، میں فقہ کا پابند اور تابعدار ہوں گا براہ راست میں حدیث پر عمل نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ یہ مجتہد کا کام ہے اور اس کے ساتھ زیبا ہے۔

(ج) اسلام کے چھوڑنے پر راضی ہونا کفر ہے. نظیرہ مافی شرح الفقه الاکبر ومن دعی الی الصلح فقال انا اسجد للصنم ولاادخل فی هذا الصلح قیل لا یکفر ...... وقال

﴿۱﴾(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۹۱ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: قال فقهائنا ومالک الاولیٰ ان یقیم من اذن وان قام غیرہ فجاز ان لم یتأذ بذلک الموذن فان کان یتاذی بذلک یکرہ لان اکتساب اذی المسلم مکروہ وقال الشافعی یکرہ تاذیٰ اولم یتاذی واحتج بحدیث الباب ،واحتج علمائنا بماروہ ابوداؤد وسکت علیه من حدیث عبد الله بن زید وفیه اذان بلال واقامة عبد الله بن زید قال ابن عبد البر اسنادہ حسن، والجواب عن حدیث الباب انه ضعیف او محمول علی الاولویة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۶ جلد ۲ باب ماجاء من اذن فهو یقیم)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: قال رضی الله عنه سألت صدر الاسلام جمال الدین عمن قرء حدیثا من احادیث النبی ﷺ فقال رجل همه روز خلشها خواند قال ان اضاف ذلک الی القاری لاالی النبی ﷺ ینظر ان کان حدیثا یتعلق بالدین واحکام الشرع یکفر وان کان حدیثا لا یتعلق به لا یکفر . (فتاویٰ عالمگیریه ص ۲۶۶ جلد ۲ احکام المرتدین منها ما یتعلق بالانبیاء)

برهان الدين صاحب المحيط وفيه نظر وعندى انه يكفر (ص ۱۵۰)﴿۱﴾ بشرطیکہ اس کی مراد اسلام سے دین اسلام ہو اور اگر اس کی مراد کسی خاص جماعت (تبلیغی جماعت) کا طریق کار ہو تو اس سے بے اعتنائی وغیرہ مؤجب کفر نہیں ہے لیکن بہرحال اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ پردہ میں تجدید نکاح کرے﴿۲﴾ یعنی زوجین اپنے دو بیٹوں وغیرہ کے روبرو ایجاب وقبول کرے۔

(د) اگر یہ شخص اپنے جہل پر اصرار کرے تو مصلحت کی بنا پر ترک موالات اس کیساتھ جائز ہے﴿۳﴾۔ وهو الموفق

صبح اور مغرب کی اذان اور نماز کے اوقات

سوال: فجر کی اذان اور پھر جماعت اسی طرح نماز مغرب کی اذان اور جماعت کیلئے اوقات صحیحہ مستحبہ کیا ہوں گے واضح طریقہ پر فتویٰ صادر فرماویں؟

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۸ء/۱۰/۲۵

الجواب: صبح کی اذان طلوع شمس سے سوا گھنٹہ پہلے کر کے نصف گھنٹہ بعد جماعت پڑھی جائے﴿۴﴾۔

﴿۱﴾ (شرح فقه الاكبر للقارى ص ۱۸۳ فصل فى الكفر صريحا و كناية)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: واقره فى نور العين ومفهومه انه لا يحكم بفسخ النكاح وفيه البحث الذى قلناه واما امره بتجديد النكاح فهو لا شک فيه احتياطاً خصوصا فى حق الهمج الارذال الذين يشتمون بهذه الكلمة فانهم لا يخطر على بالهم هذا المعنى اصلاً.

(ردالمحتار ص ۳۱٦ جلد ۳ قبيل مطلب توبة الياس مقبولة دون ايمان الياس)

﴿۳﴾ عن ابى سعيد الخدرى عن رسول الله ﷺ قال من راى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلک اضعف الايمان رواه مسلم.

(مشكواه المصابيح ص ۴۳٦ جلد ۲ باب الامر بالمعروف)

﴿۴﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب مواقيت الصلاة)

مغرب کی اذان بعد الغروب دے کے نماز فوراً ادا کرے﴿۱﴾ اورسوا گھنٹہ بعد عشاء کی نماز ادا کرنی چاہئے۔وهوالموفق

کسی امر کی مقدار شرعی سے زائد اہتمام کرنا یا اپنی طرف سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے قبل یا بعد مروجہ صلاۃ وسلام کا کیا حکم ہے؟ جولوگ یہ نہیں کرتے انہیں وہابی اور گستاخ رسول کہا جاتا ہے کیا یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد ایوب مرکزی مسجد ٹیکسلا ...۱۹۷۶ء/۱/۲۰

الجواب: صلاۃ وسلام بذات خود عبادت ہے لیکن کسی امر کی مقدار شرعی سے زائد اہتمام کرنا یا اپنی طرف سے تخصیص کرنا منکر اور ناجائز ہے، کما انكر الله تعالیٰ على من عامل معاملة الحرام بالطيبات حيث قال يا ايها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان الخ ﴿۲﴾ وكذا انكر الله على من التزم الدخول من ظهور البيوت فعلاً وتركا ﴿۳﴾ وانكر عبد الله بن مسعود رضى الله عنه من التزم الانصراف عن اليمين

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: اول وقت المغرب حين تغرب الشمس وآخر وقتها حين يغيب الشفق. (هدايه على صدرفتح القدير ص ۱۹۵ جلد ۱ باب المواقيت)

﴿۲﴾ قال العلامه حافظ عماد الدين ابن كثير: يقول الله تعالیٰ امرا عباده المؤمنين به المصدقين برسوله ان يأخذ وابجميع عرى الاسلام وشرائعه والعمل بجميع اوامره وترك جميع زواجره مااستطاعوا من ذلك وزعم عكرمه انها نزلت في نفر ممن اسلم من اليهود وغيرهم كعبد الله بن سلام واسدبن عبيد وثعلبه وطائفة استأ ذنوا رسول الله ﷺ في ان يسبتو وان يقوموا بالتوراة ليلا فامرهم الله باقامة شرائع الاسلام والاشتغال بها عما عداها. (تفسير ابن كثير ص ۳۲۴ جلد ۱ سورة البقرة آيت:۲۰۸)

﴿۳﴾ قال العلامه شبير احمد العثمانی: زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رواه البخاری ﴿۱﴾ وقال صاحب البحر ص ۱۵۹ جلد ۳ ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیٔ دون شیٔ لم یکن مشروعا حیث لم یرد به الشرع لانه خلاف المشروع ﴿۲﴾. وهو الموفق

دعائے اذان میں بعض اضافی الفاظ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کی دعامیں و الدرجة الرفيعة وارزقنا الشفاعة وغیرہ بعض الفاظ کی زیادت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ تورڈھیر صوابی

الجواب: چونکہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ میں نہیں پائی گئی ہے البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے، لہٰذا ماثور پر اکتفاء کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دیکر گھستے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے اللہ تعالیٰ نے اس کو غلط فرمادیا ...... اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اپنی طرف سے کسی جائز اور مباح امر کو نیکی بنالینا اور دین میں داخل کرلینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت باتوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہوگیا۔(فوائد تفسیر عثمانی ص۳۷ جلد ۱ سورة البقرة آیت: ۱۸۹)

﴿۱﴾ عن الاسود قال قال عبد الله بن مسعود لا يجعل احدكم للشيطان شيأ من صلاته يرىٰ ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت النبی ﷺ كثيرا ينصرف عن يساره.
(صحيح البخاری ص ۱۱۸ جلد ۱ باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۱ باب العيدين)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: ثبت اذكار بعد التأذين منها الصلوٰة على النبی ﷺ كما فی حديث عبد الله بن عمرو عند مسلم وقال ابن القيم الافضل صلوٰة التشهد، ومنها دعاء الوسيلة وهو اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمدا الوسيلة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته رواه البخاری، قال الحافظ وزيادة والدرجة الرفيعة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بالغ لوگوں کی موجودگی میں نابالغ کی اذان

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغ افرادموجود ہیں ان کی موجودگی میں نابالغ کی اذان کیسی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اکبر پٹن ازادکشمیر

الجواب: بہترنہیں ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اذان اوراقامت میں فرق

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان اوراقامت میں سوائے کلمات (قد قامت الصلوٰة) کے علاوہ کوئی اورفرق ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: محمدازرم تبوک سعودی عرب ...۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ اذان پندرہ کلمات ہو،اور بلندآواز سے ہو عجلت سے نہ ہو بخلاف اقامت کے کہ اس میں راجح سترہ کلمات ہیں اور پست آواز اور عجلت سے ہو﴿۲﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)لیس لها اصل . وقال السخاوی لا اصل لها وفی معارف السنن وردت هذه الزيادة عند ابن السنى فى عمل اليوم والليلة وذكرها الشاه ولى الله فى حجة الله البالغه وزيادة قوله انک لا تخلف الميعاد ثابتة فى السنن الكبرىٰ للبيهقى بسند قوى واما زيادة وارزقنا شفاعته فلا اصل لها ايضا وكذا لم يثبت فى شئ من طرقه زيادة ياارحم الراحمين كما فى التلخيص. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۶ جلد ۲ باب مايقول اذا اذن المؤذن)

﴿۱﴾ قال فى الهنديه: اذان الصبى العاقل صحيح من غير كراهة فى ظاهر الرواية ولكن اذان البالغ افضل واذان الصبى الذى لا يعقل لا يجوز ويعاد وكذا المجنون هكذا فى النهاية. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۵۴ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾وفى الهنديه: الاذان خمس عشرة كلمة وآخر عندنا لا اله الا الله كذافى فتاوىٰ قاضى خان والاقامة سبع عشرة كلمة خمس عشر منها كلمات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب کے بعد سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذان عشاء نہیں دینا چاہئے

سوال: ہمارے گاؤں میں چھ مساجد ہیں، ہر مسجد میں ساڑھے آٹھ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک مسجد میں آٹھ بجے، اور ساڑھے آٹھ بجے تراویح شروع ہو جاتی ہے، تو ان اوقات میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام اعظم رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق تراویح اور نماز کا صحیح وقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم مولوی عبدالغفور غفوری دواخانہ ڈھیری کلپانی مردان ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غروب کے سوا گھنٹہ گزرنے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوتا ہے اور سفیدی غائب ہو جاتی ہے پس ائمہ مساجد حضرات پر ضروری ہے کہ سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذانیں نہ دیویں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صبح صادق سے پہلے اذان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں اکثر مساجد میں سحری کے وقت کے ختم ہونے پر اذان دی جاتی ہے اور سحری کا وقت صبح صادق سے پہلی ختم ہوتا ہے تو اس صورت میں صبح صادق سے پہلے اذان ہو جائے گی کیونکہ لوگ اذان سننے پر سحری ختم کرتے ہیں تو کیا وقت سے پہلے یہ اذان ہو جاتی ہے؟ یا کوئی اور طریقہ اعلان اختیار کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نفیس احمد میر پور خاص سندھ ۵/رمضان ۱۴۰۵ھ

(بقیہ حاشیہ) الاذان و کلمتان قوله قد قامت الصلاة مرتين كذافي فتاوىٰ قاضي خان.
ويترسل في الاذان ويحدر في الاقامة وهذا بيان الاستجاب كذا في الهدايه.
(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۵۵،۵۶ جلد ۱ الفصل الثاني في كلمات الاذان و الاقامة)

﴿۱﴾وفي المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين عروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد في ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب مواقيت الصلاة)

الجواب: مستحب یہ ہے کہ خوردنوش طلوع فجر سے قبل بند کیا جائے بلکہ مشکوک ہونے سے بھی قبل ﴿۱﴾۔اور اگر بندش کا اعلان کیا جائے تو ممنوع نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

وقت سے قبل اذان دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر وقت سے قبل اذان دی جائے تو دوبارہ دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رضاء اللہ شلمنی ضلع صوابی......۱۷/شعبان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا، (شامی وغیرہ)﴿۳﴾۔ وھو الموفق

اذان کے وقت ریڈیو بلند آواز سے لگانے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ ہوش وحواس کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے لیکن جب اذان شروع ہو جاتی ہے تو وہ ریڈیو کو بلند آواز سے لگاتا ہے اور ریڈیو بند کرنے کا جب کہا جاتا ہے تو انکار کرتا ہے، نیز نماز کیلئے بلا کر بھی انکار کرتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید غلام حیدر شاہ......۱۹۸۹ء/۱۰/۱۰

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد امين ابن عابدين: (قوله وتاخيره) لان معنى الاستعانة فيه ابلغ بدائع ومحل الاستحباب ماذا لم يشك في بقاء الليل فان شك كره الاكل في الصحيح كما في البدائع. (ردالمحتار ص ۱۲۴ جلد ۲ قبيل فصل في العوارض)

﴿۲﴾ لماروا ه ابوداؤد فما احل فهو حلال وماحرم فهو حرام وماسكت عنه فهو عفو.
(سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد ۲ باب مالم يذكر تحريمه)

﴿۳﴾قال الحصكفي: (فيعاد اذان وقع) بعضه (قبله) كالاقامة خلافا لثاني في الفجر. (الدرمختار ص ۲۸۴ جلد ۱ باب الاذان).وفي الهنديه: تقديم الاذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقا وكذافي الصبح عند ابی حنيفه (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: ایسے شخص کے ساتھ ترک موالات کرنا چاہئے ﴿۱﴾۔ کیونکہ حکم شرعی (حبس دائم) ہمارے بس میں نہیں ہے۔ وھو الموفق

اقامت کہنا سنت مؤکدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز سے پہلے اقامت پڑھنا کیا درجہ رکھتا ہے فرض ہے یا سنت یا واجب یا مستحب؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرقیب پشاور یونیورسٹی ۲۴/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اقامت سنت مؤکدہ ہے اور صاحب بدائع نے اسے واجبات سے شمار کیا ہے ﴿۲﴾

فی مراقی الفلاح سن الاذان فلیس بواجب علی الاصح وکذا الاقامة سنة مؤكدة فی قوة الواجب لقول النبی ﷺ الخ (هامش الطحطاوی ص ۱۱۵) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیه حاشیه) ومحمد رحمهما الله تعالیٰ وان قدم یعاد فی الوقت هکذا فی شرح مجمع البحرین لابن ملک وعلیه الفتویٰ هکذافی التتارخانیه ناقلا عن الحجة.

(فتاویٰ هندیه ص۵۳جلد ۱ الفصل الاول فی صفته واحوال المؤذن)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن حجر العسقلانی: فتبین هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فیسوغ لمن اطلع علیها منه هجره علیها لیکف عنها قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ان یبین صفة الهجران الجائز وانه یتنوع بقدر الجرم، فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجران بترک المکالمة کما فی قصة کعب وصاحبیه وقال الطبری: قصة كعب بن مالک اصل فی هجران اهل المعاصی.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص۵۹۸جلد۱۳ باب مایجوز من الهجران لمن عصی)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واما واجباتها فانواع بعضها قبل الصلاة وبعضها فی الصلاة اما الذی قبل الصلاة فاثنان احدهما الاذان والاقامة.

(بدائع الصنائع ص۳۶۴جلد۱ واجبات الصلاة)

﴿۳﴾ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص۱۹۴ باب الاذان)

اذان میں اشهد ان محمدا رسول الله میں محمداً منصوب پڑھا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں محمدًا رسول الله پڑھا جائے گا یعنی زبر کے ساتھ، یا محمدٌ رسول اللهُ یعنی پیش کے ساتھ، کیونکہ کلمہ طیبہ میں پیش کیساتھ پڑھا جاتا ہے تو اذان میں پیش کیوں نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیم صدیقی عمان مسقط ۱۹۷۴ء/۵/۱۱

الجواب: اذان میں اِنَّ (عامل ناصبه) کی وجہ سے محمداً (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اذان کیلئے دائیں یا بائیں جانب کی کوئی تخصیص نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان الله یحب التیامن (الحدیث) چنانچہ لباس، دخول مسجد، کنگھی اور غسل رجلین وغیرہ میں دائیں طرف اور جانب کا حکم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اذان شعائر اسلام سے ہے اور وہ بائیں جانب کو ہوتی ہے مسجد کی دائیں جانب اذان کیوں نہیں دی جاتی جیسا کہ اقامت دائیں جانب ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالحمید باجوڑا یجنسی ۳/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: یسار کی طرف اذان کرنا کتابی حکم نہیں ہے پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں مسجد سے باہر اذان دی جاتی تھی، میمنہ یا میسرہ کا کوئی لحاظ نہیں تھا، کما لا یخفیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه جمال الدین عثمان بن الحاجب: المنصوبات فمنه اسم ان واخواتها هو المسند الیه بعد دخولها مثل ان زیداً قائم. (کافیه ابن حاجب ص ۴۹ المنصوبات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: ان اول من رقی منارة مصر للاذان شر حبیل بن عامر المرادی وبنی سلمة المنابر للاذان بامر معاویة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صوفی جاہل کی بنسبت عالم فاسق کی اذان اولیٰ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایم اے تک تعلیم یافتہ ہے پابندی سے بہت اچھے طریقے سے تلاوت قرآن مجید کرتا ہے حروف بھی اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے لیکن اس کی داڑھی نہیں ہے مونڈواتا ہے کیا اس کیلئے اذان دینا جائز ہے؟ دوسرا آدمی ہے جو بالکل ان پڑھ ہے اور تلاوت قرآن بھی نہیں کرسکتا اور نہ اذان کے حروف اچھے طریقے سے ادا کرسکتا ہے البتہ اس کی داڑھی ہے۔ان دونوں میں سے کون اذان دینے کیلئے بہتر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ربی کندی تازہ دین پی نوشہرہ.....۲۵/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ محلوق اللحیہ فاسق ہے، کما صرح به فی شهادات تنقيح الفتاویٰ الحامدیه ﴿۱﴾ اور عالم باعمل کی موجودگی میں اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے البتہ صوفی جاہل کی نسبت اولیٰ اور افضل ہے، کمافی الدرالمختار وفاسق ولوعالماً لاکنه اولیٰ بامامة واذان من جاهل تقی﴿۲﴾ (هامش ردالمحتار ص ۲۶۳ جلد ۱) . وهوالموفق

(بقیه حاشیه)ولم تكن قبل ذلک وقال ابن سعد بالسند الی ام زيد بن ثابت كان بيتی اطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من اول ماأذن الی ان بنی رسول الله ﷺ مسجده فكان يؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره.

(ردالمختارهامش الدرالمختار ص ۲۸۵ جلد ۱ مطلب من بنی المنابر للاذان باب الاذان)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين فی تنقيح الفتاویٰ: ان الاخذ من اللحية وهی دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهنود ومجوس الاعاجم فحيث ادمن علی فعل هذا المحرم يفسق.

(تنقيح الفتاویٰ الحامدية ص ۳۵۱ جلد ۱ لايباح الاخذ من اللحية وهی دون القبضة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ مطلب فی المؤذن اذاكان غير محتسب فی اذانه باب الاذان)

جیل میں قیدیوں کیلئے اذان کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوشہرہ حوالات میں زمانہ قدیم سے یہ طریقہ تھا، کہ وہاں پر قیدی نماز باجماعت بھی پڑھتے تھے، اور اذان بھی دیتے تھے، اب ایک مولوی صاحب نے قیدیوں کو اس سے منع کیا ہے کہ تم اذان بھی نہ دو اور جماعت بھی نہ کرو، یہ شرع میں منع ہے، اسلئے کہ اذان اس جگہ میں دینی چاہئے جہاں دروازے کھلے ہوں اور عام لوگ بلا قید وقیود آ جا سکتے ہوں، مولوی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ ہم مجرم ہیں اور مجرم کی اقتداء صحیح نہیں، لہٰذا التماس ہے کہ شرع محمدی ﷺ کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ مدلل تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سیف اللہ ۳۱/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: نماز جمعہ کو حوالات میں پڑھنا الگ چیز ہے اور نماز باجماعت الگ چیز ہے اور اس دوسری صورت میں اذان نہ دینا بے قاعدہ حکم ہے ﴿۱﴾ اگر اس مولوی صاحب کو جزئیہ معلوم ہو تو ہمیں روانہ کریں۔ وھو الموفق

اذان خطبہ کہاں دی جائے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ سے قبل جو اذان دی جاتی ہے اس کیلئے جگہ کی کوئی قید ہے یا نہیں، یا جہاں بھی دی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالوہاب زڑہ میانہ نوشہرہ

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله للفرائض الخمس الخ) دخلت الجمعة بحر وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة قال في مواهب الرحمن ونور الايضاح ولو منفرداً اداء او قضاء سفرا او حضراً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۳ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: اس اذان کوداخل مسجد دینا چاہئے نیزبین یدی المنبر اورنزدیک کے دینا چاہئے (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ص ۴۴۹ جلد ۱)﴿۱﴾. وھوالموفق

جس مسجد کیلئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوتو واردین کیلئے اذان واقامت افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت سفر میں اکثر مساجد میں جو جماعت ثانیہ کی جاتی ہے تو اس حالت میں اقامت کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی بدر منیر مہتمم دارالعلوم مدنیہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی.....۱۰/ذی قعدہ۱۴۰۹ھ

الجواب: جس مسجد کیلئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوں تو واردین کیلئے افضل یہ ہے کہ اذان واقامت کریں، کمافی الهنديه ص ۵۶ جلد ۱ مسجد ليس له موذن وامام معلوم يصلی فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة فالافضل ان يصلی کل فريق باذان واقامة علی حدة کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۲﴾. وھوالموفق

اذان میں کلمات تکبیر دو دو کلمات ملا کر کہے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے سارے کلمات الگ

﴿۱﴾ قال الشيخ اشرف علی التهانوی رحمه الله: اکثر کتب کی عبارت تو محتمل وجہین کو ہے مگر جامع الرموز کی عبارت صریح ہے، قرب متبادر ومحاذات میں وھو هذه بين يديه ای بين الجهتين المسامتتين اليمين المنبر اوالامام ويساره قريبا منه ووسطهما بالسکون فيشمل ما اذا اذن فی زاوية قائمة او حادة او منفرجة حادثة من خطين خارجين من هاتين الجهتين، قلت تحدث القائمة اذا کان المؤذن حذاء وسط المنبر بالحرکة والمنفرجة والحادة اذا کان فی غير حذائه. (امداد الفتاویٰ ص ۴۷۴ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة والعيدين)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگيريه ص ۵۵ جلد ۱ الفصل الاول فی صفته واحوال المؤذن)

الگ سانس کے ساتھ کہنا ضروری ہے یا الله اکبر، الله اکبر، دو دو کلمات کو ایک سانس میں کہنے کیلئے کوئی استثناء موجود ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابو باسوات ... ۱۹۸۹ء/۴/۹

الجواب: ہر دو الله اکبر کے بعد سانس لی جائے گی ﴿۱﴾ ۔ وهو الموفق

داڑھی مونڈے کی اذان کا اعادہ احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی مونڈا اگر اذان دے دیں تو اس کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صدر رحمن کل قریب نیو حاجی کیمپ کراچی نمبر ا ۱۴۰۱ھ/۷/د

الجواب: داڑھی مونڈوانے والا فاسق ہے مردود الشہادت ہے، کمافی تنقیح الفتاوی ﴿۲﴾ اور اس کی اذان مکروہ ہے اور احوط یہ ہے کہ غیر فاسق اس کا اعادہ کرے، کمافی ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ۱ قوله ویعاد اذان جنب الخ، زادالقهستاني والفاجر والراکب والقاعد ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم (قوله ویترسل فیه ویحدر فیها) ای یتمهل فی الاذان ویسرع فی الاقامة وحده ان یفصل بین کلمتی الاذان بسکتة بخلاف الاقامة للتوارث ولو جعل الاذان اقامة یعید الاذان ولوجعل الاقامة اذانا لا یعید لان تکرار الاذان مشروع دون الاقامة.
(بحر الرائق ص۲۵۷ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین فی تنقیح الفتاوی: ان الاخذمن اللحیة وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احدو اخذ کلها فعل یهود الهنود ومجوس الاعاجم فحیث ادمن علی فعل هذا المحرم یفسق وان لم یکن ممن یستخفونه ولا یعدونه قادحاً للعدالة والمروء ة فکلام المولف غیر محرر ،فتدبر.
(تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لایباح الاخذ من اللحیة وهی دو ن القبضة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی اذانه باب الاذان)

داڑھی مونڈوانے والے کی اذان مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی مونڈوانے والے کو مستقل طور پر جامع مسجد کا مؤذن بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی علی محمد دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نادرشاہ بازار بہاولنگر ۱۹۸۸ء/۵/۱۰

الجواب: عادۃً داڑھی مونڈوانے والا فاسق ہے، کمافی تنقیح الفتاوی ص ۳۵۱ جلد ۱ فحیث ادمن علی فعل ھذا المحرم یفسق ﴿۱﴾ انتھی۔ اورار باب فتاوی نے لکھا ہے کہ فاسق کی امامت اوراذان مکروہ ہے ﴿۲﴾ پس اس کو باقاعدہ امام اور مؤذن مقرر کرنا دینی بے اعتنائی اور مداہنت ہے۔ وھو الموفق

بلاوضواذان دینے سے قوم کی خواری وپستی موضوعی وعید ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلاوضو اذان دینے سے قوم پر خواری اور پستی آتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قیس نعمانی مربئی نوشہرہ

الجواب: بلاوضواذان دینا خلاف استحباب ہے ﴿۳﴾ اوراس کی وجہ سے قوم کی خواری اور پستی منصوصی بات نہیں موضوعی اور خودساختہ وعید ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ص ۳۵۱ جلد ۱ لایباح الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة)

﴿۲﴾ قال العلامہ حصکفی: ویکرہ اذان جنب واقامته واقامة محدث لا اذانه واذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالما لکنه اولی بامامة واذان من جاھل تقی۔

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۳﴾ قال الشرنبلالی: ویستحب ان یکون المؤذن علی وضوء لقوله ﷺ لا یؤذن الا متوضی۔ (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۲۱۱ مایستحب للمؤذن) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقيه حاشيه)وفي المنهاج: مذهب ابی حنيفة انه يكره الاقامة بغير وضوء ويجوز الاذان، وروى عنه انه يكره الاذان ايضاً ويؤيده حديث لا يؤذن احدكم الا وهو طاهر، اخرجه ابو الشيخ مرفوعا وفي سنده عبد الله بن هارون وهو ضعيف واخرجه البيهقى موقوفا على وائل وفي سنده انقطاع لم يسمع الجبار عن ابيه وائل شيأ، ومذهب الشافعي انه يكره الاذان بغير طهور، ومذهب احمد ان التطهر مستحب في الاذان والامامة، وقال مالک يصح الاذان بغير طهور ولا يقيم الا متوضئ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۷۷ جلد۲ باب كراهية الاذان بغير وضوء)

باب شروط الصلوٰۃ وارکانہا

جیب میں نسوار یا سگریٹ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار کی ڈبیہ یا تھیلی نیز سگریٹ کے جیب میں ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے، یا اس کو ہٹانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لطیف اللہ چارسدہ

الجواب: نسوار میں غالباً پاک پانی ڈالا جاتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ نماز ادا کرنا ممنوع نہیں ہے، باقی سگریٹ کی تھیلی اور ڈبیہ پاک ہوتو اس سے نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے ﴿۱﴾ البتہ بدبو اور موذی اشیاء کا مسجد لے جانا ممنوع ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

میت کے غسل کیلئے استعمال شدہ پاک تختہ پر نماز درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تختہ نماز پر ایک بچے کی میت کو غسل دیا گیا اب اس تختہ پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منشی محمود مانسہرہ

﴿۱﴾ وفی الهنديه: تطهير النجاسة من بدن المصلی وثوبه والمكان الذی يصلی عليه واجب هكذا فی الزاهدی فی باب الانجاس.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله واكل نحو ثوم) ای كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح فی النهی عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العينی فی شرحه علی صحيح البخاری قلت علة النهی اذی (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: واضح رہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے طہارت مکان شرط ہے، پس اگر یہ تختہ پاک ہوتو اس پر نماز پڑھنا درست ہوگا ﴿۱﴾، والظاهر هي الطهارة والا فلم يصح صلوٰة الجنازة ايضا. فافهم وتدبر. وهو الموفق

سجدہ ثانیہ بھول کر سلام کے بعد ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آخری رکعت میں سجدہ ثانیہ بھول گیا اور سلام سے بھی فارغ ہوا کہ یاد آیا، اور ابھی تک کوئی امر منافی للصلوٰۃ بھی نہیں کیا ہے، تو اب کیا صورت اختیار کرے، اور اگر کوئی امر منافی للصلوٰۃ سرزد ہوا ہو تو پھر کیا صورت ہوگی؟ بينوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن

الجواب: ایسے شخص سے اگر کوئی امر منافی للصلوٰۃ سرزد ہوا ہو تو نماز کا اعادہ کرے گا، اور اگر منافی متحقق نہیں ہوا ہو تو سجدہ ثانیہ ادا کرے، اور التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، اور دوبارہ التحیات پڑھ کر سلام پھیرے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع خلافا لمن شذ ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا او غيره الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ مطلب في الغرس في المسجد)

﴿۱﴾ وفي الهنديه: تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب هكذا في الزاهدي في باب الانجاس. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول في الطهارة)

﴿۲﴾ قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد البخاري: وان سلم وهو غير ذاكر لهما (اى سجدة صلبية وسجدة التلاوة) فان سلامه لا يكون قطعا وعليه ان يسجد للتلاوة ويسجد للصلوتية الاول فالاول ثم يتشهد ثم يسلم ثم يسجد سجدتي السهو ثم يتشهد ثم يسلم.

(خلاصة الفتاوىٰ ص ۱۸۰ جلد ۱ باب سجود السهو)

کوٹ پتلون اور ٹائی پہنے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگریزی لباس یعنی کوٹ، پتلون اور ٹائی پہننا ایک رسم عام بن گیا ہے، خاص کر افسر شاہی لوگوں کا یہ شیوہ ہے، ڈیوٹی کے دوران جب نماز کا وقت ہو جائے اور کپڑوں کی تبدیل کرنے کا موقع نہ ملے، کیا اسی لباس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر خالد حسین میڈیکل افیسر میر علی شمالی وزیرستان ۱۹۷۲ء/ ۵/ ۲۸

الجواب: نماز قضاء ہونے سے یہ بہتر ہے کہ اس غیر شرعی لباس میں نماز پڑھی جائے خصوصاً جبکہ عذر بھی ہو ﴿۱﴾۔ فقط

سجدہ میں پاؤں اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ میں پاؤں اٹھانے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن پشاور ۵/ اگست ۱۹۷۹ء

الجواب: جب تمام سجدہ میں زمین سے پاؤں اٹھائے جائیں تو نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے لیکن اس کا متحقق ہونا کسی سے نہیں سنا ہے (بحر شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ محمدامین ابن عابدین: (قوله والرابع سترعورته) ای ولو بما لا یحل لبسه کثوب حریر وان اثم بلا عذر کالصلوٰة فی الارض المغصوبة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۹۷ جلد ۱ مطلب فی سترا لعورة)

﴿۲﴾ قال فی شرح التنویر: ومنها السجود بجبهته وقدمیه ووضع اصبع واحدة منهما شرط. قال ابن عابدین: وافاد انه لو لم یضع شیأ من القدمین لم یصح السجود وهو مقتضی ما قدمناه آنفا عن البحر وفیه خلاف سند کره فی الفصل الآتی (ص ۳۳۰ جلد ۱) وقال الحصکفی: وفیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۳۰، ۳۲۹ جلد ۱ بحث الرکوع والسجود

مستورات کاباریک دوپٹہ اورآستین کا کلائیوں سے اوپر ہونے کی حالت میں نماز

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) باریک دوپٹہ جس میں بال نظرآتے ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔(۲) نیز آستین جب کلائیوں سے اوپر ہوں نماز کا کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: (۱) زنانہ کیلئے اس میں (باریک دوپٹہ میں) نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے اور دوبارہ باقاعدہ واجب الاعادہ ہے، روایاتِ حدیثیہ اور فقہیہ سے یہ ثابت ہے ﴿۱﴾۔(۲) مرد کیلئے مکروہ ہے اور عورت کیلئے مفسد ہے، والدليل على الاول كراهة الصلوة على وجه الولاية، والدليل على الثانى كون اليدين عورة الا الكفين ﴿۲﴾. فقط

علم کے اعتبار سے نمازی کی اقسام اور عبارت عالمگیری میں فیہ ضمیر کا مرجع

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین کہ فتاویٰ عالمگیری کی درجہ ذیل عبارت کے متعلق ایک استفسار ہے، المصلون ستة من علم الفرائض منها والسنن وعلم معنى الفرائض انه ما يستحق الثواب بفعله والعقاب بتركه والسنة ما يستحق الثواب بفعلها ولا يعاقب بتركها فنوى الظهر والفجر اجزأته واغنت نية الظهر عن نية الفرض والثانى من يعلم

﴿۱﴾ قال فى الهنديه: بدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقدميها كذا فى المتون، وشعر المرأة ما على رأسها عورة واما المسترسل ففيه روايتان الاصح انه عورة كذا فى الخلاصة وهو الصحيح وبه اخذالفقيه ابو الليث وعليه الفتوى والثوب الرقيق الذى يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه كذا فى التبيين. (فتاوىٰ هنديه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فى الطهارة وستر العورة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: وقيد الكراهة فى الخلاصة والمنية بان يكون رافعا كميه الى المرفقين. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۳ جلد ۱ مطلب مكروهات الصلاة)

ذلک وینوی الفرض فرضاً ولکن لا یعلم ما فیہ من الفرائض والسنن یجزیہ کذا فی القنیۃ" اس عبارت میں مافیہ میں ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے، ما فی الوقت یا مافی الفرض؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیری سہگل جہلم ۱۹۷۰ء/۵/۱۷

الجواب: ضمیر مافیہ میں نماز فرض کو راجع ہے، یعنی اتنا جانتا ہو کہ یہ نماز فرض ہے لیکن اس نماز میں جتنے فرائض اور واجبات وغیرہا ہیں ان سے ناواقف ہو۔ وھو الموفق

بکری دنبے کے چمڑے کے بنے ہوئے مصلیٰ رکھنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ومشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بکری یا دنبے کے مصلیٰ پر یہاں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک سر اور گردن والا حصہ آگے اور بعض کے نزدیک پچھلا حصہ آگے، لہٰذا مستند کتب کے حوالے سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ مصلیٰ کی کونسی سمت آگے اور کونسی پیچھے ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سعید اصفہانی چائے ڈپو کوہالہ مری

الجواب: دونوں شق جائز ہیں، کیونکہ دونوں کے متعلق نہ امر آیا ہے اور نہ منع، تو بنا بر حدیث، وما سکت عنہ فھو عفو ﴿۱﴾ دونوں جائز اور مباح ہیں، البتہ تکلف اور تشدد منع ہے۔ فقط

فرض نماز اور سنت کی نیت کس طرح کی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہئے صرف قلب سے یا قلب وزبان دونوں سے۔ (۲) سنت نماز میں سنت رسول اللہ کہنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صفدر حسین اینڈ برادرز سعودی عرب......۱۹۸۶ء/۱/۳۰

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد ۲ باب مالم یذکر تحریمہ)

الجواب: (۱) نیت قلب کے ارادہ کا نام ہے خواہ زبان سے تلفظ کیا جائے یا نہیں، البتہ زبان سے تلفظ مستحب ہے اس سے ارادہ قلبی کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور سنت ثابتہ سے متصادم بھی نہیں ہے ﴿۱﴾۔

(۲) سنت یا سنت رسول اللہ پڑھنا ایک حکم رکھتا ہے ایک مجمل ہے اور دوسرا مفصل ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زنانہ کیلئے نماز میں ستر عورت

سوال: چہ مے فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ یک زن مسلمان واصیل کہ در یک لباس نماز ادا میکنند، و دران لباس ساق زن و صدرش از جہت کشادگی گریوان ظاہر میشود، این نماز زن دران لباس درست است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: باز محمد افغانی ۔ ۱۹۸۷ء/۱/۲۴

الجواب: ماسوائے مہ وقدمین وکفین بر اندام مکمل یا ربع وے کہ برہنہ شود، نمازش فاسد شود، کما فی الهنديه ص ۶۰ جلد ۱ الربع وما فوقه كثير وما دون الربع قليل وهو الصحيح هكذا في المحيط ﴿۳﴾. وهو الموفق

بجانب قبلہ بعض مواجہت قبلہ ہو تو نماز فاسد نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو معلوم نہیں تھا کہ

﴿۱﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: والمستحب في النية ان ينوى يقصد بالقلب ويتكلم باللسان بان يقول اصلى صلوٰة ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الائمة لان النية عمل القلب لا عمل اللسان واستحباب ضمه لما ذكرنا.
(غنية المستملى شرح منية المصلى ص ۲۵۱، ۲۵۲)

﴿۲﴾ في ردالمحتار: ان كان مما واظب عليه الرسول ﷺ او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۷۶ جلد ۱ مطلب في السنة وتعريفها)

﴿۳﴾ (فتاوى عالمگيريه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول في الطهارة وستر العورة)

قبلہ سے سینہ پھیر کر نماز فاسد ہو جاتی ہے اب بے علمی کی وجہ سے سینہ قبلہ سے پھیر گیا نصف یا نصف سے زیادہ یعنی کم از کم کتنا سینہ قبلہ سے پھیر جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر بعض مواجہت باقی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور جب مواجہت بالکلیہ فوت ہو جائے تو نماز فاسد ہوتی ہے، یدل علیہ ما فی ردالمحتار ص ۳۹۸ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ فقط

بارش سے بھیگے پاک کپڑوں میں نماز جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کا بدن بھی پاک ہے اور کپڑے بھی پاک ہیں مگر بوجہ بارش کے کپڑے بھیگ کر بدن کے ساتھ لپٹ گئے، اور دیگر کپڑے موجود نہیں، تو کیا ان کپڑوں میں نماز ادا کرے گا یا قضا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر احمد بن جمال الدین کوہالہ راولپنڈی ۱۹۷۰ء ۴/۴

الجواب: نماز ادا کرے گا، کیونکہ کپڑے بھیگ جانے سے ناپاک نہیں ہوتے ہیں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وسيأتى فى المتن فى مفسدات الصلاة انها تفسد بتحويل صدره عن القبلة بغير عذر فعلم ان الانحراف اليسير لا يضر وهو الذى يبقى معه الوجه او شئ من جوانبه مسامتالعين الكعبة او لهوائها بان يخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبه ويمر على الكعبة او هوائها مستقيما ولا يلزم ان يكون الخط الخارج على استقامة خارجا من جبهه المصلى بل منها او من جوانبها كما دل عليه قول الدرر من جبين المصلى فان الجبين طرف الجبهة وهما جبينان وعلى ما قررناه يحمل ما فى الفتح والبحر عن الفتاوىٰ من ان الانحراف المفسد ان يجاوز المشارق الى المغارب. فهذا غاية ما ظهر لى فى هذا المحل والله تعالىٰ اعلم.

(ردالمحتار ص ۳۱۶، ۳۱۷ جلد ۱ مبحث فى استقبال القبلة)

ہمارے بلاد میں نماز کیلئے جہت قبلہ کافی ہے نہ کہ عین قبلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے لئے قبلہ کی صحیح سمت کیا ہے؟ کیا موسم گرما اور سرما میں سورج کے غروب ہونے کے درمیان والی جگہ میں قبلہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی ۱۹۷۸ء/۱۱/ ۲۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل ریاضی کے نزدیک کعبہ بنسبت ہمارے بلاد کے جنوب کی طرف مائل ہے لیکن تمام فقہاء کا کہنا ہے کہ نماز تمام جہت قبلہ کی طرف پڑھنا جائز ہے﴿۱﴾۔وهو الموفق

ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندو پاک میں قبلہ بجانب مغرب ہے اسلئے مساجد کارخ عین مغرب کی جانب ہے لیکن آج کل سعودی عرب سے جو قبلہ نما ملتا ہے اس کے ذریعے ہمارے گجرات شہر میں قبلہ مغرب سے اٹھارہ درجہ جنوب کی طرف بنتا ہے اب اس مسجد میں جو عین مغرب کی طرف بنی ہوئی ہے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۸۷ء/۱۰/ ۲۷

الجواب: ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے﴿۲﴾ اور کعبہ کی طرفین کا استقبال

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: (قوله اصابة جهتها) فالمغرب قبلة لاهل المشرق وبالعكس والجنوب قبلة لاهل الشمال وبالعكس فالجهة قبلة كالعين توسعة على الناس كما في القهستاني حتى لو ازيل المانع لا يشترط ان يقع استقباله على عين القبلة كما في الحلبي وهو قول العامة وهو الصحيح لان التكليف بحسب الوسع. (مراقي الفلاح ص ۱۱۵ باب شروط الصلاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: وقال في شرح زادالفقير وفي بعض الكتب المعتمدة في استقبال القبلة الى الجهة اقاويل كثيرة واقربها الى الصواب قولان الاول ان ينظر في مغرب الصيف في اطول ايامه ومغرب الشتاء في اقصر ايامه (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(چھتیس درجات تک) کافی ہے اوران جدید آلات پراعتماد نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، البتہ ان کی وجہ سے قدیم مساجد میں شبہات پیدا کرنا جائز نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ناچ گانے والی جگہ پرنماز کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسی مخصوص جگہ جہاں پراکثر ناچ گاناہوتا ہے، اس جگہ پرنماز جنازہ وغیرہ پڑھنااور پڑھانا جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: منصب دار مقام بولیا توال ضلع اٹک.....۲۳/ رمضان ۱۴۰۸ھ

(بقیہ حاشیہ) فليدع الثلثين في الجانب الايمن والثلث في الايسر والقبلة عند ذلك ولو لم يفعل هكذا وصلى فيما بين المغربين يجوز واذ وقع خارجا منها لا يجوز بالاتفاق، ملخصا وفي منية المصلي عن امالي الفتاوىٰ حد القبلة في بلادنا يعني سمر قند بين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فان صلى الى جهة خرجت من المغربين فسدت صلاته.

(ردالمحتار ص ۳۱۴ جلد ۱ مبحث استقبال القبلة)

﴿۱﴾قال العلائي: فتبصر وتعرف بالدليل وهو في القرىٰ والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاز والبحار النجوم كا لقطب، قال صاحب ردالمحتار تحت (قوله محاريب الصحابة والتابعين) فلا يجوز التحرىٰ معها زيلعي بل علينا اتباعهم خانيه ولا يعتمد على قول الفلكي العالم البصير الثقة ان فيها انحرافا خلافا للشافعيه في جميع ذلك كما بسطه في الفتاوىٰ الخيرية فاياك ان تنظر الى ما يقال ان قبلة اموى دمشق واكثر مساجدها المبنية على سمت قبلته فيها بعض انحراف وان اصح قبلة فيها قبلة جامع الحنابله الذى في سفح الجبل اذ لا شك ان قبلة الاموى من حين فتح الصحابة ومن صلى منهم اليها وكذا من بعدهم اعلم واوثق وادرى من فلكي لا ندرى هل اصاب ام اخطا بل ذلك يرجح خطاه وكل خير في اتباع من سلف.... قال القهستاني ومنهم من بناه على بعض العلوم الحكمية الا ان العلامة البخارى قال في الكشف ان اصحابنا لم يعتبروه .... اقول لم ارفي المتون ما يدل على عدم اعتبارها(اى دلائل النجوم) ولنا نعلم ما نهتدى به على القبلة من النجوم وقال تعالىٰ والنجوم لتهتدوا بها على ان محاريب الدنيا كلها نصبت.... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: بنابرحدیث تمام روئے زمین پرنماز پڑھنا جائز ہے﴿۱﴾سوائے بعض خاص مقامات کے جن کوحدیث نے مستثنیٰ کیا ہے﴿۲﴾اور یہ مسئولہ جگہ ان میں سے نہیں ہے۔ وھو الموفق

بس (گاڑی) میں نماز کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بس میں نماز قضا ہونے کا خطرہ ہوتو نماز پڑھنی جائز ہے یانہیں؟اورقبلہ روہوناضروری ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: ملک امان اللہ جامع مسجد عثمان غنی برہان اٹک.....۱۹۸۹ء/۲/۱۹

الجواب: بس اورریل کاحکم یکساں ہےان میں نماز پڑھنا جائز ہے،اورقبلہ روہوناضروری ہے﴿۳﴾نیز جب بس کھڑی ہوتو بیٹھ کرنماز پڑھنا صحیح نہیں ہے﴿۴﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بالتحری حتی منی کما نقله فی البحر ولا یخفیٰ ان اقوی الادلة النجوم والظاهر ان الخلاف فی عدم اعتبارها انما هو عند وجود المحاریب القديمة اذ لا يجوز التحری معها كما قدمناه لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص۳۱۷ جلد ۱ قبیل کرامات الاولیاء ثابتة)

﴿۱﴾ عن حذيفة قال قال رسول اللهﷺ فضلنا على الناس بثلاث جعلت صفوفنا كصفوف الملائكة وجعلت لنا الارض كلها مسجدا وجعلت تربتهالنا طهورا اذا لم نجد الماء رواه مسلم. (مشكوٰة المصابيح ص۵۳ جلد ۱ باب التيمم الفصل الاول)

﴿۲﴾عن ابن عمر قال نهى رسول اللهﷺ ان يصلى فى سبعة مواطن فى المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفى الحمام وفى معاطن الابل وفوق ظهر بيت الله رواه الترمذى وابن ماجه. (مشكوٰة المصابيح ص ۷۱ جلد ۱ باب المساجد ومواضع الصلوٰة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: (والمربوطة بلجة البحر ان كان الريح يحركها شديدا فكالسائره والافكالواقفة) ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت.

وقال ابن عابدين رحمه الله: (قوله والا فكالواقفة) اى ان لم تحركها الريح شديدا بل يسيرا فحكمها كاالواقفة فلا تجوز الصلاة فيها قاعدا مع القدرة .... (بقیہ دوسرے صفحہ پر)

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)علی القیام کما فی الامداد(قوله ویلزم استقبال القبلة) ای فی قولهم جمیعا بحر وان عجز عنه یمسک عن الصلاة امداد عن مجمع الروایات ولعله یمسک مالم یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته وهذا کذلک والافما. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵٦۳ جلد ۱ باب صلاة المریض)

﴿۴﴾ وفی منهاج السنن: واما الصلوٰة فی السفینة اذا کانت سائرة فجائزة بلا کراهة اذا لم یمکن الخروج الی الشط، ومع الکراهة اذا امکن الخروج الیه نعم الصلوٰة قاعدا برکوع وسجود عند العجز عن القیام وعن الخروج الی الشط تجزیٔ بالاتفاق، وعند القدرة علی القیام وعلی الخروج الی الشط تجزیٔ عند ابی حنیفة مع الاساءة وعند ابی یوسف ومحمد لا یجزیٔ ویلزم التوجه الی الکعبة اتفاقا، وتمام الکلام فی البدائع، واما الصلوٰة فی السیارات البریة من القطارات وغیرها فعند الوقوف حکمها کحکم الصلوٰة علی الارض وعند السیر حکمها کحکم الصلوٰة فی السفینة السائره فمن صلی فیها قاعداً برکوع وسجود اجزءت، ومن صلی فیها بالایماء للزحمة وضیق المحل فالظاهر من النظائر ان یعید الصلوٰة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب ماجاء فی الصلوٰة علی الدابة حیث توجهت به)

باب صفة الصلوٰة

جدت پسندی کے مرض کا انجام بھیانک ہوتا ہے

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد میں حنفی ہوں اور مقلد ہوں لیکن رفع الیدین کی احادیث بھی موجود ہیں اب میں باقاعدہ رفع الیدین کرتا ہوں آیا اس کا ثواب ہے یا عذاب؟ براہ کرم جواب سے مستفید فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عالم بڈھ بیر پشاور ۱۹۷۶ء/۵/۱۲

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ شاہ ولی اللہ جیسے محقق و مدقق عالم نہ ہوں تو آپ جدت پسندی کے مریض ہیں ایسے مریض پر رفتہ رفتہ الحاد و زندقہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے علماء احناف حدیث کو حدیث کی وجہ سے ترک کرتے ہیں افسوس ہے کہ آپ حنفیت کو اپنی رائے سے ترک کرتے ہیں اللہ کریم آپ کو استقامت کی نعمت سے نوازے۔ فقط

قبر سامنے ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: چہ میفرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ زمین مقبرہ کہ پیش درزمین قبور باشد بلاضرورت نماز درآں جا جائز است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۹ء ۱۱ ۲۳

الجواب: اگر قبور زیر نظر نہ باشد کراہیت نیست، کما فی الھندیہ ص ۱۱۳ جلد ۱ (مصری) وفی الحاوی وان کانت القبور ماوراء المصلی لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لا یکرہ کذا فی التتارخانیہ،

انتهی﴿۱﴾ قلت وانه قدر ما یقع بصره علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصره الیٰ موضع سجوده ، ردالمحتار ص۵۹۳ جلد۱﴿۲﴾. وهوالموفق

بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فوجی لوگ بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حولدار محمد زاہد C/o ایس بی پی او نمبر۳......۷ المحرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: بوٹ میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے لیکن بوٹ کے پاک اور ناپاک کی معرفت بہت مشکل ہے لہٰذا ہم اس میں نماز پڑھنے کا فتویٰ نہیں دے سکتے ﴿۳﴾۔ فقط

ہوائی جہاز اور موٹر میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹر میں اشارہ سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل محمد گلی چشمہ کوئٹہ ... ۲۰/شوال ۱۴۰۴ھ

﴿۱﴾ (هندیه ص۱۰۷ جلد۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة ومالایکره)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۹ جلد۱ مطلب اذا قرأ تعالی جد باب مایفسد الصلاة)

﴿۳﴾وفی المنهاج: قال مشائخنا الیوم لا یصلی بالنعال فی المسجد لان دخول المساجد متنعلا من سوء الادب فی العرف الحادث ولان تلویث المسجد بها واقع لا محالة ولان علة التنعل قد انتهت لان الیهود والنصاریٰ فی زماننا یصلون فی النعال لا یخلعونها، واعلم ان النعال اذا لم تکن مانعة من توجیه رءوس الاصابع الی القبلة فجاز الصلوٰة فیها والا فلا کما یشیر الیه کلام القاری فی المرقاة، فالصلوٰة فی المداس الرائج الیوم لا یجوز اذا کان مقدمه مرتفعا واسعا بحیث لا یمتلأ باصابع القدم فافهم. منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۷۸ جلد۲ باب الصلاة فی النعال)

الجواب: (۱)چونکہ ہوائی جہاز میں استقرار جبہہ ممکن ہے لہٰذا اس میں کشتی چانداور آسمان کی طرح نماز پڑھنا جائز ہے۔(۲)موٹر میں اشارہ سے نماز پڑھنا کافی نہیں اور واجب الاعادہ ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

الجواب الثانی: چونکہ ہوائی جہاز میں تمام ارکان باقاعدہ ادا ہو سکتے ہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں سفینہ کی طرح نماز پڑھنا درست ہوگا، فی البدائع ص ۱۰۹ جلد ۱ وان کانت سائرۃ فان امکنہ الخروج الی الشط یستحب لہ الخروج الیہ لانہ یخاف دوران الرأس فی السفینۃ فیحتاج الی القعود وھو آمن عن الدوران فی الشط فان لم یخرج وصلی فیھا قائماً برکوع وسجود اجزأہ لما روی الخ﴿۲﴾، ویؤید صحۃ الصلوٰۃ فی السماء قال اللہ تعالیٰ اوصانی بالصلوٰۃ والزکوۃ ما دمت حیا﴿۳﴾ فافھم. وھو الموفق

نماز وغیرہ کے متفرق مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ(۱)ایک مسجد میں قرآن کے ختم کیلئے امام کھڑا ہے جبکہ دوسری جانب تراویح بغیر ختم کے پڑھی جاتی ہیں، لیکن فرض اکٹھے پڑھتے ہیں تو کیا یہ صورت جائز ہے؟(۲)کسی دوائی کی تاریخ ختم ہو چکی ہے لیکن اس میں فائدہ کی توقع ہے کیا اس کی فروخت جائز ہے؟(۳)اگر امام الحمد سے پہلے ایک آیت یا زیادہ پڑھ لیں تو نماز میں فرق آتا

﴿۱﴾وفی المنھاج: واما الصلاۃ فی السیارات البریۃ من القطارات وغیرھا فعند الوقوف حکمھا کحکم الصلاۃ علی الارض وعند السیر حکمھا کحکم الصلاۃ فی السفینۃ السائرۃ فمن صلی فیھا قاعداً برکوع وسجود اجزء ت، ومن صلی فیھا بالایماء للزحمۃ وضیق المحل فالظاھر من النظائر ان یعید الصلوٰۃ. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلاۃ علی الدابۃ الخ)

﴿۲﴾(بدائع الصنائع ص ۱۰۹ جلد ۱ فصل فی ارکان الصلاۃ)

﴿۳﴾(سورۃ مریم پارہ: ۱۶ رکوع: ۵ آیت: ۳۲)

ہے یا نہیں؟ (۴) حافظ قرآن کے پیچھے اگر فاتح قرآن کو دیکھ کر لقمہ دے کیا یہ جائز ہے؟ (۵) اگر حافظ قرآن ایک جگہ ختم کرے پھر دوسری مسجد میں دوسرا ختم شروع کرے کیا مقتدیوں کی سنت ختم ہو جاتی ہے؟ (۶) فجر کی دو رکعت سنت ایسی جگہ میں ادا کرنا کہ امام کی قرأت سنائی دیتی ہو درست ہے یا نہیں؟ (۷) جو آدمی فوت ہو چکا ہے اس کا شناختی کارڈ گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۸) تبلیغ میں جا کر بریلوی ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (۹) نمازیوں کے آگے گزرنے کیلئے کتنا فاصلہ شرط ہے؟ (۱۰) محمد نواز اور محمد عیاض نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱) مسجد میں جب کسی آدمی کو احتلام ہو جائے تو کیا محتلم اذان تک مسجد میں رہ سکتا ہے اور دیوار مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: طاہر یونانی دواخانہ اقبال مارکیٹ مینگورہ سوات ۱۹۹۰ء/۶/۱۷

الجواب: (۱) جائز ہے ﴿۱﴾۔ (۲) یہ صرف قانونی جرم ہے۔ (۳) سجدہ سہو واجب ہے ﴿۲﴾ (کبیری ص ۱۲۶)۔ (۴) اگر یہ فاتح فتح دینے کے وقت نماز میں شامل نہ تھا تو اس کا فتح لینا مفسد صلوٰۃ ہے ﴿۳﴾۔ (۵) بلا شک وشبہ ادا ہوتی ہے ﴿۴﴾۔ (۶) فاصل کی موجودگی کے وقت سنتیں پڑھنا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: من صلى العشاء والتراويح والوتر في منزله ثم ام قوما آخرين في التراويح ونوى الامامة كره له ذلك ولا يكره للمامومين ولو لم ينو الامامة وشرع في الصلاة فاقتدى الناس به لم يكره لواحد منهما .

(ردالمحتار ص ۵۲۴ جلد ۱ مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي)

﴿۲﴾ قال الحلبي: وقد يقال انه بقرأته قبل الفاتحة آخر الفاتحة فقد آخر الواجب.

(غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۴۳۱ فصل في سجود السهو)

﴿۳﴾ وفي الهنديه : وان فتح غير المصلي على المصلي فاخذ بفتحه تفسد كذا في منية المصلي.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۹۹ جلد ۱ الفصل الاول فيما يفسد)

﴿۴﴾ قال العلامة عبد الحئي: قد روى بعض اهل العلم عن كنز الفتاوىٰ رجل ام قوماً في التراويح وختم فيها ثم ام قوما آخرين له ثواب الفضيلة ولهم ثواب الختم.

(مجموعة الفتاوىٰ ص ۲۲۴ جلد ۱ كتاب الصلاة)

بہ نسبت ترک اہون ہیں ﴿۱﴾۔ (۷) نہ ممنوع ہے نہ مطلوب ہے۔ (۸) بعض اوقات اعادہ ضروری ہوتا ہے۔ (۹) تین چار گز ﴿۲﴾۔ (۱۰) جائز ہے۔ (۱۱) مسجد میں جنب کا رہنا جائز نہیں ہے ﴿۳﴾ (اور مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا ناجائز نہیں ہے)۔ وھو الموفق

نماز کے بارے میں بعض استفسارات کے مختصر جوابات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) مغرب یا عشاء کی نماز میں اگر امام تین آیات پڑھ کر بھول گیا مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لیا تو اس صورت میں کس کی نماز فاسد ہوگی؟ (۲) فجر کی سنت اگر چھوڑی گئی تو اس کو بعد میں پڑھے گا یا نہیں؟ (۳) اگر صبح کی نماز سے آدمی سویا ہوا تھا تو اشراق کے بعد قضا کی نیت کرے گا یا ادا کی نیت کرے گا؟ (۴) عصر کی نماز افتاب غروب ہونے کے بعد قضا کرے گا یا ادا کی نیت کرے گی؟ (۵) اگر امام نے سری نماز میں الحمد تک جہر کیا تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ (۶) امام کیلئے عمامہ صرف نماز میں سنت ہے یا ہر وقت سنت ہے؟ (۷) بعد از سنت اجتماعی دعا بدعت ہے یا جائز؟ (۸) بریلوی امام کے پیچھے دیوبندی کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر خطاب، محمد حکیم، ہاتھیاں مردان ۵/ رمضان ۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال ابن الهمام: ومن انتهىٰ الى الامام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان تفوته ركعة ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشى فوتهما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعيد بالترك الزم بخلاف سنة الظهر. (فتح القدير ص ۴۱۴ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: انه قدر ما يقع بصره على المار لو صلى بخشوع اى راميا ببصره الى موضع سجود. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۹ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى: ويحرم الحدث الاكبر دخول المسجد لا مصلى عيد وجنازة ولو للعبور خلافا للشافعى الالضرورة حيث لا يمكنه غيره ولو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم ندبا. (الدرالمختار ص ۱۲۶ جلد ۱ مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة كتاب الطهارة)

الجواب: (۱)امام اور فاتح دونوں کی نماز درست ہے﴿۱﴾(شامی، کبیری)۔(۲)صرف طلوع شمس کے بعد پڑھے قبل از طلوع مکروہ ہے﴿۲﴾(شامی)۔(۳)طلوع شمس سے نماز فجر قضا ہوتی ہے البتہ قضا قبل الزوال کی صورت میں سنت بھی پڑھے جائیں گے﴿۳﴾۔(۴)غروب کے بعد قضا کی نیت کرے گا۔(۵)اتنی قلیل مقدار عفو ہے﴿۴﴾۔(۶)عمامہ پہننا کار ثواب ہے، اور بلا عمامہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی نہیں ہے﴿۵﴾۔(۷)مستحب ہے اور فرض کے بعد جائز ہے﴿۶﴾۔(۸)جس کا عقیدہ شرکی ہو اس کا اقتدا کرنا باطل ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفى رحمه الله: بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال(قوله بكل حال) اى سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة آم لا انتقل الى آية اخرى ام لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۰ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)
﴿۲﴾﴿۳﴾قال العلامه ابن عابدين:(قوله ولا يقضيها الا بطريق التبعية) اى لا يقضى سنة الفجر وفاته الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال واما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل الطلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال كما فى الدرر قيل هذا قريب من الاتفاق لان قوله احب الى دليل على انه لولم يفعل لالوم عليه وقالا لا يقضى وان قضى فلابأس به. (ردالمحتار على هامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)
﴿۴﴾قال ابن عابدين: لان القليل من الجهر فى موضع المخافتة عفو.
(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۴۹ جلد ۱ باب سجود السهو)
﴿۵﴾ قال الحلبى: المستحب ان يصلى الرجل فى ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة ولو صلى فى ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كما يفعله القصار فى القصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الطاهر الزائد ولكن فيه ترک الاستحباب.
(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص۳۳۷فصل فى بيان ما الذى يكره فعله فى الصلوٰة)
﴿۶﴾ قال العلامة ابن عابدين: واما ما ورد من الاحاديث فى (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بیٹھ کرنماز پڑھنے میں رکوع کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح کھڑے ہوکر نماز پڑھنے میں رکوع اسی طرح کی جاتی ہے کہ کمر اتنی سیدھی ہو کہ پانی کا پیالہ بھر کر کمر پر رکھ لیں اور گرنہ جائے تو کیا اسی طرح رکوع کرنا بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی ہے، حالانکہ یہ تو سجدہ سے مشابہ ہوگا صحیح طریقہ کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ

الجواب: صرف انحناء کافی ہے، حقیقی اور اصل رکوع کی طرح کمر کو سیدھا کرنا ناممکن ہے (**فلیراجع الی ردالمحتار ص ۱۱۷ جلد ۱**)﴿۱﴾. **فقط**

حنفی لوگ آمین آہستہ کہا کریں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ابوظہبی میں فرض نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو عرب لوگ امام کے پیچھے آمین زور سے پڑھتے ہیں کیا ہم بھی زور سے پڑھیں گے؟ ہم کیوں آہستہ پڑھتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: لعۃ بازخان ابوظہبی ۱۹۷۴ء/۱۰/۱۰

(بقیہ حاشیہ) الاذکار عقیب الصلاة فلا دلالة فيه على الاتيان بها قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعدها لان السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية عنها فما يفعل بعدها يطلق عليه انه عقيب الفريضة.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ اداب الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويجعل سجوده اخفض) اشار الى انه يكفيه ادنى الانحناء عن الركوع وانه لا يلزمه تقريب جبهة من الارض باقصى مايمكنه كما بسطه فى البحر عن الزاهدى. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۶۱ جلد ۱ باب صلاة المريض)

الجواب: آپ آمین کو آہستہ پڑھا کریں ﴿۱﴾ اور عرب پر اعتراض نہ کریں ان کا مسلک ہم سے الگ ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ اختلافی مسائل میں صحابہ سے اختلاف آرہا ہے

سوال: محترم جناب مفتی صاحب: میں بطور ایک محقق دین عرض کرتا ہوں کہ آپ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی پیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح ترین سند کے ساتھ جواب سے مشکور فرمالیں، کہ رفع الیدین عندالرکوع کرنے اور آمین بالجہر کہنے میں کرنے کے دلائل زیادہ قوی ہیں یا نہ کرنے کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ حلیم میڈیکوز یونیورسٹی ٹاؤن پشاور ۔۔۔۔۲/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ ان مسائل میں قرن صحابہ سے اختلاف آرہا ہے لہٰذا ان میں حق عند اللہ کا تعین مشکل بلکہ ناممکن ہے ان میں سے ہر مذہب حق عنداھلہ ہے باقی جو شخص علم تفسیر اور علم حدیث سے باقاعدہ خبردار نہ ہو اور کسی امام کا مقلد بھی نہ ہو وہ شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: اذا فرغ من الفاتحۃ قال آمین والسنۃ فیہ الاخفاء کذا فی المحیط.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۷۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی سنن الصلاۃ و آدابھا و کیفیتھا)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: اختلفوا فی انہ اھل یجھر بھا من یؤمن ام یخفیھا الثانی مذھب ابی حنیفۃ واحدقولی مالک، والاول قول الشافعی فی القدیم وقول احمد وقال الشافعی فی الجدید یجھر بھا الامام ویخفیھا الماموم، والمختار قولہ القدیم وقال الحافظ ابن حجر وعلیہ الفتویٰ وروی عن عمر وعلی وابن مسعود بل الخلفاء الراشدین الاخفاء فاستدل الحنفیۃ بروایۃ شعبہ فقال آمین وخفض بھا صوتہ ویؤیدھا قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ. لان آمین دعاء وکذا یؤیدھا حدیث حفظت من رسول اللہ ﷺ السکتتین لان المراد من السکتۃ الاخفاء دون عدم القراءۃ وکذا یؤیدھا آثار الصحابۃ کما مرت وکذا القیاس علی سائر الاذکار.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۲۵، ۱۲۷ جلد ۲ باب ماجاء فی التامین)

رفع الیدین کی احادیث ہمارے نزدیک منسوخ ہیں

سوال: محترم مولانا صاحب! رفع الیدین کے بارے میں آپ کے فتویٰ نے مجھے سخت حیرت میں ڈال دیا، میں نے ثبوت میں بخاری ومسلم سے احادیث پیش کرنے کا کہا تھا لیکن آپ نے تعمیل کیلئے شرائط پیش کیں کہ جب تک قرآن وحدیث کا بڑا عالم یا کسی امام کا مقلد نہ ہو اور عمل کرے تو شیطان کا شکار ہوا ہے، بزرگو! میں نہ تو عالم دین ہوں اور نہ تقلید جانتا ہوں اب میں کیا کروں بخاری ومسلم کی احادیث سے صاف انکار کروں؟

المستفتی: امان اللہ حلیم میڈیکوز یونیورسٹی ٹاؤن پشاور ...۱۷/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ باقاعدہ عالم نہ ہوں تو ان مسائل میں عذر ظاہر کریں اور اس کو کسی مقامی یا غیر مقامی عالم کے پاس روانہ کریں تاکہ آپ کی تشفی ہو جائے۔ محترم بخاری اور مسلم کی یہ احادیث منسوخ ہیں ﴿۱﴾ ان میں صرف یہ ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے رفع الیدین کیا ہے ان میں یہ ثابت نہیں کہ تاحین وفات کیا ہے جیسا کہ نماز میں چلنا پھرنا باتیں کرنا معمول تھا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ احادیث میں رفع الیدین اور ترک رفع الیدین دونوں کے متعلق روایات موجود ہے لیکن ترک رفع الیدین کے روایات ناسخ ہیں، منہاج السنن میں ہے: **اعلم ان ترک الرفع متواتر عملا کالرفع، والبلاد قاطبة فیها الرافعون وفیها التارکون ما عدا الکوفة فانهم باجمعهم تعاملوا بالترک وکذا بالترک کان تعامل اھل المدینة فی عھد مالک کما ینقله المالکیه ... فیحمل حدیث ابن عمر علی النسخ ویؤیده ترک الراوی العمل به کما فی روایة الطحاوی، وکذا یؤید النسخ کونه غیر المعمول به فی المدینة المنورة فی عھد مالک وکذا ترک اکابر الصحابة وفقهاء ھم مثل عمر وعلی وابن مسعود العمل به (منهاج السنن ص ۱۴۲ جلد ۲)** اس کے علاوہ یہ روایات صریحا ترک رفع الیدین کیلئے دلیل ہے۔ (۱) **عن علقمة** **(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)**

مسئلہ ترک رفع الیدین اور حدیث مسلم شریف

سوال: محترم ومکرم آپ صاحبان نے فرمایا تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے لیکن رفع الیدین کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اس کا منسوخ ہونا ثابت کیا تو ہم اس کو مبلغ پانچ سو روپے نقد بطور انعام دیں گے، میں نے انہیں وہ مسلم شریف والی حدیث پیش کی، انہوں نے مسلم شریف لا کر بتایا کہ یہ منع تو بوقت سلام ہے اور پھر اس مسلم شریف میں بوقت رکوع رفع کی کئی احادیث اثبات میں پیش کیں براہ مہربانی منسوخ ہونے کی مضبوط دلیل مع حوالہ تحریر فرماویں تا کہ ہم اہل حدیث کا جواب کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ پشاور یونیورسٹی ..... ۱۹/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: الحديث المسئول رواه جابر بن سمرة رضى الله عنه مرفوعاً ص ۱۸۱ جلد ۱ ﴿۱﴾ وفيه انكار على رفع اليدين لقوله ﷺ اسكنوا فى الصلوٰة وهو

(بقيه حاشيه) قال قال لنا ابن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله ﷺ فصلى ولم يرفع يديه الامرة واحدة مع تكبير الافتتاح رواه الترمذى وابوداؤد والنسائى وهو حديث صحيح (اثار السنن باب ترك رفع اليدين فى غير الافتتاح ص ۱۰۴)وفى التعليق قلت صححه ابن حزم وقال الترمذى حديث ابن مسعود حديث حسن (باب رفع اليدين عند الركوع ص ۵۹ جلد ۱). (۲) عن براء بن عازب قال ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود (ابوداؤد ص ۱۰۹ جلد ۱). (۳)عن عبد الله بن عمر قال: رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين (مسند حميدى ص۲۷۷ جلد۲ احاديث عبد الله بن عمر رقم: ۶۱۴)

﴿۱﴾ عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة قال ثم خرج علينا فرانا حلقا فقال مالى اراكم عزين قال ثم خرج علينا فقال الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها فقلنا يارسول الله وكيف تصف الملائكة عند ربها قال يتمون الصفوف الاول ويتراصون فى الصف. (الصحيح المسلم ص ۱۸۱ جلد ۱ باب الامر بسكون فى الصلاة)

لا یصدق علی وقت السلام لان السلام محلل ومخرج عن الصلوٰة ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز میں عدم رفع الیدین اور تقلید فیصلہ شدہ مسائل ہیں

سوال: مسئلہ رفع الیدین کے متعلق بخاری شریف ص ۴۶۸ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مسلم شریف میں ابوقلابہ، جابر بن سمرہ اور بیہقی میں ہے کہ خلفاء اربعہ رفع الیدین کرتے تھے اسی طرح فاتحہ خلف الامام بھی ثابت ہے بخاری ص ۴۸۰ ترمذی ص ۱۰۵۔ اس کا کیا جواب دیں گے نیز تقلید شخصی کی وضاحت فرمائیے۔ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم اللہ محمد یوسف مسکین پور شریف مظفرگڑھ ۱۹۷۵ء/۶/۱۸

الجواب: محترم المقام: یہ فیصلہ شدہ مسائل ہیں ان کے ہر پہلو پر علماء نے بحث کی ہے آپ عینی اور معارف السنن کو مراجعت کریں اور تشفی حاصل کریں، البتہ تقلید شخصی کے متعلق واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس تقلید پر انکار کیا ہے کہ امام اور مقلد کے پاس ہدایت اور عقل نہ ہو یعنی نہ دلیل نقلی ہو اور نہ دلیل عقلی ہو، حیث قال اولو کان آباء هم لا یعقلون شیئاً ولا یهتدون ﴿۲﴾ مطلق تقلید شخصی پر انکار نہیں کیا ہے، لہٰذا وہ تقلید شخصی منکر نہ ہوگا جس کے امام متعلقہ کے ساتھ دلیل عقلی یا نقلی موجود ہو، نیز فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ﴿۳﴾ بھی ہے اور قرآن مطلق ہے یعنی ہر حادثہ میں

﴿۱﴾ وفی المنهاج: ومنها ما رواه مسلم وغیره عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا یدینا فی الصلاة فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس واللفظ للنسائی وسیاق هذا الحدیث مغایر عن سیاق الحدیث الذی انکر فیه علی من رفع ایدیهم عند السلام کما لا یخفیٰ علی من راجع الی نصب الرایه وتعلیقاته.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۴۰ جلد ۲ باب رفع الیدین عند الرکوع)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ رکوع ۵ آیت: ۱۷۰)

﴿۳﴾ (سورة النحل پاره: ۱۴ رکوع: ۱۲ آیت: ۴۳)

صرف ایک اہل ذکر کو مراجعت کرے اور جدا جدا اہل ذکر کو مراجعت کرنا دونوں کا مجوز ہے، والاول هو التقليد الشخصي، نیز تقلید شخصی خیر القرون میں بلا نکیر موجود ہوئی ہے تو یہ سنت ہوگی نہ کہ بدعت لان الائمة الاربعة كانوا ائمة فی حياتهم فافهم ولاتعجل، نیز حدیث عليكم بالسواد الاعظم ﴿۱﴾ بھی تقلید شخصی کی افضلیت کا مؤید ہے کیونکہ ہر زمانہ میں خواص کا سواد اعظم مقلد رہا ہے، كما لا يخفىٰ على من راجع الى تاريخ المحدثين والشارحين للحديث والفقهاء واصحاب الطريقة من الشيوخ، واما غير المقلدين فانهم يقلدون (فی الحقيقة) الائمة شر القرون ويذرون ائمة خير القرون تلك اذاً قسمةٌ ضيزىٰ. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتبعوا لسواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار رواه ابن ماجه من حديث انس.

(مشكواة المصابيح ص ۳۰ جلد ۱ باب الاعتصام بالكتاب والسنة كتاب الايمان)

باب واجبات الصلوٰۃ

چلتی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ریل گاڑی میں سفر کرتا ہے اور نماز کا وقت ہوا اب یہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد بلوچستان......۲۱/۷/۱۹۸۶ء

الجواب: ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اگر چہ چل رہی ہو اور قیام سے معذور ہو، البتہ استقبال قبلہ ضروری ہے (ھندیہ ص ۱۵۲ جلد ۲)﴿۱﴾. وھو الموفق

تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز فرض یا واجب ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: ومن اراد ان یصلی فی سفینة تطوعا او فریضة فعلیه ان یستقبل القبلة ولایجوز له ان یصلی حیثما کان وجهه کذا فی الخلاصة.

(فتاوىٰ عالمگیریه ص ۶۳، ۶۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی استقبال القبلة)

وفی منهاج السنن: واما الصلوة فی السیارات البریة من القطارات وغیرها فعند الوقوف حکمها کحکم الصلوة علی الارض وعند السیر حکمها کحکم الصلوٰة فی السفینة السائرة فمن صلیٰ فیها قاعدا برکوع وسجود اجزأت، ومن صلی فیها بالایماء للزحمة وضیق المحل فالظاهر من التطائر ان یعید الصلوة، واما الصلوٰة فی الطیارات فلعل حکمها کحکم الصلوٰة فی السفینة السائرة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلوة علی الدابة حیث ما توجهت به)

فرض اور کیا واجب اور سنت ہے اشاعت فتاویٰ عالمگیری کیلئے باحوالہ جواب کا احتیاج ہے کیونکہ عالمگیری میں نماز کیلئے واجبات میں تکبیر تحریمہ کے بارے میں کوئی چیز ذکر نہیں ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ ہندیہ سہگل جہلم

الجواب: تکبیر تحریمہ شرط اور فرض ہے (درمختار باب صفة الصلوٰة) ﴿۱﴾ اور بالخصوص اللہ اکبر پڑھنا واجب یا سنت ہے (الدر المختار مع ردالمحتار ص۴۴۷ جلد ۱) ﴿۲﴾. فقط

نماز عشاء کی چار رکعتوں میں قصداً یا سہواً جہر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے نماز عشاء کی چاروں رکعتوں میں قرأت بالجہر کیا اور سجدہ سہوہ نہ کیا اس نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عشاء کی رکعتین آخرین میں اسرار واجب ہے لہٰذا اس اسرار کے ترک کی وجہ سے سجدہ سہوہ واجب ہوگا جب کہ یہ ترک سہواً ہو ورنہ اعادہ واجب ہوگا، قال فی شرح التنویر والجهر فيما يخافت فيه الامام هامش ردالمحتار ص ۶۹۴ جلد ۱ ﴿۳﴾ والاسرار يجب على الامام والمنفرد مما يسر فيه وهو صلوٰة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء ردالمحتار ص۴۳۷ جلد ۱ ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفي: من فرائضها التحريمة وهي شرط.
(الدارالمختار على هامش ردالمحتار ص۳۲۶ جلد ۱ باب صفة الصلوٰة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واذا اراد الشروع في الصلاة كبر لو قادرا للافتتاح اى قال وجوبا الله اكبر قال ابن عابدين واجيب بانه يفيد السنية او الوجوب. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۵۴ جلد ۱ فصل في بيان تاليف الصلوٰة الى انتهائها باب صفة الصلوٰة)

﴿۳﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۵۴۸ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۴﴾ (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۳۴۶ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

نماز میں الفاظ پر زبانی تلفظ ضروری ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) اگر ایک نمازی الحمد، تشہد، درود شریف اور دعا پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے اور ہونٹ بند کئے ہوئے دل میں الفاظ ادا کرے، کیا قرأت وغیرہ دل میں پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ (۲) اگر دل میں پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوئی تو وہ کونسا طریقہ ہے کہ ہونٹ بند کئے ہوئے زبان سے الفاظ ادا ہو سکیں؟ آج کل ۹۹/ فیصد نمازی اسی طرح معلوم ہوتے ہیں کہ ان کے ہونٹ نہیں ہلتے اگر کوئی ایسا طریقہ ہو تو قرآن وسنت کے مطابق لکھوا کر ارسال کریں تا کہ میں بھی باسانی نماز ادا کر سکوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی...... یکم جون ۱۹۷۰ء

الجواب: (۱) یہ تدبر اور تفکر ہے لہٰذا اس سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے فراغت ذمہ کیلئے تلفظ ضروری ہے، **وفی الهداية ص ۹۸ ثم المخافة ان يسمع نفسه والجهر ان يسمع غيره وهذا عند الفقيه ابى جعفر الهندوانى، وقال الكرخى ادنى الجهر ان يسمع نفسه وادنى المخافة تصحيح الحروف لان القرأة فعل اللسان وعلى هذا الاصل كل ما يتعلق بالنطق** ﴿۱﴾. (۲) گونگے کے ماسوا کیلئے گنجائش نہیں ہے آپ مشقت برداشت کریں اور تلفظ کیا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو دگنا اجر دے گا (**لحديث ورد بذلك**) ﴿۲﴾ اور آپ جس طرح گفتگو کرتے ہیں اور مشقت برداشت کرتے ہیں تو اسی طرح نماز میں بھی مشقت برداشت کریں۔ فقط

﴿۱﴾ **(هدايه ص ۱۰۶، ۱۰۷ جلد ۱ كتاب الصلوٰة فصل فى القرأة)**

﴿۲﴾ **عن عائشة قالت قال رسول اللهﷺ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذى يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له اجران متفق عليه.**

(مشكواة المصابيح ص ۱۸۴ جلد ۱ باب فضائل القرآن)

نماز کے الفاظ تفکر سے نہیں تلفظ سے ادا کرنا لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے جب تشہد، درود شریف اور دعا وغیرہ کرنی ہوتی ہے تو زبان سے پڑھتے ہوئے میری زبان سے الفاظ صحیح طریقے سے ادا نہیں ہوتے بلکہ دل میں پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے پڑھ سکتا ہوں تو کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو پھر حضرت میں کیا کروں میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوں اگر زبان سے الفاظ ادا کرتا ہوں تو کچھ آواز بھی نکلتی ہے جس کی وجہ سے ساتھ والے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں خلل آتا ہے اگر آواز نہ نکالوں تو زبان پر الفاظ تو چڑھتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا کہ زبان سے ادا ہوئے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی مئی ۱۹۷۰ء

الجواب: چونکہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے لہٰذا آپ کیلئے ضروری ہے کہ آپ تدبر اور تفکر پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ اپنی مقدور اور استطاعت کے موافق تلفظ کریں گے آپ اگر اپنے الفاظ نہ سنیں لیکن یہ یقین حاصل ہو کہ میں نے زبان سے تصحیح حروف کی ہے تو یہ بھی کافی ہے ﴿۱﴾۔ فقط

بس (لاری) میں بلا استقبال قبلہ ادا کی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران جب ڈرائیور گاڑی کو نماز کیلئے نہیں روکتا تو بغیر استقبال قبلہ کے اشارے کے ساتھ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ مدرس عربی ہائی سکول لتمبر ضلع کرک......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (و) ادنى الجهر اسماع غيره وادنىٰ المخافتة اسماع نفسه، قال ابن عابدين: اعلم انهم اختلفوا في حد وجود القرأة على ثلاثة اقوال فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل الى اذنه وبه قال الشافعي وشرط بشر المريسي واحمد خروج الصوت من الفم وان لم يصل الى اذنه لكن بشرط كونه مسموعا في الجملة حتى لو ادنىٰ احد صماخه الى فيه يسمع ولم يشترط الكرخي وابوبكر البلخي السماع واكتفيا بتصحيح الحروف. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳۹۴ جلد ۱ فصل في القرأة)

الجواب: غیر جاندار سواری میں استقبال قبلہ ضروری ہے، فی الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ص ۲ ۱ ۷ جلد ۱ ﴿۱﴾، اور اگر تنگی وقت کی وجہ سے بلا استقبال ادا کی گئی تو بعد میں واجب الاعادہ ہوگی (بالاصل المذکور فی البحر ص ۱۴۹ جلد ۱)۔ وھو الموفق

نماز کے متعلق مختلف سوالات کے جوابات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) نماز بحالت قعود میں رکوع کے وقت ہاتھ کہاں رکھے جائیں گے؟ (۲) منفرد بوجہ سجدہ سہوہ دونوں طرف سلام پھیرے گا؟ (۳) نماز کی تیسری رکعت میں شام کو یا چوتھی رکعت (عصر کی نماز میں) شریک ہوا اب بعد از فراغت امام یہ ایک رکعت کے بعد قاعدہ کرے گا یا دو کے بعد؟ (۴) طلاق مغلظہ دینے کے باوجود جو شخص اس بیوی کو اپنے پاس رکھے، اس شخص کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے گی یا روکا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن وانڈہ شباب خیل لکی مروت......۱۹۷۶ء/۲/۲۵

الجواب: (۱) اگر حرج نہ ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا افضل ہوگا (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والمربوطة بلجة البحر ان کان الریح یحر کها شدیدا فکالسائرة والافکالواقفة ویلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وکلما دارت (قوله ویلزم استقبال القبلة) ای فی قولهم جمیعا بحر وان عجز عنه یمسک عن الصلاة امداد عن مجمع الروایات ولعله یمسک مالم یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته وهذا کذلک والا فما الفرق فلیتأمل وانما لزمه الاستقبال لانها فی حقه کالبیت حتی لا یتطوع فیها مومنا مع القدرة علی الرکوع والسجود بخلاف راکب الدابة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۶۳ جلد ۱ مطلب فی الصلاة فی السفینة باب صلاة المریض)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (قوله ان یبلغ الرکوع) ای یبلغ اقل الرکوع بحیث تنال یداه رکبتیه وعبارته فی الخزائن عن القنیة الی ان یصیر اقرب الی الرکوع.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۸ جلد ۱ قبیل مبحث القرأة)

(۲) سلام ایک طرف (دائیں) پھیرنا چاہیے اس میں منفرد اور امام کا فرق نہیں ہے، البتہ دونوں طرف سلام پھیرنا مفسد صلاۃ نہیں، خلافا للبعض (شامی)﴿۱﴾. (۳) مفتی بہ قول کے مطابق ایک رکعت کرنے کے بعد قعدہ کرے گا (شامی)﴿۲﴾۔ (۴) ایسے مجرم شخص کو نماز با جماعت یا مسجد سے منع کرنا حرام ہے (القرآن)﴿۳﴾. وهو الموفق

سواری اور پیادہ پا کی حالت میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سواری اور پیادہ پا جانے کے وقت نماز کا کیا حکم ہے اور اس آیت کا کیا مطلب ہوگا، وان خفتم فرجالاً او رکبانا(الایة)؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین ۱۹۷۴ء/۴/۲

﴿۱﴾قال ابن عابدین: (یجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهود وبه یحصل التحلیل وهو الاصح بحر عن المجتبیٰ وعلیه لو اتی بتسلیمتین سقط عنه السجود.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۴۵، ۵۴۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویقضی اول صلاته فی حق قرأة وآخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها . قال ابن عابدین: (قوله ویقضی اول صلاته فی حق قرأة) هذا قول محمد کما فی مبسوط السرخسی وعلیه اقتصر فی الخلاصه وصرح الطحاوی والاسبجابی والفتح والدرر والبحر وغیرهم وذکر الخلاف کذلک فی السراج لکن فی صلاة الجلابی ان هذا قولهما وتمامه فی شرح الشیخ اسمعیل وفی الفیض عن المستصفیٰ لو ادرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یأتی بالثالثة بفاتحة خاصة عند ابی حنیفة وقالا رکعة وسورة وتشهد ثم رکعتین اولا هما بفاتحة وسورة وثانیتهما بفاتحة خاصة. وظاهر کلامهم اعتماد قول محمد (قوله وتشهد بینهما) قال فی شرح المنیة ولولم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولا یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولی من وجه.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۴۱ جلد ۱ قبیل باب الاستخلاف)

﴿۳﴾قال الله وتعالیٰ: ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها.
(سورة البقرة پاره: ۱ رکوع: ۱۴ آیت: ۱۱۴)

الجواب: اعلم ان الراجل هو القائم علی الرجلین سواء کان ماشیاً او لا کما ان الراکب هو الواقف علی المرکب سواء کان ذاهبا او لا. لکن الفقهاء الکرام اتفقوا علی کون العمل الکثیر مفسداً کما صرحوا به والمشی المتابع عمل کثیر فیکون مفسداً وهو مقتضی الاحتیاط، فافهم نعم لو ورد مشاة اور کبانا لقدم النص علی الاصل فتقدیم المحتمل علی الاصل خلاف الاحتیاط، وکذا الراکب هو الساکن وانما الماشی هو المرکب فالتقابل ایضا یقتضی الاحتیاط ﴿۱﴾. وهو الموفق

دوسجدوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا موجب اعادہ صلاۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص دوسجدوں کے درمیان جلسہ نہیں کرتا، یعنی صرف اشارہ کرتا ہے کیا یہ نماز ہوجاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسعود صدیقی محلہ موچی پورہ کابلی گیٹ پشاور ۱۹۹۱ء/۲/۱۷

الجواب: جب جلسہ (سبحان الله) کہنے کی مقدار سے کم ہو تو نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: فلایجوز علی الدابة بلا عذر لعدم الحرج کما فی البحر (قوله راکبا) فلاتجوز صلاة الماشی بالاجماع بحر عن المجتبیٰ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۱٦ جلد ۱ مطلب فی الصلاة علی الدابة)

﴿۲﴾قال العلامة الحصکفی: وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحة فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منهما علی مااختاره الکمال. قال ابن عابدین: لو ترکها او شیئا منها ساهیا یلزمه السهو ولو عمدا یکره اشد الکراهة ویلزمه ان یعید الصلاة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۴۲ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

باب سنن الصلوٰۃ

فرض نماز کے بعد طویل دعا یا اللهم انت السلام کی مقدار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جبکہ روایات میں صرف مقدار اللهم انت السلام آیا ہے کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم... ۱۶/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: ذکر بعد المکتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہاء کرام قدر اللهم انت السلام یا معمولی کم وبیش ہے، کما فی ردالمحتار ص ۴۹۵ جلد ۱ وقول عائشة رضی الله عنها بمقدار لا یفید انه کان یقول ذلک بعینه بل کان یقعد بقدر ما یسعه ونحوه من القول تقریباً فلا ینا فی ما فی الصحیحین من انه ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوٰة مکتوبة لا اله الا الله الخ﴿۱﴾. وهو الموفق

تشہد میں اشارہ بالسبابہ اور اقوال فقہاء کرام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تشہد میں اشارہ سنت ہے یا نہیں؟ نیز مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں اسے حرام لکھا ہے اسی طرح جامع الرموز، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ ہندیہ میں بھی ہے کہ، والمختار انه لا یشیر والا کثرون لا یرون الاشارة، تحقیقی جواب لکھ کر تشفی فرمائے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمن مدرسۃ الحسینیہ شہداد پور سانگھڑ ۹/۶/۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل فصل فی القراءة)

الجواب: علماء ومتاخرین اشارہ کے حل وحرمت میں مختلف ہیں، بہت سے علماء اس کو جائز اور سنت مانتے ہیں اور بہت سے اس کو ناجائز اور مکروہ کہتے ہیں ان میں سے مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی شمار کیا گیا ہے، البتہ راجح جواز اور سنّیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ احادیث مرفوعہ فعلیہ اور قولیہ سے فعل معلوم ہے انکار معلوم نہیں ہے، تو نسخ کس طرح درست ہو سکے گا، واما حدیث اسکتوا فی الصلوٰۃ ففیه انکار علی رفع الیدین فی الصلاۃ او عند السلام کما لا یخفیٰ علی من راجع الی مسلم ولیس فیه انکار علی الاشارۃ، والنسخ لا یثبت بالرائ والقیاس وما قیل ان احادیث الاشارۃ مضطربة فیقال بالمنع ثم بالتوسع کما فی الرفع عند التحریمة علی ان الضعیف یثبت به الاستحباب وماقیل ان البخاری لم یروها فیقال الحجه هو الحدیث دون البخاری فقط کما یقال فی مسئلة رفع الیدین، وقد صرحوا ان عدم کون الحدیث علی شرط البخاری لا یقتضی عدم الصحة فلیراجع، نیز ہمارے ائمہ متقدمین سے ظاہر الروایت میں اشارہ کے متعلق نہ نفی موجود ہے اور نہ اثبات، اور نادر الروایة میں اثبات موجود ہے، کما فی الموطأ للامام محمد واما لی ابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ، وفی البحر ان المصیر الیٰ نادر الروایة واجب عند عدم الظاهر، فما قالوا ان ظاهر الروایة هی عدم الاشارۃ فقد ضلوا واضلوا افهم، لم یفرقوا بین عدم الروایة وروایة العدم، نیز متاخرین میں سے جنہوں نے اشارت کو ترجیح دی ہے وہ جامع بین الفقہ والحدیث میں محققین ہیں، بخلاف ما قال بعد مها هی ان قولهم مخالف عن الروایة والدرایة کما فی فتح القدیر واما ما نسب الی الامام الربانی فقال شیخنا ومرشدنا مولانا محمد عبد المالک الصدیقی المجددی قدس سره ان هذا المکتوب موضوع نسبه الی شیخه، فقال البعض انه لم یبلغه الاحادیث وفیه مافیه، وقیل تحقیقه مخالف عن تحقیق اهل الفن، وما قالوا انها ما ذکرت فی ظاهر

الرواية فلم يميزوا بين عدم الرواية ورواية العدم، وما قالوا انها لم يذكرها صاحب الهداية قلنا قد ذكرها فی مختارات النوازل ولم يذكرها فی الهدايه لعدم ذكرها فی القدوری وجامع الصغير وغيره، وماقالوا ان المسنون هو افتراش الاصابع الی القبلة، قلنا نعم ذلک مسنون فی اول الوضع خلافا للشوافع فانهم يحلقون الكف من اول الوضع فافهم وتدبر. وهو الموفق

تشہد میں اشارہ کا حکم اور صاحب خلاصہ کیدانی کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رفع سبابہ عند التشہد کا اثبات احناف کے بعض کتابوں میں مذکور ہے اور بعض نفی کا قول کرتے ہیں، فتاویٰ وددو یہ (پشتو) میں اسے سنن نماز سے گردانا ہے اور خلاصہ کیدانی کے باب خامس میں اشارہ بالسبابہ کا اهل الحديث محرمات میں بیان کیا ہے تو اس بارے میں قول راجح کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہدایت اللہ نعیم کندی اکازی تہکال پشاور ۱۹۷۴ء/۹/۹

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ قول راجح ومحقق یہ ہے کہ اشارہ سنت اور محکم ہے، لانه ثبت فی الاحاديث المرفوعة فعلها وترغيبها وتقريرها وكذا ثبت فی الآثار فعل الصحابة بعد وفاته ﷺ ولم يرو عن ابی حنيفة رحمه الله فی الظاهر الرواية شئ من النفی او الاثبات وهی ساكتة، نعم فی غير الظاهر ثبت اثباتها كما فی الموطأ وامالی ابی يوسف وقال صاحب البحر اذا لم يثبت الحكم فی الظاهر فوجب المصير الی غير الظاهر، نعم اختلف المتاخرون يعنی علمائنا فقال البعض بانها منسوخة فيكون العمل بها حراما وقال بعض الحنفية وكذا الشوافع والموالک والحنابلة واهل الحديث بعدم

النسخ وهو الراجح كما حقق في مقامه، خلاصہ یہ کہ بنابر تحقیق اشارہ سنت اور محکم ہے اور صاحب خلاصہ وغیرہ کے نزدیک حرام ومنسوخ ہے، اور خلاصہ میں اہل حدیث کا ذکر مثال کے طور پر ہے کیونکہ اہل حدیث کے ساتھ ہمارے محققین احناف بھی شریک ہیں۔ وهو الموفق

اللهم انت السلام کے وقت ہاتھ اٹھانا

سوال: فرض نماز کے بعد اللهم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز نوشہرہ......۲۶/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

الجواب: يرفع الايدى عند زيادة الكلمات الدعائيه وعند عدم الزيادة لم يثبت الرفع وكذا لا يقتضيه الاصل﴿۱﴾ الا ان يقال ان الثناء على الكريم دعاء ﴿۲﴾ . وهو الموفق

پگڑی کے مسنون ہونے کا حکم انقلابات زمانہ سے تبدیل نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس مقام پر پگڑی کا

﴿۱﴾ وفي المنهاج : اعلم انه لم يثبت مواظبة النبي ﷺ على ذكر خاص وكذا لم يثبت عند رفع الايدى عند مثل هذه الاذكار ، واما رفع الايدى عند الدعوات خارج الصلوٰة فقد ثبت باحاديث كثيرة قولية وفعلية في الامهات الست وغيرها منها ما اخرجه ابن ابى حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره ص ۱۷۲ جلد۳ عن ابى هريره ان رسول الله ﷺ رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم اخلص الوليد بن الوليد الى آخر الدعاء الخ.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۱ جلد۲ باب مايقول اذا سلم)

﴿۲﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوى: قوله والدعاء هذا لا ينا في الاتيان باللهم انت السلام الخ لانه ليس دعاء بل ثناء الا ان يراد بالدعاء ما يعم الذكر او هو بالنظر الى قوله فحينا الخ دعاء على مافيه. (الطحطاوى شرح مراقى الفلاح ص ۱۳۲ فصل في صفة الاذكار)

استعمال نہ ہوتا ہو، اس مقام پر پگڑی میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ بات کس کتاب میں لکھی ہوئی ہے کہ جہاں پگڑی کا استعمال نہ ہوتا ہو، وہاں پگڑی میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کتاب کا حوالہ لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار برطانیہ......۱۹/محرم ۱۳۹۵ھ

الجواب: امر مسنون تا قیامت مسنون رہے گا، عرف کے انقلابات سے سنت میں انقلاب نہیں آتا، کما فی تنقیح الفتاویٰ ص ۳ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غیر مقلدین کا رفع الیدین کرنا ہماری تحقیق کی بنا پر غلط اور ان کا ایہا النبی کے بجائے علی النبی پڑھنا خلاف احتیاط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارا ایک ساتھی رفع الیدین کرتا ہے اور دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا اور دوسروں کو ترغیب دینا جائز ہے؟ (۲) نیز ہمارا یہ ساتھی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کے بجائے علی النبی پڑھتا ہے اور اس کو محتاط قرار دیتا ہے اور دوسروں کو ترغیب بھی دیتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ایم نثار محمد کوثر پڑانگ چارسدہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: (۱) یہ شخص کوئی غیر مقلد معلوم ہوتا ہے لہٰذا وہ ہماری تحقیق کی بنا پر غلطی پر ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین: وفی القنیہ لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاهر المذهب ویترکا العرف...... واصلها قوله علیه الصلاة والسلام ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن (اقول) لکن صرحوا بان العرف المخالف للنص لا یعتبر بانه لایصح بیع الشرب مقصودا وان تعورف. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۳ جلد ۱ قبیل کتاب الطهارة (مقدمه))

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: الدلیل الشرعی اقتضی العمل بقول المجتهد وتقلیده فیه فیما احتاج الیه وهو فاسئلوا اهل الذکر والسوال انما یتحقق عند طلب (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۲) اس کا یہ احتیاط خلاف احتیاط ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل سورت امام کیلئے بھی تسمیہ (آہستہ) پڑھنا مستحب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی.....۱۹۷۲ء/۱/۱۳

الجواب: فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا جائز غیر مکروہ (حسن) ہے (ردالمحتار ص ۴۵۸ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر عمامہ (پگڑی) کے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن مندنی چارسدہ..... ۱۹۸۶ء/۱۰/۱۲

(بقیہ حاشیہ) حکم الحادثة المعينة فاذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله به واما التزامه فلم يثبت من السمع اعتباره ملزما الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد۳ مطلب فيما اذا رتحل الى غير مذهبه باب التعزير)

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: ويقصد بالفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الانشاء كانه يحى الله تعالىٰ ويسلم على نبيه وعلى نفسه واولياءه لا الاخبار عن ذلك قال ابن عابدين: اى لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع فى المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه ومن الملائكة عليهم السلام.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۷۷ جلد ۱ قبيل مطلب فى جواز الترحم على النبى ابتداء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ولا تكره اتفاقا) ولهذا صرح فى الذخيرة والمجتبىٰ بانه ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرا او جهرا كان حسنا عند ابى حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبى لشبهة الاختلاف فى كونها اية من كل سورة بحر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۶۲ جلد ۱ مطلب قراۃ البسملة بين الفاتحة والسورة)

الجواب: بلاعمامہ کے نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اس میں امام اور غیر امام کا کوئی فرق نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نماز میں سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھنا مطلوب اور مسنون ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عوارض خارجیہ کے بغیر سر کو عاری عن العمامه او القلسنوة چھوڑا ہے اور کہتے ہیں کہ سر پر عمامہ یا ٹوپی نہ رکھنا بھی سنت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ نیز نماز اور غیر نماز کی حالت کا حکم بیان فرماویں۔ بینوا بالدلائل الواضحة المتقررہ فی الدین النبوی ﷺ.

المستفتی: عبدالرحیم جلبئی صوابی ..... ۲۱/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: سر کا چھپانا نماز میں مطلوب اور مسنون ہے، کما صرحوا به ﴿۲﴾ لیکن نماز سے خارج چھپانا اور اس کا اہتمام کرنا امر مباح ہے، اور جائز ہے بشرطیکہ یہ برہنہ رکھنا کفار یا فساق سے تشبیہ کرنے پر مبنی نہ ہو، والا فیکون حراماً قال الله تعالیٰ ولا ترکنوا الی اللذین ظلموا ﴿۳﴾ وقال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم ﴿۴﴾ وصرح به الفقهاء في مواضع كثيرة. فقط

﴿۱﴾ قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد :و فی الاصل لا بأس بان يصلى الرجل فی ثوب واحد متوشحاً يؤم كذلک والمستحب ان يصلى الرجل فی ثلاثة اثواب قميص وازار وعمامة اما لو صلى في ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كازار الميت يجوز صلوته من غير كراهة.
(خلاصة الفتاویٰ ص۴۳ جلد ۱ الفصل السادس فی ستر العورة)

﴿۲﴾ وفی الهنديه: وتكره الصلاة حاسرا راسه اذا كان يجد العمامه وقد فعل ذلک تكاسلا اوتهاونا بالصلاة ولا بأس به اذا فعله تذللا وخشوعا بل هو حسن كذا فی الذخيرة.
(فتاویٰ عالمگیریه ص۱۰۶ جلد ۱ الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما لا يكره)

﴿۳﴾ (سورة هود: آيت:۱۱۳ پاره:۱۲ ركوع: ۱۰)

﴿۴﴾ قال الطيبی: (قوله من تشبه بقوم فهو منهم) هذا عام فی الخلق والخلق والشعار واذا كان الشعار اظهر فی التشبيه ذكر فی هذا الباب. (شرح طيبی ص۲۱۹ جلد۸ كتاب اللباس الفصل الثانی)

تشہد میں اشارہ کا ثبوت اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا مسلک

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین ومفتیان کرام دریں مسئلہ کہ اشارہ در حالت قعود بوقت شہادتین چہ حکم دارد، سنت است یا فرض، وجواب از قول امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ در باب منع از اشارہ چیست؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا، عند الله الحكيم العليم

المستفتی: عتیق اللہ متعلم دار العلوم حقانیہ ۱۹۸۴ء/۸/۷

الجواب: اشارہ در وقت تشہد سنت زائدہ ومستحب است در قول راجح، لثبوتها بالاحاديث من غير نسخ ولثبوتها فى نادر الرواية عن ابى حنيفة رحمه الله وظاهر الرواية ساكتة عنها، وقال صاحب البحر فى مثله يصار الىٰ نادر الرواية ومشائخنا المتاخرون اختلفوا فيها فذهب الامام الربانى وغيره الى منعها وذهب الاكثرون ومن جمعوا بين علم الفقه والحديث وكذا متبعوا المجدد الى ثبوتها وتمام الكلام فى منهاج السنن شرح جامع السنن للامام الترمذى ص ۱۶۲ جلد ۲ فليراجع(۱). وهو الموفق

(۱) وفى المنهاج: اعلم ان الاشارة بالسبابة من سنن الصلوٰة عن الائمة الثلاثة واما الامام ابو حنيفة فلم يرو عنه فى ظاهر الرواية شئ من النفى او الاثبات كما لا يخفىٰ على من راجع الى كتب ظاهر الرواية ومن جعل نفى الاشارة ظاهر الرواية فقداخطأ فى جعل عدم الذكر ذكر العدم نعم روى عنه فى غير ظاهر الرواية الاثبات كما فى موطأ محمد واما لى ابى يوسف وكذا صرح فى الكفاية والمحيط انه قال بسنيتها ابو حنيفة، وقال صاحب البحر فى باب قضاء الفوائت من البحر المسئلة اذا لم تذكر فى ظاهر الرواية وثبتت فى رواية اخرىٰ تعين المصير اليها، واختلف مشائخنا المتأخرون فى الاشارة قال بعضهم يشير وقال بعضهم لا يشير، والراجح الاشارة لان الاحاديث القولية والفعلية والتقريرية وردت فى فعلها دون منعها فكيف يصح دعوىٰ النسخ، على ان ادعاء النسخ لا بد فيه من النقل الصريح من اهل الفن كالطحاوى وغيره فان قيل احاديث الاشارة مضطربة، قلنا لم يقل احد من اهل الفن باضطرابه كما لم يقولوا باضطراب حديث رفع اليدين عند التحريمة وحديث (بقيه حاشيه اگلے صفحهه پر)

احکام کا مدار کتاب وسنت پر ہے بخاری پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مقلد حنفی شخص نے رفع الیدین شروع کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے عدم رفع الیدین پر دلیل دی جائے اور وہ بھی صرف بخاری شریف سے اور کسی کتاب کو نہیں مانتا ہوں، اس کی وضاحب فرماویں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: حافظ افتخار علی شاہ خطیب جامع مسجد تقوی نوشہرہ ۱۹۸۴ء/۲/۷

الجواب: اس شخص سے آپ پوچھیں کہ آپ کے نزدیک بخاری حجت ہے یا حدیث؟ اور یہ پوچھ لیں کہ جب بخاری شریف میں متضاد احادیث موجود ہوں مثلاً احادیث جلسہ استراحت، تو اس میں

(بقیہ حاشیہ) وضع الیدین تحت الصدر او تحت السرۃ، نعم قالوا ان اختلاف الکیفیات الواردۃ محمول علی اختلاف الاوقات والتوسع صرح بہ العینی والنووی ولان اثار الصحابۃ وردت فی فعلھا دون منعھا مثل اثر ابن عمر رواہ احمد واثر معاذ بن جبل رواہ الطبرانی واثر ابی ھریرہ رواہ عبد الرزاق واثر عقبۃ بن عامر رواہ الحاکم فی تاریخہ واثار الصحابۃ تکفی لاثبات الاستحباب وکذا ھی دالۃ علی عدم النسخ ولان ظاھر الروایۃ ساکتۃ عنھا وغیرھا ناطقۃ بھا فتعین المصیر الیھا، ولان من رجح الاشارۃ من مشائخنا فھم الذین جمعوا بین الفقہ والحدیث بخلاف من رجح نفیھا، فان قیل لم یروالبخاری حدیث الاشارۃ ، قلنا لیس ھو علی شرط البخاری والحجۃ عندنا وعند الامام البخاری ھو الحدیث الثابت دون ما ھو علی شرط البخاری، فان قیل لم یذکر صاحب الھدایۃ الاشارۃ قلنا لم یتعرض لھا صاحب الھدایۃ فی الھدایۃ لا نفیا ولا اثباتا لعدم ذکرھا فی ظاھر الروایۃ نعم ذکرھا فی مختارات النوازل فان قیل ذکر فی ظاھر الروایۃ بسط الاصابع عند القعدۃ قلنا البسط عند اول القعود لا ینا فی القبض عند الشھادۃ، فان قیل ورد فیہ لفظ" وعلیہ الفتویٰ" قلنا من قال ان لفظ" وعلیہ الفتویٰ" الآکد خالف عن قولہ وافتیٰ بخلافہ، فعلم ان الاعتبار لقوۃ المدرک والدلیل عند الاختلاف بین الخواص وبہ یحصل قطع النزاع وبہ وقع عمل السلف والخلف.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص۱۶۶ ،۱۶۷ جلد ۱ باب ماجاء فی الاشارۃ)

آپ کا کیا رویہ ہے؟ اوران سے پوچھیں کہ بخاری شریف میں یہ کہاں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے دائماً حتی الموت رفع الیدین کیا ہے اورترک نہیں کیا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما متناً مضطرب ہے

سوال: محترم جناب مولانا مفتی محمد فرید صاحب دارالعلوم حقانیہ! گزشتہ دنوں آپ کے ہاں ایک غیر مقلد مولوی گکھڑ منڈی سے آیا تھا، اوراس نے ایک حدیث کا ترجمہ کروانا تھا، انہوں نے یہاں آکر مفتیوں اورخصوصاً مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا کہ وہ غلط ترجمہ پڑھاتے ہیں اوروہ حدیث رفع الیدین کے بارے میں ہے وغیرہ وغیرہ، بہرحال اس حدیث میں رکوع کے بعد جولفظ **لا یرفعھما** ہے اس کا تعلق ماقبل سے ہے یامابعد سے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: قاری محمد یوسف گکھڑ منڈی گجرانوالہ.....۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث متناً مضطرب ہے معارف السنن اورمشکل الاثار وغیرہ کومراجعت کرنے سے اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا، پس اس روایت مسئولہ میں "**ان یرکع**" پر جملہ ختم ہوا ہے، اور "**بعد ما یرفع رأسہ**" ظرف مقدم ہے اپنے عامل "**لا یرفعھما**" پر، اگر قلمی یاقدیم نسخوں میں اس سے مخالف عبارت ہو تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔ **وھو الموفق**

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اورلاؤڈ سپیکر پر ذکر بالجہر کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز باجماعت ادا

﴿۱﴾ عن براء بن عازب قال ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود. (ابوداؤد شریف ص ۱۱۶ جلد ۱ باب من لم یذکر الرفع عند لرکوع)
عن علقمۃ قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ولم یرفع یدیہ الامرۃ واحدۃ مع تکبیر الافتتاح رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی.
(مشکواۃ المصابیح ص۷۷ جلد ۱ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ہونے کے بعدفوراًزوروزور سےامام اورمقتدیوں کا لا الہ الا انت الخ ،کاوردکرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، بلکہ اکثر غلط ہوجاتے ہیں۔(۲) نمازعشاء کے بعدامام اور پانچ چھ مقتدیوں کالاؤڈسپیکر پر جہراً لا الہ الا اللہ ، پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ جوش میں آکر کچھ اورالفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں جبکہ یہ عمل عام اہل محلّہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اورآرام میں خلل انداز ہوتا ہے کیا یہ جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :محمد نادرخان ضلع نوشہرہ......۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ

الجواب: (۱)ذکر بالجہر جائز ہے لیکن جب مسبوق کیلئے ضرررساں ہوتو مکروہ ہے(شامی)۔(۲) یہ بھی مکروہ ہے جبکہ نمازی وغیرہ کوضرررساں ہو(شامی)﴿۱﴾ البتہ جن لوگوں کو لاؤڈسپیکر میں ذکر کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈسپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہوتو یہ ذاکر بیمار ہے﴿۲﴾اور جس سامع کوضرررساں ہواورگانے سننا ضرررساں نہ ہوتو وہ بھی بیمار ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامہ ابن عابدین عن الامام الشعرانی: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قاریٔ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

﴿۲﴾ قال العلامہ آلوسی: عن ابن عمر وقد رأی ساقطا من سماع القرآن فقال انا نخشی اللہ تعالیٰ ومانسقط ھؤلاء یدخل الشیطان فی جوف احدھم   ھذا نعت اولیاء اللہ تعالی قال تقشعر جلودھم تبکی اعینھم وتطمئن قلوبھم الی ذکر اللہ تعالیٰ ولم ینعتھم اللہ سبحانہ بذھاب عقولھم والغشیان علیھم انما ھذا فی اھل البدع وانما ھو من الشیطان، واخرج ابن ابی شیبہ عن ابن جبیر قال الصعقۃ من الشیطان وقال ابن سیرین بیننا وبین ھؤلاء الذین یصرعون عند قرأۃ القرآن ان یجعل احدھم علی حائط باسطا رجلیہ ثم یقرأ علیھم القرآن کلہ فان رمی بنفسہ فھو صادق.

(تفسیر روح المعانی ص۲۸۴ جلد۱۳ سورۃ الزمر آیت:۲۳)

تشہد میں اشارہ بالسبابہ احادیث سے ثابت ہے

سوال: چہ میفر مایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اشارۃ بالسبابہ لطفا از شما استدعا مینمایم، زیرا کہ فہم چیز است و در وطن ما یاں منفی است، واگر یک ادم میکند اور ابدے داند، کہ ایں وہابی شدہ است وپیش ما یان عاجزان نہ یک کتاب و نہ ایں قدر علیست کہ برائے شان قناعت بدہم و نہ بخود شان اینقدر حفظ از علم احادیث است، اگر ایں مسئلہ اشارت واضح موافق باکمال علیست ووقوف خود نوشتہ شود، در ہر کتاب کہ نفی اشارت میشود ومیکند نام این کتاب ومرجوحیت قول این ہم لطفا واضح شود؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفار افغانستان

الجواب: دریں باب بسیار احادیث مرفوعہ وارد شدہ واند (فلیراجع الی مشکواۃ باب التشھد) وبعداز وفات پیغمبر علیہ السلام از صحابہ اشارہ کردن ثابت شدہ است (فلیراجع الی الموطأ للامام محمد) وائمہ ما متقدمین در کتب ظاهر الروایہ ہیچ نہ گفتہ اند، بے شک در غیر ظاهر الروایت بہ جواز تصریح کردہ اند، شیخ ابی یوسف رحمہ اللہ در امالی وامام محمد در موطأ وصاحب بحر در باب قضاء الفوائت گفتہ است، کہ در وقت عدم ظاهر الروایت واجب است مصیر بہ نادر الروایہ وعلماء متاخرین در اشارۃ مختلف اند جمع عظیم بر جواز قائل است، وجمع عظیم بر عدم جواز، لاکن راجح جواز است زیرا نکہ آن متاخرین کہ جامع بین الفقہ والحدیث اند، مثل صاحب الفتح والبحر والشرح الکبیر وردالمحتار قائل بر جواز اند وصاحب الہدایہ نیز بر جواز تصریح کردہ است در مختار النوازل وسکوت کردہ است در ہدایہ وبحث دریں مسئلہ بسیار است وفرصت نوشتن کم است لہذا بریں اشارات اکتفاء باید کرد ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (مر التفصیل فی الحاشیة المحولة بمنهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۶۲ جلد ۱ باب ماجاء فی الاشارة)

فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا حدیث قولی کی بناپر مسنون اور فعلی کی بناپر غیر معمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضورﷺ سے ثابت ہے یا نہیں، اگر فرض نماز کے بعد حضورﷺ نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: محمد لقمان شمس آباد اٹک ۴/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: حضورﷺ نے ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما فی الدارمی والفتح وغیرہ ﴿۱﴾، اور بذات خود ہیئۃ اجتماعی سے نہ فرائض سے متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد، اور نہ اللھم انت السلام ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، پس ہیئۃ اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے حدیث قولی کی بناپر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بناپر دونوں غیر معمول ہیں، فافھم ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحافظ ابن الحجر: واخرج الحاکم عن حبیب بن مسلمة الفھری سمعت رسول اللهﷺ یقول: لا یجتمع ملأ فیدعو بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم الله تعالیٰ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمین)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: والجواب عن الامر الاول انه معارض بالقرآن والاحادیث الصریحة فی مشروعیة الدعاء والذکر علی وجه الاجتماع قال الله تبارک وتعالیٰ قد اجیبت دعوتکما، وروی القرطبی عن ابی العالیه ان موسیٰ علیه السلام کان یدعو وھارون علیه السلام یؤمن، وقال النبیﷺ لا یجتمع ملأ فیدعو بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم الله تعالیٰ رواه الحاکم وذکره فی کنز العمال، وقال النبیﷺ ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا کان حقا علی الله ان لا یرد ایدھم رواه الدارمی وذکره الحافظ فی الفتح ماتبین من الجواب الاول انه ثبت باحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع ولم یثبت ما یعارضھا لانه لم یثبت عن النبیﷺ فی راویة ما انه لم یدع علی وجه الاجتماع (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز کے بعد اللھم انت السلام میں بعض الفاظ کی زیادت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام میں حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام کی زیادت کرنا شرعا کیا حکم حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ تورڈھیر صوابی

الجواب: چونکہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے ﴿۱﴾ البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے ﴿۲﴾ لہٰذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بخلاف اذان العید فانه ثبت فیه روایةالعدم فی سنن ابی داؤد وغیرہ فالعجب من هذا القائل فی انه لم یفرق بین عدم الروایة وبین روایة العدم، ولو سلم ان النبی ﷺ لم یدع بعد الصلوٰۃ علی وجه الاجتماع والانقل عنه البتة وهو التحقیق ایضاً فیقال ان القول هو الا قوی من غیرہ الخ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۴ جلد ۱ جلد ۲ مبحث الدعاء علی هیئة الاجتماعیة)

﴿۱﴾ عن عائشة رضی الله عنها: قالت کان رسول الله ﷺ اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام رواہ مسلم، وعن ثوبان رضی الله عنه قال کان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارک یا ذالجلال والاکرام رواہ مسلم.

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامه شرنبلالی: بعد الفرض القیام الی اداء السنة التی تلی الفرض متصلا بالفرض مسنون غیر انه یستحب الفصل بینهما کما کان علیه السلام اذا سلم یمکث قدر ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام الیک یعود السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام وقال الطحطاوی تحت (قوله والیک یعود السلام) قال فی شرح المشکاة عن الجزری واما ما یزاد بعد قوله ومنک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا وادخلنا دار السلام فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص.

(مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۰ فصل فی صفة الاذکار بعد الصلاة)

فرائض کے بعد دعا کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا مکروہ قرار دیتے ہیں اور استدلال میں عقائد السنیہ کی عبارت پیش کرتے ہیں، والمختار عند الحنفية ان يشتغل بعد اداء المكتوبة بالسنة ويكره ان يشتغل بالدعاء والتسبيح قبل اداء السنة، حالانکہ احادیث میں متعدد اذکار صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد وارد ہیں لہٰذا حنفیہ کے قول مذکور کی کوئی تاویل ہو تو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد یعقوب تحت نصرتی بنوں ۱۹۶۹ء/۴/۲

الجواب: جمہور احناف مثلاً ابن الہمام، ابن عابدین، ابن نجیم، حلبی وغیرہ کی یہی رائے ہے اور بعض احناف کی رائے یہ ہے کہ فرائض کے بعد متصل دعا کی جائے مثلاً امام بقالی (بحوالہ شرح شرعة الاسلام) لہٰذا بہتر یہ ہے کہ رواتب کے بعد دعا کی جائے (۱) اور فرائض کے بعد متصل دعا کرنا بھی حنفیت سے متعارض نہیں ہے، اگرچہ عند الجمہور مکروہ تنزیہی ہے رواہ مسلم (۲)۔ وھو الموفق

(۱) قال الحلبي: واما ما روى من الاحاديث في الاذكار عقيب الصلوٰة فلادلالة فيها على الاتيان بها عقيب الفرض قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها لان السنةمن لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية منهما فما يفعل بعدها يطلق عليه انه فعل بعد الفريضة وعقيبها.
(غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۳۳۱ قبيل فصل في المكروهات)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام الحديث، وعلىٰ هامشه: قوله لم يقعد الا الخ وعلى هذا فلا وجه للاستدلال به على ان ماثبت من الادعية بعد الصلوٰة كان يأتي بها ﷺ بعد السنة جمعا بينه وبين هذا الحديث والله اعلم.
(صحيح المسلم ص ۲۱۸ جلد ۱ باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته)

وقال الحصكفي رحمه الله: ويكره تاخير السنة ال (بقيه حاسيه اگلے صفحه پر)

سنتوں کی تیسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنت مؤکدہ کی تیسری رکعت میں سبحانک اللھم سے شروع کرے گا یا بسم اللہ سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم

الجواب: بسم اللہ سے پڑھے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تشہد میں اشارہ بالسبابہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں دو علماء کا اختلاف ہے ایک عالم اشارہ بالسبابہ کو سنت کہتا ہے اور دوسرا ترک اشارہ کو مستحب کہتا ہے پس ان دونوں کے بارے میں قول فیصل لکھ کر ہماری رہنمائی فرمائیے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحیم قلعہ سیف اللہ بلوچستان ۱۹۹۰ء/۱/۱۰

الجواب: ہماری (فقہ احناف) ظاہر الروایت اشارہ کے جواز اور عدم جواز سے ساکت ہے البتہ نادر الروایة میں جواز مسطور ہے، کما فی الموطأ والامالی وھی الراجعة لتائیدھا بالاحادیث المرفوعه و آثار الصحابة ولان المتأخرین الذین اختاروھا جامعون بین

(بقیہ حاشیہ) ا بقدر اللھم انت السلام الخ، قال الحلوانی لا بأس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۹۱ جلد ۱ مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح)

﴿۱﴾ وفی الھندیه: واذا قام یفعل فی الشفع الثانی ما فعل فی الشفع الاول من القیام والرکوع والسجود کذا فی المحیط و یقرأ الفاتحة فقط ھکذا فی الکافی وتکرہ الزیادة علی ذلک کذا فی السراج الوھاج.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۷۶ جلد ۱ سنن الصلاة وآدابھا وکیفیتھا)

الفقه والحديث﴿۱﴾ (والتفصيل في منهاج السنن) ﴿۲﴾. وهو الموفق

ترکِ تسمیہ سے سجدہ سہو یا اعادہ صلاۃ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا واجب؟ (۲) اور نہ پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ (۳) نہ پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا واجب الاعادہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: عالم خان لنڈ یواہ لکی مروت......۲۲/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، ترکِ سنت سے قضا اور اعادہ لازم نہیں ہوتا ﴿۳﴾ لما في شرح التنوير وسمى غير الموتم بلفظ البسملة سراً في اول كل ركعة ولو جهرية بحذف يسير هامش ردالمحتار ص۴۵۷ جلد ۱ ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفي المحيط انها سنة يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات وهو قول ابي حنيفة ومحمد وكثرت به الاثار والاخبار فالعمل به اولىٰ وقال في الشرح الكبير قبض الاصابع عند الاشارة هو المروي عن محمد في كيفية الاشارة وكذا عن ابي يوسف في الامالي وهذا فرع تصحيح الاشارة وعن كثير من المشائخ لا يشير اصلا وهو خلاف الدراية والرواية فعن محمد ان ما ذكره في كيفية الاشارة قول ابي حنيفة ..... وهذا اما اعتمده المتاخرون لثبوته عن النبي ﷺ بالاحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن ائمتنا الثلاثة فلذا قال في الفتح ان الاول خلاف الدراية والرواية واستضئ بمصباح الحقيق في هذا المقام فانه من منح الملك العلام. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۷۶ جلد ۱ مطلب مهم في عقد الاصابع عند التشهد)

﴿۲﴾ (مر التفصيل في ذيل هذا الباب فليراجع)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: (وسننها) ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهوا بل اساءة لو عامداً غير مستخف، قال ابن عابدين، اى بخلاف ترك الفرض فانه يوجب الفساد وترك الواجب فانه يوجب سجود السهو. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۵۰ جلد ۱ مطلب سنن الصلاة)

﴿۴﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۳۶۲ جلد ۱ قبيل مطلب لفظة الفتوىٰ آكد من لفظة المختار)

نماز کے بعد اللھم انت السلام الخ کس طرح پڑھا جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد جب امام اللھم انت السلام پڑھتا ہو تو کس طرف رخ کرے، نیز یہ دعا ہے یا نہیں، بعض لوگ اسے دعا نہیں کہتے، جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: شاد محمد کوہاٹ......۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: اللھم انت السلام الخ ایک ذکر ہے دعا نہیں ہے اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے پیغمبر ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہیئت اجتماعی سے یہ ذکر (اللھم انت السلام) نہیں کیا ہے بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے لہٰذا ہر شخص انفرادی طور سے رو بہ قبلہ ہو کر کیا کرے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط وتفریط سے ہم بیزار ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنت علی ہیئت الاجتماعیہ جائز ہے یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں ہمارے علاقہ میں لوگ دارالعلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں مگر بعض اس سے انکاری ہیں یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے جس میں دونوں جانب دلائل اور رد موجود ہیں، اب ہم کیا کریں کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ملک جہانزیب افریدی درہ بازار درہ آدم خیل......۱۲/محرم ۱۴۰۵ھ

الجواب: پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب

﴿۱﴾ وعن ثوبان رضی اللہ عنہ : قال کان رسول اللہ ﷺ اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلاثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم۔ (مشکواۃ المصابیح ص ۸۸ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ الفصل الاول)

کے بعد اور نہ اللھم انت السلام کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے البتہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، **کما فی کنز العمال وغیرہ** پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے، **والمختار ھو بعد الرواتب عند الجمھور وبعد الفرائض عند البقالی وتمام الکلام فی المقالات.**

جواب اشتہار: ...... ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علماء کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے اس پوسٹر کے مضمون میں افراط وتفریط موجود ہے ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، **دعا بعد السنن بھیئة الاجتماعیه** حضور ﷺ نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، **ومن ادعی فعلیه البیان،** البتہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے، اور فقہاء کی اکثریت نے دعا بعد السنّت کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے ہم ان سے متفق نہیں ہیں اکثر فقہاء نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے ہاں امام بقالی رحمہ اللہ بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، **وھو مختار اکثر الاکابر،** جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے لہٰذا بالا جماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہئے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی، **والا النقل عنه البتة وھو التحقیق ایضا فیقال ان القول ھو الاقویٰ من غیرہ انه ثبت باحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع ولم یثبت ما یعارضھا لانه لم یثبت عن النبی ﷺ فی روایة ما انه لم یدع علی وجه الاجتماع بخلاف اذان العید فانه ثبت فیه روایة العدم فی سنن ابی داؤد وغیرہ. وھو الموفق**

ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد ناجائز اور بدعت کہتے ہیں، اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال ڈنڈل ٹیکشن تربت مکران بلوچستان ...... ۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: حضور ﷺ نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، کما فی حدیث الترمذی قیل یا رسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات ﴿۱﴾ اور دبر المکتوبات سے مراد میں اختلاف ہے بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل، اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں ﴿۲﴾ واضح رہے کہ دعا کیلئے بہت سے آداب ہیں جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں (مثل رفع الیدین، التثلیث، التحمید، الصلاۃ، التامین) بعض ان اداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، لحدیث الحاکم وکنز العمال لا یجتمع ملا فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم اللہ، ولحدیث الدارمی وابی نعیم ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ص ۱۸۸ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: واما ما ورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلاه فلا دلالة فیه علی الاتیان بها قبل السنة بل یحمل علی الاتیان بها بعدها لان السنة من لواحق الفریضة وتوابعها ومکملاتها فلم تکن اجنبیة عنها فما یفعل بعدها یطلق علیه انه عقیب الفریضة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل مطلب فی ما لو زاد الخ)

الا كان حقا على الله ان لا يرد ايديهم (ذكره الحافظ فى فتح البارى)﴿۱﴾ پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے، کیونکہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد، ونظيره الازار والسراويل. وهو الموفق

علماء احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتزلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں۔ بينوا توجروا

المستفتی: مولوی سیف الرحمٰن برول باندہ ضلع دیر ۲۵/۷/۱۹۷۰ء

الجواب: واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیر القرون میں معمول نہ تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد﴿۲﴾ ومن ادعى فعليه البيان والدليل ولن يأتوا به ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً، البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے، وہو حديث دبر الصلوات المكتوبات﴿۳﴾ اور یہ حدیث دونوں پر صادق ہے، لان الدعاء بعد الرواتب يصدق عليه انه دبر المكتوبات لا انه قبل المكتوبات، وايضاً صرح العلامة الشامي وابن الهمام ان ما يفعل بعد الرواتب يطلق عليه انه دبر المكتوبات فليراجع وصرح في البحر والخلاصه

﴿۱﴾ (فتح البارى شرح صحيح البخارى ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمين)

﴿۲﴾ وليعلم ان الدعاء المعمول فى زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين ايديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه فى عهده عليه الصلاة والسلام الخ (العرف الشذى على الترمذى ص ۸۶ جلد ۱ باب ماجاء فى كراهية ان يخص الامام نفسه بالدعاء)

﴿۳﴾ عن ابى امامة قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر ودبر الصلوات المكتوبات رواه الترمذى. (مشكواة المصابيح ص ۸۹ جلد ۱ باب الذكر بعد الصلاة الفصل الثانى)

وارشاد الساری وغیره ان الدعاء عند الحنفیة بعد الرواتب نعم قال البقالی المعتزلی انه بعد الفرائض ﴿۱﴾ فعلم ان فی الامر توسعاً والاولیٰ هو الاتیان بعد الرواتب واما الهیئة الاجتماعیه فهی من اداب الدعاء کالحمد والصلوٰۃ وغیره لحدیث ذکر فی معارف السنن وغیر واحد من کتب الاحادیث﴿۲﴾. وهو الموفق

دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام بدعت اور دوام مشروع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نواز کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ناصر شاہ محلہ سیدان جلبئی صوابی ۵/۱۲/۱۹۷۲ء

﴿۱﴾ وفی شرح شرعة الاسلام ویغتنم الدعاء بعد المکتوبة قبل السنة علی ماروی عن البقالی(المعتزلی فی الاصول، الحنفی فی الفروع مثل صاحب الکشاف)من انه قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن والاوراد علی ماروی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فانه مستجاب بالحدیث.

(تعلیق الکوکب الدری ص ۲۹۱ جلد۲) (وهکذا فی السعایه ص ۲۶۱ جلد۲ باب صفة الصلاة)

﴿۲﴾ قال الله تبارک وتعالیٰ: قد اجیبت دعوتکما ، وروی القرطبی عن ابی العالیة ان موسیٰ علیه السلام کان یدعو وهارون علیه السلام یؤمن، وقال النبی علیه السلام لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالیٰ رواه الحاکم وذکره فی کنز العمال وقال النبی ﷺ ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا کان حقا علی الله ان لا یرد ایدیهم رواه الدارمی وذکره الحافظ فی الفتح ثبت باحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۴ جلد۲ مبحث الدعاء علی الهیئة الاجتماعیة)

الجواب: واضح رہے کہ دعا بالالتزام بدعت ہے خواہ فرائض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد، لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے التزام کا معنی ہے کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب جیسا انکار کرنا اور برا ماننا، اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے، ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہو جائیں گے، **والامر لیس کذلک لا نهم لا يعتقدونها واجبات ولا ينكرون على تاركها مثل الانكار على تارک الواجب**، اور فقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہئے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے تاکہ عام فقہاء سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الاصول ہے ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، **وان شئت الاطلاع على دلائل الطرفين فراجع الى المقالات** ﴿۲﴾. **وهو الموفق**

﴿۱﴾ **قال المفتي الاعظم المفتي كفايت الله رحمه الله:** (دعا بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کیلئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۴۰ جلد ۳ سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں فصل اول)

﴿۲﴾ مقالات میں سے یہ مقالہ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ عام نقل کیا جاتا ہے (از مرتب)

غنیۃ الطالب

فی الدعاء بعد المکتوبۃ والرواتب

دعا کی فضیلت: ......دعا کرنا عبادت ہے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں، الدعاء ھو العبادۃ رواہ الترمذی ﴿۱﴾ اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے، وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (سورۃ المومن) ﴿۲﴾ دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں، الدعاء مخ العبادۃ (رواہ الترمذی) ﴿۳﴾ دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے کیونکہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں جو کسی ذات کی تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر: ......بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی اسلئے دعا کرنا بے فائدہ ہے لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے ﴿۴﴾ کیونکہ جب کوئی شے عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیاء علیہم السلام کا معمول ہو وہ عبث نہیں ہو سکتی، اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب وذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں اسی طرح دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

﴿۱﴾ (جامع الترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ ابواب الدعاء باب ماجاء فی فضل الدعاء)

﴿۲﴾ (سورۃ المومن آیت، ۶۰ رکوع، ۱۰ پارہ: ۲۴)

﴿۳﴾ (جامع الترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ باب ماجاء فی فضل الدعاء ابواب الدعوات)

﴿۴﴾ عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرد القضآء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر رواہ الترمذی. (مشکواۃ المصابیح ص۱۹۵ جلد ۱ کتاب الدعوات الفصل الثانی)

آداب دعا: ...... دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے

(الف)...... دونوں ہاتھ اٹھانا، کما فی البیھقی یرفع یدیه فی الدعاء ﴿۱﴾ لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، کما فی مصنف ابن ابی شیبه ان رسول اللهﷺ لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته.

(ب)...... دعا سے پہلے حمد و صلاۃ پڑھنا، لحدیث ابی داؤد اذا صلیت فقعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل علی ثم ادعه ﴿۲﴾.

(ج) ناجائز سوال نہ کرنا، لحدیث مسلم یستجاب لعبد مالم یدع باثم او قطیعة رحم ﴿۳﴾.

(د)...... حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحدیث الترمذی ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاه ﴿۴﴾.

(ہ)...... عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحدیث البخاری اذا دعا احدکم فلیعزم المسئله

﴿۱﴾ عن انس قال کان رسول اللهﷺ یرفع یدیه فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیه. (مشکواة المصابیح ص ۱۹۶ جلد ۱ ابواب الدعوات الفصل الثالث)

﴿۲﴾ عن فضالة بن عبید قال بینما رسول اللهﷺ قاعد اذ دخل رجل فصلی فقال اللهم اغفرلی وارحمنی فقال رسول اللهﷺ عجلت ایها المصلی اذاصلیت فقعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل علی ثم ادعه قال ثم صلی رجل آخر بعد ذلک فحمد الله وصلی علی النبیﷺ فقال له النبیﷺ ایها المصلی ادع تجب رواه الترمذی وروی ابوداؤد والنسائی نحوه. (سنن الترمذی ص ۱۸۶ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

﴿۳﴾ عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعه رحم الخ رواه مسلم. (مشکواة المصابیح ص ۱۹۴ جلد ۱ کتاب الدعوات الفصل الاول)

﴿۴﴾ سنن الترمذی ص ۱۸۶ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقولن احدکم اللھم اغفرلی ان شئت اللھم ارحمنی ان شئت لیعزم المسئلۃ فانہ لا مکرہ لہ ﴿۱﴾.

(و) الفاظ دعا تین بار مکرر کہنا، لحدیث مسلم وابی داؤد ان رسول اللہ ﷺ کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ﴿۲﴾.

(ر) قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحدیث البخاری یستجاب للعبد ما لم یعجل ﴿۳﴾.

(ح) آخر میں آمین کہنا، لحدیث ابی داؤد ان ختم بآمین فقد اوجب ﴿۴﴾.

(ط) چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحدیث ابی داؤد قال علیہ الصلاۃ والسلام فاذا فرغتم فامسحوا بھا جوھکم ﴿۵﴾.

(ی) حرام سے بچنا، لحدیث مسلم مطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک رواہ مسلم ﴿۶﴾.

(ک) ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قد اجیبت دعوتکما، وفی تفسیر القرطبی ص ۳۷۵ جلد ۸ عن ابی العالیہ کان موسیٰ علیہ السلام یدعو وھارون علیہ السلام یؤمن ﴿۷﴾ اور نبی علیہ السلام

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۹۳۸ جلد ۲ باب لیعزم المسئلۃ فانہ لا مکرہ لہ کتاب الدعوات)
﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۲۰ جلد ۱ باب فی الاستغفار کتاب الصلاۃ)
﴿۳﴾ (صحیح البخاری ص ۹۳۸ جلد ۲ باب یستجاب للعبد ما لم یعجل کتاب الدعوات)
﴿۴﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۴۲ جلد ۱ باب التأمین وراء الامام)
﴿۵﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۱۶ جلد ۱ باب الدعاء کتاب الصلاۃ)
﴿۶﴾ (مشکواۃ المصابیح ص ۲۴۱ جلد ۱ باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول)
﴿۷﴾ (تفسیر قرطبی ص ۳۷۵ جلد ۸ سورۃ یونس آیت ۸۹ رکوع: ۱۴)

نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما رواہ الحاکم و ذکر فی کنز العمال قال النبی ﷺ لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالی و کما رواہ الدارمی و ذکرہ الحافظ فی الفتح ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا کان حقا علی الله ان لا یرد ایدیهم ﴿۱﴾ اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ کتاب الحج میں لکھا ہے، والاجابة فی الجمع ارجی ﴿۲﴾۔

(ل) ...... اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول اذان کے وقت، دوم مقدس جنگ کے وقت، سوم بارش کے وقت، کما فی حدیث ابی داؤد ثنتان لا تردان الدعاء عند النداء وعند البأس حین یلحم بعضهم بعضا وفی روایة وتحت المطر ﴿۳﴾ چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، کما فی حدیث الترمذی قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات ﴿۴﴾۔

ذکر وغیرہ کیلئے احداث جماعات: ...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، کما رواہ الحاکم باسنادہ ﴿۵﴾ تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے، کما فی حدیث الترمذی اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر ﴿۶﴾

﴿۱﴾ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمین)
﴿۲﴾ (ھدایه علی صدر فتح القدیر ص ۳۶۹ جلد ۲ باب الاحرام کتاب الحج)
﴿۳﴾ وفی روایة تحت المطر رواہ ابوداؤد والدارمی الا انه لم یذکر وتحت المطر۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۲ جلد ۱ باب فضل الاذان واجابة المؤذن الفصل الثانی)
﴿۴﴾ (سنن ترمذی ص ۱۸۸ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)
﴿۵﴾ (مسند دارمی ص ۶۸ جلد ۱ باب فی کراھه اخذ الرای)
﴿۶﴾ (سنن ترمذی ص ۱۸۹ جلد ۲ باب ماجاء فی تھد التسبیح بالید)

وکما فی حدیث مسلم، ان رسول اللہﷺ خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم ههنا قالوا، ذکر الله فی آخره اتانی جبرائیل علیه السلام فاخبرنی ان الله تعالیٰ یباهی بکم الملائکة﴿۱﴾ وکما فی حدیث ملائکة سیاحین هم ای الذاکرون قوم لا یشقی بهم جلیسهم ﴿۲﴾۔

حدیث عبداللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہوتا ہے ﴿۳﴾ اور یا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے نہ کہ احداث جماعات پر، کما فی سنن الدارمی ص ۶۱ جلد ۱ فقال عبد الله بن مسعود ما هذا الذی اراکم تصنعون قالوا یا عبد الرحمن حصی نعدبه التکبیر والتهلیل والتسبیح قال فعدوا سیأتکم فاناضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیء، اور یہ ممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس فعل کی اپنی حیثیت کے فوق اہتمام پر انکار کیا ہو۔

﴿۱﴾ (رواہ مسلم، مشکواۃ المصابیح ص۱۹۸ جلد ۱ باب ذکر الله والتقرب الیه الفصل الثالث)

﴿۲﴾ عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ ان لله ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون الله تنادو ... قال هم الجلساء لا یشقی جلیسهم رواه البخاری وفی روایة مسلم قال ان لله ملائکة سیار قفضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلساً فیه ذکر قعدوا معهم فیقول وله غفرت هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم. (مشکواۃ المصابیح ص۱۹۷ جلد ۱ باب ذکر الله والتقرب الیه)

وعن ابی هریرة او عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللهﷺ ان لله ملائکة سیاحین والارض فضلا عن کتاب الناس فیقول هم القوم لا یشقی لهم جلیس هذا حدیث حسن صحیح وقدروی عن ابی هریرة من غیر هذا الوجه. (سنن الترمذی ص۱۹۹ جلد۲ باب ای الکلام احب الی الله)

﴿۳﴾ قال العلامة السید شریف علی الجرجانی: المرفوع هو ما اضیف الی النبیﷺ خاصة من قول او فعل او تقریر سواء کان متصلا او منقطعاً والموقوف وهو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً کان او منقطعاً وهو لیس بحجة علی الاصح الخ. (الرسالة فی فن اصول الحدیث للسید شریف علی الجرجانی ص ۲،۳ الملحقه بالترمذی)

لفظ دبر کی تشریح:...... دبر الصلاۃ کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے، کیونکہ دبر شے کسی چیز کے پچھلے جز کو کہتے ہیں، اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے، **معقبات لا یخیب قائلھن دبر کل صلاۃ ثلاث وثلثون تسبیحۃ وثلاث وثلاثون تحمیدۃ واربع وثلاثون تکبیرۃ**﴿۱﴾، اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

فائدہ:...... دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں خواہ متصل ہو یا منفصل، متصل سے خاص نہیں ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض کے متصل کئے جائیں اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوں گی اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی، اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائیگی، حالانکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں، تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کیلئے مضر نہیں، کیونکہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں، تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رسان نہ ہوگی، بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رسان نہ ہوگی، کیونکہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر وغیرہ سنن موکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا، علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں، **واما ما ورد من الاحادیث**

﴿۱﴾**عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ معقبات لا یخیب قائلھن او فاعلھن دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ثلث وثلثون تسبیحۃ وثلث وثلثون تحمیدۃ واربع وثلثون تکبیرۃ رواہ مسلم.(مشکواۃ المصابیح ص ۸۹ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوات)**

فی الاذکار عقیب الصلاۃ فلا دلالہ فیہ علی الاتیان بھا قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بھا بعدھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلم تکن اجنبیۃ عنھا، فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ عقیب الفرائض، انتھیٰ (ص ۴۹۴ جلد ۱)﴿۱﴾، اور محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں، وما ورد انہ ﷺ کان یقول دبر کل صلاۃ لا الہ الا اللہ وحدہ..... الی ان قال..... لا یقتضی وصل ھذہ الاذکار بل کونھا عقیب السنۃ من غیر اشتغال بما لیس ھو من توابع الصلاۃ یصحح کونہ دبرھا، انتھیٰ (ص ۳۱۲ جلد ۱)﴿۲﴾۔

دعا بہ ہیئت اجتماعیہ: ......اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص ۱۴۰ جلد ۱) میں روایت ہے، فرفع رسول اللہ ﷺ یدیہ یدعو ورفع الناس ایدیھم مع رسول اللہ ﷺ یدعون﴿۳﴾ اور بعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، کماروی الحاکم وابن ابی شیبہ ان رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال، اللھم اخلص الولید الی آخرہ (وذکر الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۱۷۲ جلد ۳) اور یا منہ قوم کی طرف ہوتا، کما روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ قال ابو الاسود صلیت مع رسول اللہ ﷺ فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا﴿۴﴾۔

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل مطلب فی ما لو زاد علی العدد الوارد عقب الصلاۃ)

﴿۲﴾ (فتح القدیر ص ۳۸۳، ۳۸۴ جلد ۱ باب النوافل)

﴿۳﴾ (صحیح البخاری ص ۱۴۰ جلد ۱ باب رفع الناس ایدیھم مع الامام فی الاستسقاء)

﴿۴﴾ وفی منھاج السنن: واما رفع الایدی عند الدعوات خارج الصلوٰۃ فقد ثبت باحادیث کثیرۃ قولیۃ وفعلیۃ فی الامھات الست وغیرھا منھا ما اخرجہ ابن ابی حاتم وذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۱۷۲ جلد ۳ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بعد الفرائض یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افتراء کیا، اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افتراء ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا، تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا جیسا کہ نماز عید کیلئے اذان اور اقامت نہیں ہوئی ہے اور یہ نہ ہونا مروی ہے، **کما فی روایة ابی داؤد ص ۱۶۹ وغیرہ** ﴿۱﴾، بہرحال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح **اللهم انت السلام** کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت یا غوایت ہے۔ ﴿۲﴾

(بقیہ حاشیہ) بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم اخلص الوليد بن الوليد الى آخر الدعاء وفی سنده علی بن زيد بن جد عان وهو متكلم فيه والراجح انه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث صحيح وقال العجلی وابن عدی يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، علی بن زيد وان ضعف فقد ذكر بالصدق واما اخرجه ابن ابی شيبة فی مصنفه من حديث الاسود العامری عن ابيه هو عبد الله بن حاجب بن عامر قال صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۲ جلد ۲ باب ما يقول اذا سلم)
(تفسير ابن كثير ص ۱۰۷ جلد ۱ سورة النساء آيت: ۹۸)

﴿۱﴾ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ صلی العيد بلااذان ولا اقامة وابابكر وعمر او عثمان شك يحیٰ . (سنن ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۱ باب ترك الاذان فی العيد)

﴿۲﴾ قال العلامه مفتی اعظم مفتی كفايت الله الدهلوی: شيخ(عبد الحق محدث دهلوی) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور امین امین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، **فان عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جداً**، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(کفایت المفتی ص ۳۴۸ جلد ۳ فصل سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

قول، فعل اور تقریر رسول اللہ ﷺ سے ثابت امر بدعت نہیں: ...... پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں ﴿۱﴾ تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے غباوت یا غوایت ہے۔

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا: ...... نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول اللہ ﷺ ساکت ہے البتہ قول رسول اللہ ﷺ ثابت ہے وہ حدیث دبر المکتوبات ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد وصلاۃ کا ذکر ہے نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے، اور نہ انفراد یا اجتماع کا ذکر ہے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ، اذا ثبت الشیء ثبت بادابه ولوازمه، بہرحال اس دعا میں ان آداب کی رعایت کی جائے گی خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو یا سنن کے بعد۔

دعا بعد السنت کے بارے میں فقہاء کے اقوال: ...... شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے، ويغتنم بعد المكتوبة قبل السنة على ما روى عن البقالى (المعتزلى فى الاصول، الحنفى فى الفروع مثل صاحب الكشاف) من انه قال الافضل ان يشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والاوراد على ما روى عن غيره وهو المشهور المعمول فى زماننا فانه مستجاب بالحديث (تعليق الكوكب الدرى ص ۲۹۱ جلد۲) قلت ومثل قول البقالى مروى عن الامام

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الحق الدهلوى: اعلم ان الحديث فى اصطلاح جمهور المحدثين يطلق على قول النبى ﷺ وفعله وتقريره ومعنى التقرير انه فعل احد او قال شياً فى حضرته ﷺ ولم ينكر ولم ينهه عن ذلك بل سكت وقرر.
(مصطلحات علم الحديث الملحقه بالمشكواة المصابيح ص ۳ للشيخ عبد الحق الدهلوى)

﴿۲﴾ قيل يا رسول الله ﷺ اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر ودبر الصلوات المكتوبات. (سنن ترمذى ص ۱۸۸ جلد۲ باب ماجاء فى جامع الدعوات)

جعفر الصادق فی الطبرانی ﴿۱﴾، پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اور اس کو اکثر اکابر کا میلان ہے، اور جمہور کے نزدیک بعد السنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کیا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں، لکن عندنا السنة مقدمة علی الدعاء الذی هو عقب الفراغ (ص ۳۰۴ جلد۸) اور صاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شرنبلالی فرماتے ہیں، ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی جهة یساره لتطوع بعد الفرض ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة، یستقبل الناس...... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم انتهیٰ بحذف (الطحطاوی ص ۲۵۳ تا ۲۵۷) اور اشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں، الاشتغال بالسنة عقیب الفرض افضل من الدعاء (ص ۱۲۷، ۱۲۸) صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں، بعد الفریضة الاشتغال بالسنة اولیٰ من الاشتغال بالدعاء (ص ۹۵ جلد ۱) اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں، وعند الحنفیة یکره له المکث قاعداً لیشغل بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء والتسبیح والصلاة (ص ۱۴۴ جلد ۲).

التزام اور دوام میں فرق:...... التزام مالا یلزم اور کسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پر انکار کیا ہے جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ولیس البر بان تأتوا

﴿۱﴾ وفی السعایة نقلا عن المواهب للقسطلانی نقلا عن الحافظ بن الحجر اخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة.

(سعایه شرح هدایه ص ۲۵۸ جلد ۲ باب صفة الصلاة)

البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی، وأتوا البیوت من ابوابھا (سورۃ البقرۃ)﴿۱﴾ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر انکار کیا تھا جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازم سمجھا تھا، حیث قال لا یجعل احدکم للشیطان شیأ من صلاتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ (بخاری ص ۱۱۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ اور ملا علی قاری فرماتے ہیں، من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال (مرقاۃ ص ۳۵۳ جلد ۲) ﴿۳﴾۔

التزام دو قسم کے ہیں ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم و وجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے، اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر ابتلاء آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی، یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان (بقرۃ) ﴿۴﴾ اور اسی طرح انصار کی ابتلاء کہ، لیس البر ان

﴿۱﴾ (سورۃ البقرۃ پارہ: ۲ رکوع: ۷ آیت: ۱۸۹)

﴿۲﴾ (صحیح البخاری ص ۱۱۸ جلد ۱ باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال)

﴿۳﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکواۃ المصابیح ص ۳۵۳ جلد ۲ باب الدعاء فی التشھد)

﴿۴﴾ قال العلامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللہ تعالیٰ امراً عبادہ المؤمنین بہ المصدقین برسولہ ان یأخذو بجمیع عری الاسلام وشرائعہ والعمل بجمیع اوامرہ وترک جمیع زواجرہ ما استطاعوا من ذلک...... وزعم عکرمہ انھا نزلت فی نفر ممن اسلم من الیھود وغیرھم کعبد اللہ بن سلام واسد بن عبید وثعلبۃ وطائفہ استأذنوا رسول اللہ ﷺ فی ان یسبتو وان یقوموا بالتوراۃ لیلاً فامرھم اللہ باقامۃ شعائر الاسلام والاشتغال بھا عما عداھا، وفی ذکر عبد اللہ بن سلام مع ھؤلاء نظر، اذ یبعد ان یستأذن فی اقامۃ السبت وھو مع تمام ایمانہ یتحقق نسخہ ورفعہ وبطلانہ والتعویض عنہ باعیاد الاسلام.

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۴ جلد ۱ سورۃ البقرۃ آیت: ۲۰۸)

تــأتــوا البيــوت مــن ظهورهــا ﴿۱﴾ کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے، قــال رســول الـلــهﷺ خيـر العـمـل مـاديم عليه وقال رسول اللهﷺ احب الاعمال الى الله ادو مها و ان قل، رواه البـخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها﴿۲﴾ التزام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کیساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں، اور جو شخص فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کیلئے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے تا کہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تیـن بـار دعا بعد السـنن مباح هـے : ......پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، کـمـا فـی مـسـلـم (ص ۳۱۲ جلد ۱) جاء النبیﷺ البقيع فقام فـاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف ﴿۳﴾ اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے امر مباح ہے اور ہر وہ مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنیت پیدا ہو جائے وہ مکروہ بن جاتا ہے، کـمـا فـی شـرح الـكـبيـر کـل مباح يودی اليه ای الی اعتقاد الجهلة سنيتها فمكروه (۵۷۳) ﴿۴﴾.

﴿۱﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ رکوع: ۷ آیت: ۱۸۹)
﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۱۱۰ جلد ۱ باب القصد فی العمل الفصل الاول)
﴿۳﴾ (صحيح مسلم شريف ص ۳۱۳ جلد ۱ فصل فی التسليم على اهل القبور والدعاء لهم)
﴿۴﴾ (غنية المستملی المعروف بالكبيری ص ۵۶۹ فصل فی مسائل شتیٰ)

نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقہی مسائل: ......

جس نماز کے بعد سنن نہ ہوتو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے یا بیٹھتا ہے لیکن قبلہ کی طرف اللهم انت السلام (الی آخرہ) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے گا (بدائع) اور بنا بر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار اشهد ان لا الہ الا اللہ الخ، دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۲۵۲، ۲۵۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو (بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہوتو امام اللهم انت السلام کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں (مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۲۵۲) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی جہاں فرض ادا کیا ہو (بدائع ص ۱۶۱ جلد ۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے (حدیث ابو داؤد)﴿۱﴾. (تمت المقالة فی الدعاء)

فرائض اور سنن کے درمیان بیٹھنا اور اللهم انت السلام دونوں سنت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض اور سنن کے درمیان بیٹھنا ہی سنت ہے یا اللهم انت السلام کا پڑھنا بھی سنت میں شامل ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان ہنگو......۱۹۷۲ء/ ۸/ ۲۴

﴿۱﴾ عن الازرق بن قیس فقال الرجل الذی ادرک معه التکبیرة الاولیٰ من الصلوٰۃ یشفع فوثبت الیه عمر فاخذ بمنکبیه فهزه ثم قال اجلس فانه لم یهلک اهل الکتاب الا انهم لم یکن بین صلواتهم فصل فرفع النبی ﷺ بصره فقال اصاب الله بک یاابن الخطاب. (سنن ابی داؤد ص ۱۵۱ جلد ۱ باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة)

الجواب: دونوں سنت ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله الا بقدر اللهم) لما رواه مسلم والترمذى عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول اللهﷺ لا يقعد الا بمقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام واماما ورد من الاحاديث فى الاذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الاتيان بها قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعدها لان السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية عنها فما يفعل بعدها يطلق عليه ان عقيب الفريضة وقول عائشة بمقدار لا يفيد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريبا فلا ينا فى ما فى الصحيحين من انهﷺ كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد من الجد وتمامه فى شرح المنية.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ مطلب هل يفارقة الملكان اداب الصلاة)

باب آداب الصلوٰة

فرض ادا کرنے کے بعد امام سنت کہاں ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد امام کیلئے محراب میں سنت پڑھنا مکروہ ہے کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک جہانزیب آفریدی درہ آدم خیل کوہاٹ ۳۰/اگست ۱۹۸۹ء

الجواب: جس فرض کے بعد سنت ہو تو فرض پڑھانے والے امام کیلئے مستحب ہے کہ آگے یا پیچھے ہوجائے اور جانب چپ یا راست (دائیں یا بائیں) کو ہوجائے اور یا گھر کو چلا جائے ﴿۱﴾۔فقط

پگڑی کے ساتھ نماز کثرت ثواب کا ذریعہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کیلئے عمامہ (پگڑی) ضروری ہے یا نہیں؟ نیز واضح کریں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پگڑی اور عمامہ باندھنے سے ثواب ستر گنا درجہ زیادہ ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم صوابی ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب: عمامہ پہننا ہر مسلمان کیلئے کار خیر اور مستحب ہے، خصوصاً نماز کی حالت میں کثرت ثواب کا ذریعہ ہے، کما فی الفردوس الدیلمی عن جابر رکعتان بعمامة خیر من سبعین

﴿۱﴾قال الحصکفی: یستحب للامام التحول لیمین القبلة الخ و قال العلامہ ابن عابدین رحمہ اللہ: وان کان بعدھا تطوع وقام یصلیہ یتقدم او یتأخر او ینحرف یمینا او شمالاً او یذھب الی بیتہ فیتطوع ثمة. (ردالمحتار ص ۳۹۲ جلد ۱ مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقب الصلاة آداب الصلاة)

رکعة بلا عمامة وفيه ايضاً الصلوٰة فى العمامه عشر الاف حسنة كما فى كشف الحقائق ص۷۷﴿۱﴾ البتہ امام کے ساتھ اس کی تخصیص کرنا جہالت ہے۔ وهو الموفق

اللهم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللهم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا بدعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خان ایبٹ آباد.....۲۶/۳/۸۵

الجواب: فعل رسول اللہ ﷺ اللهم انت السلام پڑھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے سے ساکت ہے نہ اس کے متعلق اثبات مروی ہے نہ نفی، سکوت سے نفی بنانا کم فہمی یا بدفہمی ہے۔ وهو الموفق

فرض نماز کے بعد جہراً دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد جہراً دعا مانگنا چاہئے یا آہستہ، اور مستحب کونسا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیمان کراچی.....۱۶/ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز کے بعد امام کا جہراً دعا مانگنا اور مقتدیوں کا آمین کہنا جائز ہے، لحديث ورد بذلک كما فى فتح البارى ﴿۲﴾، لیکن مسبوق وغیرہ کو ایذا کی تقدیر

﴿۱﴾ قال القارى: وكذا ما اورده الديلمى من حديث ابن عمر مرفوعاً: صلاة بعمامة تعدل خمسا وعشرين ..... ومن حديث انس مرفوعا الصلاة فى العمامة بعشرة آلاف حسنة قلت: مروى ابن عمر نقله السيوطى عن ابن عساكر فى جامعه الصغير مع التزامه بانه لم يذكر فيه الموضوع. (الموضوعات الكبرىٰ للقارى ص۱۴۷ رقم حديث: ۵۶۳)

﴿۲﴾ قال الحافظ ابن حجر العسقلانى: قوله (باب التامين) يعنى قول آمين عقب الدعا ذكر فيه حديث ابى هريرة اذا امن القارى فأمنوا، والمراد بالقارى (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرنا جائز ہے(حموی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پگڑی کی شرعی حیثیت اور مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پگڑی صرف نماز کیلئے باندھی جائے گی یا دیگر اوقات میں بھی مسنون ہوگی، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا رومال جو عام طور پر کندھوں پر استعمال کیا جاتا ہے، اس سے سنت کا اتباع ہوگا یا نہیں؟ نیز حضورﷺ کی پگڑی کی مقدار کیا تھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: روح الامین فائنل شعبہ نفسیات پشاور یونیورسٹی ۳۰/ذی الحجہ۱۴۰۲ھ

الجواب: پگڑی نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں مسنون ہے﴿۲﴾ پگڑی کی کوئی حد شرعی نہیں ہے البتہ حضورﷺ نے ساڑھے تین گز، چھ گز دوقسم پگڑیاں (مختلف رنگوں کی) استعمال کی ہیں (سعایہ وزرقانی)۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ھنا الامام اذا قرأ فی الصلاۃ ویحتمل ان یکون المراد بالقاری اعم من ذلک ...... واخرج الحاکم عن حبیب بن مسلمۃ الفھری سمعت رسول اللهﷺ یقول: لا یجتمع ملأ فیدعو بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم الله تعالی. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص۳۰۸ جلد۱۴ باب التامین)

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قاریٔ. (ردالمحتار ص۴۸۸ جلد۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۲﴾عمامہ (پگڑی) پہننا رسول اللهﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے حضرات انبیاء اور صالحین کے لباس کا حصہ ہے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، رسول اللهﷺ کا ایک عمامہ تھا جس کو سحاب کہا جاتا تھا، آپ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے، (المواھب مع زرقانی ص ۹ جلد۵) اور شرح مواہب میں ہے کہ حضورﷺ کا ایک عمامہ چھ گز اور ایک بارہ گز کا تھا، اور سعایہ میں ہے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ عمامہ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض حنفی علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضورﷺ ہمیشہ جو عمامہ پہنتے تھے اس کا طول ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرض ادا کرنے کے بعد مقدار اللھم انت السلام الخ بیٹھنا یا یہ پڑھنا دونوں ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض اور سنت کے درمیان بمقدار اللھم انت السلام الخ بیٹھنا سنت ہے یا بعینہ اس دعا کا پڑھنا سنت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان کوہاٹ......۲۶/رجب ۱۳۹۳ھ

(بقیہ حاشیہ) سات گز تھا اور جمعہ اور عیدین میں بارہ گز کا عمامہ باندھتے تھے، اور اس کی تائید علامہ جزری کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر کیا ہے، حتی اخبرنی من اثق به انه وقف علی شیئ من کلام الشیخ محی الدین النووی ذکر فیه انه علیه السلام کان له عمامة قصیرة وعمامة طویلة وان القصیرة کانت سبعة اذرع والطویلة اثنی عشر، حافظ ابن القیم نے زاد المعاد (ص ۲۷ جلد ۱) اور ملا علی قاری نے مرقاۃ اور مجد الشیر ازی وغیرہ ارباب السیر نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ جس طرح ٹوپی استعمال فرماتے تھے اسی طرح عمامہ بھی باندھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے، نیز بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرماتے تھے، اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ترمذی میں مرفوع روایت ہے: ان فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس، تو اس کا ایک جواب محدثین نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے، اسناده لیس بالقائم اور منہاج السنن میں ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کی مراد اعتجار پر انکار ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے صرف حالت احرام میں برہنہ سر ہونا ثابت ہے اور عموماً آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ کے سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی بھی رہتی تھی، اور یہ سنت ملائکہ ہیں، تفسیر ابن کثیر (ص ۴۲۳ جلد ۱) میں متعدد روایات اس بارے میں وارد ہیں، صحابہ کرام بھی ٹوپی یا عمامہ سے اپنے سروں کو ڈھانکتے تھے، عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن عدی میں سے ہر ایک کے عمامے کا ذکر بخاری شریف میں آیا ہے اسی طرح کتب احادیث میں انس بن مالک، عمار بن یاسر اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام کے عمامے کا ذکر آیا ہے، نیز دوسرے صحابہ کرام کے عمامے پہننے اور شملہ چھوڑنے کی کیفیت تک کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، تابعین اور تبع تابعین کے متعلق عمامے کا استعمال مروی ہے، ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے بیان فرمایا کہ انہوں نے یحیی بن سعید، ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھتے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا ان میں اکتیس شرکاء تھے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، قوم عمامے اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی (بخاری ص ۵۶ جلد ۱)۔ (از مرتب)

الجواب: اسی مقدور کا فصل بھی سنت ہے، اور اللھم انت السلام یا دوسرے اذکار ماثورہ پڑھنا بھی سنت ہے، لثبوت کلیھما بالحدیث ﴿۱﴾. وھو الموفق

سنت اور فرض کے درمیان کھانا پینا یا باتیں کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح کی نماز میں فرض اور سنت کے درمیان یا نماز ظہر کی سنت اور فرض کے درمیان کھانا پینا اور باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سے سنت کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نصیب خان حسن خیل شمالی وزیرستان ۱۰/نومبر ۱۹۸۹ء

الجواب: فرائض اور سنن کے درمیان یہ امور منقص ثواب ہیں لیکن موجب اعادہ نہیں ہیں (شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص۴۵۷ جلد ۱) ﴿۲﴾. وھو الموفق

نماز میں فوات خشوع کے خطرہ سے آنکھیں بند کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر توجہ اور خشوع بنانے کیلئے نماز میں دونوں آنکھیں بند رکھی جائیں تو اس میں کوئی قباحت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحلیم بقلم خود....۱۹۷۳ء/۱/۱۷

﴿۱﴾ وعن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول اللهﷺ اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواه مسلم.

وعن ثوبان رضی الله عنه قال کان رسول اللهﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام رواه مسلم.

(مشکواة المصابیح ص۸۸ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوٰة الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها، وقیل تسقط. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۵۰۳ جلد ۱ مبحث مهم فی الکلام علی الضجعة بعد سنن الفجر باب الوتر والنوافل)

الجواب: اگر آنکھیں کھولنے میں خشوع کے فوات کا خطرہ ہوتو بند کرنا جائز بلکہ بہتر ہے (شامی ص ۶۰۴ جلد ۱)﴿۱﴾۔ وھوالموفق

امام کے لئے پگڑی کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد کیلئے پگڑی کی کم از کم مقدار کتنی ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی صوابی.....۱۹۶۹ء/۵/۱۲

الجواب: پیغمبر علیہ السلام کی پگڑی مختلف قسم کی تھی لیکن سنت ہر پگڑی سے ادا ہوتی ہے جیسا کہ قمیص اور چادر اور ازار جتنا بھی ہو اس سے سنت ادا ہوسکتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ موافق مقدار منقولہ کی ہو﴿۲﴾۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتغميض عينيه للنهي الا لكمال الخشوع. (قوله الالكمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء انه الاولى وليس ببعيد حلية وبحر . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۴۷۷ جلد ۱ مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولى، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿۲﴾العمامة ما اعتم بالرأس ولاحدلها شرعاً نعم ذكر في شرح المواهب كانت له ﷺ عمامة قصيرة ستة اذرع وعمامة طويلة اثنا عشر ذراعاً وكما في الطبراني ولكن قال ابن حجر لا اصل له (مواهب ص۹۹) وفي السعاية ذكر علي القاري في رسالته في العمامة ذكر بعض علماء نا الحنفية ان العمامة التي كان يلبس دائما طولها سبعة اذرع والتي تلبس في الجمعة والعيدين طولها اثنتا عشرة ذراعا ويؤيده ما ذكره الجزري في تصحيح المصابيح قد تتبعت الكتب وتطلبت من كتب السير والتواريخ لا قف على قدر عمامته ﷺ فلم اقف على شئ حتى اخبرني من اثق به انه وقف على شئ من كلام الشيخ محي الدين النووي ذكر فيه انه عليه السلام كان له عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة اثنى عشر (مواهب) وقال الشيخ احمد عبد الجواد الدومي عن ابن القيم: لم تكن عمامته ﷺ كبيرة يوذى الرأس حملها ولا صغيرة لا تقى الرأس من حر ولا برد بل كانت وسطاً بين ذلك وخير الامور الوسط (اتحافات ص۱۵۵). (ازمرتب)

عمامہ کے دو شملوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمامہ کے دو شملے چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حامد انور......۱۹۷۵ء/۱۲/۳

الجواب: بین الکتفین دو عذبہ (عذبۃ شملہ عمامہ) جائز ہیں ﴿۱﴾ (اشعة اللمعات شرح مشکواة). وھو الموفق

عمامہ کیلئے رومال کا استعمال اور مقدار عمامہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل رومال کا جو استعمال ہے کیا اس کو سر پر باندھنے سے عمامہ کی سنت ادا ہوگی؟ نیز از روئے احادیث عمامہ کی اقل مقدار اور اکثر مقدار کتنے گز تک ثابت ہے؟ نیز کیا عمامہ صرف امام کیلئے سنت ہے یا مقتدی اور منفرد کیلئے بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب گل......۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ عمامہ پہننا ہر مسلمان کیلئے سنت ہے لثبوتھا بالاحادیث القولیة

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وکما ثبت ارسال العذبة بین الکتفین کذلک ثبت ارسالها من الجانب الایمن نحو الاذن فی حدیث امامة، اخرجه الطبرانی فی الکبیر ...... وکذلک ثبت ارخاء ها بین یدی المعتم ومن خلفه فی حدیث عبد الرحمن بن عوف رواه ابو داؤد وفی اسناده شیخ مجهول وفی حدیث ثوبان اخرجه الطبرانی فی الاوسط...... اعلم ان سدل الطرف الاسفل یسمی عذبة فی الاصطلاح واما غرز الطرف الاعلی وارساله من خلفه فیسمی عذبة لغة وهو ثابت فی روایة ابی الشیخ من روایة ابن عمر، کان رسول اللهﷺ یدیر کور العمامة علی راسه ویغرزها من وراءه ویرخی لها ذوابة بین کتفیه.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۲ جلد۵ باب سدل العمامة بین الکتفین)

والفعلية كما لا يخفى، اورفقہاء کرام نے اس کومستحبات نماز میں شمار کیا ہے، کما فی شرح الکبیر ص ٣٢۴ ﴿١﴾. اس میں امام اور غیرامام کا حکم یکساں ہے صرف امام کے ساتھ خاص ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے ﴿٢﴾۔ نیز واضح رہے کہ عمامہ ہر وہ کپڑا ہوتا ہے جوکہ سر پر پیچیدہ کیا جائے، کما فی التعليق الممجد، اور یہ معنی رومال میں بھی موجود ہے، لہٰذا لغت عربی کی رو سے یہ عمامہ ہوگا، اگر چہ ہماری لغت میں اسے عمامہ نہیں کہا جاتا ہے اور چونکہ عمامہ کیلئے شرعا کوئی مقدار مقرر نہیں ہے لہٰذا رومال کے صغر سے کوئی نقص لازم نہ ہوگا، البتہ ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کا چھوٹا عمامہ سات شرعی گز تھا اور بڑا عمامہ بارہ شرعی گز تھا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس خاص مقدار سے کم وبیش عمامہ مسنون نہ ہوگا، کما فی الرداء والازار ﴿٣﴾. فافهم ۔وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامه حلبی: المستحب ان يصلى الرجل فى ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة ولو صلى فى ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كما يفعله القصار فى المقصرة جاز من غير كراهة..... ولكن فيه ترك الاستحباب.

(غنية المستملى ص٣٤٧ فصل فيما يكره فى الصلاة)

﴿٢﴾ قال العلامه عبد الحئى اللكهنوى: وقد ذكروا ان المستحب ان يصلى فى قميص وازار وعمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك.

(عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص١٩٨ جلد١ قبيل باب الوتر والنوافل)

وفى منهاج السنن: ان العمامة سنة ولها فضيلة مثل سائر السنن الزائدة واما روايات فضيلة الصلوٰة فيها خمسا وعشرين صلاة او سبعين صلاة وعشرة الاف حسنة فباطلة وموضوعة صرح به القارى وغيره.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص٢١٢ جلد٥ باب سدل العمامة بين الكتفين)

﴿٣﴾ وفى منهاج السنن: والعمامة هى ما اعتم بالرأس ولاحد لها شرعا نعم ذكر فى شرح المواهب كانت له ﷺ عمامة قصيرة ستة اذرع عمامة طويلة اثنا عشر ذراعا وفى السعاية ذكر على القارى فى رسالته فى العمامة ذكر بعض علماء نا الحنفية ان العمامة التى كان يلبس دائما طولها سبعة اذرع والتى تلبس فى الجمعة والعيدين (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں گے یا کھلے ہوئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضورﷺ قومہ سے سجدہ میں جاتے تو ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر جاتے یا کھلے ہاتھ؟ ہمارے لئے بہتر طریقہ کون سا ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جائیں یا کھلے ہاتھ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۳ء/۸/۲۳

الجواب: سجدہ سے اٹھنے کے وقت ران یا گھٹنوں پر اعتماد کرنا حدیث اور فقہ سے ثابت ہے ۞(۱) لیکن سجدہ کو جاتے وقت اعتماد کرنا ثابت نہیں، لہٰذا بلا عذر اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ وهو الموفق

فرض کے بعد ذکر و اذکار افضل ہیں یا سنت پڑھنے کے بعد؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کے بعد

(بقیہ حاشیہ)طولها اثنتا عشرة ذراعا ويويده ما ذكر الجزرى فى تصحيح المصابيح قد تتبعت الكتب وتطلبت من كتب السير والتواريخ لا قف على قدر عمامته ﷺ فلم اقف على شئ حتى اخبرنى من اثق به انه وقف على شئ من كلام الشيخ محى الدين النووى ذكر فيه انه عليه السلام كان له عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة اثنى عشر انتهى.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۳۷ جلد ۱ باب مافى المسح على الجوربين والعمامة)

۞(۱) قال العلامة الحصكفى: ويكره للنهوض على صدور قدميه بلا اعتماد وقعوده استراحة، قال ابن عابدين: (قوله بلا اعتماد) اى على الارض قال فى الكفاية اشار به الى خلاف الشافعى فى موضعين احدهما يعتمد بيديه على ركبتيه عندنا وعنده على الارض والثانى الجلسة الخفيفة قال شمس الائمة الحلوانى الخلاف فى الافضل حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعى ولو فعل كما هو مذهبه لا بأس به عندنا كذا فى المحيط.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۳۷۴ جلد ۱ باب آداب الصلاة)

تین چار دفعہ کلمہ شریف آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھی پھر دعا مانگی اس کے بعد سنت ادا کی کیا یہ صحیح ہے یا فرض کے بعد فوراً سنت ادا کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی شاہ ...... ۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: سنت کے بعد افضل ہے ﴿۱﴾ البتہ فرض کے بعد متصل بھی جائز ہے۔ وھو الموفق

امام کیلئے ربنا لک الحمد پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد پڑھے گا یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو نماز میں فرق آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴۲۱ جدہ سعودی عرب ۱۹۸۵/۱۰/۳۱

الجواب: امام سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد پڑھ سکتا ہے، ہمارے مذہب میں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اس میں توسع ہے بہت سے فقہاء نے پڑھنے کو راجح قرار دیا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

امام سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے کا مطالبہ درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص لوگوں کے روبرو یہ بات کہدے کہ پگڑی سر پر باندھنا سنت رسول ہے، اور جو علماء سر پر پگڑی نہیں باندھتے وہ لعنتی اور خبیث

﴿۱﴾ قال العلامہ حسن بن عمار الشرنبلالی: قال الکمال عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ قال لابأس بقراءۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ فالاولیٰ تاخیر الاوراد عن السنۃ، فھذا ینفی الکراھۃ. (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۳۱۲ فصل فی صفۃ الاذکار)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ لغیرہ) ای لمؤتم ومنفرد لکن سیاتی ان المعتمد ان المنفرد یجمع بین التسمیع والتحمید وکذا الامام عندھما وھو روایۃ عن الامام جزم بھا الشرنبلالی فی مقدمتہ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۵۳ جلد ۱ باب صفۃ الصلاۃ)

ہیں اس کہنے والے کا کیا حکم ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں اکثر علماء سر پر پگڑی نہیں باندھتے بلکہ اکثر ٹوپی اور قراقلی پہنتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزاق پی او ایف واہ کینٹ ۱۹۹۱ء/۱/۹

الجواب: عمامہ پہننا سنت رسول ﴿۱﴾ اور سنت ملائکہ ہے ﴿۲﴾ اور اس کا پہننا ہر مسلمان کیلئے سنت زائدہ اور مستحب ہے ﴿۳﴾ علماء کرام یا ائمہ کرام کے ساتھ اس کا خاص کرنا غلطی ہے ﴿۴﴾ البتہ

﴿۱﴾ فی منهاج السنن: ان العمامة سنة ولها فضيلة مثل سائر السنن الزائدة واما روايات فضيلة الصلوٰة فيها خمساً وعشرين صلاة او سبعين صلاة وعشرة آلاف حسنة فباطلة وموضوعة صرح به القارى وغيره، وتمام هذه المسائل فى التحفة الاحوذى.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۲ جلد۵ باب سدل العمامة بين الكتفين)

﴿۲﴾ قال العلامه حافظ ابن كثير: (قوله من الملائكة مسومين) قال معلمين وكان سيما الملائكة يوم بدر عمائم سود ويوم حنين عمائم حمر وروى من حديث حصين بن مخارق عن سعيد عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال لم تقاتل الملائكة الا يوم بدر عن ابن عباس قال كان سيما الملائكة يوم بدر عمائم بيض قدارسلوها فى ظهورهم ويوم حنين عمائم حمر ... حدثنا هشام بن عروة عن يحيٰ بن عباد ان الزبير رضى الله عنه كان عليه يوم بدر عمامة صفراء مقجرابها فنزلت الملائكة عليهم عمائم صفر.

(تفسير ابن كثير ص ۵۲۳ جلد ۱ سوره آل عمران آيت ۱۲۵)

﴿۳﴾ قال فى شرح الوقايه: السنة ما واظب النبى عليه السلام عليه مع الترك احيانا فان كانت المواظبة المذكورة على سبيل العبادة فسنن الهدىٰ وان كانت على سبيل العادة فسنن الزوائد كلبس الثياب والاكل باليمين وتقديم الرجل اليمنىٰ فى الدخول ونحو ذلك.

(شرح الوقايه ص ۶۹ جلد ۱ الولاء والتيامن فى الوضوء كتاب الطهارة)

﴿۴﴾ قال العلامه حسن بن عمار بن على: والمستحب ان يصلى فى ثلاثة اثواب ازار وقميص وعمامة وقال الزيلعى والافضل ان يصلى فى ثوبين لقوله عليه السلام اذا كان لاحدكم ثوبان فليصل فيهما يعنى مع العمامة لانه يكره مكشوف الرأس.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۲۲۹ باب شروط الصلوٰة واركانها)

کپڑے یا چمڑے کی ٹوپی پر کفایت کرنا بھی جائز ہے ﴿۱﴾ اور جو شخص عمامہ کو بالکلیہ ترک کردے یا استخفاف اور قلت مبالات کی وجہ سے ترک کردے یا تکاسل کی وجہ سے ترک کردے، تو وہ حدیث بیہقی لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي يجاب والتارك لسنتي کی بنا پر ملعون ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نوٹ:...... ماحول اور معاشرہ کے تاثر سے سنت رسول ترک کرنا اضعف ایمان کی علامت ہے۔ فقط

﴿۱﴾ وقال في منهاج السنن: في الغرائب رجل صلى مع قلنسوة وليس فوقها عمامة او شئ آخر يكره وما ذكره الفردوس الديلمي عن جابر ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة، وبالجملة ان ترك العمامة ترك الاولىٰ نعم جاز ترك مالايكون مطلوباً شرعا عند مصلحة العوام.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۲۵ جلد۲ باب ماجاء في الصلوة في الثوب الواحد)

﴿۲﴾ وقال في منهاج السنن: ذكر العلى القارى ايضا والمجد الشيرازى وغيرهما من ارباب السيران النبي ﷺ كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس انتهىٰ، فان قيل قد روى الترمذى مرفوعا ان فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس قلنا قال الترمذى اسناده ليس بالقائم وقيل قصده ﷺ الانكار على الاعتجار. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۳۷ جلد۱ باب ماجاء في المسح على الجوربين والعمامة)

قال العلامه عبد الحئ اللكهنوى: وقد ذكروا ان المستحب ان يصلى في قميص وازار وعمامة ولايكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهته ذلك.

(عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص۱۹۸ جلد۱ قبيل باب الوتر النوافل)

باب تسوية الصفوف

کیا اکیلا نابالغ بالغین کی صف میں کھڑا ہوگا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بالغین کی صف میں جگہ موجود ہو تو کیا نابالغ جب اکیلا ہو بالغین کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کرک استاد ہجرت بنوں ۱۹۷۵ء/۱۱/۲۰

الجواب: یہ نابالغ بالغین کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ کما فی الدر المختار ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اگلی صف میں جگہ قبضہ کرنے اور مصحف کو پشت کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ ایک شخص کیلئے مسجد کی صف اول میں رومال یا ٹوپی رکھ کر جگہ قبضہ کرنا کیسا ہے؟ (۲) اگلی صف میں نمازی بیٹھے ہیں زید پیچھے صف میں بیٹھ کر قرآن مجید میں تلاوت کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی پشت قرآن مجید کی طرف ہوتی ہے کیا زید کا یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن، حمید علی پارک اچھرہ لاہور ۱۹۸۷ء/۹/۸

الجواب: (۱) یہ ممنوع نہیں ہے البتہ کسی کو اپنے مقام سے اٹھانا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال الحصکفی ثم الصبیان ظاھرہ تعددھم فلو واحدا دخل الصف. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۲۲ جلد ۱ مطلب فی الکلام علی الصف الاول)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ ولیس لہ) قال فی القنیۃ لہ فی المسجد موضع معین یواظب علیہ وقد شغلہ غیرہ قال الاوزاعی لہ ان یزعجہ ولیس لہ ذلک عندنا، ای لان المسجد لیس ملکا لاحد بحر عن النھایۃ قلت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲)قرآن مجیداورکتب دینیہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے،پشت کرنا مکروہ نہیں ہے ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

سخت دھوپ کی وجہ سے صف اول چھوڑنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں ایک حصہ پر چھت اور جنوبی حصہ بغیر چھت کا ہے اب ایک بزرگ عالم دین لوگوں کو زبردستی دھوپ میں پہلی صف میں شمولیت پر مجبور کرتے ہیں کہ صف اول کی فضیلت زیادہ ہے جبکہ دھوپ بھی شدید ہے تو اس صورت میں مقتدی کیاکریں؟ بینوا توجروا

المستفتی:فضل حلیم بونیر....۲۹/۷/۸

الجواب: جب سخت دھوپ کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے ﴿۲﴾ تو صف اول چھوڑنا بطریق اول جائز ہوگا،البتہ جب دھوپ قابل برداشت ہو تو صف اول کی فضیلت حاصل کرنا چاہئے،لان من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما. فافھم

(بقیه حاشیه) وینبغی تقییده بما اذا لم یقم عنه علی نیة العود بلا مهلة کما لو قام للوضوء مثلا ولا سیما اذا وضع فیه ثوب لتحقق سبق یده تأمل .

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۴۹۰ جلد ۱ قبیل باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ وفی الهندیه:مد الرجلین الی جانب المصحف ان لم یکن بحذائه لا یکره وکذا لو کان المصحف معلقا فی الوتدوهو قد مد الرجل الی ذلک الجانب لا یکره کذا فی الغرائب.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۲ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾قال الحصکفی: ولا (یجب الجماعة) علی من حال بینه وبینها مطر وطین وبرد شدید قال العلامةابن عابدین رحمه الله: (قوله وبرد شدید) لم یذکرا لحر الشدید ایضا ولم ارمن ذکره من علمائنا ولعل وجهه ان الحر الشدید انما یحصل غالبا فی صلاة الظهر وقد کفینا مونته بسنیة الابراد نعم قد یقال لو ترک الامام هذه السنة وصلی فی اول الوقت کان الحر الشدید عذر تأمل.

(ردالمحتار ص ۴۱۱ جلد ۱ باب الامامة)

قسم میں حانث ہونے والے کے ساتھ صف میں نماز پڑھنا جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ مسجد میں حلف اٹھایا کہ فلاں کام کو کروں گا، اب وہ قسم کے خلاف کرے اور وہ کام نہ کرے، کیا اس کے ساتھ نماز باجماعت ایک صف میں جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زردارخان حویلیاں ہزارہ.....۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۴

الجواب: اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا ﴿۱﴾ اور گناہ کی وجہ سے کسی کا نیک کام سے روکنا گناہ ہے، لہٰذا اس خلاف وعدہ ہونے والے آدمی کی نماز درست ہے اور اس کو مسجد آنے سے روکنا اور صف سے نکالنا بڑا گناہ ہے اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ فساق کے ساتھ تعلقات قطع کرنا چاہئے تاکہ وہ واپس اور تائب ہو جائے۔ فقط

مسجد بھرنے پر سڑک کے پار صفوف بنانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر مسجد نمازیوں سے بھر جائے اور مسجد کی

﴿۱﴾ قال الامام نعمان بن ثابت: نقول المسئلة مبينة مفصلة: من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعانى المبطلة ولم يبطلها حتى خرج من الدنيا فان الله تعالىٰ لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها وماكان من السيئات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها حتى مات مؤمنا فانه فى مشيئة الله تعالىٰ ان شاء عذبه وان شاء عفاعنه ولم يعذبه بالنار ابداً، قال الملا على قارى فى شرحه: وفى اقتصار حكم الامام الاعظم رحمه الله على الرياء والعجب دون سائر الآثام اشعار بان باقى السيئات لا تبطل الحسنات بل قال الله تعالىٰ: ان الحسنات يذهبن السيئات وذلك للحديث القدسى سبقت رحمتى غضبى.
(شرح القارى على الفقه الاكبر ص۷۷، ۷۸ الطاعات بشروطها مقبولة الخ)

مشرقی جانب متصل چودہ فٹ سڑک ہے لوگ اس فاصلہ کو چھوڑ کر اس پار صفوف بناتے ہیں ان لوگوں کے اقتداء کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد وزیر بٹگرام ہزارہ......۲۳/صفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: ان لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فاصلہ کو پر کر کے نماز ادا کریں ورنہ ان کا اقتدا درست نہ ہوگا، لمافی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۴۷ جلد ۱ ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة او نهر...... لیسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا﴿۱﴾ ہاں عیدگاہ میں اگر فاصلہ رہ جائے تو نماز ادا ہوجاتی ہے، لمافی الهندیه ص۸۷ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

صفوف میں شیوخ، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کی ترتیب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں صفوف بنانے میں پہلی صف میں بڑی عمر والے پھر نوجوان پھر بچے اور آخر میں عورتیں کھڑی ہوں گی، اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ولی اللہ تبوک سعودی عرب......۲۰/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ مسئلہ درست ہے حدیث شریف میں وارد ہے، لیلنی منکم اولوا الاحلام والنهیٰ ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (رواه مسلم)﴿۳﴾ پس اہل علم اور اہل

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۴۳۳ جلد ۱ باب الامامة مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الراویة)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: وفی مصلی العید الفاصل لا یمنع الاقتداء وان کان یسع فیه الصفین او اکثر. (فتاویٰ هندیه ص۸۷ جلد ۱ الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لایمنع)

﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص۹۸ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الاول)

مشتمل درجہ بدرجہ صفوف بنائیں گے، مثلاً اولاً مرد بالغ ثانیاً نابالغ وغیر ذلک۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پچھلی صف میں اکیلے کھڑے ہوکر آگے صف سے نمازی کا پیچھے صف میں لانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب اگلی صف بھر جائے اور پیچھے ایک ہی نمازی آئے دوسرے کے آنے کی امید نہ ہو تو اس صورت میں آگے صف سے کسی نمازی کو کھینچ کر پیچھے لانا ضروری ہے یا نہیں۔ نیز اگر ایسا نہ کریں تو اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس زمانے میں بہتر یہ ہے کہ تنہا کھڑا ہوا جائے، فليراجع الى الشرح الكبيرى ص ۳۴۱﴿۲﴾ وردالمحتار ص ۲۰۵ جلد ۱، ناقلا عن القنيه، اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر صف میں کوئی سمجھدار آدمی ہو تو اس کو کھینچے ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے (ردالمحتار ص ۲۰۵ جلد ۱) ﴿۳﴾ اور اصل حکم کے متعلق تصریح نہیں ملی، لیکن بظاہر کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فرجہ کے موجود ہونے کے باوجود جب پیغمبر علیہ السلام نے اعادہ کا حکم نہیں دیا، تو فرجہ کے نہ ہونے کے وقت امر سہل ہوگا۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله : الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء . (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۲ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحلبى رحمه الله: والقيام وحده اولى فى زماننا لغلبة الجهل على العوام فاذاجره يفسد صلوته انتهى. (الشرح الكبير ص ۳۴۹ فصل فى بيان ما الذى يكره فعله فى الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: وقدمنا كراهة القيام فى صف فيه فرجة بل يجذب احدامن الصف ذكره ابن الكمال لكن قالوا فى زماننا تركه اولىٰ فلذا قال فى البحر يكره وحده الا اذا لم يجد فرجة (قوله وقدمنا) اى فى باب الامامة عند قوله ويصف الرجال حيث قال ولو صلى على رفوف المسجدان وجد فى صحنه مكانا كره كقيامه فى صف خلف صف فيه فرجة، ولعله يشير بذلك الى انه لو لا العذر المذكور كان انفراد المأموم مكروها (قوله لكن قالوا) القائل صاحب القنية فانه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے پیچھے صف پوری ہوکر دوسری صف میں اکیلا کھڑا ہونا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیش امام کے پیچھے ایک صف اگر پوری ہو جائے تو دوسری صف میں مقتدی اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیم صدیقی پوسٹ بکس نمبر ۶۳۰ مسقط عمان..... ۱۹۷۴ء/۱۱/۵

الجواب: صف میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے﴿۱﴾لیکن نماز درست ہوتی ہے، لحدیث زادک الله حرصاً و لا تعد ﴿۲﴾ولم یامره بالاعادة ههنا﴿۳﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) عزا الى بعض الكتب اتى جماعة ولم يجد فى الصف فرجة قيل يقوم وحده ويعذر وقيل يجذب واحدا من الصف الى نفسه فيقف بجنبه والاصح ماروى هشام عن محمد انه ينتظر الى الركوع فان جاء رجل والاجذب اليه رجلا او دخل فى الصف ثم قال فى القنية والقيام وحده اولىٰ فى زماننا لغلبة الجهل على العوام فاذا جره تفسد صلاته.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۷۸ جلد ۱ باب من يفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: وقدمنا كراهة القيام فى صف خلف صف فيه فرجة للنهى وكذا القيام منفرداً وان لم يجد فرجة بل يجذب احداً من الصف ذكره ابن الكمال لكن قالوا فى زماننا تركه اولىٰ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۴۷۸ جلد ۱ باب مكروهات الصلاة)

﴿۲﴾ وعن ابى بكرة انه انتهىٰ الى النبى ﷺ وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف ثم مشى الى الصف فذكر ذلك للنبى ﷺ فقال زادك الله حرصا ولا تعد رواه البخارى.

(مشكواة المصابيح ص ۹۹ جلد ۱ الفصل الاول باب الموقف)

﴿۳﴾ قال العلامه على بن سلطان محمد: ذهب الجمهور الى ان الانفراد خلف الصف مكروه غير مبطل وقال النخعى وحماد وابن ابى ليلى ووكيع واحمد مبطل والحديث حجة عليهم فانه عليه السلام لم يأمره بالاعادة ولو كان الانفراد مفسداً لم تكن صلاته منعقدة لاقتران المفسد بتحريمتها.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكواة ص ۱۸۵ جلد ۳ قبيل الفصل الثانى باب الموقف)

مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے آگے مسجد سے باہر یا اندر گزرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد کے اندر یا صحن میں نماز ادا کر رہا ہے اور دوسرا شخص مسجد سے دور سامنے گزر گیا، کیا وہ گنہگار ہوگا؟ نیز مسجد اور غیر مسجد کا کوئی فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ......۳۰/۳/۷۴

الجواب: محقق ابن الہمام نے اس کو مختار کیا ہے کہ مسجد اور غیر مسجد میں فرق نہیں ہے یعنی مسجد میں بھی کچھ دور (ای مالایقع علیه بصر المصلی الخاشع) گزرنا جائز ہے (کمافی فتح القدیر ص ۲۸۸ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صف اول میں سنتیں شروع کر کے جماعت کھڑی ہو جائے تو یہ شخص کیا کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی صف اول میں سنتیں پڑھنا شروع کرے اور کچھ دیر بعد جماعت کھڑی ہو جائے، اب جبکہ صف ایک ہی ہے اب یہ شخص اس صف میں سنتیں پورا کر کے جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے یا سنتیں ترک کر کے پیچھے ہٹ کے سنت پڑھ کر پھر فرض جماعت میں شریک ہو جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی......۳/ جون ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام : وفی النهایة الاصح انه ان کان بحال لو صلی صلاة الخاشعین نحو ان یکون بصره فی قیامه فی موضع سجوده وفی موضع قدمیه فی رکوعه والی ارنبة انفه فی سجوده فی حجره فی قعوده والی منکبه فی سلامه لا یقع بصره علی المار لا یکره ومختار السرخسی مافی الهدایه وما صحح فی النهایة مختار فخرالاسلام رجحه فی النهایة. (فتح القدیر ص ۳۵۴ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها)

الجواب: سنت پڑھ کرامام کے ساتھ شریک ہوجائے (ردالمحتار)﴿۱﴾. وهو الموفق

صفوں میں ٹخنوں اور کندھوں کو ملانے سے مراد محاذات ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ٹخنے اور کندھے ملا کر کھڑا ہونا چاہئے یا بغیر کندھے ملائے ہوئے کھڑا ہونا چاہئے؟ حالانکہ ان دونوں کو بیک وقت ملانا مشکل ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر چارسدہ

الجواب: صفوف کو سیدھا رکھنا مطلوب ہے اور جن روایات میں کعب کو کعب سے، منکب کو منکب سے اور رکبۃ کو رکبۃ سے ملانے کا حکم وارد ہے اس سے مراد محاذات ہے نہ کہ معنی حقیقی مراد ہے، لانها متعذر فی آنٍ واحد، فافهم ﴿۲﴾ وفی البحر ص ۳۵۳ جلد ۱ وینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوٰة ان یتر صوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناكبهم فی الصفوف ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: قال فی شرح المنية والا وجه ان يتمها لانها ان كانت صلاة واحدة فظاهر الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۲۸ جلد ۱ قبيل مطلب فی كراهة الخروج من المسجد بعد الاذان باب ادراك الفريضة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: واما الزاق المنكب بالمنكب والركبة بالركبة والكعب بالكعب فالمراد منه المحاذاة دون المعنى الظاهر بدليل مارواه ابوداؤد وحاذوا بين المناكب وحاذوا بالاعناق...... واما ما يفعله اهل الظاهر من حمل الا لزاق على الحقيقة فلا سلف لهم فيه على ان الزاق الكعب بالكعب والركبة بالركبة والمنكب بالمنكب حقيقة فی وقت واحد عسير جداً بل محال.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۱۰۳ جلد۲ باب ماجاء فی اقامة الصفوف)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۵۳ جلد ۱ باب الامامة)

بلاضرورت صفوف کوچھوڑ کر امام سے دور کھڑا ہونا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد میں آ کر امام کی اقتدا میں نیت باندھ لیتا ہے اور صف کو چھوڑ کر اکیلا کھڑا ہوتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم پشاور شہر

الجواب: اگر یہ شخص صفوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتدا کرتا ہے تو اس کی نماز جائز خلاف اولیٰ ہے، کما فی الهندیه ص ۸۸ جلد ۱ **ولو اقتدیٰ بالامام فی اقصی المسجد والامام فی المحراب فانه یجوز كذا فی شرح الطحاوی وان قام علی سطح داره المتصل بالمسجد لا یصح اقتداء ه﴿۱﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۸ جلد ۱ الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع)

باب الامامة
فصل فی الجماعة

تارک الجماعة فاسق ومنافق ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں روزانہ اذان دی جاتی ہواور گاؤں کے لوگ اذان سن کر حاضر نہ ہوتے ہوں اوراذان کے مطالب ومقصد سے بھی واقف ہوایسے لوگوں کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نذیر عباسی ساکن ڈھیرآزادکشمیر ۲۰ محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: تارک الجماعۃ فاسق ﴿۱﴾ اور منافق ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وذکر فی غایة البیان معزیا الی الاجناس ان تارک الجماعة یستوجب اساءة ولا تقبل شهادته اذا ترکها استخفافا بذلک ومجانة اما اذا ترکها سهوا او ترکها بتاویل بان یکون الامام من اهل الاهواء او مخالفا لمذهب المقتدی لا یراعی مذهبه فلا یستوجب الاساءة وتقبل شهادته.

(البحر الرائق ص ۳۴۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن مسعود قال لقد رائیتنا وما یتخلف عن الصلاة الا منافق قد علم نفاقه او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یأتی الصلاة وقال ان رسول اللهﷺ علمنا سنن الهدیٰ وان من سنن الهدیٰ الصلاة فی المسجد الذی یوذن فیه.

(مشکواة المصابیح ص ۹۶ جلد ۱ باب الجماعة الفصل الثالث)

کسی فاسق وفاجر کونماز باجماعت سے منع نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بدعی طلاق یعنی طلاق ثلاثہ دی ہیں جس کے متعلق تمام علماء کرام علاقہ کشمیر نے زوج سے زوجہ کی علیحدگی کا حکم صادر کر دیا، لیکن وہ دونوں پشاور چلے گئے اور وہاں مقیم ہو کر اکٹھے رہتے ہیں اور زنا میں مبتلا ہیں ان سب باتوں کا اس شخص کے والد نے بھی اقرار کیا ہے اور نماز ظہر کے بعد امام کے پوچھنے پر کہا کہ میں ان کے ساتھ غمی شادی میں شریک ہوں اور تعلق رکھتا ہوں اور ان کے ہاں آنا جانا ہوتا ہے تو امام مسجد نے نماز کا اعادہ کیا اور اس کے والد کو کہا کہ جب تک آپ نے اپنے بیٹے سے تعلق نہیں چھوڑا ہو مسجد باجماعت کو حاضری مت کرو، اس شخص نے دوسری مسجد جا کر نماز پڑھنی شروع کی، اس دوسری مسجد کے امام نے کہا کہ آپ کی نماز جائز ہے آپ صرف والد ہونے کے ناطے کافر نہیں بن گئے ہیں اب اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحب حق کانگڑہ شبقدر فورٹ پشاور.... ۲۰/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس طلاق دینے والے کے والد کو نماز باجماعت یا مسجد سے منع کرنا حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ ﴿۱﴾ وقال ارء یت الذی ینہیٰ عبداً اذا صلیٰ ﴿۲﴾ وایضاً ما منع النبی ﷺ الثلثة الذین خلفوا عن المسجد والجماعة ﴿۳﴾، نیز اس کام کا اعادہ سراسر لاعلمی کا مظاہرہ ہے اور ایسی تعزیر کا پورا کرنا مشکل ہی مشکل ہے کیونکہ فسق وفجور صرف زنا نہیں ہے جوا، شراب پینا، سود کرنا، داڑھی حلق کرنا، نماز باقاعدہ

﴿۱﴾ (سورة البقرة پارہ: ۱ آیت: ۱۱۴ رکوع: ۱۴)

﴿۲﴾ (سورة العلق پارہ: ۳۰ آیت: ۹، ۱۰ رکوع: ۲۱)

﴿۳﴾ (الصحیح البخاری ص ۶۳۵ جلد ۲ باب حدیث کعب بن مالک کتاب المغازی)

نہ پڑھنا یہ تمام کے تمام موجب فسق ہیں تو ان کو مسجد سے اور جماعت سے کیوں منع نہیں کرتے ہیں، مختصر یہ کہ دوسرا امام حق بہ جانب ہے اور اس شخص پر (والد) نیز تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس زانی سے تعلقات قطع کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

حدیث: من ام قوما وھم له کارھون اور صلوا خلف کل برو فاجر میں تطبیق

سوال: ما یقول العلماء الراسخون فی ھذہ المسئلة ان الامام اذا صار فاسقا بعد ما تقلدوہ عادلاً ھل یستحق العزل، وھل یجوز لاھل الحل والعقد من اھل المحلة ان یعزلوہ استدلالا بقوله علیه السلام لا یقبل صلوٰۃ من ام قوما وھم له کارھون؟ وبعضھم یقولون یجوز الصلوٰۃ خلفه ولا یستحق العزل استدلالا بقوله علیه السلام صلوا خلف کل بروفاجر ،فما التطبیق بین الحدیثین؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید حبیب شاہ معرفت شیخ الحدیث مولانا محمد احمد صاحب شیر گڑھ ۱۹/۳/۱۹۷۳ء

الجواب: اعلم ان الصلوٰۃ جائزۃ خلف الفاسق لقوله علیه السلام صلوا خلف کل بروفاجر (الحدیث) ﴿۲﴾ لکنھا مکروھة تحریماً کما فی منحة الخالق علی

﴿۱﴾ قال القاری علی بن سلطان محمد: رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیال لقلته ولا یجوز فوقھا الا اذا کان الھجر ان فی حق من حقوق الله تعالیٰ فیجوز فوق ذلک واجمع العلماء علی ان من خاف من مکالمة احد وصلته ما یفسد علیه دینه او یدخل مضرۃ فی دنیاہ یجوز له مجانبته وبعدہ ورب صرم جمیل خیر من مخالطة تؤذیه فان ھجرۃ اھل الاھواء والبدع واجبة علی مر الاوقات ما لم یظھر منه التوبة والرجوع الی الحق، فانه ﷺ لما خاف علی کعب بن مالک واصحابه النفاق حین تخلفوا عن غزوۃ تبوک امر بھجر انھم خمسین یوماً. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ص ۷۵۹ جلد۸ باب ماینھی عنه من التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

﴿۲﴾ (اخرجه البیھقی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی من قتل نفسه غیر مستحل لقتلھا (ص ۱۹ جلد۴) والدارقطنی باب صفة من تجوز الصلاۃ (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

هامش البحر ص ۳۴۹ جلد ۱، قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم انتهیٰ﴿۱﴾ قلت وهذا عند وجود غیر الفاسق لما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفیٰ﴿۲﴾ وجاز عزله عند عدم الفتنة کما یدل علیه ما فی ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ۱ واذا قلد عدلا ثم جار وفسق لا ینعزل ولکن یستحب العزل ان لم یستلزم فتنة انتهیٰ﴿۳﴾ قلت وجه الدلالة واضحة لان امام الحی ادون حالا من الامام الکبیر وقلت ایضا هذا عند تحقق الامام الغیر الفاسق والافلا ضیر فیه فافهم. وهو الموفق

کن صورتوں میں ترک جماعت جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذیل میں مندرج صورتوں میں انسان مسجد جا کر نماز باجماعت پڑھے یا گھر میں رہ کر انفراداً ادا کرے؟ (۱) زوجہ کو خاوند کی غیر موجودگی میں ضرر پہنچنے کا غالب گمان ہے۔ (۲) زوجہ کو خاوند کی عدم موجودگی میں ایذاء پہنچنے کا شک وتردد ہے۔ (۳) زوجہ کو خاوند کی عدم موجودگی میں محض طبیعت کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ (۴) کسی سے وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے۔

(بقیہ حاشیہ) معه والصلاة علیه ص۵۷ جلد ۲ وبنحوه اخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم: ۱۳۶۲۲ (حاشیہ امداد الفتاح ص ۲۴۴ بیان من تکره امامتهم) وعن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ الجهاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان اوفاجرا وان عمل الکبائر والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر رواه ابوداؤد. (مشکواة المصابیح ص ۱۰۰ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

(۵) سخت معذور ہے مسجد میں ستر وغیرہ ظاہر ہوتا ہے، تفصیلی جواب سے نوازکر ممنون بناویں۔ بینوا توجروا
المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈیرہ اسماعیل خان.....۱۹۷۲ء/۲/۲۵

الجواب: اول اور آخری صورت میں ترک جماعت جائز ہے ﴿۱﴾۔ فقط

صحت اقتدا کیلئے امام کی رضامندی شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام اپنے مقتدیوں سے تنخواہ کا مطالبہ کرے اور کہہ دے کہ جو شخص تنخواہ دینے سے انکاری ہے وہ میرے پیچھے نماز نہ پڑھے، شریعت کی رو سے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: غنی الرحمٰن ارمڑ پایاں نوشہرہ

الجواب: امامت کے عوض اجرت (تنخواہ) دینا اور لینا جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ کسی امام کے پیچھے اقتدا کی صحت کیلئے اس امام کی رضامندی شرط نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

انفراداً نماز عصر پڑھی تو جماعت سے دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص انفراداً عصر کی نماز ادا

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولا على من حال بينه وبينها مطر وطين وبرد شديد وظلمة كذلك وريح ليلا لا نهارا وخوف على ماله او من غريم او ظالم او مدافعة احد الاخبثين، قال ابن عابدين (قوله او ظالم) يخافه على نفسه او ماله.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقة والامامة والاذان.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۳۸ جلد ۵ باب الاجارة الفاسدة)
﴿۳﴾ قال الحصكفي: والامام ينوى صلاته فقط ولا يشترط لصحة الاقتداء نية امامة المقتدى بل لنيل الثواب عند اقتداء احدبه قبله كما بحثه في الاشباه.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ مبحث النية باب شروط الصلاة)

کرتا ہے جبکہ اس کو جماعت کے ہونے یا نہ ہونے کی متعلق کچھ معلوم نہیں ہے، اب یہ شخص ایک جماعت پر جو عصر پڑھ رہے ہیں گزرتا ہے تو یہ شخص یہ نماز ان کے ساتھ دوبارہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعد اللہ خان فیروز سنز لیبارٹریز نوشہرہ ......۲۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: جو شخص نماز عصر ایک بار پڑھے خواہ انفراداً ہو یا اجتماعاً وہ دوبارہ نماز عصر نہیں پڑھ سکتا ﴿۱﴾ (شامی)۔ وهو الموفق

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں حنفی کا شوافع کے پیچھے اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ اپنے گاؤں میں ایک نئی بات کا شکار ہو رہے ہیں یہاں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارے یعنی حنفی المسلک مسلمانوں کی نماز بیت اللہ شریف اور حرم نبوی ﷺ میں اس امام کے پیچھے جو شافعی المسلک ہو نہیں ہوتی، جبکہ ہم تمام نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کی ہیں، فتویٰ کا طالب ہوں سند کے ساتھ جلدی ارسال فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج حافظ محمد اسماعیل ۱۹۷۳ء/۲/۱۵

الجواب: اگر امام (جو مخالف فی الفروع ہو) سے مفسد صلوٰۃ متحقق نہ ہوا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ نہیں ہے، یدل علیه ما فی ردالمحتار ص ۵۲۶ جلد ۱ وفی حاشية الاشباه للخير الرملی الذی یمیل الیه خاطری القول بعدم الكراهة اذا لم يتحقق منه مفسد انتهى ﴿۲﴾ یقول العبد الضعیف ان قول الرملی يؤيده ما تعامله السلف لا نهم اقتدوا

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وان صلى ثلاثا منها اى الرباعية اتم منفرداً ثم اقتدى بالامام متنفلا ويدرك بذلك فضيلة الجماعة حاوى الا فى العصر فلا يقتدى لكراهة النفل بعده.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۲۷ جلد ۱ باب ادراك الفريضة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۴۱۶ جلد ۱ مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوه هل يكره ام لا، باب الامامة)

بعضهم ببعض مع الاختلاف فی الفروع ﴿۱﴾. وھو الموفق

خطرہ ملازمت کی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر دوسرے مذاہب کے طریقے پر نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام حنفی المسلک بوجہ ملازمت اپنے حنفی نماز کا طریقہ چھوڑ کر دوسرے مذاہب کے طریقہ پر نماز پڑھائیں حتی کہ وتر کو دو سلام سے ادا کرے، کیا کسی حنفی کیلئے اس طریقہ سے امامت کرانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان نثار بشام سوات ۱۹۹۰ء/۸/۵

الجواب: اگر یہ امام مضطر نہ ہو تو اس کیلئے یہ ضمیر فروشی جائز نہیں ہے ﴿۲﴾ ورنہ اضطرار کی صورت میں اس سے شدید منکرات بھی مرخص ہو جاتے ہیں ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

شر و فتنہ سے بچنے کیلئے جماعت ثانیہ اھون البلیتین ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہماری مسجد کا جو امام گزر چکا ہے وہ موجودہ امام کا استاد تھا، اور ابھی وہ استاد اس سے ناراض ہے (۲) امام مسجد مولوی یوسف قریشی کا بھی

﴿۱﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: ولهذا ذكر في المحيط انه لو صلى خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلي خلف تقي كيف وقد صلى الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه ما لا يخفى وعليه يحمل عمل الصحابة والتابعين في الاقتداء بالحجاج. (غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۴۷۵ فصل في الامامة)

﴿۲﴾ في الهنديه: حنفي ارتحل الى مذهب الشافعي رحمه الله تعالىٰ يعزر كذا في جواهر الاخلاطي، قال الصحيح قوله ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر اى اذا كان ارتحاله لالغرض محمود شرعا . (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۶۹ جلد ۲ فصل في التعزير)

﴿۳﴾ قال الله تعالىٰ: انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم .

(سورة البقرة آيت: ۱۷۳ پاره: ۲ ركوع: ۵)

شاگرد ہے وہ بھی اس سے ناراض ہے۔(۳) اس امام سے تمام محلے والے بھی ناراض ہیں، کیا اس کا اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل جنان ولد حاکم خان...... ۲۸/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: کون سی وجوہات کی بنا پر اس مذکور امام سے یہ لوگ ناراض ہے؟ ان کی وضاحت سے قبل ہم جواب دینے سے معذور ہیں۔ وهو الموفق

دوبارہ استفسار کا جواب

سوال: تفصیل اور وجوہات درجہ ذیل ہیں کہ ہمارے محلے میں تین بھائیوں کی اولاد ہیں دو بھائیوں کی اولاد کہتی ہے کہ مسجد کیلئے متفقہ طور پر امام رکھا جائے لیکن تیسرے بھائی کی اولاد کہتی ہے کہ موجودہ امام کو اسی طرح رکھنا ہوگا، لیکن اکثریت اس پر متفق ہے کہ موجودہ امام کو امامت سے ہٹایا جائے اور اس دوسرے کو متفقہ طور پر مقرر کیا جائے، اور یہ دوسرا امام اسی گاؤں کا ہے اور ہمیشہ چچا زاد بھائیوں سے زمین وغیرہ پر لڑتا ہے لیکن موجودہ امام اپنی امامت سے نہیں ہٹتا اور کہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو میں امامت کروں گا اسی وجہ سے ایک مسجد میں دو امام ایک ہی وقت میں نماز ادا کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل جنان ضلع بنوں...... ۲۴/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم بلاوجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں ہے، نیز بیک وقت دو جماعت منعقد کرنا مکروہ ہے ﴿۱﴾ البتہ بنسبت خانہ جنگی اور شر وفتنہ کے اهون البليتين ہے ﴿۲﴾ پس تکرار وتعدد خیر است لیکن

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: ويكره تكرار الجماعة باذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق او مسجد لا امام له ولا مؤذن. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۰۸ جلد ۱ مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد القادر الرافعي: (قوله الا لفتنة) اى الا اذا خيف حصول فتنة من عزله بسبب فسقه فلا يسعى في عزله لان ضرر الفتنة فوق ضرر خلعه.
(تقريرات الرافعي حاشيه ابن عابدين ص ۶۹ جلد ۷ باب الامامة)

تلوار وتعصب شراست۔وھو الموفق

سٹیٹ بینک میں امامت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سٹیٹ بینک میں ملازمت یا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: سراج الاسلام جامع مسجد کوچی بازار محمد علی جوہر روڈ پشاور......۳/صفر۱۴۰۴ھ

الجواب: بینک کی ملازمت تعاون علی المعصیة ہے جوکہ ممنوع ہے﴿۱﴾اور یہ امامت بذات خود جائز ہے البتہ سودی منافع کا کسی امام یا ملازم کو بطور عوض دینا جائز نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

ننگے سر امامت کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام ننگے سر امامت کرسکتا ہے؟

﴿۱﴾ عن جابر قال لعن رسول الله ﷺ اکل الربوا و موکله و کاتبه و شاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم. (مشکواة المصابیح ص ۲۴۴ جلد ۱ الفصل الاول باب الربوا)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: ان التصدق من الحرام کفران کان علی رجاء الثواب لان فیه استحلال المعصیة وهو کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی سواء کان حراماً لعینه او لغیره وهو الراجح فالاصل فیه ان یرد الی المالک او ورثته فان لم یمکن الرد فسبیله التصدق علی الفقراء کما فی الهدایة وغیرها ولکن لا علی وجه رجاء الثواب من هذا المال نفسه بل ینوی فراغ الذمة او ایصال الثواب الی المالک فیثیبه الله تعالیٰ بامتثال امر الشریعة کما صرح به ابن القیم وفی شرح الاشباه انه جاز اخذ الحرام کالربا للفقیر، ویدل علی جواز التصدق علی الفقراء وعلی جواز اخذهم حدیث عاصم بن کلیب اخرجه ابوداؤد فی سننه فی باب اجتناب الشبهات من کتاب البیوع من حدیث اجابة النبی ﷺ داعی امرأة وفی آخره اطعمیه الاساریٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳۴ جلد ۱ مبحث التصدق من الحرام)

حالانکہ امام کے پاس کپڑا بھی موجود ہوتا ہے لیکن اسے اتار کر کہتا ہے کہ یہ بھی سنت رسول ہے کیا ننگے سر نماز پڑھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی گل رحمٰن پیپلز کالونی فیصل آباد...... ۷/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: احرام کی حالت میں اور تواضع کی صورت میں ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ تواضع اور تصنع میں فرق ضروری ہے اور نئی تہذیب والوں کیلئے احتجاج کا محل بنانا فتنہ عظیم ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مستورات کیلئے برائے نماز مسجد میں حاضر ہونا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا عورتیں اور مرد (غیر محرم) مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں جبکہ مسجد میں پردے کا انتظام نہ ہو، اور ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے ہوں جبکہ ہم نے بار بار انہیں کہا ہے کہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھ لیا کریں کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی ایسا ہوتا ہے مسئلہ کی وضاحت کریں؟ (۲) ان عورتوں میں کئی عورتیں نیم برہنہ بھی مسجد میں آتی ہیں اور مسجد کے احاطہ میں ایک کمرہ ہے جس میں پوشاک تبدیل کر کے نماز پڑھتی ہیں یہ پوشاک بھی وہ ہوتی ہے جس کو پاکستان میں ہم بنام ٹیڈی کپڑے گردانتے ہیں کیا ان کی اس میں نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسحاق ہانگ کانگ...... ۱۱/۲/۱۹۷۴ء

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے (۱) کہ جب مرد اور عورت ایک امام کے پیچھے اقتدا کریں تو محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی محاذات سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل ولابأس به للتذلل اما للاهانة بها فکفر فی ردالمحتار قال فیه اشارة الی ان الاولیٰ ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من افعال القلب. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۷۴ جلد ۱ مطلب فی الخشوع باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

مراد یہ ہے کہ عورت دائیں یا بائیں طرف مرد کے ساتھ بلا حائل قریب کھڑی ہو یا مرد سے آگے سامنے کھڑی ہو اگرچہ مرد بعید ہو﴿۱﴾ حرم شریف میں محاذات سے حفاظت کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن عوام کی بدنظمی سے منتظمین عاجز ہو جاتے ہیں۔(۲) عورت کیلئے نیم برہنہ ہونا حرام ہے لیکن ستر عورت کے وقت اگر چہ ٹیڈی لباس ہو نماز درست ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

بغیر عمامہ اور بغیر ٹوپی کے نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سعودی عرب میں اکثر ائمہ بغیر عمامہ یا ٹوپی کے کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں اور ہمیں مجبوراً ان کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی ہے کیا ان لوگوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل وزارۃ الدفاع والطیر ان ریاض سعودیہ ۱۹۸۸ء/۴/۱۸

الجواب: بغیر عمامہ یا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا یا پڑھانا خلاف سنت ہے﴿۳﴾ لیکن ایسی نماز کا

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وقد صرحوا بان المرأة الواحدة تفسد صلاة ثلاثة اذا وقفت فی الصف من عن یمینها ومن عن یسارها ومن خلفها فالتفسیر الصحیح للمحاذاة ما فی المجتبیٰ المحاذاة المفسدة ان تقوم بجنب الرجل من غیر حائل او قدامه واجاب فی النهر بان المرأة انما تفسد صلاة من خلفها اذا کان محاذیالها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۳ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ وفی فتاویٰ الهندیه: بدن الحرة عورة الا وجهها و کفیها وقدمیها کذا فی المتون.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة)

﴿۳﴾ فی منهاج السنن: اعلم انه تستحب الصلوٰة فی ثلاثة اثواب الرداء والازار والعمامة او القمیص والسراویل والعمامة صرح به فی البحر وغیره، ولا تکره فی ثوب واحد اذا اشتمل به جمیع بدنه کازار المیت کما صرح به فی الشرح الکبیر، ولعل مراده نفی کراهة التحریم فلایرد ما ذکر فی الغرائب رجل صلی مع قلنسوة ولیس فوقها عمامة او شیٔ آخر یکره وماذکره الفردوس الدیلمی عن جابر رکعتان بعمامة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اعادہ کرنا مطلوب شرعی نہیں ہے نیز داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے لیکن واجب الاعادہ نہیں ہے، لان السلف الصالحین قد صلوا خلف ائمة الجور ولم تروعنهم الاعادة ﴿۱﴾ ولان الاقتداء خلف الفاسق اولی من الانفراد ولان هذه الکراهة لامر خارج عن ماهیة الصلاة ﴿۲﴾ فافهم . وهو الموفق

امام مسجد میں اور بعض مقتدی تہہ خانہ میں ہوں تو اقتدا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا مسجد ہو جس کے نیچے تہہ خانہ

(بقیہ حاشیہ)خیر من سبعین رکعة بلا عمامة، وبالجملة ان ترک العمامة ترک الاولیٰ نعم جاز ترک ما لایکون مطلوبا شرعا عند مصلحة العوام. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۵ جلد ۲ باب ماجاء فی الصلوة فی الثوب الواحد)

﴿۱﴾ قال العلامه حلبی: ولهذا ذکر فی المحیط انه لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة لکن لا یحرز ثواب المصلی خلف تقی کیف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه ما لا یخفی وعلیه ما یحمل عمل الصحابة والتابعین فی الاقتداء بالحجاج. (غنیة المستملی شرح المنیة المصلی ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: (قوله رجل ام قوما وهم له کارهون) قال ابن الملک لبدعته او فسقه او جهله اما اذا کان بینه وبینهم کراهة عداوة بسبب امر دنیوی فلا یکون له هذا الحکم، وقال القطب الجنجوهی جملة الامر انه لو کان فیه ما یوجب کراهته شرعا اعتبرت کراهة وان لم یکرهه احد، وان لم یکن فیه ذلک شرعا لم یعتبر فیه کراهة من کرهه وان کرهه الکل واما اذا لم یکن امره ظاهراً شرعا فالمعتبر رایٔ غالب من خلفه، قال القاری اما اذا کرهه البعض فالعبرة بالعالم ولو انفرد، وقیل العبرة بالاکثر ورجحه ابن حجر ولعله محمول علی اکثر العلماء اذا وجدوا والافلا عبرة بکثرة الجاهلین وجزم صاحب الحلیة بکون هذه الکراهة کراهة تحریم کما قاله ابن عابدین وذکرارباب الفتاویٰ ان کراهة الاقتداء بمثل هذا الامام اذا کان فی القوم افضل منه والافلا کراهة وذکروا ایضا ان الاقتداء بمثله اولیٰ من الانفراد.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۴۰ جلد ۲ باب ماجاء من ام قوما وهم له کارهون)

بھی ہوامام مسجد میں کھڑا ہواور بارش یا دوسرے اجتماعات کی وجہ سے جگہ نہ ہواور مقتدی تہہ خانہ میں کھڑے ہو جائیں تو کیا نیچے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان ۱۹/۳/۱۹۷۴ء

الجواب: یہ اقتدا یعنی جب امام بالا ہواور قوم تہہ خانہ میں ہو جائز ہے جبکہ اشتباہ سے مأمون ہوں، کما صرح به فی الهندیه وردالمحتار فی باب الامامة ﴿۱﴾. وهو الموفق

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں جماعت ثانیہ پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی گل عظیم خان احسان کارپوریشن بٹ خیلہ سوات ۱۷/۹/۱۹۷۹ء

الجواب: جماعت ثانیہ نہ مطلقاً مکروہ ہے اور نہ مطلقاً مشروع، کما لا یخفیٰ علی من راجع الی امامة ردالمحتار وبوادر النوادر ، اذان اور اقامت کے ترک کی صورت میں اور ہیئت بدلنے کی صورت میں انکار کرنا بذات خود منکر ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۵۳ جلد ۱ ولو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً (وقال بعده) عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعة علی الهیئة الاولیٰ لا تکره والاتکره وهو الصحیح ﴿۲﴾. وفی الهندیه ص ۷۳ جلد ۱ وفی الاصل للصدر الشهید اما اذا صلوا الجماعة بغیر اذان واقامة فی

﴿۱﴾ وفی الهندیه: ولو قام علی سطح المسجد واقتدی بامام فی المسجد ان کان للسطح باب فی المسجد ولا یشتبه علیه حال الامام یصح الاقتداء. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۸ جلد ۱ الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع)(وهکذا فی ردالمحتار ص ۴۳۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی رفع المبلغ صوته زیادة علی الحاجة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۴۰۸، ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

ناحية المسجد لا يكره﴿۱﴾ وفي المقام تفصيل ﴿۲﴾. وهو الموفق

جب شرکاء چار سے زائد نہ ہوں تو مسجد کی کسی طرف میں جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں معین امام موجود ہے اور نماز ادا کریں لیکن کچھ آدمی رہ جائیں اور جماعت ثانیہ کریں تو کیا ان کی یہ نماز یعنی جماعت ثانیہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خان گمبیلا لکی مروت......۴/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: مسجد کی کسی طرف میں بلا اذان واقامت جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے خصوصاً جبکہ یہ شرکائے نماز چار سے زائد نہ ہو، کما فی الهنديه ص ۸۳ جلد ۱ وفي الاصل للصدر الشهيد اما اذا صلوا بجماعة بغير اذان واقامة في ناحية المسجد لايكره، وقال شمس الائمة الحلواني ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره بالاتفاق﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الاول في الجماعة)

﴿۲﴾ قال الشاه اشرف علي التهانوي: روایات فقہیہ سے چند صورتیں اور ان کے احکام معلوم ہوتے ہیں صورۃ اولیٰ مسجد محلہ میں غیر اہل مے نماز پڑھ لی ہو، صورۃ ثانیہ مسجد محلہ میں اہل نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجہ اولیٰ نماز پڑھی ہو، صورۃ ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو، صورۃ رابعہ اس مسجد میں امام ومؤذن معین نہ ہوں، صورۃ خامسہ مسجد محلہ ہو یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اور انہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو، پس صورۃ رابعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے جیسا کہ افضلیت کی تصریح موجود ہے اور صورت خامسہ میں اگر جماعت ثانیہ بہیئت الاولیٰ ہو تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں تحریمی ہونے کی تصریح ہے اور اگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو پس یہ محل کلام ہے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں اس کا ظاہر روایت ہونا مصرح ہے، البتہ ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں یہ خلاصہ ہوا روایات کے مدلول ظاہری کا الخ۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۴۲ جلد ۱ باب الامامة والجماعة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ هنديه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الاول في الجماعة الباب الخامس في الامامة)

دیہات کی مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات کی مساجد میں مذہب حنفی کی بناپر جماعت ثانیہ جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمران نوشہرہ

الجواب: جماعت ثانیہ نہ مطلقاً ممنوع ہے اور نہ مطلقاً مشروع ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول،اوسع المذاهب ہے وهو انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولىٰ لا تكره والاتكره وهو الصحيح كما فى ردالمحتار ص ۵۵۲ جلد ۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ائیرپورٹ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد عرب امارات کے ائیرپورٹ پرواقع ہے پانچ وقتہ نمازوں کیلئے امام مقرر ہے جو باقاعدہ امامت کراتا ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ ظہر کو دو جماعتیں ہوتی ہیں جو ہیئت اولیٰ پر پڑھائی جاتی ہیں اسی مصلی اور اقامت کے ساتھ اور دونوں جماعتوں کیلئے اوقات بھی باقاعدہ لکھے جا چکے ہیں کیا یہ جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید اندرون ہشتنگری گیٹ پشاور......۲۰/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: بظاہراس تکرار جماعت میں کوئی کراہت نہیں ہے،کیونکہ ائیرپورٹ اور سٹیشن وغیرہ کے مساجد محلہ نہیں رکھتے ہیں (ماخوذ از ردالمحتار ص ۵۱۶ جلد ۱ باب الامامة)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: او كان مسجد طريق جاز اجماعا كما فى مسجد ليس له امام ولاموذن ويصلى الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلى كل فريق باذان واقامة على حدة كما فى امالى قاضيخان ......وامامسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون طريق. (ردالمحتار ص ۴۰۸ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

سودخور امام کی وجہ سے نماز کیلئے دوسری مسجد جانا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سودخور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ قریب ہی دوسری مسجد میں نماز با جماعت ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں احسان اللہ اسماعیل خیل نوشہرہ ....۳۰/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: اسی صورت میں دوسری مسجد کو جانا جائز ہے بلکہ بہتر ہے، فی الشرح الکبیر ص ۵۲۹ وفی فتاویٰ قاضی خان اذا کان امام الحی زانیا او آکل ربواً له ان یتحول الی مسجد آخر ﴿۱﴾. وهو الموفق

فرض نماز کے اعادہ کرنے والے کے پیچھے نو وارد مفترض کے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کراہت تحریمی کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کرنے والے امام کے پیچھے نو وارد مفترض کا اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری دار العلوم حقانیہ ۱۴/۱۰/۱۹۹۰

الجواب: اس اقتدا کی صحت یا عدم صحت کے متعلق صریح جزیہ نہیں ملا، اور اکابر اس میں مختلف ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صحت کی طرف مائل ہے اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ عدم صحت کے قائل ہیں، راجح حکیم الامت رحمہ اللہ کا قول ہے ان شاء الله، کیونکہ اعادہ کی تعریف یہ ہے، هی فعل ما فعل او لا مع ضرب من الخلل ثانیا وقیل هو اتیان المثل الاول علی وجه الکمال کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ص۸۷ جلد۲ ﴿۲﴾، وفی ردالمحتار ص۶۷۷ جلد۱ عن المیزان یوخذ من لفظ الاعادة ومن تعریفها بما مر انه ینوی بالثانیة الفرض

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۵۶۵ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص۸۷ جلد۲ باب قضاء الفوائت)

لان ما فعل او لا هو الفرض فاعادته فعله ثانيا اما على القول بان الفرض يسقط بالثانية فظاهر، واما على القول الاخر فلان المقصود من تكرارها ثانيا جبر نقصان الاولى فالاول فرض ناقص والثانية فرض كامل، انتهىٰ مافي ردالمحتار ﴿١﴾، وفي جنائز ردالمحتار ص۸۲۶ جلد ۱ فاذا اعادها وقعت فرضاً مكملا للفرض الاول نظير اعادة الصلوٰة المؤاداة بكراهة فان كلا منهما فرض كما حققناه في محله انتهى ما في ردالمحتار ﴿۲﴾، خلاصہ یہ کہ صلوٰۃ معادہ فرض ہے اور ابن الہمام رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی طرف مشیر ہے، کما في ردالمحتار ص۴۲۶ جلد ۱ قوله والمختار انه جابر للاول لان الفرض لا يتكرر اى الفعل الثاني جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العهدة ومقابله ما نقلوه عن ابي اليسر من ان الفرض هو الثاني، واختار ابن الهمام الاول كما قال لان الفرض لا يتكرر وجعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالاول اذهو لازم ترك الركن لا الواجب الا ان يقال المراد ان ذلك امتنان من الله تعالىٰ اذ يحتسب الكامل وان تاخر عن الفرض لما علم سبحانه انه سيوقعه، انتهىٰ ﴿۳﴾ خلاصہ یہ کہ اعادہ کی صورت میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ نماز معادہ فرض ہے پس اس کو وارد کا اقتدا درست ہوگا۔ وهو الموفق

اہل محلّہ کیلئے مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسجد میں

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۳۶ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۶۵۲ جلد ۱ مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ (ردالمحتار مع الدرالمختار ص۴۳۷ جلد ۱ مطلب كل صلاة اديت مع كراهة تحريم تجب اعادتها)

جماعت ہو چکی ہے اور اس کے بعد اسی محلہ کے دیگر لوگ پھر دوبارہ جماعت کرتے ہیں کیا شرعاً یہ دوسری جماعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالولی افغانی متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۳۱/۱۲/۱۹۸۶ء

الجواب: جس مسجد محلہ کا امام مقرر ہو اور اس نے باقاعدہ نماز باجماعت پڑھائی ہو تو اس کے بعد جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اما اذا صلوا بجماعة بغير اذان واقامة في ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الائمة الحلواني ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره اتفاقا كذا في الاصل لصدر الشهيد (عالمگیری ص ۸۲ جلد ۱ باب الامامة ﴿۱﴾. وهوالموفق

بدعتی کے اقتدا میں نماز پڑھی جائے یا انفراداً؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بدعتی کے اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے اگر اقتدا نہ کیا جائے تو پھر انفراداً پڑھنی ہوگی؟ حکم بیان فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۲۹/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: انفراد سے ستائیس درجہ افضل ہے ﴿۲﴾ (بحر، شامی، فتح القدیر، ھندیہ وغیرہ) ﴿۳﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۸۳ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ صلوة الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع وعشرين درجة. (سنن الترمذى ص ۳۰ جلد ۱ باب ماجاء فى فضل الجماعة)

﴿۳﴾ وفى الهنديه: تجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولو صلى خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقى كذا فى الخلاصه.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فى بيان من يصلح اماما لغيره)

امام کو اجرت دینے کے خوف سے جماعت ترک کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مقتدی امام کو فطرانہ دینے اور اجرت دینے کے ڈر سے نماز ترک کریں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: تارک الجماعۃ فاسق ہے ﴿۱﴾ اگرچہ امام میں فسق، بدعت حرام خوری وغیرہ عیوب کیوں موجود نہ ہوں ﴿۲﴾ (ماخوذ من ردالمحتار والبحر والهنديه). وهو الموفق

غیر اہل محلہ کی جماعت ثانیہ اور اذان واقامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسجد میں نماز ہو چکی ہو اور مہمان حضرات جماعت ثانیہ کریں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز اذان واقامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور الحق بازہ پشاور ۶/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: جس مسجد کے ساتھ محلہ ہو اور امام و موذن مقرر ہو تو اہل محلہ کی باقاعدہ جماعت کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے البتہ اگر تین چار اشخاص ایک کونے میں بغیر اقامت کے جماعت ثانیہ کریں تو

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين رحمه الله: (قوله قال في البحر الخ) وقال في النهر هو اعدل الاقوال واقواها ولذا قال في الاجناس لا تقبل شهادته اذا تركها استخفافا ومجانة اما سهوا او بتاويل ككون الامام من اهل الاهواء او لا يراعي مذهب المقتدى فتقبل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۰ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجيم رحمه الله: (قوله وكره امامة العبد والاعرابي والفاسق والمبتدع والاعمى وولد الزنا) بيان للشيئين الصحة والكراهة اما الصحة فمبنية على وجود الاهلية للصلاة مع اداء الاركان وهما موجودان من غير نقص في الشرائط والاركان ومن السنة حديث صلوا خلف كل بر وفاجر وفي صحيح البخاري ان ابن عمر كان يصلي خلف الحجاج وكفى به فاسقا كما قال الشافعي وقال المصنف انه افسق اهل زمانه.

(البحر الرائق ص ۳۵۸ جلد ۱ باب الامامة)

قابل اعتراض نہیں، ہاں شارع عام کی مسجد میں یہ حکم نہیں ہوگا، فلیراجع الی البدائع والشرح الکبیر ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسافروں کا اہل محلہ کی جماعت سے قبل جماعت کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافروں کیلئے قبل از جماعت اہل محلہ ان کی مسجد میں علیحدہ جماعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد حسین بٹ خیلہ سوات

الجواب: مسافر لوگ اہل محلہ کی جماعت سے قبل جماعت کر سکتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں ہے (عینی شرح هدایه، شامی ص ۳۷۱ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

حنفی امام کا شوافع کیلئے طریقہ شوافع پر نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام حنفی ہے اور مقتدی دوسرے

﴿۱﴾ قال الحلبی: واذا لم یکن للمسجد امام وموذن راتب فلا یکره تکرار الجماعة فیه باذان واقامة بل هو الافضل ذکره قاضی خان اما لو کان له امام وموذن معلوم فیکره تکرار الجماعة فیه باذان واقامة عندنا وعن ابی حنیفة رحمه الله لو کانت الجماعة الثانیة اکثر من ثلثة یکره التکرار والافلا وعن ابی یوسف رحمه الله اذا لم تکن علی هیئة الاولیٰ لا یکره والا یکره وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیئة کذا فی فتاوی البزازی.
(غنیة المستملی ص ۵۶۶،۵۶۷ فصل فی احکام المسجد)
(ومثله فی بدائع الصنائع ص ۳۷۸ جلد ۱ تکرار الجماعة فی المسجد)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وکره ترکهما معا لمسافر ولو منفرداً وکذا ترکها لا ترکه لحضور الرفقة بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیته بمصر او قریة لها مسجد ای فیه اذان واقامة والا فحکمه کالمسافر فلا یکره ترکهما اذا اذان الحی یکفیه او مصل فی مسجد بعده صلاة جماعة فیه بل یکره فعلهما. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۹۱ جلد ۱ مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد)

امام کے تابع ہیں شوافع ہیں یا موالک وغیرہ، کیا یہ حنفی امام دوسرے مذہب کے مقتدیوں کیلئے ان کے طریقہ پر نماز پڑھا سکتا ہے؟ مثلاً قنوت فی الفجر، تسمیۃ بالجہر وغیرہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل اکبر حقانی حالاً مقیم متحدہ عرب امارات.....۹/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: امام متبوع رہے گا، اس کے تابع ہونے میں توہین اور بدنظمی وغیرہ مصائب موجود ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

چوری کے خطرہ کی وجہ سے ترک جماعت کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں زرعی تربیتی ادارہ پشاور میں بحیثیت انسٹرکٹر تعینات ہوں، طلبا کو پڑھانے کے علاوہ چوکیداروں کی نگرانی بھی میرے ذمہ ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر چوکیدار ڈیوٹی کے دوران مسجد کو نماز باجماعت کیلئے جاتے ہیں اب اگر خدانخواستہ اسی دوران کوئی چوری وغیرہ ہو جائے تو متعلقہ چوکیدار اور ساتھ میں بھی بحیثیت نگران ذمہ دار ہوں گا سوال یہ ہے کہ کیا چوکیدار کیلئے ڈیوٹی کے دوران نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کشمیر خان پشاور یونیورسٹی.....۲۲/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: مناسب یہ ہے کہ یہ چوکیدار حضرات وغیرہ ڈیوٹی کے دوران کسی مناسب جگہ میں نماز باجماعت ادا کریں اگرچہ چوری کے خطرہ کی وجہ سے ترک نماز باجماعت جائز ہے (کما فی ردالمحتار ص ۵۱۹ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين : لو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمود اماجورا اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد ۳ مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه باب التعزير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: ولا على من حال بينه وبينها ... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

عدم محاذات کی صورت میں میاں بیوی جماعت کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے بیوی کے ساتھ امریکہ میں رہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ یہاں عید کے سوا نماز با جماعت کا کوئی بندوبست نہیں ہے اگر یہی شخص اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں نماز با جماعت ادا کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی فضل مولی عرف تنگی استاد پڑانگ چارسدہ ۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: بلا شک وشبہ یہ جماعت جائز ہے البتہ بیوی کو وہ پیچھے کھڑا کرے گا، لان المحاذاة مفسد عندنا ﴿۱﴾ وروی الطبرانی فی الکبیر والاوسط ان رسول اللہ ﷺ اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوٰة فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم (بحواله بوادر ص ۱۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾ . وهو الموفق

امام کیلئے مسجد کے ہال کے دروازہ میں متقدیوں سے علیحدہ کھڑا ہونا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد ہمیشہ مسجد کے کمرہ

(بقیه حاشیه) مطر وطین وبرد شدید وظلمة كذلك وريح ليلالا نهارا وخوف على ماله، قال ابن عابدين اى من لص ونحوه اذا لم يمكنه غلق الدكان او البيت مثلاً ومنه خوفه على تلف طعام فى قدر والظاهر عدمه لان له قطع الصلاة له ولاسيما ان كان امانة عنده كوديعة او عارية او رهن مما يجب عليه حفظه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۱ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة قسام باب الامامة)

﴿۱﴾ قال الحصكفى: واذا حاذته ولو بعضو واحد امرأة ولاحائل بينهما فى صلاة فسدت صلاته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى)

﴿۲﴾ (بوادر النوادر ص ۱۳۱ جلد ۱ تفصيل كراهت جماعة ثانيه)

(بال) کے دروازہ میں کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی مسجد کے صحن میں ہوتے ہیں کیا یہ اقتداء صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۹۰ء/۲/۸

الجواب: یہ اقتداء صحیح ہے لیکن مکروہ ہے۔ اما الاول لکون المسجد مکانا واحدا واما الثانی فلتخصیص الامام بالمکان ولقیامه بین الاسطوانتین (ماخوذ از ردالمحتار ۱)۔ وهو الموفق

مستورات کی جماعت کا ثبوت شرعی موجود ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کی اہلیہ نفلوں میں کلام پاک سنارہی ہے اور عورتوں کی امامت کررہی ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا واقعی عورتوں کی جماعت کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الٰہی خطیب جامع مسجد فاروقیہ اسلام آباد ۱۹۷۶ء/۹/۲۴

الجواب: بنابر تحقیق عورتوں کی جماعت مشروع ہے نہ منسوخ ہے اور نہ مخصوص ہے۔ لان النبی ﷺ جعل لام ورقة مؤذنا وامرها ان تؤم اهل دارها (رواه ابوداؤد ص ۹۵ جلد ۱) (۲) ولا وجه لنسخه ولا دليل على الخصوصية كيف وقدروى ابن ابى شيبه ان ام سلمة وعائشة رضى الله عنهما امتا فى التراويح والفرض (۳) قال العلامة اللكهنوى فى عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه ص ۱۷۶ جلد ۱ قوله كجماعة

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: تنبيه فى معراج الدراية من باب الامامة الاصح ماروى عن ابى حنيفة انه قال كره للامام ان يقوم بين الساريتين او زاوية او ناحية المسجد او الى سارية لانه بخلاف عمل الامة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۷۸ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

(۲) (سنن ابى داؤد ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء)

(۳) (مصنف ابن ابى شيبه ص ۵۳۶ جلد ۱ باب المرأة تؤم النساء)

النساء وحدهن عللوه بانها لا تخلو عن ارتکاب ممنوع وهو قیام الامام وسط الصف ولا یخفیٰ ضعفه بل ضعف جمیع ماوجهوا به الکراهة کما حققناه فی تحفة النبلاء فی مسئلة جماعة النساء وذکرنا هناک ان الحق عدم الکراهة کیف لا وقدامت بهن ام سلمة وعائشة رضی الله عنهما فی التراویح وفی الفرض کمااخرجه ابن ابی شیبة وغیره وامت ام ورقة فی عهد النبی ﷺ بامره کما اخرجه ابوداؤد. انتهی (۱) قلت وقال الامام الائمة اذاصح الحدیث فهو مذهبی (۲) اولعل المراد من الکراهة تنزیهة کما یشیر الیه کلام صاحب الخلاصة وصلوتهن فرادی افضل (۳) نعم صرح فی شرح التنویر بالتحریم لا کن لا وجه له (۴) فافهم. وهو الموفق

جماعۃ النساء بعض فقہاء کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک حافظ قرآن تراویح میں

---

(۱) (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة ص ۱۷۶ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

(۲) قال العلامه ابن عابدین: ونظیره هذا ما نقله العلامه بیری فی اول شرحه علی الاشباه عن شرح الهدایة لابن الشحنة ونصه اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۰ جلد ۱ مطلب صح عن الامام انه اذا صح الحدیث فهو مذهبی)

(۳) قال العلامه طاهر بن عبد الرشید البخاری: وامامة المرأة للنساء جائزة الا ان صلوتهن فرادی افضل. (خلاصة الفتاوی ص ۱۴۷ جلد ۱ فصل فی الامامة والاقتداء)

(۴) قال العلامه حصکفی: ویکره تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح فان فعلن تقف الامام وسطهن کالعراة فیتوسطهم امامهم ویکره جماعتهم تحریما فتح.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ قبیل مطلب هل الاساءة دون الکراهة الخ)

خواتین کیلئے امامت کراتی ہے جس کیلئے دیگر خواتین کو دعوت بھی دی جاتی ہے کیا اس میں کراہت ہے؟
(۲) ایک معمر خاتون چارسدہ میں بروز جمعہ دیگر خواتین کو جمع کر کے جمعہ پڑھاتی ہے کیا ان خواتین کے ذمہ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی عبداللہ شاہ محلہ عزیز خیل چارسدہ ۱۹۹۱ء/۴/۱۰

الجواب: (۱) فقہاء کرام نے خواتین کی جماعت کو اور جماعت کیلئے گھروں سے نکلنے کو مکروہ لکھا ہے۔ کما فی امامة الدر المختار مع ردالمحتار ﴿۱﴾ اور مولانا عبدالحی نے عمدة الرعایہ علی شرح الوقایہ ص ۱۷۶ جلد ۱ میں جواز کو راجح قرار دیا ہے ﴿۲﴾ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو امامت کرنے کی اجازت دی تھی، کمافی سنن ابی داؤد ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء ﴿۳﴾

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ویکره تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح فی غیر صلاة جنازة فان فعلن تقف الامام وسطهن ویکره جماعتهم تحریما فتح ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: قوله کجماعة ای کما یکره جماعة النساء وحدهن سواء کان فی الفرض او النفل وعللوه بانها لا یخلو عن ارتکاب ممنوع وهو قیام الامام وسط الصف ولا یخفی ضعفه بل ضعف جمیع ما وجهوا به الکراهة کما حققناه فی تحفة النبلاء الفناها فی مسئلة جماعة النساء وذکرنا هناک ان الحق عدم الکراهة کیف لا وقد امت بهن ام سلمة وعائشة فی التراویح وفی الفرض کما اخرجه ابن ابی شیبه وغیره امت ام ورقة فی عهد النبی ﷺ بامره کما اخرجه ابو داؤد.
(عمدة الرعایه علی هامش شرح الوقایة ص ۱۷۶ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

﴿۳﴾ عن ام ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحدیث والاول اتم وکان رسول الله ﷺ یزورها فی بیتها وجعل لها مؤذنا یؤذن لها وامرها ان یؤم اهل دارها قال عبد الرحمن فانا رأیت مؤذنها شیخا کبیرا. (سنن ابی داؤد ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء)

اور پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا تراویح میں امامت کراتی تھی، کما فی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ (۱) تو معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی امامت نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے، بہر حال فقہائے کرام کا حکم فتنہ کے سد باب پر محمول ہے۔
(۲) جب ذکورت شرط وجوب ہے تو عورت عورتوں کی امام جمعہ ہوسکتی ہے لیکن بہر حال مکروہات سے بھرپور ہے اور انفراس سے بہت مفضول ہے۔ وھو الموفق

دنیاوی معاملات میں امام اور مقتدی کے اختلاف سے مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اور مقتدی کے درمیان دنیاوی معاملات پر اختلاف پیدا ہوا، امام نے مقتدی سے کہا کہ میرے پیچھے نہ آپ کی نمازیں ہوتی ہیں اور نہ ہوتی ہیں کیا امام کے اس قول سے مقتدی کے یہ نمازیں ہوئی ہیں یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۰/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: امام کی یہ دونوں باتیں کہ تیری نمازیں نہیں ہوئی ہیں اور میرے پیچھے اقتدا نہ کریں پٹھانی باتیں ہیں کتابی اور شرعی باتیں نہیں ہیں۔ وھو الموفق

ٹیوشن کیلئے دور جا کر مسجد کی بجائے حجرہ وغیرہ میں نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے شہر سے میل یا نصف میل کے فاصلے پر عمرو کے گھر جاتا ہے اور وہاں کے بچوں کو دین کے سبق کا ٹیوشن کراتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے لیکن وہاں مسجد نہیں ہے عمرو کے گھر یا حجرہ میں نماز پڑھاتا ہے آیا زید کا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل احمد ضلع کوہاٹ

---

(۱) ان ام سلمة وعائشة رضی الله عنهما امتا فی التراویح والفرض. (مصنف ابن ابی شیبه ص ۵۳۶ جلد ۱ باب المرأة تؤم النساء)

الجواب: یہ شخص تارک الجماعت نہیں ہے، البتہ تارک المسجد ہونا قابل غور ہے۔ وھو الموفق

جس مسجد میں مقتدی نہ ہوں تو ان کا عارضی امام کہاں نماز ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شہر میں چند مساجد ہیں اور ہر مسجد میں نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے شہر سے باہر مختلف سرکاری رہائشی مکانات ہیں ان کی مشتہ کہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کا کوئی خاص امام اور مؤذن مقرر نہیں ہے بلکہ ایک ملازم وہاں نماز پڑھاتا ہے اب اگر چند ایام یہ مسجد غیر آباد رہے اور کوئی شخص نہ آیا کرے تو یہ عارضی امام ان ایام میں شہر کے کسی مسجد میں نماز کیلئے جایا کرے یا اپنی مسجد میں نماز ادا کرے؟ اور شہر کی مسجد میں جا کر بحیثیت مقتدی نماز پڑھنا قابل ثواب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی دراز ندہ ایف آر ڈی آئی خان ...۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: اگر اس مسجد میں دیگر نمازی نہ ہوں تو اس عارضی امام کیلئے بہتر یہ ہے کہ اس محلہ والی مسجد میں اذان اور نماز ادا کرے (فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۱۹ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

امام مسجد پر لعنت کرنے والا خود ملعون ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے امام مسجد کو برا بھلا کہتا ہے کہ تم پر خدا کی لعنت ہو اور بار بار یہ کہتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فیض محمد ...۱۹۷۴ء/۱۱/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قلت لکن فی الخانیة و ان لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویؤذن فیه ویصلی و ان کان واحدا لان المسجد منزله حقا علیه فیودی حقه مؤذن مسجد لا یحضر مسجده احد قالوا هو یؤذن ویقیم ویصلی وحده وذاک احب من یصلی فی مسجد آخر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۰ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

الجواب: اگر یہ امام اس لعنت کا اہل نہ ہو تو یہ لعنت کنندہ ملعون ہو جائے گا اور لائق تعزیر ہوگا۔ لقول النبی ﷺ ان العبد اذا لعن شیئاً صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ثم تاخذ یمینا وشمالا فاذا لم تجد مساغا رجعت الی الذی لعن فان کان لذلک اهلاً والا رجعت الی قائلها (رواه ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۳ جلد ۲)(۱)۔ وھو الموفق

امام مسجد کے پیچھے اقتداء نہ کرنا موجبِ عقوق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہمارے گاؤں کا امام ہے جس نے ہم دین وغیرہ میں علم نہیں ہے اور فاسق ہے اور حرام میں مبتلا ہے اس لئے ایک مقتدی اس امام کے پیچھے اقتداء نہیں کرتے ہیں اور والد اور بھائی کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھو ورنہ یہ بات ہے کہ تم ہم سے عاق ہو اور مقتدی بھی اس سے ساتھ رہنا نہیں چاہتا ہے، کیا یہ مقتدی اقتداء نہ کرنے کی وجہ سے عاق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راضی الرحمن ارمڑ پایاں پشاور ۵/۱۱/۱۹۷۴

الجواب: امام کے پیچھے اقتداء نہ کرنا موجبِ عقوق نہیں ہے، البتہ تمام فتاویٰ میں یہ مسطور ہے کہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتداء کرنا افضل ہے(۲)۔ وھو الموفق

شہوانی وسوسوں کی وجہ سے ترک جماعت نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب میں باجماعت

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۳ جلد ۲ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلاة خلفهما اولى من الانفراد.

(رد المحتار مع الدر المختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب في امامة الامرد باب الامامة)

نماز میں شرکت کروں تو دوسرے نمازیوں کے بارے میں شہوانی وسوسے پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں یعنی شہوانی قوت میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے خواہ وہ بوڑھے کیوں نہ ہوں اس مرض نے مالیخولیا یا مکمل شیطانی اور فاسد خیالات کی صورت اختیار کر لی ہے اس صورت حال میں نماز با جماعت ادا کروں یا ترک جماعت کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیرین جان شہباز خیل بنوں ۔ ۱۹۷۲ء/۱۰/۴

الجواب: واضح رہے کہ آپ کے مرض کا جائز علاج موجود ہے تو ناجائز علاج (ترک جماعت) کی کیا ضرورت ہے جائز علاج یہ ہے کہ آپ نماز میں یہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے اور میرے دل کی باتوں کو جانتا ہے تو تدریجاً آپ کے یہ فاسد خیالات ختم ہو جائیں گے ﴿۱﴾ ۔فقط

جماعت ثانیہ کا حکم نیز کسی کا قصداً جماعت ثانیہ کیلئے جماعت اولیٰ ترک کرنے کا حکم

سوال: (۱) جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے جبکہ مسجد بھی برلب سڑک واقع ہو۔ (۲) اگر ایک شخص ایک یا دو رکعت امام کے ساتھ ادا کرسکتا ہو لیکن وہ قصداً باقی لوگوں کیلئے جماعت ثانیہ کرنے کے واسطے پہلی جماعت ترک کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستانی

الجواب: (۱) چونکہ بظاہر یہ مسجد، مسجد الشارع ہے لہٰذا اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے، خصوصاً

﴿۱﴾ عن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول الله ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قراء تی یلتبسها علی فقال رسول الله ﷺ ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسته فتعوذ بالله منه واتفل علی یسارک ثلثا ففعلت ذاک فاذهبه الله عنه رواه مسلم. وعن القاسم بن محمد ان رجل ساله فقال انی اهم فی صلوتی فیکثر ذلک علی فقال له امض فی صلوتک فانه لن یذهب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول مااتممت صلوتی رواه مالک. (مشکواة المصابیح ص ۱۹ جلد ۱ باب فی الوسوسة الفصل الثالث)

بلا اذان اور اقامت کو دوسری جماعت کیلئے ترک کیا جائے اور محراب بھی ترک کیا جائے (یدل علیہ ما فی الدرالمختار وردالمحتار ص٥١٦ جلد ١) (١) (٢) یہ شخص غلطی پر ہے جماعت اولیٰ بلاشک وشبہ جائز ہے اور جماعت ثانیہ میں اختلاف ہے لہذا مشکوک کیلئے متیقن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ وهو الموفق

(١) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره تكرار الجماعة باذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق وقال ابن عابدين: اجمع مماهنا ونصبها يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلى بهما فيه او لا غير اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا الخ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص٢٠١ جلد ١ مطلب في تكرار الجماعة في المسجد باب الامامة)

فصل فی الاحق بالامامة

عالم کی موجودگی میں غیر عالم کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک محلہ میں فارغ التحصیل عالم دین موجود ہے اور نماز باجماعت کیلئے بھی حاضر ہوتا ہے لیکن گھریلو معاملات کی بنا پر اس عالم کی والدہ صاحبہ اسے امامت کرنے نہیں دیتا، اور نہ خود امامت کرتا ہے اور اپنا چھوٹا بھائی جو کہ جماعت ہشتم کا طالب علم ہے پیش امام بنایا ہے کیا اس عالم کی نماز اپنے چھوٹے بھائی کے پیچھے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عزیز خان لنڈا

الجواب: اس عالم کا یہ رویہ خلاف اولیٰ ہے، کما فی شرح التنویر والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانہر، الاعلم باحکام الصلوٰة الخ (ہامش ردالمحتار ص ۵۲۰ جلد ۱) ﴿۱﴾. وھو الموفق

عالم اور درست خوان کو امام بنایا جائے نہ کہ صرف خوش الحان کو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد میں قدیمی امام ہے مگر خوش الحان نہیں ہے اب بعض لوگ صرف اس بنا پر کہ وہ خوش الحان نہیں ہے امامت سے معزول کرنا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ دوسرے شخص کو جو عالم نہیں صرف خوش الحان ہے کو امام بنانا چاہتے ہیں کیا شرع کی رو سے ان کا یہ موقف صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدوس ساہیوال

﴿۱﴾ (الدرالمختار ہامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: مقررہ امام مسجد نماز پڑھائے گو دوسرا اس سے زیادہ پڑھا ہوا ہو، دخل المسجد من هو اولیٰ بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولیٰ، فتاویٰ عالمگیری ص ۸۲ جلد ۱ ﴿۱﴾ وامام المسجد احق بالامامة من غيره وان كان الغير افقه واقرء واورع وافضل الخ ص ۱۷۸ جلد ۱ مراقی الفلاح ﴿۲﴾، بہر حال خوش آوازی اچھی چیز ہے بلکہ احقر کے نزدیک خوش الحان کو امام بنانا بہتر نہیں بلکہ درست خوان بنانا چاہئے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ جلد ۱ سطر گیارہ میں ہے، لا ينبغی للقوم ان يقدموا فی التراويح الخوشخوان ﴿۳﴾ .

المجیب: فضل الٰہی خالق داد ضلع ساہیوال

یہ جواب صحیح ہے
مفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ رشیدیہ ساہی وال

یہ جواب درست ہے
(محمد فرید عفی عنہ)

فاسق امام با قاعدہ معزول کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی بناء پر ان کی شخصیت امامت کے قابل نہیں ہے، وہ سینما پر بیہودہ فلمیں دیکھنے کا شوقین ہے بلکہ با قاعدہ دیکھنے جاتا ہے، غیر شادی شدہ تھا ابھی شادی ہوگئی ہے سینما میں دیکھنے کی چشم دید شہادتیں موجود ہیں مسجد میں لوگوں کے درمیان منافقت کرتا ہے داڑھی ایک انچ سے بھی کم ہے اکثر مقتدی اس سے ناراض ہیں ایسے شخص کا امامت سے معزول کرنا کیسا ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: مسعود صدیقی محلہ موچی پورہ علاقہ کابلی گیٹ پشاور شہر.......یکم شعبان ۱۴۱۱ھ

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگيريه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الثانی فی بيان من هو احق بالامامة)

﴿۲﴾ حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۹۹ جلد ۱ فصل فی بيان الاحق بالامامة)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگيريه ص ۱۱۶ جلد ۱ فصل فی التراويح)

الجواب: بشرط صدق وثبوت اگر اس امام میں یہ عیوب موجود ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ ان کا ازالہ کریں اور اگر وہ ضد کریں تو ان کے پیچھے صالحین کی امامت مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ نہ عوام کی ،اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے ﴿۲﴾ اور جو امام فاسق ہو تو وہ خود بخود معزول نہیں ہوتا بلکہ باقاعدہ معزول کرنے کا لائق ہوتا ہے (شامی، بحر) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

امام کی موجودگی میں دوسرے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کا امام زندہ ہے اور عرصہ چالیس پچاس سالوں سے بدستور امام چلا آرہا ہے لیکن بروز جمعہ ایک اور صاحب نے بغیر اجازت امام کے اپنے آپ کو امام مقرر ہونے کا اعلان کر دیا، حالانکہ اس کو کسی نے اجازت نہیں دی تھی ۔کیا اور کوئی اسی طرح امام مقرر ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول شاہ عمر زئی چارسدہ.....۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: اگر امام سابق معزول نہ ہوا ہو اور نماز کے وقت غائب نہ ہو تو بلا اجازت دوسرے امام کی امامت مکروہ ہے ۔قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن الرجل فی سلطانہ ﴿۴﴾ وفی

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ویعزل بہ)ای بالفسق لو طرأ علیہ والمراد انہ یستحق العزل کما علمت آنفا. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۴﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۰۰ جلد ۱ باب الامامة الفصل الاول)

الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ اعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامۃ من غیرہ مطلقاً ﴿۱﴾۔ وھوالموفق

امام کیلئے کم ازکم مسائل وضوونماز کا علم ہونا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کیلئے کتنا علم ضروری ہے اور کتنی خوبیوں کی ضرورت ہے اور کونسی علمیت کی سندان کے پاس ہونی چاہئے؟ اور امام کیلئے زکواۃ فدیہ، صدقہ قربانی کے چمڑے وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: نامعلوم ...۱۲/۲/۱۹۷۳ء

الجواب: امام کیلئے کم ازکم مسائل وضوونماز سے خبردار ہونا ضروری ہے﴿۲﴾ اور جب امام مسکین ہوتو اس کو زکواۃ، فدیہ، فطرانہ وغیرہ دینا جائز ہے جبکہ اجرت کی نیت سے نہ ہو﴿۳﴾ اور قربانی کے چمڑے غنی امام کو دینا بھی جائز ہے جبکہ اجرت کی نیت سے نہ ہو﴿۴﴾۔ وھوالموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلاۃ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ قبیل مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد باب الامامۃ)

﴿۳﴾ وفی الھندیہ ولو نوی الزکاۃ بما یدفع المعلم الی الخلیفۃ ولم یستأجرہ ان کان الخلیفۃ بحال لو لم یدفعہ یعلم الصبیان ایضا اجزأہ والا فلا وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکاۃ کذا فی معراج الدرایۃ.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۹۰ جلد ۱ الفصل السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ وفی الھندیہ: ولو ادخل جلد الاضحیہ فی قرطالۃ او جعلہ جرابا ان استعمل الجراب فی اعمال منزلہ جاز ولو اجر لا یجوز وعلیہ ان یتصدق بالاجر واما القرطالۃ ان استعملھا فی منزلہ او اعار جاز الخ.
(فتاویٰ ھندیہ ص ۳۰۱ جلد ۵ الباب السادس فی ما یستحب فی الاضحیۃ والانتفاع بھا)

امام مسجد کو گالی گلوچ دینا اور یوم ندعوا کل اناس بامامھم کا مطلب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اباء واجداد سے ایک مسجد میں چلا آرہا ہوا ایک شخص اس کے پیچھے نماز پڑھ کر اس کو بڑے لفظوں میں گالی گلوچ دیں اس شخص کا شریعت غراء میں کیا حکم ہے جبکہ پیش امام رسول اللہ ﷺ کے مصلی کا وارث ہوتا ہے، اسی طرح یوم ندعوا کل اناس بامامھم، الایة، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر قوم کے امام اور سردار کو بلائے گا، اس آیت کی رو سے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف

الجواب: واضح رہے کہ احادیث صحیحہ کی بنا پر اکرام مسلم ضروری ہے ﴿۱﴾ خصوصاً جبکہ امام ہو امام کے بے احترامی سے فساد اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے اور قرآن مجید میں بامامھم سے امام الحی مراد نہیں ہے ﴿۲﴾

﴿۱﴾ عن ابن عمران رسول الله ﷺ قال المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيٰمة ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة متفق عليه.

(مشكواة المصابيح ص ۴۲۲ جلد ۱ باب الشفقة والرحمة على الخلق)

عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال اذا عاد المسلم اخاه او زاره قال الله تعالىٰ طبت و طاب ممشاک وتبوأت من الجنة منزلا رواه الترمذی.

(مشكواة المصابيح ص ۴۲۶ جلد ۱ باب الحب في الله ومن الله)

﴿۲﴾ قال الحافظ عماد الدين ابن كثير: يخبر تبارک وتعالىٰ عن يوم القيامة انه يحاسب كل امة بامامهم وقد اختلفوا في ذلک فقال مجاهد وقتاده بنبيهم وهذا كقوله تعالىٰ (ولكل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضى بينهم بالقسط الاية) وقال بعض السلف هذا اكبر شرف لاصحاب الحديث لان امامهم النبی ﷺ وقال ابن زيد لكتابهم الذی انزل على نبيهم من التشريع واختاره ابن جرير وروى عن ابن ابی نجيح عن (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک جاہل امام کیلئے تعبیر کرنا کفر کو دعوت دینا ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

اجرت پر نماز پڑھنے والے امام اور مقتدیوں کی نماز درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متاخرین فقہاء نے موذن یا امام کو وقت کی پابندی اور مستقل آنے جانے کی وجہ سے کچھ معاوضہ جائز قرار دیا ہے جو جواز اجرت کیلئے ایک سبب ہے تو اگر کسی موذن یا امام کی نیت میں یہ سبب جواز نہ ہو اور معاوضہ کو اذان اور امامت کا معاوضہ سمجھتے ہیں تو کیا ان کی اذان، نماز نیز مقتدیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۲/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: نماز متقدمین اور متاخرین دونوں کے نزدیک درست ہے اختلاف اجرت کے جواز اور عدم جواز میں ہے، نعم هو محروم من الثواب عند عدم الاحتساب ﴿۲﴾. فقط

(بقیه حاشیه) مجاهد انه قال: بكتبهم فيحتمل ان يكون اراد هذا وان يكون اراد ما رواه العوفی عن ابن عباس فی قوله (يوم ندعوا كل اناس بامامهم) ای بكتاب اعمالهم وكذا قال ابو العالية والحسن والضحاک وهذا القول هو الارجح لقوله تعالیٰ وكل شئ احصيناه فی امام مبين الخ. (تفسیر ابن کثیر ص ۷۳ جلد ۳ سورة بنی اسرائیل آیت ۷۱)

﴿۱﴾ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من قال فی القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار وفی رواية من قال فی القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار رواه الترمذی وعن جندب قال قال رسول الله ﷺ من قال فی القرآن برأيه فاصاب فقد اخطأ رواه الترمذی وابو داؤد. (مشكوٰة المصابيح ص ۳۵ جلد ۱ كتاب العلم الفصل الثانی)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ولا لاجل الطاعات) الاصل ان كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها عندنا لقوله عليه السلام اقرؤا القرآن ولا تاكلوا به وفی آخر ما عهد رسول الله ﷺ الی عمرو بن العاص وان اتخذت موذنا فلا ناخذ علی الاذان اجرا ولان القربة متی حصلت وقعت عن العامل وهذا تتعين اهليته فلا يجوز له اخذا لاجرة من غيره كما فی الصوم والصلاة هداية، (قوله ويفتی اليوم بصحتها لتعليم القرآن) (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

امام موجود نہ ہوتو دوسرا شخص امام کی اجازت کے بغیر امامت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز با جماعت کا وقت پورا ہو چکا ہے اور امام صاحب موجود نہیں ہے تو امام صاحب کی اجازت کے بغیر ہم لوگ جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی علی اکبر پٹن کلاں ازاد کشمیر

الجواب: جب امام موجود نہ ہوتو دوسرا شخص امامت کرے گا، ﴿۱﴾ اگرچہ امام کی اجازت کے بغیر ہو، حدیث اور فقہ دونوں میں یہ حکم مروی ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) قال فی الهداية وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن لظهور التوانی فی الامور الدينية ففی الامتناع تضيع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ، وقد اقتصر على استثناء تعليم القرآن ايضا فی متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وكثير من الكتب وزاد فی مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد فی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقى ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ وذكر المصنف معظمها ولكن الذی فی اكثر الكتب الاقتصار على ما فی الهداية فهذا مجموع ما افتى به المتاخرون من مشايخنا وهم البلخيون على خلاف فی بعضه مخالفين ما ذهب اليه الامام وصاحباه وقد اتفقت كلمتهم جميعا فی الشروح والفتاوىٰ على التعليل بالضرورة وهی خشية ضياع القرآن كما فی الهداية وقد نقلت لک ما فی مشاهير متون المذهب الموضوعة للفتوىٰ فلا حاجة الى نقل ما فی الشروح والفتاوىٰ وقد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ما علمته فهذا قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ماذكره فقط.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۸ جلد ۱ مطلب فی الاستئجار على الطاعات كتاب الاجارة)

﴿۱﴾ قال الحصكفی واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولىٰ بالامامة من غيره مطلقا وقال ابن عابدين ای وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه وفی التتارخانية جماعة اضياف فی دار يريد ان يتقدم احدهم ينبغی ان يتقدم المالک فان قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو افضل واذا تقدم احدهم جاز لان الظاهر ان المالک ياذن لضيفه اكراماله. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

بانی مسجد جب امام مقرر رہو تو دوسرے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قوم نے برضا ورغبت بانی مسجد کو امام مسجد مقرر کیا، اور اس پر عرصہ گزر گیا اب اس امام کے معزز ہونے کی وجہ سے بعض مقتدیوں نے حسد شروع کیا حالانکہ اس میں ایسا کوئی عیب نہیں ہے جو مانع اقتدا ہو اب قوم حسد کی وجہ سے دوسرے شخص کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں تو کیا اس دوسرے امام کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمن انورادینہ ضلع صوابی ۱۹۷۴ء/ ۷/ ۱۶

الجواب: مسجد کا بانی بنسبت قوم کے الیق بالامامت والولایت ہے، کما فی الشرح الکبیر ص ۵۷۱ رجل بنی مسجداً وجعله لله تعالیٰ فهو احق بمرمته وعمارته والامامة فیه ان کان اهلا لذالک...... وکذا ولد البانی انتهیٰ: بحذف یسیر ﴿۱﴾ وبمعناه فی خلاصة الفتاویٰ ص ۴۲۱ جلد ۴ ﴿۲﴾ لہٰذا باوجود سابق امام کے اس دوسرے امام کی امامت ظلم ہے۔ وھو الموفق

جماعة النساء میں تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مستورات نماز تراویح با جماعت پڑھ سکتی ہیں؟ کہ ایک لڑکی حافظ امامت کرائیں اور دو چار لڑکیاں مقتدی بن جائیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالصبور صاحب بنوں ۱۹۷۴ء/ ۱۰/ ۱۱

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۵۶۷ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه طاهر بن عبد الرشید رجل بنیٰ مسجداً فی سکه فنازعه بعض اهل السکة فی عمارته او نصب المؤذن والامام فالمختار ان البانی اولیٰ وفی العمارة اولیٰ بالاتفاق.
(خلاصة الفتاویٰ ص ۴۲۱ جلد ۴ الفصل الرابع فی المسجد واوقافه ومسائله)

الجواب: فقہاء کرام نے جماعۃ النساء کومکروہ تحریمی قرار دیا ہے، کما فی الدر المختار ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح ﴿۱﴾ (ھامش ردالمحتار ص ۳۸۰ جلد ۱) وفی الھندیہ ص ۸۹ جلد ۱ ویکرہ امامة المرأة للنساء فی الصلوٰت کلھا من الفرائض والنوافل الا فی صلوة الجنازة ھکذا فی النھایہ﴿۲﴾ لیکن تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے، کما قال العلامة اللکھنوی فی عمدة الرعایة علی ھامش شرح الوقایہ (۱۷۶ جلد ۱) ان الحق عدم الکراھة وقد امت بھن ام سلمة وعائشة فی التراویح وفی الفرض کما اخرجه ابن ابی شیبة وغیرہ. وامت ام ورقة فی عھد النبی ﷺ بامرہ کما اخرجه ابو داؤد انتھیٰ ما فی العمدة ﴿۳﴾قلت ما قالوا انھا منسوخة فضعیف من وجھین عدم تحقیق الناسخ وکذا فعل امھات المؤمنین ایاھا بلا نکیر کما مر فی کلام المحقق وکذا انکر ابن الھمام تحقق الناسخ، ولو قالوا انھا مخصوصة بام ورقة قلنا لا یصح دعوی الخصوصیة ایضا لانھا فعلتھا امھات المؤمنین رضی الله عنھم بعد وفاته قلت والاوجه عندی ان یحمل الکراھة علی الخروج الی المسجد للجماعة. وھو الموفق

جس کی بیوی اغوا کی گئی ہو ایسے مظلوم کی اقتدا وامامت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی منکوحہ کسی نے اغوا کر لی ہے اب زید کی امامت اور اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈھیران گل مندوخیل خوڑہ نظام پور پشاور......۱۹۷۷ء/۹/۵

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ مطلب ھل الاساءة دون الکراھة او افحش منھا باب الامامة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ)

﴿۳﴾ (عمدة الرعایة ھامش شرح الوقایة ص ۱۷۶ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

الجواب: مظلوم کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ نہیں ہے البتہ ظالم کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے ﴿۱﴾ لکونه فاسقا فاجراً ﴿۲﴾ بل یکفر عند الاستحلال ﴿۳﴾. وهو الموفق

مسجد اور امامت میں دعویٰ کرنے والے غلط خوان کی امامت

سوال: ایک امام مسجد ہے جو حروف کے مخارج اور صفات بالکل نہیں جانتے جبکہ اس مسجد میں پہلے اس کا والد امام تھا، جب والد مر گیا تو اس نے مصلیٰ پر قبضہ کر لیا، اور محلہ والوں نے باقاعدہ اسے امام نہیں بنایا ہے لیکن محلہ کی اکثریت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے مگر بعض لوگ اس کے خلاف ہیں امام کہتا ہے کہ یہ مصلیٰ اور امامت ہماری وراثت ہے اور سیری (زمین) بھی ہماری ہے چونکہ یہ مسجد ان کی جائیداد میں بنی ہوئی ہے اور سینکڑوں سال پہلے سے موجود ہے لہٰذا اس امام کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ......۳/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ...... كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ص ۴۲۲ جلد ۲ باب الشفقة والرحمة على الخلق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق قال ابن عابدين: تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: لكن في شرح العقائد النسفية استحلال المعصية كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي وعلى هذا تفرع ما ذكر في الفتاوىٰ من انه اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره او ثبت بدليل ظني وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره وقال من استحل حراما قد علم في دين النبي عليه السلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصية القطعية كفر)

الجواب: مسجد اور امامت میں حصص ارث جاری نہیں ہوتے، البتہ اگر سابق امام کا بیٹا غلط خوان نہ ہو تو مصلحتاً اور ہمت افزائی کے ارادہ سے اس کو امام بنایا جائے گا ﴿۱﴾ اور غلط خوان ہونے کی صورت میں اس تعمیر کنندہ یا وقف کنندہ کے بیٹے کی رائے سے دیگر امام مقرر کیا جائے گا ﴿۲﴾ (ماخوذ از کبیری، خلاصة الفتاویٰ والشامية) . وهو الموفق

خطابت وامامت میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جامع مسجد اوقاف بورڈ کی تحویل میں ہے انہوں نے اس میں زید کو باتنخواہ خطیب مقرر کیا چند سال بعد زید فوت ہوا بورڈ نے اس میں دوسرا خطیب عمر مقرر کیا جو کہ فاضل دیوبند وڈابھیل ہے اور تین مدارس اسلامیہ کا مہتمم ہے نیز معمر مقرر عالم مدرس ہے اب زید کا نوجوان بیٹا بکر جو عالم نہیں ہے بلکہ ایک مقامی مدرسہ میں محرر تھا، وہ کہتا ہے کہ چونکہ میرا باپ اس جامع مسجد میں خطیب تھا اسلئے یہ میرا حق ہے اور مجھے وراثت میں دی جائے اور میری زندگی میں اوقاف بورڈ دوسرا خطیب مقرر نہیں کرسکتا کیا واقعی خطابت وامامت میں وراثت جاری ہوتی ہے؟ بکر اور عمر میں زیادہ مستحق کون ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد شاہ چارسدہ......۱۹۷۲ء/۱۱/ ۲۸

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: واذ مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم يخرج على طريقة والده يعزل وتوجه للاهل.

(ردالمحتار ۳۰۸ جلد۳ مطلب تحقيق مهم فى توجيه الوظائف للابن فصل فى الجزية)

﴿۲﴾ قال العلامه الحلبى: رجل بنىٰ مسجدا وجعله لله فهو احق بمرمته وعمارته وبسط البوارى والحصير والقناديل والاذان والاقامة والامامة فيه ان كان اهلا لذلك وان لم يكن فالرائ فى ذلك اليه وكذا ولد البانى وعشيرته من بعده اولىٰ من غيرهم.

(غنية المستملى شرح الكبير ص۵۶۷ فصلى فى احكام المسجد)

(ومثله فى خلاصة الفتاوىٰ ص ۴۲۱ جلد۴ الفصل الرابع فى المسجد واوقافه ومسائله)

الجواب: اگر خطیب کا بیٹا فرضِ منصبی کے ادائیگی کا اہل ہو ﴿۱﴾ اور اس کے نائب بنانے میں خدمت دین کی توقع موجود ہو تو اعانت اور حوصلہ افزائی کے طور پر اس کو نائب بنایا جائے گا، اور اگر یہ بیٹا نااہل ہو اور خدمت دین کی اس کی ذات سے توقع نہ ہو تو اس کو نائب نہیں بنایا جائے گا (فلیراجع الی ردالمحتار ص ۳۸۸ جلد ۳) . وھو الموفق

امام کو گالیاں دینے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام ہے اور قوم اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے بلکہ بعض اوقات امام کو گالی دینے بلکہ اس سے بھی زیادہ سے گریز نہیں کرتی پیش امام کو ان سب چیزوں کا علم ہوتا ہے لیکن وہ دنیوی مفاد کی خاطر اغماض کرتے ہیں اور پاؤں جما کر مصلی چھوڑنے کو تیار نہیں، سوال یہ ہے کہ ایسی قوم کی نماز ایسے پیش امام کے پیچھے جس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کیلئے امامت نہ چھوڑنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالجبار لاہور خورد......۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: نعم قال الحموی فی رسالتہ وقد ذکر علماء نا انہ یفرض لاولادھم تبعاً ولا یسقط بموت الاصل ترغیبا وذکر العلامۃ المقدسی ان اعطاء ھم بالاولیٰ لشدۃ احتیاجھم سیما اذا کانوا یجتھدون فی سلوک طریق آبائھم...... اذا مات من لہ وظیفۃ فی بیت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام کاجر الامامۃ والتأذین وغیر ذلک مما فیہ صلاح الاسلام والمسلمین وللمیت ابناء یراعون ویقیمون حق الشرع واعزاز الاسلام کما یراعی ویقیم الاب فللامام ان یعطی وظیفۃ الاب لابناء المیت لا لغیرھم لحصول مقصود الشرع وانجبار کسر قلوبھم واذا مات احد من اھلھا توجہ علی ولدہ فان لم یخرج علی طریقۃ والدہ یعزل عنھا وتوجہ للاھل. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۳۰۷، ۳۰۸ جلد ۳ مطلب من لہ وظیفۃ توجہ لولد من بعدہ فصل فی الجزیۃ)

الجواب: مسلمان اور بالخصوص پیش امام کو گالیاں دینا فسق وفجور ہے، لحدیث رواہ مسلم سباب المسلم فسوق ﴿۱﴾، نیز عرفاً بھی ناجائز اور موجب ملامت ہے لیکن باوجود اس کے اس قوم کی اقتدا اس امام کے پیچھے درست ہے، لوجود شرائط الاقتداء وعدم الموانع ﴿۲﴾ اور اگر یہ امام مجبور اور محتاج نہ ہو تو اس کیلئے یہ امامت چھوڑنا بہتر ہے کیونکہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا اور کرانا شرعاً مذموم ہے۔ وهو الموفق

مندرجہ سوال اوصاف سے موصوف شخص کو امام مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص درجہ ذیل اوصاف اور عقائد رکھنے والا ہے۔ (۱) کہتا ہے کہ جو شخص امام کی اقتداء میں فاتحہ نہ پڑھے وہ گمراہ ہے اس کی نماز صحیح نہیں۔ (۲) زکواۃ لینے والے کیلئے تقویٰ اور کسی بستی کا نمبردار ہونا ضروری ہے۔ (۳) بیٹا جو اپنے والد سے جدا ہو جائے زکواۃ یا فطرانہ دے سکتا ہے۔ (۴) اپنے محلے کی مسجد کے متعلق کہتا ہے کہ یہ محراب اور مسجد میرے والد کی ذاتی ملکیت ہے۔ (۵) سود اور انتفاع بالمرہونہ کو جائز سمجھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام مقرر کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز اوگی مانسہرہ

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ص۵۸ جلد ۱ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر کتاب الایمان)

﴿۲﴾ وفی منهاج: (قوله رجل ام قوما وهم له کارهون) قال ابن الملک لبدعته او فسقه اوجهله اما اذا کان بینه وبینهم کراهة عداوة بسبب امر دنیوی فلا یکون له هذا الحکم، وقال القطب الجنجوهی جملة الامرانه لو کان فیه مایوجب کراهة شرعا اعتبرت کراهة وان لم یکرهه احد، وان لم یکن فیه ذلک شرعا لم یعتبر فیه کراهة من کرهه وان کرهه الکل.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۴۰ جلد۲ باب ماجاء من ام قوماً وهم له کارهون)

الجواب: یہ شخص فرقہ سلفیہ سے معلوم ہوتا ہے اس کو حنفیہ کا امام مقرر کرنا موجب فساد اور موجب فتنہ ہے ایسے شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ سلفیہ کا امام بنے ﴿۱﴾۔ **وهو الموفق**

محکمہ اوقاف ڈیوٹی سے معذور ملازم کو گزر اوقات کیلئے مراعات دیا کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کا پیش امام وخطیب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جو کئی ماہ سے صاحب فراش ہے جمعہ اس کا لڑکا پڑھاتا ہے بعض نمازیں بھی پڑھاتا ہے کیا اس امام کیلئے جو ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینا جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد علی نوشہرہ صدر......۱۲/نومبر ۱۹۸۷ء

الجواب: محکمہ اوقاف کیلئے ضروری ہے کہ مذکورہ قدیم معذور امام کو مراعات دیا کریں اور ایسے امام کے اہل اولاد میں سے کسی ایک کو جدید امام منتخب کرے تاکہ قوم کے ذریعہ معاد (نماز باجماعت) کو کسی کے ذریعہ معاش کے خطرہ کی وجہ سے نقصان لاحق نہ ہو ﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: ومما يزيد ذلك وضوحاما صرحوا به في كتبهم متونا وشروحا من قولهم ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف ..... وقال ابن ملك في شرح المجمع وترد شهادة من يظهر سب السلف لانه يكون ظاهر الفسق ..... وقال الزيلعي او يظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله وقلة مروا ته.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۱ جلد۲ مطلب مهم في حكم سب الشيخين)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: اذا مات من له وظيفة في بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كاجر الامامة والتأذين وغير ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين وللميت ابناء يراعون ويقيمون حق الشرع واعزازالاسلام كما يراعي ويقيم الاب فللامام ان يعطي وظيفة الاب لابناء الميت لا لغيرهم لحصول مقصود الشرع وانجبار كسر قلوبهم ..... واذا مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم تخرج على طريقة والده يعزل عنها وتوجه للاهل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۰۸،۳۰۷ جلد۳ فصل في الجزية)

حاصلات امامت میں حصہ مانگنے کیلئے والدہ کا بیٹے کو عاق کرنا امامت کیلئے ضرر رساں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا والد فوت ہوا ہے اور والدہ، دو بہن اور تین بھانجے اس کے ذمہ رہ گئے ہیں اس آدمی نے والدہ اور بہنوں کو جائیداد میں حصہ بھی دیا ہے اب امامت کے جو حاصلات ہیں اس میں ان کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ گاؤں کے معززین اور ممبران نے اس آدمی پر تین ہزار پانچ سو روپیہ رکھ دیئے کہ اپنی والدہ کو دیدیں اب اس آدمی کی بہن اور بھانجے والدہ کو بڑھکاتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو عاق کردیں اور ساتھ یہ بھی کہدیں کہ میں تم کو دودھ نہیں بخشتی کیا ان الفاظ سے یہ آدمی عاق ہوگا یا نہیں؟ اب عوام بھی بگڑ گئے ہیں کہ ان کو والدہ نے عاق کردیا ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا درست نہیں کیا واقعی ان کی اقتدا درست نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید روخان شکر پورہ پشاور......۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: منصب امامت کوئی جائیداد نہیں ہے اور نہ ترکہ ہے حتی کہ اس میں والدہ کا حصہ بھی ہو یہ محض خلافت ہے البتہ اگر اس شخص کے والد کو کوئی ملکانہ بطور ملک کے دیا گیا ہو تو اس میں ورثہ کا حصہ ہوگا، اور اگر یہ ملکانہ بطور ملک کے نہ دیا گیا ہو اور اوقاف مسجد سے ہو تو اس میں ماسوائے موجودہ امام کے دیگراں (اس امام کی والدہ وہمشیرہ گان) کا کوئی حق نہیں ہے۔

ملاحظہ:......صورت اولیٰ کی تقدیر پر والدہ کی ناراضگی برمحل ہے اور صورت ثانیہ کی تقدیر پر بے محل ہے ﴿۱﴾ اور یہ بیٹا عاق نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ملا علی قاری: (قوله عقوق الوالدين) ای قطع صلتهما ما خوذ من العق وهو الشق والقطع والمراد عقوق احدهما قيل هو ايذاء لا يتحمل مثله من الولدعادة وقيل عقوقهما مخالفة امرهما فيما لم يكن معصية.

(هامش مرقاة على المشكواة المصابيح ص۱۷ جلد ۱ باب الكبائر وعلامات النفاق)

و فی منهاج السنن: (قوله عقوق الوالدين) ای قطع صلتهما (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مفقود الزوجہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

سوال: ایسا امام جو مفقود الزوجہ ہو کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: نامعلوم...... ۱۹۷۶ء/۲/۲۷

الجواب: امام مفقود الزوجہ کے پیچھے نماز پڑھنا (اقتدا کرنا) کسی امام کے نزدیک ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پٹیال میں تمام اشخاص نے باہم یہ حلف لیا تھا، کہ شادی میں غیر شرعی رسومات مثلاً ڈھول باجا، گانا بجانا، ناچنا وغیرہ نہیں کیا جائے گا اگر کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ نشست وبرخاست اور کھانا پینا ترک کیا جائے گا تقریباً پانچ سال تک تمام لوگ اس عہد پر پابند رہے لیکن ہمارے امام مسجد نے اس عہد کو توڑا اور گانا بجانا کیا ان کو دیکھ کر ایک اور شادی میں بھی اسی طرح ہوئی اور گانے بجانے کے ساتھ مغنیہ عورتوں کو بھی مدعو کی گئیں

(بقیہ حاشیہ) وایذاء هما وملخصه ارتكاب امر يوذيهما ولا يتحمل مثله من الولد، والعقوق حرام الا اذا كان في طاعتهما معصية الخالق او كان فيها تغير الشرع، والعاق فاسق فيجرى عليه ما يجرى على الفاسق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳ جلد ۲ باب ماجاء في التغليظ في الكذب والزور)

﴿۱﴾ وفي منهاج السنن: (قوله رجل ام قوما وهم له كارهون) قال ابن الملك لبدعته او فسقه او جهله اما اذا كان بينه وبينهم كراهة عداوة بسبب امر دنيوى فلا يكون له هذا الحكم وقال القطب الجنجوهي جملة الامر انه لو كان فيه مايوجب كراهته شرعا اعتبرت كراهة وان لم يكن يكرهه احد، وان لم يكن فيه ذلك شرعا لم يعتبر فيه كراهة من كرهه وان كرهه الكل.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۴۰ جلد ۲ باب ماجاء من ام قوما وهم له كارهون)

اورسب کے سامنے نچائی گئیں اس امام مسجد نے اس کا بائیکاٹ بھی نہیں کیا اور نکاح کیلئے چلے گئے، اب اس امام کا کیا حکم ہے کہ اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... مانسہرہ

الجواب: اگر عام لوگ امام کے معاون اور امام سے مدافعت کرنے والے نہ ہوں امام کو اکیلے چھوڑنے والے ہوں تو ایسے بے حمیت اور عہد شکن امام کو معزول کرنا مناسب ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مودودی گروپ والوں کی امامت کے لحاظ سے اقسام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مودودی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص جماعت اسلامی اور مولانا مودودی صاحب کی کتب ورسائل تقسیم کر رہا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس پارٹی میں شامل ہو جاؤ مگر وہ یہ کام صرف ضد کی وجہ سے کرتا ہے اور مودودی عقائد کو نہیں مانتے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر علی خان پشاور...... ۱۹۸۴ء/۱۰/۱۴

الجواب: جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کے افراد تین قسم کے ہیں اول وہ لوگ جو کہ مودودی صاحب کے تفردات کو حق سمجھتے ہیں دوم وہ جو کہ ان تفردات کو حق نہیں سمجھتے لیکن ان کی طرف غلط نسبت کرنے والوں کی مدافعت کرتے ہیں سوم وہ جو صرف سیاسی امور میں شریک ہیں مدافعت و مداہنت سے پاک ہیں۔ قسم اول کے پیچھے اقتداممنوع ہے، قسم دوم کی اقتدا مکروہ ہے، اور قسم سوم کی اقتدا دیگر غیر اسلامی (سیکولر) پارٹیوں کی طرح (مسلم لیگ، نیشنل) وغیرہ کا حکم رکھتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: وعند الحنفية ليست العدالة شرطا للصحة فيصح تقليد الفاسق الامامة مع الكراهة واذا قلد عدلا ثم جار وفسق لا ينعزل ولكن يستحب العزل ان لم يستلزم فتنه...... ويعزل به اى بالفسق لو طرأ عليه والمراد انه يستحق العزل كما علمت آنفا ولذا لم يقل ينعزل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

امام مسجد کو بلا وجہ معزول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک گاؤں میں آٹھ نو سالوں سے پیش امام تھا، بغیر عذر شرعی کے گاؤں کے لوگوں نے اس کو جبراً معزول کیا اور اس کے جگہ عمرو جو گاؤں کے ملک کا رشتہ دار ہے کو پیش امام بنایا، سوال یہ ہے کہ اس صورت میں عمرو کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور سال کے دوران کی فصل عمرو کی ہوگی یا زید کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحمٰن پیش امام باجوڑ

الجواب: (الف) بلا وجہ امام کو امامت سے معزول کرنا اگر چہ گناہ ہے لیکن نافذ ہوگا، جبکہ اہل حل وعقد کی طرف سے ہو، نظیرہ العزل عن الامامة الکبریٰ بالتغلیب (من الاشباہ والنظائر ص ۴۰۲) ان الامام لیس له ان یخرج شیئاً من ید الا بحق ثابت معروف. فافهم

(ب) جس امام کیلئے سالانہ اجرت مقرر کی گئی ہو تو دوران سال معزول ہونے کی صورت میں مقدار عمل کی اجرت کا مستحق ہوگا، نظیرہ ما فی ردالمحتار ص ۵۷۷ جلد ۳ ان المدرس لو مات او عزل فی اثناء السنة قبل مجیئی الغلة وظهورها من الارض یعطی بقدر ما باشر و یصیر میراثا عنه کالاجیر اذا مات فی اثنا المدة ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو عدالت کی بار بار تنبیہات کے وجود آباد نہیں کیا اور کیس کی پیروی بھی نہیں کرتا بالآخر عدالت نے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی بندہ نے دیوبند، سہارنپور، دہلی، کراچی، ملتان، اکوڑہ خٹک

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۵۷ جلد ۳ مطلب فیما لو مات المدرس او عزل قبل مجئی الغلة کتاب الوقف)

وغیرہ سے استفتاءات کیے کہ بصورت مذکورہ شرعاً طلاق ہوئی یا نہیں، تو سب نے لکھا کہ طلاق ہوئی ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہے تو بندہ نے دوسری جگہ نکاح پر دیا، اب ہمارے امام مسجد نے کہا کہ تنسیخ نکاح ہمارے مذہب میں نہیں ہے، لہٰذا یہ دوسرا نکاح حرام ہے اب استفتاء یہ ہے کہ جب مفتیوں نے فتویٰ دیا اور بعد عدت کے جائز سمجھ کر نکاح کیا تو اس کو حرام کہنے والے کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر ضرورت شدیدہ (مثلاً عصمت کا ڈر یا نفقہ کا عدم انتظام) کی بنا پر یہ فسخ ہوا ہو تو یہ فسخ اور حاکم کا طلاق دینا صحیح ہے اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے ﴿۱﴾ اور اس کو غلط سمجھنے والا مولوی غلطی پر ہے اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ یہ مولوی اصل مذہب کی بنا پر حق بہ جانب ہے اگر چہ جم غفیر کے فتویٰ پر بے اعتمادی کرنے سے غلطی پر ہے۔ وھو الموفق

شریعت میں امام وخطیب کیلئے ریٹائیرمنٹ یعنی معزولی کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین کیلئے درس وتدریس، امامت وخطابت کے سلسلہ میں شرعاً عمر کی قید کتنی ہے کیا شریعت نے کوئی قید مقرر کی ہے کہ فلاں عمر تک فرائض دینیہ سرانجام دینے کے بعد اسے ریٹائیرمنٹ دی جائے گی، مثلاً ایسے علماء کرام جو اوقاف کے ملازمین ہیں شرعاً کتنی مدت عمر تک اس کام کے لائق رہتے ہیں شرعاً عمر کی جو قید ہو واضح فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حمید الرحمٰن عابد قادری انوار الاسلام بھگوان بازار لاہور...... ۱۲ صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: قواعد کی بنا پر خطباء اور ائمہ کا عزل درست نہیں ہے جب تک فرائض کی بجا آوری

﴿۱﴾ (حیلہ ناجزہ للشیخ اشرف علی التھانوی ص ۲۹ جز دوم تفریق الزوجین بحکم حاکم)

کر سکتے ہوں مگر عجز کے وقت نیز شرائط کے وقت عزل درست ہے،لعموم الحدیث المسلمون عند شروطهم او کما قال (الحدیث) ﴿۱﴾.وهو الموفق

امام مسجد کو گالی دینا فسق ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ چھ سال تک امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھتا رہا،اب ایک پارٹی میں شمولیت کی بناپر عرصہ چھ سال سے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور علی الاعلان امام مسجد کے متعلق کہتا ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی ایسی ہے جیسا کہ ایک گدھے کے پیچھے بلکہ اس سے بھی بدتر،اس شخص کیلئے از روئے شرع محمدی ﷺ کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :مولوی امیر زمان قلندر آباد ہزارہ......۱۹۷۲ء/۱۱/۱۶

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص فاسق اور لائق تعزیر ہے،قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق﴿۲﴾ (رواه مسلم) (والتفصیل فی ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد۳)﴿۳﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن سیرین اذا قال بعه بکذا و کذا فما کان من ربح فهو لک او بینی و بینک فلا بأس به وقال النبی ﷺ المسلمون عند شروطهم.

(الجامع الصحیح للبخاری ص ۳۰۳ جلد ۱ باب اجرا لسمسرة کتاب الاجارة)

﴿۲﴾ (الصحیح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر کتاب الایمان)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: لا یعذر بیاحمار یا خنزیر یا کلب یاتیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیة واستحسن فی الهدایة التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعه الزیلعی وغیره. (الدرالمختار هامش ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد۳ مطلب فی الجرح المجرد باب التعزیر)

غلط قرأت کرنے والے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب قرأت میں درجہ ذیل غلطیاں کرتا ہے اس کی اقتدا مکروہ ہے یا نہیں؟

(۱)صراط المستقیم میں صاد کو زبر کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۲)غیر المغضوب میں راء مکسورہ کو مفتوحہ یعنی زبر کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۳)سمع الله کو سمق الله پڑھتا ہے۔(۴)سورۃ الملک میں فمن یأتیکم و یأتکم یعنی حذف یا کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۵)سورۃ الناس اور فلق میں اعوذ برب ناس اور برب خلق یعنی شد اور لام کو چھوڑتا ہے۔(۶)فی تضلیل کو فی تضل پڑھتا ہے۔(۷)فویل للذین کو فویل ایلذین یعنی لام کو زیر سے پڑھتا ہے، اور للذین کو ایلذین پڑھتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان موضع صریح چارسدہ ۱۹۷۲ء/۹/۱۹

الجواب: بشرط صدق مستفتی ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے﴿۱﴾ اس کو باقاعدہ امام بنانا اور رکھنا اضاعت صلوٰۃ ہے اس امام پر ضروری ہے کہ مشق سے ان غلطیوں کا ازالہ کرے ورنہ مستعفی ہوجائے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ولا غير الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح كما فی البحر عن المجتبیٰ وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما كالامی فلايؤم الامثله ولا تصح صلاته اذا امكنه الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهده اووجد قدر الفرض مما لالثغ فيه هذا هو الصحيح المختار فی حكم الالثغ وكذا من لا يقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اولا يقدر علی اخراج الفا الا بتكرار واعلم انه اذا فسد الاقتداء بای وجه كان لا يصح شروعه فی صلاة نفسه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ مطلب فی الالثغ باب الامامة)

امرد کے پیچھے اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جولڑکا بالغ صبیح الوجہ مشتہی ہو چہرے اور ذقن پر داڑھی کے ایک بال کا بھی اثر نہ ہو شیشہ کی طرح چہرہ صاف وخوبصورت ہو نہایت حسین ہو کیا ایسے لڑکے کے پیچھے نماز درست ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ امامت مکروہ تنزیہی ہے تو اگر کراہت تنزیہی کا ہر وقت ارتکاب کیا جاتا ہو تو الاصرار علی الصغیرة کبیرة کی بنا پر یہ تحریمی بن جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایاز بنوں

الجواب: امرد بلا ریش کو کہا جاتا ہے جو صبیح الوجہ اور خوبصورت ہو اور اس کے پیچھے اقتدا درست ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے، فی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ ﴿۱﴾ قوله وکذا تکره خلف امرد الظاهر انها تنزيهية والظاهر ايضاً كما قال الرحمتي ان المراد به صبيح الوجه لانه محل الفتنة، مکروہ تنزیہی نہ گناہ صغیرہ میں داخل ہے اور نہ کبیرہ میں، بدلیل صدوره عن الانبياء عليهم السلام ﴿۲﴾ لہٰذا اس پر اصرار کرنا گناہ نہ ہوگا اور کبیرہ نہ ہوگا، لہٰذا ایسا شخص امام بنانا بہتر نہیں ہے ورنہ اقتدا اسکے پیچھے بلا کراہیت تحریمی درست ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله: والانبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح وقد كانت منهم زلات وخطيئات، قال الملا على قارى فى شرحه عن ابن الهمام والمختار اى عند جمهور اهل السنة العصمة عنها اى عن الكبائر لا الصغائر غير المنفردة خطأ او سهواً ومن اهل السنة من منع السهو عليه. والاصح جواز السهو فى الافعال، والحال ان احداً من اهل السنة لم يجوز ارتكاب المنهى منهم عن قصد ولكن بطريق السهو والنسيان ويسمى ذلک زلة.

(شرح فقه الاكبر لملا على قارى ص ۵۶، ۵۹ الانبياء منزهون عن الكبائر والصغائر)

پیدائشی شل ہاتھ تکبیر کے وقت سیدھا ہو کر سر سے اوپر جاتا ہو ایسے امام کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ہاتھ پیدائشی چھوٹا اور شل ہے، تکبیر تحریمہ یعنی رفع یدین کرتے وقت یہ ہاتھ سیدھا ہو کر سر سے اوپر ہو جاتا ہے کیا ایسا شخص امامت کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت اللہ چونگی نمبر ۵ مردان ملاکنڈ روڈ.....۱۲/ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر لوگ اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوں تو اس کی امامت بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ بشرطیکہ قوم میں اس سے اچھا آدمی موجود ہو ورنہ کراہت نہ ہوگی، ویدل علی المسطور ما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم ﴿۲﴾. وھو الموفق

داڑھی مونڈا شافعی، حنبلی یا مالکی اور شیعہ جعفری و غیر جعفری کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شافعی یا حنبلی یا مالکی امام ہو اور داڑھی مونڈواتا ہو عرب ممالک میں اکثر ان مذاہب کے ائمہ داڑھی مونڈواتے ہیں تو ان کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز شیعہ بھی دو قسم کے ہیں جعفری اور غیر جعفری کیا جعفری شیعوں کے پیچھے نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۴/ شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر کوئی حنفی متشرع کے پیچھے اقتدا کرنے سے آپ عاجز ہیں تو شافعی، مالکی اور حنبلی امام

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین الشامی: (قوله ومفلوج وابرص شاع برصه) وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ وکذا من له ید واحدة فتاویٰ صوفیه عن التحفه والظاھر ان العلة النفرة. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۶ جلد ۱ قبیل مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوه باب الامامة)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کے پیچھے اقتدا کیا کرے، اگر چہ داڑھی مونڈا ہو، کیونکہ انفراد سے فاسق امام کے پیچھے اقتدا افضل ہے ﴿۱﴾ (بحر، شامی، ہندیہ) البتہ شیعہ جعفری یا غیر جعفری کے پیچھے اقتدا باطل اور کالعدم ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کا پیشہ موجب تنفیر وتقلیل جماعت ہو اس کی اقتدا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام پر اپنے مقتدیوں کے مردوں کو غسل دینا لازمی ہے، نیز امام عید الاضحیٰ کے دن جملہ مقتدیوں کی قربانیوں کا ذبح بھی کرتے ہیں اور یہ بھی ان پر لازم کیا گیا ہے، یعنی امام سے غاسل اور قصاب کا کام لیا جاتا ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بندہ رحیم اللہ باچا اضاخیل بالا نوشہرہ

الجواب: فقہاء کرام نے ایسے امام کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی ہے اس وجہ سے کلیات کی بنا پر جواب لکھا جاتا ہے، صاحب ہدایہ نے (ص ۴۴ باب الامامۃ) فاسق ، اعمیٰ اور ولد الزنا وغیرہ کی اقتدا کی کراہت تنفیر سے معلل کی ہے فرماتے ہیں، و لان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ انتھی ﴿۳﴾. اور جو امام غسل کا پیشہ اختیار کرتا ہے لوگوں کی نظر میں خفیف نظر آتا ہے لہٰذا ایسے امام کی امامت میں تنفیر ضرور موجود ہوتا ہے ﴿۴﴾ تو کراہت ضرور ہوگی، اور ذبح کرنے میں کوئی ازدراء اور تخفیف نہیں ہے لہٰذا یہ عمل موجب کراہت نہیں ہے بیشک لزوم بلا اجرت ظلم ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ الحصکفی رحمہ اللہ: ویکرہ امامۃ عبد وفاسق واعمیٰ ومبتدع، قال ابن عابدین: افاد ان الصلاۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد.
(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام باب الامامۃ)

﴿۲﴾ قال فی الھندیہ: ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبۃ ومن یقول بخلق القرآن. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ)

﴿۳﴾ (ھدایہ ص ۱۱۰ جلد ۱ باب الامامۃ کتاب الصلاۃ)

﴿۴﴾ قال العلامہ ابن عابدین: علل الکراھۃ بغلبۃ الجھل فیھم وبان فی تقدیمھم تنفیر الجماعۃ. (ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام)

امام مسجد کی توہین وغیرہ مختلف مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) امام مسجد کی توہین کا کیا حکم ہے (۲) مسجد کو چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) بعض لوگوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہم اس امام کے پیچھے اقتدا نہیں کریں گے دوبارہ نماز پڑھیں اور اقتدا کریں تو کیا حکم ہے؟ (۴) اس امام کا مذبوحہ ان لوگوں پر کیسا ہے؟ (۵) قسم کھانے کے باوجود اس امام کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید غلام نبی شاہ پیش امام وخطیب مرکزی مسجد ہزارہ ...۲۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: (۱) امام کی توہین حرام اور موجب ترک جماعت اور ترک مسجد ہے اس سے اجتناب ضروری ہے، قال رسول اللہ ﷺ بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ (مسلم)﴿۱﴾ ۔ (۲) صحت نماز کیلئے مسجد شرط نہیں ہے البتہ مسجد خیر البقاع ہے اس میں جو فضیلت ہے وہ دوسرے مکان میں نہیں ہے﴿۲﴾۔
(۳) یہ لوگ کفارہ دیں گے﴿۳﴾۔ (۴) اگر یہ امام مسلمان ہو تو اس کا ذبیحہ ہر مسلم اور غیر مسلم کیلئے جائز ہے﴿۴﴾۔ (۵) اگر قسم کنندگان کی مراد صرف پنجگانہ نماز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ص ۳۱۷ جلد ۲ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ)

﴿۲﴾ عن ابی امامۃ ... فقال شر البقاع اسواقھا وخیر البقاع مساجدھا رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر. (مشکواۃ المصابیح ص ۷۱ جلد ۱ الفصل الثانی باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: وکفارتہ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم...... وان عجز عنھا کلھا صام ثلاثۃ ایام ولاء.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۶۲ جلد ۳ مطلب کفارۃ الیمین کتاب الایمان)

﴿۴﴾ قال الحصکفی: وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیداً الخ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۰۸ جلد ۵ کتاب الذبائح)

محتاط نابینا حافظ قرآن کی امامت جائز غیر مکروہ ہے

سوال: جناب بزرگوارم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) اکوڑہ خٹک

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں کافی بحث ومباحثہ کے بعد بعض علماء کہتے ہیں کہ نابینا انسان کے پیچھے نماز مکروہ ہے جبکہ بعض غیر مکروہ کہتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا نابینا جو قاری بھی ہو حافظ قرآن بھی ہو اور ایک حد تک تفسیر وترجمہ قرآن بھی جانتا ہو اس کے دو خادم بھی ہوں،طلباء کو کنز الدقائق تک فقہ زبانی سکھاتا ہو مشکواۃ شریف بھی پڑھ چکا ہو،اس کے پاس چار جوڑے کپڑے بھی موجود ہو جو وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا ہو کیا ایسے نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حافظ گل سعادت خان مدرسہ عربیہ معراج العلوم بنوں.....۷/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے محتاط حافظ اعمیٰ کی امامت عوام الناس کیلئے بلاشبہ جائز غیر مکروہ ہے لیکن اگر بینا لوگوں میں اس سے بہتر (اعلم مثلاً) موجود ہو تو اس کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے،**فی الشرح الکبیر ص ۴۳۹ وذکر فی المحیط لا بأس بان یؤم الاعمی والبصیر اولیٰ وفی الانفع ذکر الامام المعروف بخواھر زادہ فی مبسوطه انما یکرہ تقدیم الاعمیٰ اذا کان غیرہ افضل منه وقد ثبت ان النبی علیه السلام استخلف ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمیٰ رواہ ابو داؤد انتھیٰ ما فی شرح الکبیر﴿۱﴾. وھو الموفق**

شیخ الحدیث مفتی اعظم مولانا مفتی (محمد فرید عفی عنہ) مدظلہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

امام کے حقوق،اجرت امامت سے زائل نہیں ہوتے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد کو مقتدی

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۴۷۶ فصل فی الامامة)

حضرات کہتے ہیں کہ ہم تجھے امامت کا عوض اناج وغیرہ یا تنخواہ کی صورت میں دیتے ہیں، لہٰذا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں تو امام کے حقوق اس کے علاوہ کچھ ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ ہزارہ ......۱۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ امامت پر اجرت لینا جائز ہے ﴿۱﴾ اور یہ اجرت احتباس اور پابندی کی عوض ہوتی ہے نہ کہ نفس امامت کی، لہٰذا امام کے حقوق اس سے زائل نہیں ہوں گے۔ وھو الموفق

حرام خور اور سود خور کی اقتدا اور شرکت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (ا) حرام خور اور سود خور کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کی عبادات درست ہیں یا نہیں؟ (۲) سود خور کے ساتھ شریک ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل خان خلیل تہکال پشاور ۷/ ۷/ ۱۳۹۱ھ

الجواب: (ا) حرام خور کی عبادت درست ہے گناہ نیکی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے ﴿۲﴾۔ البتہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳۸ جلد ۵ باب الاجارة الفاسدة مطلب في الاستنجار على الطاعات)

﴿۲﴾ قال الامام اعظم ابو حنيفة: من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها حتى خرج من الدنيا فان الله تعالىٰ لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها ، قال الملا على قارى: وذلك لقوله تعالىٰ ان الله لا يضيع اجر المحسنين وفى آية اخرى ان لله لا يضيع اجر المؤمنين بل يقبلها منه اى بفضله وكرمه الخ.

(شرح فقه الاكبر لملا على قارى ص ۷۸ الطاعات بشروطها مقبولة.

وقال الحافظ عماد الدين ابن كثير: يقول تعالىٰ مخبراً: انه لا يظلم احدا من خلقه يوم القيامة مثقال جبة خردل ولا مثقال ذرة بل يو فيها له ويضاعفها له ان كانت حسنة، ان الله لا يظلم مثقال ذرة وان تک حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه اجراً عظيماً.

(تفسير ابن كثير ص ۴۵۰ جلد ۱ سورة النساء آيت: ۴۰)

اس کی اقتدا مکروہ ہے﴿۱﴾۔(۲) جائز ہے۔ وھو الموفق

تین امام ہونے کی وجہ سے دس دس دن تراویح اور لاؤڈ سپیکر پر نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک مسجد میں تین امام ہیں کیا شرعاً ہر ایک امام دس دس دن تراویح پڑھا سکتا ہے؟ (۲) نمازیوں کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہوتی ہے کیا لاؤڈ سپیکر میں امام نماز پڑھا سکتا ہے؟ (۳) دیہاتی علاقوں میں قریب دو مسجدوں میں جدا جدا لاؤڈ سپیکر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اکبر ازادکشمیر

الجواب: (۱) بالکل پڑھا سکتے ہیں۔ (۲) لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے البتہ بلا ضرورت نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (۳) نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ تصادم آواز اور اشتباہ پڑنے کی صورت میں ممنوع ہے۔ وھو الموفق

داڑھی مونڈے ہوئے کی امامت اور اذان ہونے یا نہ ہونے کی لاعلمی کی صورت میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) پشاور یونیورسٹی کی مسجد میں طلباء امامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ ہاں کوئی امام نہیں ہے عموماً داڑھی والا طالب علم نماز پڑھاتا ہے لیکن جب یہ نہ ہو تو داڑھی مونڈا امامت کراتا ہے، نیز داڑھی والے کی نسبت اگر داڑھی مونڈ ازیادہ عالم

﴿۱﴾ قال ابن نجیم رحمہ اللہ: (قولہ وکرہ امامۃ العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمیٰ وولدالزنا) بیان للشیئین الصحۃ والکراھۃ اما الصحۃ فمبینۃ علی وجود الاھلیۃ للصلاۃ مع اداء الارکان وھما موجودان من غیر نقص فی الشرائط والارکان ومن السنۃ حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر وفی صحیح البخاری ان ابن عمر کانیصلی خلف الحجاج وکفی بہ فاسقا کما قال الشافعی وقال المصنف ان افسق اھل زمانہ.

(البحر الرائق ص۳۴۸ جلد ۱ باب الامامۃ)

ہواوران کوزیادہ مسائل یاد ہوں، اورداڑھی والاکم علم ہو،تواحق بالامامت کون ہے؟(۲)اس صورت میں اگر نماز ہورہی ہواورایک عالم دین درمیان میں آجائے تووہ کیا کرے گا،ان کے ساتھ نماز پڑھے گایا اکیلا؟(۳) اگراذان کاعلم نہیں، کہ ہوئی ہے یانہیں اور جماعت ہوجائے اس کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:شفیق الرحمٰن پشاور یونیورسٹی......۵/اگست ۱۹۷۹ء

الجواب: (۱)داڑھی مونڈا جب داڑھی والے کی نسبت زیادہ اعلم بمسائل الصلوٰۃ ہوتووہ احق بالامامت ہوگا﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار) ۔(۲)انفراد سے اقتدا بالفاسق افضل ہے﴿۲﴾ (البحر، هندیه، ردالمحتار)۔(۳)یہ نماز باوجودخلاف سنت ہونے کے درست ہے۔﴿۳﴾۔فقط

امامت کوذلیل پیشہ کہنے والے کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے کہا کہ امامت ذلیل پیشہ ہےاورذلت ہے بعدازاں وہ زیدامامت بھی کرنے لگا،کیااس کی امامت درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:قاری محمدفریدمدرسہ معارف القرآن حنفیہ مرکزی جامع مسجد مانسہرہ

﴿۱﴾ قال الحصکفی: والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قد رفرض وقیل واجب وقیل سنة، قال ابن عابدین: وعبارة الکافی وغیره الاعلم بالسنة اولیٰ الا ان یطعن علیه فی دینه لا الناس لا یرغبون فی الاقتداء به. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال العلامه ابن عابدین: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.

(الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة فی امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: اذا صلیٰ فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعا. (ردالمحتار علی الدرالمختار ص ۴۰۸ جلد ۱ باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

الجواب: زید کی اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔(۱) کہ عوام امامت کے پیشہ کو ذلیل سمجھتے ہیں اس مفہوم کی وجہ سے زید پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اندریں زمانہ لوگ جہالت کی وجہ سے امامت کے پیشہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس کا گناہ لوگوں پر ہوگا﴿۱﴾۔(۲) اور اگر خود زید کا بھی یہی عندیہ ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے﴿۲﴾اس سے زید تائب ہو جائے تو امامت کر سکتا ہے۔وھو الموفق

امام کا استعفیٰ دیئے بغیر دوسرے کا جبراً قبضہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام نے استعفیٰ نہیں دیا ہو اور اس کی جگہ دوسرا امام جبراً قبضہ کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو سابقہ امام کے خلاف اکساتا ہے تو کیا اس دوسرے امام کے پیچھے اقتداء شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۱/۱۶

الجواب: امام الحیّ کے حضور میں دوسرے شخص کی امامت مکروہ ہے جبکہ بلا اذن ہو،قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ﴿۳﴾ وفی الدرالمختار ، واعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرہ مطلقا الخ﴿۴﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وثبوتها بار کعوا مع الراکعین ومن حکمها نظام الالفة وتعلم الجاهل من العالم هی افضل من الاذان عندنا فاخترت الامامة ، قال ابن عابدین ، قلت ومفادہ انها افضل من الاقتداء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۴۰۸ جلد۱ قبیل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه ملا علی قاری: من استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ مما یعظم فی الشرع کفر. (شرح فقه الاکبر لملا علی قاری ص۱۶۷ فصل فی القرأة والصلاة)

﴿۳﴾ عن ابی مسعود رواہ مسلم وفی روایة له ولا یؤمن الرجل الرجل فی اهله. (مشکواة المصابیح ص۱۰۰ جلد۱ باب الامامة الفصل الاول)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۴۱۳ جلد۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

نابینا عالم دین حافظ وقاری کی امامت بلا کراہیت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک نابینا حافظ اور قاری ہے مزید یہ کہ عالم وفاضل دیوبند ہے اور حق گو ومتقی بھی ہے، یہ عالم رمضان شریف میں تراویح پڑھاتا ہے اور کبھی کبھی صبح وعشاء کی نمازوں میں بھی امامت کرتا ہے کیا نابینا کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد ابراہیم شاہ حسن خیل بنوں ۔۔۔۔۱۹۹۱ء/۱/۱۴

الجواب: ایسے نابینا کے پیچھے اقتدا کرنا بلا کراہیت درست ہے، خواہ فرائض میں ہو یا تراویح میں، کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ۱ باب الامامة)ویکره تنزيهاً امامة عبد وفاسق واعمى ونحوه الاعشى نهر الا ان يكون غير الفاسق اعلم القوم فهو اولىٰ (وفی ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ۱ باب الامامة) تبع في ذلك صاحب البحر حيث قال قيد كراهة الاعمىٰ في المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولىٰ ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام کی تقرری میں اکثریت کی رائے معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عموماً ائمہ مساجد بغیر تنخواہ کے فرائض امامت ادا کرتے ہیں، امام کے معزولی اور تقرری میں اہل محلہ کی رائے معتبر ہوتی ہے اب ہمارے امام نے خود بخود امامت سے مجبوری ظاہر کی ہے، اسلئے اہل محلہ نے دوسرا امام مقرر کردیا، جس پر فریقین بن گئے ایک فرقہ نے اس تقرری پر اعتراض کیا اسی وجہ سے اب کوئی امام مقرر نہیں ہے ایک فرقہ اکثریت رکھتا ہے جبکہ دوسری پارٹی اقلیت میں ہے اب کس کی رائے معتبر ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین افضل فلور ملز شینہ باغ خورد کیمبلپور ۱۹۷۲/۲/۱۶

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: اکثر کا فیصلہ منظور کیا جائے گا، فی الدر المختار او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم (ھامش الدر ص ۵۲۲ جلد ۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

بلا ثبوت شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہت اقتدا کا حکم نہیں دیا جاسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے شرعی فیصلہ کیلئے مسمیٰ فلان اور مولوی فلاں سکنہ بیگوخیل کو ثالثان شرعی متعین کئے، فریقین سے بیان لینے کے بعد شرعی فیصلہ سنایا تو ایک فریق کو یہ فیصلہ ناجائز معلوم ہوا، تو ثالثان سے کہہ کر فیصلہ رد کر دیا، مگر ثالثان نے کہا کہ اگر ہمارے فیصلہ کے خلاف تم لوگوں نے غلطی کا کوئی ثبوت پیش کیا تو ہم تسلیم کریں گے پھر ہم نے حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فتویٰ نمبر ۹۹۲ د طلب کیا تو اس میں ان کے فیصلہ کے خلاف ثبوت پیش ہوا ہم نے وہ فتوے پیش کئے تو انہوں نے انکار کیا اور اپنے غلط فیصلے پر ثابت قدم رہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ میں رشوت لی ہے اور جو آدمی ہمارے درمیان پھرتا تھا انہوں نے ہمیں یقین سے کہا ہے کہ انہوں نے رشوت لی ہے، کیا ایسے ثالثوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اجمل خان سکنہ بیگوخیل لکی مروت ۱۹۷۲ء/۶/۶

الجواب: محترم! واضح رہے کہ بغیر ثبوت شرعی کے ہم صرف اس الزام کی وجہ سے کراہت اقتدا کا فتویٰ نہیں دے سکتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الایة)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (سورة الحجرات پارہ: ۲۶ آیت: ۱۲ رکوع ۱۴)

غلط خوان کے پیچھے درست خوان کی اقتدا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص صحیح طور پر قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا، مثلاً الفراش المبثوث کی بجائے الفراخ المبثوت پڑھتا ہے، اس کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو امامت کرانے کا حق ہے یا نہیں، باوجودیکہ دوسرے جید علماء بھی موجود ہوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: الفراش کو الفراخ پڑھنے والے کے پیچھے درست خوان کی اقتدا درست نہیں ہے،

کما فی الدر المختار ولا غیر الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح و کذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف (هامش الرد ص ۵۴۴، ۵۴۵ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ مطلب فی الالثغ باب الامامة)

فصل فی من تصح امامته ومن لا تصح

وتر کو ایک رکعت اور مصحف سے پڑھنے والے کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کو ایک رکعت پڑھنے والوں کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز مصحف سے پڑھنے والے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تختہ خان سعودی عرب.....۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: وتر کو ایک رکعت پڑھنے والے ائمہ کے پیچھے اقتدا نہ کریں ﴿۱﴾ اور مصحف سے پڑھنے والے امام کے پیچھے اقتدا بھی خلاف احتیاط ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وصحح الشارح الزیلعی انه لا یجوز اقتدا الحنفی بمن یسلم من الرکعتین فی الوتر وجوزہ ابوبکر الرازی ویصلی معه بقیة الوتر ویخالفه ما ذکر فی الارشاد من انه لا یجوز الاقتدا فی الوتر بالشافعی باجماع اصحابنا لانه اقتداء المفترض بالمتنفل فانه یفید عدم الصحة فصل او وصل.... فی فتح القدیر بما ذکرہ فی التجنیس وغیرہ من ان الفرض لایتأدی بنیة النفل ویجوز عکسه فعلی هذا ینبغی ان لایجوز وتر الحنفی اقتداء بوتر الشافعی بناء علی انه لم یصح شروعه فی الوتر لانه بنیته ایاہ انما نوی النفل الذی هو الوتر فلا یتأدی الواجب بنیة الواجب الخ.

(البحر الرائق ص ۳۹ جلد ۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: ویفسدها قراءته من مصحف عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وقالا یفسدله ان حمل المصحف وتقلیب الاوراق والنظر فیه عمل کثیر وللصلاة عنه بدو علی هذا لو کان موضوعا بین یدیه علیٰ رحل وهو لا یحمل ولا یقلب اوقرأ المکتوب فی المحراب لا تفسد ولان التلقن من المصحف تعلم لیس من اعمال الصلاة وهذا یوجب التسویة بین المحمول وغیرہ فتفسد بکل حال وهو الصحیح هکذا فی الکافی. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۰۱ جلد ۱ الفصل الاول فیما یفسدها الباب السابع فیما یفسد الصلاة ومایکرہ فیها)

حقہ اور سگریٹ پینے والے کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام حقہ یا سگریٹ پیتا ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عابد محمود حمیدی اٹک.....۱۹۸۴ء/۱۰/۳۰

الجواب: پیاز، لہسن اور تمباکو خوروں کا حکم یکساں ہے ان کے کھانے والوں کے پیچھے اقتدا کرنے میں کراہت نہیں ہے، البتہ بدبو کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ بدبودار آدمی کیلئے مسجد جانا مکروہ تحریمی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله واکل نحو ثوم) ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علت النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ولا یختص بمسجده علیه الصلاة والسلام بل الکل سواء لروایة مساجدنا بالجمع خلافا لمن شذ ویلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا وغیره وانما خص الثوم هنا بالذکر وفی غیره ایضا بالبصل ولکراث لکثرة اکلهم لها وکذلک الحق بعضهم بذلک من بفیه بخر اوبه جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولی بالالحاق وقال سحنون لا اری الجمعة علیهما واحتج بالحدیث والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانه وبه افتی ابن عمر وهو اصل فی نفی کل من یتاذی به ولا یبعد ان یعذر المعذور باکل ماله ریح کریهة لما فی صحیح ابن حبان عن المغیرة بن شعبة قال انتهیت الی رسول الله ﷺ فوجد منی ریح الثوم فقال من اکل الثوم فاخذت یده فادخلتها فوجد صدری معصوبا فقال ان لک عذرا وفی روایة الطبرانی فی الاوسط اشتکیت صدری فاکلته وفیه فلم یعنفه ﷺ وقوله ﷺ ولیقعد فی بیته صریح فی ان اکل هذه الاشیاء عذر فی التخلف عن الجماعة وایضا هنا علتان اذی المسلمین واذی الملائکة فبالنظر الی الاولی یعذر فی ترک الجماعة وحضور المسجد وبالنظر الی الثانیة یعذر (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دیوارِ مسجد سے ''یا محمد'' مٹانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی دیوار پر اوقات نماز کا بورڈ لگا ہوا ہے جس کے اوپر دائیں جانب ''یا اللہ'' اور بائیں جانب ''یا محمد'' لکھا ہوا ہے ایک شخص نے بائیں جانب سے ''یا محمد'' کو جلا کر مٹا دیا ہے کیا یہ شخص اہانت کا مرتکب نہیں ہوا ہے؟ کیا ایسا شخص امامت کر سکتا ہے؟ کیا اس کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمٰن.....۱۹۷۵ء/۲/۱۱

الجواب: پیغمبر ﷺ کا نام نہایت قابل احترام اور واجب الاحترام ہے، **ولهذا لا يجوز لف شئ في الكواغذ التي فيها اسم الله تعالىٰ او اسم النبي ﷺ (كما في الهنديه ص ۳۵۷ جلد ۵)** ﴿۱﴾. اور اہل بدع کے شعار کا مٹانا جہاد موجب ثواب ہے، **ولهذا قطع الصحابة رضي الله عنهم بعض الاشجار** ﴿۲﴾ پس اگر اس نے اس لفظ مبارک کو اس وجہ سے جلایا

(بقيه حاشيه) في ترك حضور المسجد ولو كان وحده، ملخصا اقول كونه يعذر بذلك ينبغي تقييد بما اذا اكل ذلك بعذر او اكل ناسيا قرب دخول وقت الصلاة لئلا يكون مباشرا لما يقطعه عن الجماعة بصنعه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ قبيل باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ وفي الهنديه: ولا يجوز لف شئ في كاغذ فيه مكتوب من الفقه وفي الكلام الاولى ان لا يفعل وفي كتب الطب يجوز ولو كان فيه اسم الله تعالىٰ او اسم النبي ﷺ يجوز محوه ليلف فيه شئ كذافي القنية. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۳۲۲ جلد ۵ الباب الخامس في اداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب الخ)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد ادريس الكاندهلوى: بعض روایات وتاریخی نقول سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ لوگ اس درخت (اذيبا عون تحت الشجرة) کی تعظیم وتکریم کرنے لگے اور وہاں آ کر نفلیں بھی پڑھتے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم فرمایا اس اندیشہ سے کہ کہیں اس درخت کی پرستش نہ ہونے لگے۔ (تفسير معارف القرآن ص ۲۶۹ جلد ۷ سورة الفتح آيت: ۱۸)

ہو کہ عوام فساد اعتقاد سے بچیں تو اس کا یہ جذبہ درست ہے، لیکن یہ عمل اس کا غلط اور بے ادبی ہے، یہ نجدیت کا کام ہے، حنفیت کا کام نہیں ہے بہر حال یہ شخص بے ادب با ایمان ہے اگر نادم نہ ہوتو اس کے پیچھے اقتدا نہ کی جائے البتہ نماز اور جماعت سے اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ وھو الموفق

اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والی کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں دو شخص ہیں جن میں سے ایک صوم وصلاۃ کا پابند ہے جبکہ دوسرے میں یہ برائیاں پائی جاتی ہیں۔ (۱) اغوا کرنا اور کرانا (۲) زنا کرنا اور کرنے میں مدد دینا (۳) نکاح پر نکاح پڑھانا (۴) جھوٹی گواہی دینا (۵) جھوٹی قسمیں کھانا (۶) کباڑ مال مسجد سے غائب کرنا۔ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو مسجد میں آتا ہے باقی سارا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان میں آکر مسجد پر قبضہ کرتا ہے، لوگ اسے کہتے ہیں کہ ہماری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی لیکن وہ بضد ہے، نتیجۃً مجبوراً لوگ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جاوید اقبال کوٹ دھمیک جہلم

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس برے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، کمافی شرح الکبیر (ص ۴۳۸) ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم ﴿۱﴾ البتہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا بہتر ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ قولہ فضل الجماعۃ افاد ان الصلوٰۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ الحلبی: کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ (الشرح الکبیر ص ۵۷۴ فصل فی الامامۃ)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ باب الامامۃ قبیل مطلب فی امامۃ الامرد)

نکاح پر نکاح کرانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو امام مسجد اور خطیب ہے نکاح پر نکاح کر دیا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف خان......۱۹۷۴ء/۱۱/۳۰

الجواب: برتقدیر صدق اگر اس خطیب نے یہ کام دیدہ دانستہ طور سے کیا ہو تو تعاون علی المعصیة ﴿۱﴾ کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا، اور صالحین کی اقتدا کا لائق نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نماز کی صحت وفساد سے ناواقف اور جوان بیٹی کو بے پردہ اور بلا نکاح رکھنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا امام جو نماز کی صحت وفساد سے ناواقف ہو جس کی اہلیہ اور جوان بیٹی کھیتوں میں بے پردہ گھاس وغیرہ کیلئے پھرتی ہوں اور بیٹی کو بلا عقد و نکاح گھر میں پالتا ہو، تاکہ مال منڈی کی طرح نکاح میں زیادہ رقم حاصل کرے، کیا اس امام کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسین احمد

الجواب: اگر اس امام کے مقتدی بھی ان جرائم میں مبتلا ہوں تو کراہیت نماز نہیں ہے اور اگر مقتدیوں میں اس سے بہتر شخص موجود ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے، یدل علیه مافی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ فالحاصل انه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيه (الى ان قال) وينبغى ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة ﴿۳﴾. فقط

﴿۱﴾ قال الله تعالىٰ، ولا تعاونوا على الاثم والعدوان . (سورة المائدة پاره: ۶ رکوع ۱ آیت: ۲)

﴿۲﴾ قال الحصكفى رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق. (درمختار ص ۴۱۴ باب الامامة)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بدکرداراور مفعول کی امامت کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام مسجد بن گیا ہے جو کہ ظاہراً مفعول ہے اوراس بدکرداری میں مشہور ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ سات آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ان میں سے ایک فاعل ہے اور دوسرا مفعول، یہ حدیث شریف تنبیہ الغافلین کے باب حق الجار میں موجود ہے تو کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن بازارگئی صوابی ۱۹۸۷ء/۹/۱۶

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے﴿۱﴾ لکونه فاسقا ولا تجب الاعادة ﴿۲﴾ اور بہرحال التائب من الذنب کمن لا ذنب له ﴿۳﴾ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ وهو الموفق

مرہونہ پر نفع لینے والے کی اقتدا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو پیش امام مرہونہ سے نفع لیتا ہو اس کی اقتدا جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان مقام مسجبور مانسہرہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق واعمى ومبتدع. قال ابن عابدين: (قوله اى غير الفاسق) تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ قال فى ردالمحتار فيكره لهم التقدم ويكره الاقتداء بهم تنزيهاً فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولىٰ من الانفراد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبيل مطب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان الخ. (مشكواة المصابيح ص ۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)

الجواب: چونکہ مرہونہ سے نفع لینا ناجائز اور رباء ہے، لان کل قرض جر نفعا فهو ربوا، هو لفظ الحديث و كذا حاصل الحديث﴿۱﴾ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا (جنازہ وغیرہ میں) مکروہ تحریمی ہے﴿۲﴾ لیکن بشرطیکہ قوم کا حال اس امام سے بدتر نہ ہو ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، يشير اليه كلام البحر وينبغی ان يكون محل كراهة الاقتدا بهم عند وجود غيرهم (ص ۳۴۹ جلد ۱)﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كل قرض جر منفعة فهو ربا رواه الحارث بن ابی اسامة واسناده ساقط وله شاهد ضعيف عن فضالة بن عبيد عند البيهقی وآخر موقوف عن عبد الله بن سلام عند البخاری.

(بلوغ المرام من ادلة الاحكام ص ۲۸۲ رقم حديث: ۸۱۲)

ورواه ابن ابی شيبة فی مصنفه حدثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال كانوا يكرهون كل قرض جر منفعة. (فتح القدير ص ۳۵۲ جلد ۶ قبيل كتاب ادب القاضی)

وفی امداد الفتاویٰ رساله كشف الدجیٰ: ومما يدل علی عدم حل القرض الذی يجر الی المقرض نفعا ما اخرجه البيهقی فی المعرفة عن فضالة بن عبيد موقوفا بلفظ كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا ورواه فی السنن الكبری عن ابن مسعود وابی بن كعب وعبد الله بن سلام وابن عباس موقوفا عليهم (ص ۹۹) وايضا قال فی (ص ۲۱۵) وقال ﷺ كل قرض جر منفعة فهو ربا وهو حديث حسن لغيره صرح به العزيزی فی شرح الجامع الصغير (ص ۸۴۷ جلد ۳).

(امداد الفتاویٰ ص ۲۱۵، ۲۷۰ جلد ۳ كشف الدجیٰ عن وجه الربوا)

﴿۲﴾ قال الشامی: قوله (ويكره امامة عبد وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامه ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربا ونحو ذلک كذا فی البرجندی.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی مونڈوانے کا کیا حکم ہے اور ایک مشت رکھنا واجب یا سنت ہے؟ اور جو شخص ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرشید جھنگ......۳۱/۶/۱۳۹۷ھ

الجواب: ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے البتہ اس کے وجوب سنت وحدیث سے ثابت ہے، کما صرح به شیخ عبد الحق محدث الدهلوی ﴿۱﴾، اس کا مونڈوانے والا فاسق ہے اور کتروانے والا نیز فاسق ہے جبکہ علی قصد الدوام ہو، کما فی تنقیح الفتاویٰ ﴿۲﴾ اور فاسق کی اقتدا مکروہ ہے البتہ انفراد سے افضل ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (اشعة للمعات شرح مشکواۃ باب الترجل الفصل الاول)

وقال الملا علی قاری: وقد اختلفوا فیما طال من اللحیة فقیل ان قبض الرجل علی لحیته واخذ ماتحت القبضة ولا بأس به وقد فعله ابن عمر رضی الله عنه وجماعة من التابعین واستحسنه الشعبی وابن سیرین وکره الحسن وقتادة ومن تبعها وقالوا ترکها عافیة احب منه لکن الظاهر هو الاول. (نفع قوت المغتذی علی هامش سنن ترمذی ص ۱۰۰ جلد ۲)(وھکذا فی مرقاۃ المفاتیح ص ۲۹۸ جلد ۸ باب الترجل الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامه محمدامین: ان الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهنود ومجوس الاعاجم.
(تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لایباح الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

دس سالہ لڑکے کی امامت باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دس سالہ لڑکا ہے پانچ پارے تک قرآن پڑھا ہے اس کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رئیس خان شاہ کوٹ پبی نوشہرہ ۔۔۔ ۲ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ بالغ کا نابالغ امام کے پیچھے اقتدا باطل ہے ﴿۱﴾ لحدیث الامام ضامن ﴿۲﴾ ولحدیث انما جعل الامام لیوتم به ﴿۳﴾. وھو الموفق

داڑھی مونڈے حافظ قرآن کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قرآن داڑھی مونڈواتا ہو یا کترواتا ہو اور مسنون داڑھی نہ رکھتا ہو اس کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۔۔۔ ۱۹۷۷.۹.۲۳

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفی: ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازة ونفل علی الاصح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۲۷ جلد ۱ مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی)

﴿۲﴾ عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم ارشد الائمة واغفر للمؤذنين.

(جامع ترمذی ص ۲۹ جلد ۱ باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن)

﴿۳﴾ عن عائشة ام المومنين انها قالت صلی رسول الله ﷺ فی بيته وهو شاک فصلی جالساً وصلی وراءه قوم قياما فاشار اليهم ان اجلسوا فلما انصرف قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركع فاركعوا الخ

(الصحيح البخاری ص ۹۵ جلد ۱ باب انما جعل الامام ليوتم به الخ. كتاب الاذان)

الجواب: مسنون داڑھی نہ رکھنے والے امام کے پیچھے نیک آدمیوں کی موجودگی میں اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لکونه فاسقا کما فی تنقیح الفتاوی ص ۳۵۱ جلد ۱ ان الاخذ من اللحية وهی دون القبضة کما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احدو اخذ كلها فعل اليهود والهنود ومجوس الاعاجم اه فحيث ادمن على فعل هذا المحرم يفسق (۱) وفی شرح الكبير ص ۴۷۹ کراهة تقديمه کراهة تحريم (۲) وفی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وينبغی ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة (۳)، مختصر یہ کہ ایسے حافظ کو امام نہ بنایا جائے یہ اقتدا ختم القرآن نہ کرنے سے بدتر ہے۔ وهو الموفق

داڑھی کو قبضہ سے کم کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع بوتری ہری پور کے پیش امام نے داڑھی رکھی ہوئی ہے لیکن اس قدر کترواتا ہے کہ مختص نام کی داڑھی ہے جیسا کہ حجام سے چھ، سات دن تک حجامت نہ کروایا ہو، تو کیا ایسا امام جس کو داڑھی کا تقدس اور سنت رسول ﷺ کا احترام نہ ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی میر اکبر ہری پور ۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لان الاخذ مادون القبضة حرام ومفسق كما فی تنقيح الفتاوىٰ الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ ان الاخذ من اللحية وهی دون القبضة كما يفعله البعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود

(۱) تنقيح الفتاوىٰ الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لا يباح الاخذ من اللحية وهی دون القبضة)

(۲) غنية المستملی شرح منية المصلی ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

(۳) (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الهنود ومجوس الاعاجهم فحیث اد من علی فعل هذا المحرم یفسق﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مدرسہ فتح پوری دہلی کا فارغ التحصیل ہے لیکن اس کی داڑھی سنت کے موافق نہیں ہے اور پینتالیس سال سے عیسائی مشنری میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے، نیز مقتدیوں سے بداخلاقی بھی کرتا ہے شعائر دین کا لحاظ نہیں رکھتا، ایسے امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم حمام گلی صدر روڈ پشاور ۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بشرط صدق و ثبوت ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لفسقه کما فی شهادات تنقیح الفتاوی الحامدیه ﴿۲﴾ البتہ اگر قوم کی دینی حالت اس سے بدتر ہو تو یہ امام اندھوں میں کانا ہے تو کراہت نہیں ہے. کما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عن وجود غیرهم والا فلا کراهة ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مسجد میں فوٹو بنوانے سے منع نہ کرنے والے امام کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نکاح کے وقت فوٹو لینا کیسا ہے؟ نیز اس امام کی امامت کا کیا حکم ہوگا کہ باوجود حاضر مجلس ہونے کے منع نہ کرے کیا اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج الدین حقانی خطیب ڈومیل ضلع جہلم ۱۹۸۶ء/۸/۱۰

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لا یباح الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد امین: ان الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهنود ومجوس الاعاجم.
(تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لا یباح الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: مساجد اور بازار منکرات سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ لوگ اہل ورع پر غالب ہیں لہٰذا امام مجبور ہوگا، ہاں نهی عن المنکر کا فریضہ اپنی جگہ لازم ہے، فوٹو کی حرمت عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے ﴿۱﴾ تاہم اس امام کی اقتدا درست ہے (بحر الرائق) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں سربلند پورہ کے خطیب دو فریقوں کا ثالث مقرر ہوا، لالچ کی وجہ سے شرعی فیصلہ کی بجائے غیر شرعی فیصلہ کیا اور لوگوں کو ظاہر کیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے حالانکہ وہ دھوکہ اور فراڈ تھا، جب اس فیصلہ کو قاضی نام سرور آف بڈنی کو پیش کیا گیا تو یہ ثالث اپنے فراڈ (دھوکہ) کی وجہ سے حاضر ہونے سے انکاری ہوا اور حاضری نہیں دی، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سفید گل سربلند پورہ پشاور ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں حصص شرعی معلوم اور متعین ہیں اور فائل میں تحریر شدہ ہیں تو اگر اس مصالح خطیب نے بلا رضامندی طرفین یہ فیصلہ کیا ہو تو فیصلہ نامنظور اور کالعدم ہے اور فراڈ کرنے کی صورت میں نیک لوگوں کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اشد الناس عذابا عند الله المصورون. (مشكواة المصابيح ص ۳۸۵ جلد ۲ باب التصاوير الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة كما لا يخفى.
(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحلبي: كذا في فتاوى الحجة وفيه اشارة الى انهم قدموا فاسقا ياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير ص ۵۱۴ فصل في الامامة)

مغصوبہ زمین مزارعت پر لینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک صاحب جائیداد کافی عرصہ سے مفلوج ہے گاؤں کو چھوڑ کر بیوی کے رشتہ داروں کے ہاں سکونت پذیر ہے، اس کی جائیداد پر بڑے بیٹے نے قبضہ کیا ہے، باپ اس پر سخت ناراض ہے اور کہتا ہے کہ اس کا بیٹا اور اس کے زیرنگرانی سارے کاشتکار اس کی زمین میں تصرف نہ کریں، باپ نے احتجاجاً کافی عرصہ سے زمین کے محصولات لینے سے بھی انکار کیا ہے اور سرکار کے ہاں مقدمہ بھی دائر کیا ہے۔ ان کاشتکاروں میں ایک مولوی صاحب نے بھی زمین مزارعت پر لی ہے اس پر ایک مقتدی اعتراض کرتا ہے کہ وہ خان صاحب کی مرضی کے بغیر قابض بیٹے کے زیرنگرانی جو کاشتکاری کر رہا ہے از روئے شرع ناجائز ہے اور اس جرم کا مرتکب نماز پڑھانے کا اہل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ واقعی اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیق حقانی لیکچرر فیڈرل گورنمنٹ بوائز کالج پشاور ۳۱/۷/۱۹۸۴ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس زمین میں بلا اجازت تصرف کنندگان غصب اور ظلم کے مرتکب ہیں، قال رسول اللہ ﷺ لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه رواه البیهقی فی شعب الایمان (۱) وفی شرح المجلہ ص ۶۱ جلد ۲ لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیره الا باذنه۔ واضح رہے کہ جس امام کی دینی حالت مقتدیوں سے بدتر ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، یدل علیه مافی امامة البحر (۲)۔ وهو الموفق

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۵ جلد ۱ باب الغصب والعاریۃ الفصل الثانی)

(۲) قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفی۔

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بہتان لگانے والے کی اقتدا نہ کی جائے

سوال: محترم مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ... السلام علیکم: عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک نئے مولوی صاحب آئے ہیں دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ (مولانا) اشرف علی (تھانوی رحمہ اللہ) کی ایک کتاب ''ملفوظات یومیہ'' ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا کیسا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''آدمی سارا ہی ماں کے بیچ ہوتا ہے جس کا تھوڑا سا حصہ بیچ داخل ہو جائے تو کیا حرج ہے'' تو میں نے مولوی صاحب سے اس بات پر احتجاج کیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''اس کنجر نے تو حضور ﷺ کی بھی توہین کی ہے'' ان کے کنجر کہنے پر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ آپ نے اشرف علی صاحب کو جو (کنجر) کہا ہے میرے خیال میں آپ خود ہی ہے. مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں کتاب اور تحریر آپ کو دکھاؤں گا، مگر ابھی تک نہیں دکھائی ہے کیا اس مولوی کے پیچھے میری نماز ہوتی ہے کیا اس کو امام رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض بیروٹ راولپنڈی ... رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

الجواب: ہم مولوی صاحب کے بہت ممنون ہوں گے اگر انہوں نے یہ کتاب اور حوالہ دکھایا، اور اس کے بعد ہم تحقیقی جواب لکھنے پر قادر ہوں گے اس سے پہلے ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ " سبحانک ھذا بھتان عظیم" ﴿۱﴾ اور یا یہ کہیں گے کہ حضرت کے ملفوظات اور مواعظ میں ایسے مضامین جن میں مدعیان عقل کے غرائب اور ان کی تردید ہوتی ہے تو شاید مولوی صاحب نے تحریف کیا ہے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ایک شخص بولے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں. لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ ﴿۲﴾ وغیرہ ذلک، تو یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

﴿۱﴾ (سورۃ النور پارہ:۱۸ رکوع:۸ آیت:۱۶)

﴿۲﴾ (سورۃ حٰم سجدہ پارہ:۲۴ رکوع۱۸ آیت۲۶)

لیکن مرام نہیں ہے بہر حال ایسے خبیث کے پیچھے اقتدا نہ کیا کریں ﴿۱﴾ ایک صحیح العقیدہ امام کے پیچھے اقتدا کیا کریں اور آپ نے جو جواب دیا ہے بغض فی اللہ کی وجہ سے ہے ایسا شخص قابل عزل واہانت ہے اگر معاملہ یہی ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کے بالغ لڑکیاں گلیوں میں پھرتی ہوں ان کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کے دو بالغ لڑکیاں ہیں جو دسویں اور چھٹی میں تعلیم حاصل کرتے ہیں گلیوں میں پھرتی ہیں اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ لڑکیوں کو خطبہ (پیغام نکاح) آنے تو نکاح پر دیا کرے لیکن اس امام نے ایک خطبہ کو رد بھی کیا ہے کیا ایسے امام کی اقتدا ہو جائے گی یا انفرادی نماز پڑھیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی حسین احمد سرگودھا ...۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: انفرادا نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے اقتدا افضل ہے خصوصاً جبکہ امام کی دینی حالت بنسبت قوم کی اچھی ہو، کما فی شرح التنویر صل خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة وفی ردالمحتار ص ۳۵۲ جلد ۱ افاد ان الصلوٰۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر. (الجامع الصحیح للمسلم ص ۵۸ جلد ۱ کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمہ بانہ لا یھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانہ لا یؤمن ان یصلی بھم بغیر طھارة فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفہ اصلا عند مالک وروایة عن احمد. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۰۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

حیات النبی ﷺ نہ ماننے والے اور روایات درود کو ضعیف کہنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف رکھتا ہے اور درود شریف کی روایات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں وہ روایات جن میں آنحضور ﷺ تک صلوٰۃ وسلام کے ایصال کا ذکر فرمایا گیا ہے ایسے امام کو مقرر کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمنان چیف کمیسٹ منگورہ سوات

الجواب: بظاہر یہ شخص سلفی اور نجدی معلوم ہوتا ہے پس اگر یہ حقیقت ہو تو ایسے شخص کو باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ ہے ﴿۱﴾، لکونہ مبتدعا خارجیا شدیداً علی المسلمین رحیما علی الکفار مبیحا لقتل اھل الاسلام وتارکاً لقتل اھل الاوثان وفق قول الصادق المصدوق ﷺ (رواہ البخاری). وھو الموفق

عاق کے پیچھے اقتدا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب جو ہمارا پیش امام ہے اپنے والد سے لڑ پڑا، والد نے بیک وقت طلاق ثلاثہ ذالدین کہ یہ بیٹا مجھ سے عاق ہے کیا اب اس عاق شدہ امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر ظہور محمد واڑی ضلع دیر ۔۔۔۔ ۱۹۸۴ء/ ۳۱/۸

﴿۱﴾ ویکرہ امامة مبتدع ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبھة وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بھا حتی الخوارج الذین یستحلون دماء نا واموالنا الخ.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

الجواب: عاق کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے﴿۱﴾لیکن اس کے پیچھے اقتدا انفراد سے افضل ہے (شامی وغیرہ)﴿۲﴾۔وهو الموفق

بریلوی فرقہ کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس علاقے میں رہائش پذیر ہوں وہاں بریلویوں کی مسجد ہے کوشش کے باوجود بعض باجماعت نمازیں چھوٹ جاتی ہیں کیونکہ ہمارے اپنے مسلک کی مسجد کچھ دور واقع ہے بریلویوں کے غلط عقائد تو کسی پر مخفی نہیں ہیں کیا ہم ان کے پیچھے اقتدا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مجید الحسن اسلام آباد......۱۹۹۰ء/۹/۶

الجواب: اکیلے نماز پڑھنے سے فاسق وبدعتی کی اقتدا میں نماز پڑھنا بہتر ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

بریلوی فرقہ کی اقتدا پر دوبارہ استفسار

سوال: جواب موصول ہوا لیکن ایک خدشہ پھر بھی رہ گیا وہ یہ کہ اگر عقائد مشرکانہ ہوں مثلاً غیر

﴿۱﴾ لان العقوق من الکبائر وفی الحدیث عن عبد الله بن عمر و قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین الخ.

(مشکواة المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة قال ابن عابدین (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص۴۱۵ جلد۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص۴۱۵ جلد۱ مطلب فی امامة الامرد)

اللہ کو عالم الغیب حاضر وناظر، حاجت روا مشکل کشا سمجھنا تو پھر کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مجید الحسن اسلام آباد

الجواب: اس خاص فرقہ کے واعظین اور مقررین شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اور عوام کو شرک میں مبتلا کرتے ہیں لیکن اس فرقہ کے علماء غالبی طور سے مؤولین ہوتے ہیں مثلاً یہ مانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بشر ہے لیکن اس کو بشر نہیں کہتے، بلکہ نور ہیں اور کہتے ہیں کہ علم کلی سے جب مراد استغراق حقیقی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور پیغمبر علیہ السلام کیلئے وہ علم کلی ثابت ہے، جس میں استغراق عرفی موجود ہے، کما فی قولہ تعالیٰ اوتیت من کل شیٔ ﴿۱﴾ واتینہ من کل شیٔ سبباً ﴿۲﴾ وفی قولہ علیہ السلام فتجلی لی کل شیٔ ای قدر یلیق بالملک والرسول، اور حاضر وناظر کو مہملہ قرار دیتے ہیں نہ کہ محصورہ للاحتیاط والتنزہ. وھو الموفق

گالی گلوچ اور برا بھلا کہنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام ہے جو غریب اور غیر شادی شدہ ہے نیز گالی گلوچ استعمال کرنے اور برا بھلا کہنے والے ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محی الدین مانسہرہ...... ۱۹۷۸ء/۱۰/۱۲

الجواب: جب امام کی حالت بنسبت قوم کے بہتر ہو تو اس کی امامت میں کراہت نہیں ہے کیونکہ آندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، کما یشیر الیہ کلام البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عندوجود غیرھم ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (پارہ۱۹ سورۃالنمل: آیت:۲۳)
﴿۲﴾ (پارہ:۱۶ سورۃ الکھف آیت: ۸۴)
﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامۃ)

منشیات کے عادی کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص منشیات کا عادی ہے چرس وغیرہ کا نشہ کرتا ہے اور یہ شخص سنت اعمال سے بھی دور ہے ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب.....۱۹۷۴ء/۳/۳

الجواب: ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ انفراد سے ایسے امام کے پیچھے اقتدا افضل ہے (۱) کما فی منحة الخالق ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم (هامش البحر ص ۳۴۶ جلد ۱) (۲) . وهو الموفق

حقوق زوجیت ادا نہ کرنے اور مقتدیوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہیں ایک پرانی اور ایک نئی، جبکہ نئی عورت اس کے ہاں آباد ہے اور تمام حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور پرانی عورت میکے چلی گئی ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرتے اور معلقہ ہے، علاوہ ازیں یہ امام مقتدیوں میں انتشار بھی پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کئی لوگوں نے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا چھوڑ دیا ہے پس دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص حقوق العباد پامال کرتا ہو اور اتفاق واتحاد کی بجائے انتشار پیدا کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد، تاج محمد مٹی آبادراولپنڈی.....۲۲/شوال ۱۳۸۹ھ

---

(۱) قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد.

(ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

(۲) (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: اگر پرانی عورت اپنی مرضی سے میکے چلی گئی ہواور یہ انتشار حق بیان کرنے کی وجہ سے ہوتو اس امام کے پیچھے اقتدا میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر یہ پرانی عورت اس نے ظالمانہ طور سے گھر سے نکالی ہواور یہ انتشار من مانی کی وجہ سے متحقق ہوا ہوتو اس صورت میں اس کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے اگر چہ انفراد سے بہتر ہے،یدل علی جمیع ما ذکرت قوله تعالیٰ فان خفتم الا تعدلوا فواحدة﴿۱﴾ وقال رسول اللهﷺ اذا کانت عند الرجل امرا تان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط اخرجه اصحاب السنن الاربع عن ابی هریرة رضی الله عنه مرفوعاً ﴿۲﴾ وفی الهدایه وغیرها واذا کان لرجل امرء تان حرتان فعلیه ان یعدل بینهما فی القسم﴿۳﴾، وفی الدرالمختار ولو ام قوما وهم له کارهون ان کانت الکراهیة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره ذلک تحریماً لحدیث ابو داؤد لا یقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له کارهون وان هو احق لا والکراهیة علیهم، انتهیٰ ما فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ ﴿۴﴾ وفی الشرح الصغیر علی هامش الکبیر ص ۴۳۸ ویکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم﴿۵﴾، فقط. وهو الموفق

بیٹھ کر رکوع سجدہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مستند حافظ قرآن عالم دین کی

﴿۱﴾ (سورة النساء پاره: ۴ رکوع: ۱۲ آیت: ۳)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۲۷۹ جلد ۱ باب القسم الفصل الثانی)

﴿۳﴾ (هدایة ص ۳۲۸ جلد ۲ باب القسم کتاب النکاح)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۵﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

بوجہ ایکسیڈنٹ دائیں پنڈلی ٹوٹ جانے کی باعث ہسپتال والوں نے پوری ٹانگ پر پلستر لگادیا ہے، رمضان میں قبلہ کی طرف سیدھی ٹانگ رکھ کر اور بیٹھ کر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور فرض نماز کے متعلق بھی لکھ دیں کہ ہمارے لئے کھڑے ہوکر اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ شیر محمد کوئٹہ......۱۹۷۸/۷/۳ء

الجواب: اگر یہ امام بیٹھ کر رکوع اور سجدہ پر قادر ہو تو اس کے پیچھے اقتدا فرائض اور غیر فرائض دونوں میں درست ہے، **کما فی شرح التنویر وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانه ﷺ آخر صلاته قاعداً وهم قیام وابوبکر یبلغهم تکبیره ﴿۱﴾. وهو الموفق**

تقلید شخصی کے منکر کی امامت جائز نہیں ہے

سوال: یک ملا از وہابیہ میگوید ودر کتاب خود نیز تحریر میکند کہ تقلید یکے از چہار مذاہب وعمل بران کردن شرک است، وصاحبان مذاہب اربعہ را مشرکان میگوید، پس بہ معاملہ دنیاوی ودیگر کاروبار وغیرہ درراو جائز است مر مسلمان را یانہ، ونیز امامت کردن ایں قسم وہابیہ مر مسلمان را جائز است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل صمدانی بانڈہ ضلع چارسدہ......۲۹/صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: تلقید شخصی مشروع است ومشروعیت او از قرآن واحادیث وتعامل سلف وخلف ثابت است ﴿۲﴾ البتہ تقلید شرکی حرام وشرک است ﴿۳﴾ چنانچہ درقرآن مجید مصرح است، پس کدام

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی رفع المبلغ صوته زیادة علی الحاجة باب الامامة)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل) وقال الله تعالیٰ: ولو ردوه الی الرسول والیٰ اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم (النساء) وقال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ، بیهقی، وقال البیقی حدیث مسلم یؤدی بعض معناه وقال ابن حجر صدق البیهقی (مرقات ص ۲۸ جلد ۱۱، ۱۲) وهکذا قلدوا اهل المدینة لزید بن ثابت کما فی البخاری حیث سأل اهل المدینة......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شخص کہ تلقید شخصی راشرک قرار کند ومقلدین رامشرکین قرار ے گرداند محرف قرآن ومنحرف از سبیل مؤمنین است، اقتدائے اودرنماز ناجائز است ﴿۱﴾ وترک موالات بااوواجب ہست۔ وھو الموفق

خیانت کرنے والے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد کے پاس امانت رقم آتی رہی اوراس نے وہ امانت ادانہیں کی بلکہ خودکھاتا پیتارہا، جس پرمکمل ثبوت موجود ہے کہ یہ امام خیانت کرنے والا ہے اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید، عبدالرحمٰن مین بازار ہری پور ہزارہ.....۱۹۷۷ء/۶/۷

الجواب: بشرط ثبوت خیانت اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ لان الخیانة

(بقیہ حاشیہ) عن ابن عباس فی حق حائضة اذا صارت حائضة بعد طواف الزیارة فتنظر او ترجع الیٰ وطنھا؟ فقال ابن عباس ترجع الی وطنھا فقال اھل المدینة لا نأخذ بقولک وندع قول زید بن ثابت کما فی البخاری باب اذا حاضت المرء ة بعد ما افاضت، وھکذا التعامل علی تقلید الشخصی سلفاً خلفاً الی الآن ثابت وذاک حسن لحدیث ماراہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن رواہ المحدثون موقوفا علی ابن مسعود وجعلہ الامام محمد مرفوعا فی بلاغاتہ. (ازمرتب)

﴿۳﴾ قال اللہ تعالیٰ: واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیه اباء نا او لو کان آباء ھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون. (البقرہ پارہ: ۲رکوع: ۵آیت: ۱۷۰)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ویکرہ امامة مبتدع ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبھة وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بھا. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ قال الحلبی: وفیه اشارة الی انھم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۸۵ فصل فی الامامة)

حرام﴿۱﴾ والاقتداء بالفاسق مکروہ تحریما صرح به الامام الحلبی فی الشرح الکبیر ،البتہ انفراد سے اقتدا بہتر ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

خنثیٰ مشکل کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کے پیچھے اقتدا اور اس کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :ارشاداللہ زیارت کاکا صاحب ۴/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: اگر خنثیٰ سے مراد عنین (نامرد) ہو تو اس کی امامت درست ہے اور اگر خنثیٰ سے مراد وہ شخص ہو جس کے مردانہ اور زنانہ دونوں آلے ہوں اور دونوں سے بیک وقت پیشاب کرتا ہو تو اس کی امامت مردوں کیلئے درست نہیں ہے، کما فی الهندیه ص ۸۵ جلد ۱ وامامة الخنثیٰ المشکل للنساء جائزة ......وللرجل والخنثیٰ مثله لا یجوز﴿۳﴾. وھو الموفق

تراویح میں نابالغ کی امامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں نابالغ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے،جبکہ گاؤں میں غیر حافظ دوسرا امام بھی موجود ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :عبدالرؤف ریام لورہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول اللهﷺ اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر. متفق علیه.

(مشکواة المصابیح ص۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.

(ردالمحتار ص۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

الجواب: نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، کما فی الدرالمختار ص ۱۵۴ جلد ۱ ﴿۱﴾ لہٰذا بالغ امام کے پیچھے اقتدا کی جائے گی، اوراھون البلیتین پرعمل ہوگا۔وھو الموفق

بیع مؤجل کرنے والے امام کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا پیش امام ازقسم غلہ جوکہ موجودہ وقت میں مثلاً بیس روپیہ فی من گندم فروخت ہوتا ہےاور مذکورہ امام لوگوں کوتیس یا پینتیس روپیہ فی من قرض فروخت کرتے ہیں اورلوگ خریدکر کے سال بعدرقم دیتے ہیں امام صاحب اسے بیع سلم کہتے ہیں حالانکہ یہ تو سود ہے کیااس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: بندہ محمدعبدالحمید عفی عنہ......۱۹۷۳ء/۱۱/۲۵

الجواب: یہ سلم نہیں ہے بلکہ بیع مؤجل ہےاور چونکہ یہ زیادت تاجیل کی وجہ سے ہے نہ کہ تاجیل کی عوض ہے،لہٰذا یہ بیع جائز ہے، صرح بہ مولانا اللکھنوی فی مجموعة الفتاویٰ ناقلاً عن شرح النقایه والبحر والنهر فلیراجع ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازة ونفل علی الاصح. (الدرالمختار علی هامش ردلمحتار ص۴۲۷ جلد ۱ مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی وحده باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: زیادتی ثمن برائے اجل بلاشبہ درست ہےاس کا ثبوت ہدایہ کی کتاب المرابحه کی عبارت سے اچھی طرح ہوتا ہے ہدایہ میں ہے،الا تری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل، کیاتمہیں یہ نہیں معلوم کہ مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہےاورایسی ہی عبارتیں دوسری کتب عدیدہ میں بھی موجود ہیں،فصیح الدین ہروی رحمہ اللہ شرح وقایہ کی کتاب المرابحہ میں لکھتے ہیں،فی النسیئة یزاد الثمن لاجل الاجل نسیہ میں مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کے مسلمانوں نے تحریراً وعدہ واقرار کیا کہ بیاہ شادی میں حرام رسومات، ڈھول ناچ، بیہودہ گانا بجانا وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کریں گے، اگر کسی نے کیا تو مبلغ یکصد روپیہ جرمانہ ہوگا، اس پر تقریباً پچیس سال عمل درعمل ہوا، اتفاقاً بستی کے ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر ڈھول اور فاحشہ بازاری عورتیں وغیرہ لائے اور ناچ وغیرہ کا پروگرام ہوا، اور بستی کے چند افراد نے بھی ساتھ دیا، امام مسجد نے ان کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے تنبیہاً

(بقیہ حاشیہ) اور نہر الفائق شرح کنز الدقائق میں ہے الاتری انه یزاد فی الثمن لاجله کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہے، اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے لان للاجل شبها بالمبیع الاتری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل کیونکہ اجل کو مبیع سے مشابہت ہو کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ اجل کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہے، اور اسی کتاب میں چند سطروں کے بعد لکھا ہے، الاجل فی نفسه لیس بمال ولا یقابله شئ من الثمن حقیقة اذا لم یشترط زیادة الثمن بمقابله قصدا ویزاد فی الثمن لاجله اذا ذکر الاجل بمقابلة زیادة الثمن قصدا خود اجل تو مال نہیں ہے اور نہ اس کے مقابل میں کچھ ثمن ہے، جبکہ قصداً اس کے مقابل میں زیادتی ثمن کی تصریح نہ کردی جائے، البتہ اس کی وجہ سے ثمن پر زیادتی کی جاسکتی ہے جبکہ زیادتی کے مقابلہ میں مدت ذکر کردی جائے ان عبارتوں سے امر معلول عنہ کا جواز اچھی طرح معلوم ہوا، اور ایسا ہی فقہ کی بہت سی کتابوں میں ہے، اور ہدایہ کی عبارت بھی عبارات سابقہ کے مخالف نہیں ہے، ہدایہ کی پوری عبارت یہ ہے، لو کانت له الف مؤجلة فصالحه علی خمس مائة حالة لم یجز لان المعجل خیر من المؤجل وهو غیر مستحق بالعقد فیکون بازاء ماحطه عنه وذلک اعتیاض عن الاجل وهو حرام، اگر کسی چیز کے دام ہزار درہم تھے، جبکہ قیمت دیر میں دی جائے تو مشتری نے پانچ سو پر صلح کی اس شرط سے کہ وہ دام ابھی دیدے گا تو یہ جائز نہ ہوگا، کیونکہ عجلت گوتا خیر سے بہتر ہے لیکن عقد بیع سے اس کی کا حق حاصل نہ تھا تو اب دام کی کمی عجلت کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور یہ اجل سے نفع اٹھانا ہو جو حرام ہے کیونکہ مدت سے نفع اٹھانا امر دیگر ہے اور مدت کی وجہ سے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بامید مصلحت ان سے علیحدگی اختیار کی، ان چند افراد نے ایک جاہل ہم خیال کو امام مقرر کرلیا جس سے بستی میں نہایت پریشانی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان افراد کی یہ حرکت ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام بلا اجازت امام اول کے مقرر ہوا ہے ازروئے شرع ایسے بدعت پسند ناخواندہ امام کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیر سکندر شاہ سوبلن ہزارہ.....۱۹۷۴ء/۱۲/۹

الجواب: ان افراد کی یہ حرکت حرام ہے﴿۱﴾ لانهم خالفوا الشرع واخلفوا الوعد نعم التعذير باخذ المال منسوخ﴿۲﴾ اور اس بے مروت اور بے غیرت امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ثمن پر زیادتی امر دیگر ہے چونکہ اس مسئلہ میں پہلے سے مدت کا حق ثابت تھا، اور پانچ سو پر صلح حال میں واقع ہوئی تو مدت سے نفع اٹھانا جو مال نہیں ہو لازم آیا، اسی لئے حرمت کا حکم دیا گیا، اور زیادتی ثمن کی صورت میں مدت کیلئے حق اجل پہلے سے ثابت نہیں ہے بلکہ ابتداء مقصود تاجیل ثمن زائد ہوا ہے پس اس کے جواز میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ (مجموعة الفتاوىٰ ص ۱۲۴ جلد۲ كتاب البيع)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن البزار الكردرى: استماع صوت الملاهى كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر اى بالنعمة. (فتاوىٰ بزازيه على هامش الهنديه ص ۳۵۹ جلد۶ الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهى)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفى المجتبىٰ لم يذكر كيفية الاخذ وارى ان ياخذها فيمسكها فان أيس من توبته يصرفها الى ما يرى وفى شرح الآثار التعزير بالمال كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۱۹۶ جلد۳ مطلب فى التعزير باخذا المال)

﴿۳﴾ قال العلامه الحصكفى رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۴۱۳، ۴۱۴ جلد۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

منکرات سے بھرپور دعوت ولیمہ میں شریک ہونے والے امام کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دفعہ نماز جمعہ کے بعد گاؤں والوں نے اتفاق کیا کہ جو آدمی شادی میں گانا بجانا لائے گا اور طوائف کو ڈانس وغیرہ کیلئے بلائے گا، تو ان کی دعوت ولیمہ میں شرکت نہیں کی جائیگی بعد میں ایک شخص نے اس کا ارتکاب کیا جس میں اکثر لوگ شامل نہیں ہوئے لیکن بعض لوگ شامل ہو گئے اور ان کی وجہ سے امام صاحب نے بھی دعوت ولیمہ میں شرکت کی اب لوگ اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل زمان راولپنڈی.....۱۹۷۸ء

الجواب: اس امام میں دینی حمیت اور غیرت نہیں ہے اور جنہوں نے شرکت نہیں کی ہے ان میں دینی حمیت اور غیرت موجود ہے۔﴿۱﴾ پس اگر یہ امام اپنے اس فعل پر نادم ہو﴿۲﴾ تو لوگوں پر ضروری ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اپنے آپ کو امامت اور جماعت کی ثواب سے محروم نہ کریں﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: دعی الی ولیمة وثمة لعب او غناء قعدو اکل لو المنکر فی المنزل فلو علی المائدة لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقوله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین فان قدر علی المنع فعل والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی به فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لانه فیه شین الدین الخ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۲۴۵ جلد۵ کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول اللهﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب له رواه ابن ماجه والبیهقی فی شعب الایمان وفی شرح السنة روی عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب کمن لا ذنب له.

(مشکواة المصابیح ص۲۰۶ جلد۱ باب الاستغفار)

﴿۳﴾ عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرین درجة متفق علیه. (مشکواة المصابیح ص۹۵ جلد۱ باب الجماعة وفضلها)

ساحر، جادوگر اور مشرکانہ عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) جس شخص کا عقیدہ درست نہ ہو اور جادوگر ہو بعض امور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتا ہو اس کی امامت کا حکم کیا ہے؟ (۲) اگر کوئی مولوی نجوم کے ذریعہ غیب کی باتیں کرتے ہو سحر اور جادو کرتا ہو تو کیا اس کی امامت صحیح ہے؟ (۳) اگر ایک مولوی صاحب نے ایک ہی خاندان کے چھوٹی بچیوں کی نماز جنازہ پڑھائیں لیکن جب ان کی لڑکیوں کا دادا فوت ہوا تو مولوی صاحب نے پارٹی بازی کے طیش میں آ کر جنازہ نہیں پڑھایا کیا اس کی اس متعصبانہ رویہ کی وجہ سے اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیاقت علی راولپنڈی

الجواب: (۱) مشرک اور ساحر امام کے پیچھے اقتدا کرنا باطل اور کالعدم ہے ﴿۱﴾ البتہ محض تہمت بلا ثبوت نا قابل سماعت ہے (قواعد فقہ) (۲) سحر اور جادو جب کفر کی حد تک پہنچا ہو تو اس کا حکم جواب نمبر ا میں مسطور ہوا ﴿۲﴾ اور جو جادو کفر کی حد تک نہیں پہنچا ہو تو اس عامل امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے (کبیری) ﴿۳﴾۔ (۳) مولوی صاحب نے کن وجوہات کی بنا پر نماز

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامۃ الامرد)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: فھذہ انواع السحر الثلاثۃ قد تقع بما ھو کفر من لفظ او اعتقاد او فعل وقد تقع بغیرہ کوضع الاحجار وللسحر فصول کثیرۃ فی کتبھم فلیس کل ما یسمی سحرا کفراً اذ لیس التکفیر بہ لما یترتب علیہ من الضرر بل لما یقع بہ مما ھو کفر کاعتقاد انفراد الکواکب بالربوبیۃ او اھانۃ قرآن او کلام مکفر ونحو ذلک ملخصا.
(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۳۴ جلد ۱ مطلب السحر انواع)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحلبی: کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامۃ)

جنازہ نہیں پڑھائی ہے ان کی وضاحت ضروری ہے تاکہ ہم فتویٰ دینے پر مقتدر رہیں۔ وھو الموفق

توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کی پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت دین سنگ جانی راولپنڈی.....۱۹۷۲ء/۹/۱۸

الجواب: جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہگار ہے ﴿۱﴾ لیکن توبہ کے بعد اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جھوٹی قسم سے توبہ کرنے کے بعد اس کی امامت مکروہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے جھوٹی قسم کھائی پھر اس شخص نے توبہ بھی کی اور کفارہ بھی ادا کیا، تو توبہ اور کفارہ کے بعد اس کی امامت جائز ہوگی یا مکروہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید غلام حیدر شاہ سورجال راولپنڈی.....۱۹۶۹ء/۱۱/۲۷

الجواب: یمین غموس گناہ کبیرہ ہے ﴿۳﴾ یہ شخص جب توبہ کرے تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ

﴿۱﴾ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواہ البخاری وفی روایۃ انس وشھادۃ الزور بدل الیمین الغموس متفق علیہ. (مشکواۃ المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر وعلامات النفلق)

﴿۲﴾ وعن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ. (مشکواۃ المصابیح ص۲۰۶ جلد۱ باب الاستغفار والتوبۃ الصل الثالث)

﴿۳﴾ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواہ البخاری وفی روایۃ انس وشھادۃ الزور بدل الیمین الغموس، متفق علیہ. (مشکواۃ المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

نہیں ہے ﴿۱﴾ بشرطیکہ دیگر امور مفسقہ سے پاک ہو۔ وھو الموفق

مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والے امام کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص یا مولوی، مودودی جماعت کا حامی ہو اس کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا ناجائز؟ اور معزول کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ...... ۱۰/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: (۱) چونکہ مودودی صاحب کے نزدیک گندہ معاشرے میں حدود جاری کرنا ظلم ہے اور مودودی صاحب نے قرآن کے اطلاق کی تقید اپنی رائے سے کی ہے اور جن امور سے ظلم کا انسداد ہوتا ہے اس کو ظلم کہا ہے۔ (۲) نیز بعض انبیاء علیہم السلام اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اکثر علماء اسلام کے متعلق گستاخانہ کلام کیا ہے۔ (۳) خصوصاً خلافت وملوکیت کے بعض ابواب میں بے سند تاریخی واقعات کو ایسی ترتیب سے جوڑ دیا ہے جس کا تاثر صحابہ پر بدظنی پیدا ہونا ہے۔

لطیفہ: ﴾...... مودودی صاحب گندہ معاشرے کی وجہ سے اصلاحی عمل (حدود) کو ظلم کہنا جائز رکھتا ہے اور خلافت وملوکیت کی گندہ ترتیب کے گندہ تاثر کی وجہ سے اس کتاب کے مطالعہ اور اشاعت کو ظلم نہیں کہتا ہے اس بے انصافی پر تعجب ہے۔

(۴) نیز ابھی تک مودودی صاحب کا مسلک بھی متعین نہیں ہے اور نہ کفر کا مدار اس کے نزدیک متعین ہے اسی وجہ سے کبھی کفار یعنی ضروریات دین سے منکرین کو کفر اور اسلام کے درمیان معلق کہتے ہیں اور کبھی خوارج کی طرح تارک حج کو کافر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

﴿۱﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان ...... وفي شرح السنة روى عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب كمن لا ذنب له. (مشكواة المصابيح ص ۲۰٦ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)

ان وجوہات کی بنا پر مودودی صاحب پر کفر کا خطرہ ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا نہ کرنا ضروری ہے اور جماعت اسلامی کے افراد میں جو مودودی صاحب کے رنگ پر رنگ ہیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے اور جو افراد مودودی صاحب کے ساتھ صرف سیاسی امور میں شریک ہیں لیکن مداہنت میں مبتلا ہیں یعنی نہ مودودی صاحب پر انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے جدا ہوتے ہیں، بلکہ مودودی صاحب پر مواخذہ کرنے والے کے ساتھ مشت وگریبان ہوتے ہیں تو ان کے پیچھے بھی اقتدا نہ کرنا ضروری ہے اور جو افراد ایسے نہ ہوتو ان کا حکم آسان ہے لیکن ایسے افراد میرے علم میں ابھی تک نہیں آئے ہیں، قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار، رواه الترمذی ﴿۱﴾ ،وقال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام رواه البیهقی ﴿۲﴾ وقال رسول الله ﷺ لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع ﴿۳﴾ قلت ومن سننهم عدم اجراء الحدود لمصالح دنیویة. وقال الله تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا ﴿۴﴾ وقال علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم ﴿۵﴾ وقال الله تعالیٰ ودوا لو تدهن فیدهنون ﴿۶﴾ وقال علیه الصلاة والسلام مثل المدهن فی حدود الله والواقع فیها مثل قوم استهموا سفینة الحدیث رواه البخاری ﴿۷﴾ وقال الفقهاء والمتکلمون ویعزل به (الفسق) الا لفتنة ﴿۸﴾ قلت فامام الحیی یعزل باولیٰ فافهم وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۵ جلد ۱ کتاب العلم الفصل الثانی)
﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۱ جلد ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث)
﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۴۵۸ جلد ۲ باب تغیر الناس الفصل الاول)
﴿۴﴾ (سورة هود پاره: ۱۲ رکوع: ۱۰ آیت ۱۱۳)
﴿۵﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۷۵ جلد ۲ کتاب اللباس الفصل الثانی)
﴿۶﴾ (سورة القلم پاره: ۲۹ رکوع: ۳ آیت: ۹)
﴿۷﴾ (الجامع الصحیح للبخاری ص ۳۶۹ جلد ۱ باب القرعة فی المشکلات کتاب الشهادات)
﴿۸﴾ (الدرالمختار علی هامش ردلمحتار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

درود وسلام کو خوش آوازی سے پڑھنے کو راگ سے تشبیہ دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ ''صلوٰۃ وسلام کھڑے ہو کر راگ کی شکل میں پڑھنا حرام ہے'' راگ تو ڈھول وغیرہ سے ہوتا ہے اور صلوٰۃ وسلام تو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سریلی آواز سے پڑھا جاتا ہے تو اس قسم کے الفاظ کہنے والے مولوی صاحب کیلئے کیا حکم ہے کیا اس کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد فیروز خان کوہ مری بودریاں ۱۵/ دسمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: اس مولوی صاحب کے الفاظ درست ہیں البتہ جس مادہ اور مثال کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں اس پر یہ الفاظ منطبق نہیں ہے پس یہ مولوی صاحب لائق امامت ہے اور لائق ملامت ہے نہ کہ لائق عزل عن الامامت۔ وھو الموفق

فاسق کے گھر سے کھانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب ایسے آدمی کے گھر سے کھاتا پیتا ہو جو دائمی نماز نہ پڑھنے والا ہے بدمعاش اور ظالم ہے ہر ناجائز کام میں پیش پیش ہوتا ہے تو اس کھانے والے امام کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ایک مسلمان بھائی کوہاٹ ۱۹۷۸ء/۷/۲۹

(۱) ...... **الجواب:** حرام خوری موجب فسق ہے ﴿۱﴾ لیکن کافر یا فاسق کے گھر سے کھانا مفسق نہیں

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قوله وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

ہے، لانہ النبی ﷺ اجاب دعوۃ یہود خیبر ﴿۱﴾ وکان یوسف علیہ السلام من بیت العزیز ﴿۲﴾. وھو الموفق

(۲)...... **الجواب:** ۱۹۷۸ء/۷/۱۹

صحت امامت کیلئے پابند نماز کا خوراک کھانا شرط نہیں ہے کسی امام نے اس کو شرط قرار نہیں دیا ہے۔ وھو الموفق

چور کی امامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد چوری کرنے کا عادی ہے اور اپنے اس برے کام سے منع نہیں ہوتا، کافی سمجھایا گیا لیکن وہ باز نہیں آتا، علاوہ ازیں اپنے کپڑے نہیں دھوتے ننگے پاؤں پھرتا ہے اور اسی طرح مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھاتا ہے جس کی وجہ سے مقتدیوں کو نفرت ہوتی ہے کیا ایسے شخص کو امامت سے معزول کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وحید، بینر کٹنگ...... ۱۹۷۳ء/۵/۷

الجواب: اگر یہ امام تائب نہیں ہوتا اور اس سے بہتر امام پایا جاتا ہو تو قوم کے اہل حل وعقد کیلئے اس کا معزول کرنا جائز ہے، ونظیرہ الامام الاکبر ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ عن جابر ان یہودیۃ من اھل خیبر سمت شاۃ مصلیۃ ثم اھدتھا لرسول اللہ ﷺ فاخذ رسول اللہ ﷺ الذراع فاکل منھا واکل رھط من اصحابہ معہ فقال رسول اللہ ﷺ ارفعوا ایدیکم وارسل الی الیہودیۃ فدعاھا فقال سممت ھذہ الشاۃ الخ رواہ ابوداؤد والدارمی. (مشکواۃ المصابیح ص ۵۴۱ جلد ۲ باب فی المعجزات)

﴿۲﴾ قال اللہ تعالی: وقال الذی اشترٰہ من مصر لا امرأتہ اکرمی مثواہ عسی ان ینفعنا او نتخذہ ولداً، وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ولنعلمہ من تأویل الاحادیث واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون. (سورۃ یوسف پارہ ۱۲، رکوع ۱۳ آیت: ۲۱)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین الشامی: وعند الحنفیۃ لیست العدالۃ شرطا للصحۃ فیصح تقلید الفاسق الامامۃ مع الکراھۃ واذا قلد عدلا ثم جار وفسق (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علماء کے خلاف چغل خوری کرنے والے کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک پیش امام ہے انہوں نے پیپلز پارٹی کے ایک وزیر کو خط لکھا کہ میں تمھارا حامی ہوں اور یہاں پر دو مولوی صاحبان ہیں وہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تقاریر کرتے ہیں لہٰذا ان کو ضلع بدر کردو، حالانکہ ان دومولویوں نے یہ کام بالکل نہیں کیا ہے کیا اس چغل خور مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمان معرفت عثمان ٹریڈنگ کمپنی بٹ خیلہ

الجواب: صرف خط کی وجہ سے کسی کو متہم کرنا خلاف قاعدہ اقدام ہے ﴿۱﴾ الا عند البینة او الاعتراف نیز جو مولوی لوگ علی الاعلان پیپلز اور نیشنل وغیرہ کے حامی ہے توان کو کونسی سزادی گئی، فافهم . وهو الموفق

سوشلسٹ امام کی اقتدا کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوشلزم کا عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال تاروتنگی چارسدہ

الجواب: جس نے دیدہ ودانستہ سمجھ بوجھ کر اس نظریہ کی معاونت کی ہو تو اس کو مسلمان سمجھنا

(بقیہ حاشیہ) لا ینعزل ولکن یستحب العزل ان لم یستلزم فتنة (قوله ویعزل به) ای بالفسق لو طرأ علیه والمراد انه یستحق العزل کما علمت آنفا ولذا لم یقل ینعزل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۱﴾ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث الخ.

(مشکواة المصابیح ف۴۲۷ جلد ۲ باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع)

غلط فہمی یا بدفہمی ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

الجواب الثانی: سوشلزم پر ایمان اور یقین رکھنے والے کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

وعدہ خلافی کرنے والے آدمی کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے پیش امام مسجد کھن خورد تھانہ کوٹ سے کوئی چیز خرید کر زبانی بیع کر کے وعدہ کیا کہ کل آپ کو زرِ ثمن ادا کیا جائے گا اور مبیعہ بھی ابھی تک قبضہ نہیں کیا لیکن موصوف نے وہی چیز دوسرے آدمی پر فروخت کر دی تو امام مسجد ہونے کے ناطے اس وعدہ خلاف کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ممتاز خان کھن کلاں بھیگوال ہزارہ ۱۹۷۲ء/۶/۲۷

الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ وعدہ خلافی خلاف مروت کام ہے ﴿۳﴾ لہٰذا یہ معاملہ موجب فسق یا موجب کراہت اقتدا نہیں ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه علی قاری: وکذا لو قال هذا زمان الکفر لا زمان کسب الاسلام ای کفر ان اراد انه ینبغی فی هذا الزمان کسب الکفر لا کسب الاسلام، بخلاف ما اذا اراد ان هذا زمان غلبة اهل الکفر والجهل وضعف کسب الاسلام والعلم. (شرح فقه الاکبر للقاری ص ۱۸۱ فصل فی الکفر صریحاً وکنایة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها. فلا یصح الاقتداء به اصلا. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال فی هامش المشکواة: (قوله فلا اثم علیه) قیل فیه دلیل علی ان الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل هو من مکارم الاخلاق بعد ان کان بنیة الوفاء واما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق کما مر معناه الوعد علی نیة الخلف. لمعات.

(هامش مشکواة المصابیح ص ۴۱۶ جلد ۲ باب الوعد)

عثمانی پارٹی والوں کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عثمانی پارٹی (حزب اللہ) والے تقریباً دس آدمی ہیں وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہوتے بلکہ بعد میں دوسری جماعت کرتے ہیں اگر ہمارے بعض آدمی تاخیر سے پہنچ جائیں تو کیا ہم ان کی اقتدا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق ایس اے سی سی جدہ سعودی عرب ..... ۱۶/ صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب اہل سنت والجماعت کی امامت متوقع ہو تو مبتدعین (حزب اللہ وغیرہ) کی اقتدا نہ کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بریلوی فرقہ کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد اسماعیل علوی شمالی وزیرستان ..... ۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جو بریلوی کفر کے درجہ تک پہنچ چکے ہوں ان کے پیچھے اقتدا باطل اور کالعدم ہے اور جو کفر کے درجہ کو نہ پہنچے ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے (ماخوذ از ہندیہ وردالمحتار) کمافی الهنديه ص ۸۸ جلد ۱ حاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوٰة خلفه مع الكراهة والافلا هكذا في التبيين ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمى ومبتدع اى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فى بيان من يصلح اماما لغيره)

کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متدین اور متشرع شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اور امام مسجد نے آ کر اسے کچھ کہا اس نے جواب میں قرآن مجید بند کر کے کہا کہ میرے ہاتھوں میں کلام اللہ شریف ہے حلفیہ کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ بات کہی ہے اور نہ یہ کام کیا ہے، تو امام نے جواب میں کہا کہ تو تو کافر ہے، منافق ہے ابلیس ہے تیرے اس کلام پر بھی مجھے اعتماد نہیں، لہٰذا اس امام مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ قابل امامت ہے یا نہیں؟ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان چمیالی ہزارہ ۳/ نومبر ۱۹۷۴ھ

الجواب: چونکہ اس امام کا اس جیسے شخص کی قسم پر اعتماد نہیں ہے کلام اللہ پر باقاعدہ اعتماد رکھتا ہے لہٰذا یہ امام کافر نہیں ہوا ہے البتہ سباب (گالی) کی وجہ سے فاسق ہوا ہے، قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق (رواہ مسلم) ﴿۱﴾ ان کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے، کما صرح به في امامة البحر ﴿۲﴾ . وهو الصواب

والی بال اور کبڈی کھیلنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کا بچہ انیس سالہ پابند صوم و صلوٰۃ صورت و سیرت موافق شرع وسنت صحیح ہے، کبھی کبھی امامت کرتا ہے لیکن اس لڑکے میں یہ عیب بھی ہے کہ ہم عصروں کے ساتھ والی بال اور کبڈی بھی کھیلتا ہے اور ان کے ساتھ مچھلی کا شکار بھی کرتا ہے اب

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ باب قول النبی ﷺ سباب المسلم فوق وقتاله کفر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بعض شر پسند افراد اور غیر متشرع ارکان ان ہر سہ کھیلوں کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں کیا اس لڑکے کی امامت جائز ہے؟ نیز کبھی کبھی وہ لوگ اس لڑکے کی توہین اور بے عزتی بھی کرتے ہیں کیا اس لڑکے کی توہین اور بے عزتی امام کی توہین اور بے عزتی نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعظیم ۱۹۷۴ء/۴/۱۰

الجواب: (۱) واضح رہے کہ شکار کرنا مباح ہے، کما یدل علیہ القرآن ﴿۱﴾ والاحادیث ﴿۲﴾ وصرح به الفقهاء الکرام ﴿۳﴾ اور کبڈی کھیلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جبکہ کشف عورت سے خالی ہو، البتہ والی بال کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ انگریزوں کا ایجاد کردہ کھیل ہے اور اس میں جو منفعت ہے وہ دیگر ذرائع سے حاصل ہو سکتی ہے اور کشف عورت وغیرہ اس کے لوازم عادیہ ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب بہتر ہے۔ بہر حال صحت اقتداء سے مانع نہیں ہے۔

(۲) ہر مسلمان کی توہین اور بے عزتی ناجائز ہے خصوصاً جبکہ مقتدا ہو یا مقتدا کی اولاد ہو۔ لحدیث: المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره بحسب امرٔ من الشران يحقر اخاه المسلم، وكل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه رواه مسلم ﴿۴﴾. وهو الموفق

بلا اجرت مردوں کو غسل دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بڑی مسجد کا پیش امام ہے

﴿۱﴾ قال الله تعالى: احل لكم صيد البحر وطعامه متعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما واتقوا الله الذى اليه تحشرون. (سورة المائدة پاره: ۷ آیت: ۹۶ رکوع: ۳)

﴿۲﴾ (مشكوٰة المصابيح ص۳۵۷ جلد۲ كتاب الصيد والذبائح)

﴿۳﴾ قال الحصكفى الصيد هو مباح الا للمحرم فى غير الحرم او للتلهى الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص۳۲۸ جلد۵ كتاب الصيد)

﴿۴﴾ (الصحيح المسلم ص۳۱۷ جلد۲ باب تحريم ظلم المسلم الخ)

نیک اور متقی انسان ہے مگر امامت کے ساتھ ساتھ شہر کے مردوں کو غسل بھی دیتا ہے لیکن یہ کام بطور پیشہ اجرت پر نہیں کرتے، کیا اس کی اقتدا میں کراہت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نواب خان باڑہ مارکیٹ نوشہرہ ۱۹۸۷ء/۱۰/۲۱

الجواب: جو امام غسل میت کو ذریعہ معاش بنائے تو اس کے پیچھے اقتدا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس امام میں اگر چہ خلاف مروت کام موجود ہے لیکن قوم اکثری طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہوتا ہے پس جو امام اس کو ذریعہ معاش نہ بنائے تو اس کے پیچھے اقتدا بطریق اولی مکروہ نہ ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نسواری امام کے پیچھے اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام نسوار (تمباکو منہ میں رکھنے) کا عادی ہو کیا اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ مست درہ ادم خیل ..... ۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ تمباکو کا استعمال مباح ہے لہذا اس کا استعمال امامت سے متصادم نہیں ہے، کما فی ردالمحتار ص ۲۰۶ جلد۵ فانه لم یثبت اسکاره و لا تفتیره و لا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۲﴾. وھو الموفق

ولد الزنا کی امامت خلاف اولیٰ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص منکوحہ غیر پر قبضہ کر کے

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتدا بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة کما لا یخفی.
(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۶ جلد۵ کتاب الاشربة)

اس سے ناجائز تعلقات قائم کریں اور پھراس سے بچہ پیدا ہو،اور وہ جوان ہوکرامام بنایا جائے تو کیا اس کی اقتدا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: فضل معبود پنج پیر صوابی.....۱۹۷۲ء/ ۷/ ۹

الجواب: اگر یہ امام بنسبت قوم کے اعلم ہوتو اس کے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ خلاف اولیٰ ہے،فی الدر المختار ویکرہ تنزیھا امامة عبد ... وولد الزنا ھذا ان وجد غیرھم (ای من ھو احق بالامامة منھم شامی) والا فلا کراھة (ھامش ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

ضروریات دین سے منکر کی امامت درست نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حاضر وناظر ہیں مختار کل اور غیب دان ہیں بشر نہیں بلکہ نور ہے اولیاء اللہ نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں،ان کے نام نذر ونیاز،ان سے مدد مانگنا اور کسی حاجت کیلئے مزار پر دیگ پکانا درست ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفور غورغشتی کیملپور.....۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص انکار ضروریات دین کی وجہ سے کافر ہے ان کے پیچھے اقتدا درست نہیں ہے﴿۲﴾ وللتفصیل موضع آخر. وھو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بھا کقوله ان الله تعالیٰ جسم کالاجسام وانکاره صحبة الصدیق فلا یصح الاقتدا به اصلا. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

شافعی امام جوخون بہنے سے وضوکررہاہوتواس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز صحیح ہوتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جوشافعی المسلک امام خون بہنے سے وضو نہ کرے کیونکہ ان کے نزدیک خون سے وضونہیں ٹوٹتا تو کیاکسی حنفی کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حمید گل مہمندی فاضل حقانیہ ۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جوشافعی المذہب امام فرائض کی رعایت کرے مثلاً ناک سے خون جاری ہونے کے بعد وضوکیاکرے (۱) تواس کے پیچھے اقتداجائز ہے، کما فی ردالمحتار ص۵۲۷ جلد ۱ والذی یمیل الیه القلب عدم کراهة الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیر مراع فی الفرائض لان کثیرا من الصحابة والتابعین کانوا ائمة مجتهدین وهم یصلون خلف امام واحد مع تباین مذاهبهم انتهی (۲) . قلت فعلی التفحص والتجسس لا نهم تعاملوا به. وهو الموفق

خونی بواسیر کے مریض کی امامت کاحکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص خونی بواسیر کا مریض ہے علاج کے بعد خون آنا بند ہوا ہے لیکن کبھی کبھی پانی سا آجاتا ہے، لیکن ایسا نہیں کہ چڑوں پر لگا ہو، ایسا شخص امامت کراسکتا ہے یانہیں؟ کیااس کی اقتدادرست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد عمر چھوٹی روڈ ٹیلپور ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب نمازی ابتداسے نماز کے ختم ہونے تک کوئی نجاست خون، پانی وغیرہ خارج نہ ہوتواس

---

(۱) قال العلامه ابن عابدین: والمعنی انه یجوز فی المراعی بلا کراهة وفی غیره معها ثم المواضع المهمة للمراعاة ان یتوضأ من الفصد والحجامة والقئی والرعاف ونحو ذلک. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۲ جلد ۱ مطلب فی الاقتداء بشافعی)

(۲) (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۷ جلد ۱ مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الافضل الصلاة مع الشافعی ام لا باب الامامة)

شخص کیلئے امامت کرنا درست ہے (یدل علیه مافی درالمختار ص ۲۷۲ جلد ۱)﴿۱﴾. وھوالموفق

صراط کی جگہ سراط پڑھنے اور لڑکی کی شادی پر پیسے لینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صراط المستقیم کی جگہ سراط المستقیم پڑھنے والے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ (۲) جو امام اپنی لڑکی کی شادی پر شوہر والوں سے پیسے لیتے ہیں اس کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ حقی ۱۳۹۸/۲/۳ھ

الجواب: (۱) صورت مذکورہ میں اقتدا درست ہے البتہ مشق ضروری ہے﴿۲﴾۔

(۲) چونکہ امام بنسبت قوم کے بہتر ہوتا ہے لہذا اندھوں میں کانا راجہ ہونے کی وجہ سے ان کے پیچھے اقتدا درست ہے﴿۳﴾۔ وھوالموفق

قاتل کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ نے اپنے بیٹے کو گولی سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه بعده وصح لو توضا على الانقطاع وصلى كذلك كاقتداء بمفتصد امن خروج الدم.(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۸ جلد ۱ قبيل مطلب في الا لثغ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله:(قوله الا ما يشق) قال في الخانية والخلاصة الإصل فيما اذا ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى ان امكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد والا يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال اكثرهم لا تفسد. (ردالمحتار ص ۶۲۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالىٰ جد بدون الف لا تفسد باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۳﴾قال العلامه ابن نجيم: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

زخمی کیا زخمی حالت میں لڑکے نے بیان دیا کہ مجھے والد نے زخمی کیا ہے، مگر اس پر دعویٰ قتل نہیں کرتا ہوں چودہ دن بعد لڑکا مرگیا، لڑکے کی ماں نے ملزم باپ کو عدالت میں بخش دیا اب یہی شخص مسجد کا امام بن گیا ہے کیا قاتل کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد خان تحصیل بازار چارسدہ......۱۹۸۴ء/۵/۲

الجواب: ناجائز قتل کرنے والے کو﴿۱﴾ باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر قوم میں اس کی نسبت آندھوں میں کانا کا ہو، یعنی اعلم القوم ہے تو کراہیت نہیں ہے (بحر)﴿۲﴾۔ وھو الموفق

پیغمبر علیہ السلام کے حاضر و ناظر، نذر لغیر اللہ اور عبد القادر جیلانی کی امداد کے قائل کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہے نذر لغیر اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی امداد کا قائل ہو اور اس قسم عقائد کی تشہیر کرتا ہو کیا اس کے پیچھے اقتداء درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبد الرحمٰن تجوڑی لکی مروت......۱۹۷۲ء/۱۱/۶

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص کفر کی وجہ سے نا قابل امامت ہے﴿۳﴾ یدل علیہ ما فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرة یعلم الغیب تعلم یکفر﴿۴﴾ وفی شرح

﴿۱﴾ عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وماھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق...... متفق علیہ. (مشکواة المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ: وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والافلا کراھة کما لا یخفیٰ. البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بھا...... فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۴۱۵ جلد۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد)

﴿۴﴾ (فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیہ ص ۳۲۶ جلد۶ الباب الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ)

الفقه الاکبر ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله ﴿۱﴾ وفی الخانیة تصریح بکفر من تزوج امرءة بشهادة الله ورسوله﴿۲﴾. وهو الموفق

دیدہ ودانستہ جوے کا مال لینے والے کی اقتدا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب پیش امام ہے اس کا ایک بھائی بمبئی میں رہائش پذیر ہے اس مولوی صاحب کا بھائی جوا کھیلتا ہے اور سارا کاروبار قمار اور جواری پر جاری ہے یہ جواباز اس مولوی صاحب کو دولت بھیجتا ہے اب ہمارے گاؤں میں یہ مولوی صاحب امیر ترین آدمی ہے اور اس کا بھائی کروڑ پتی ہے اور یہ مولوی صاحب لکھ پتی ہے اور خود بھی اقرار کرتا ہے کہ میں پرائے مال کا چوکیدار ہوں اور جواری کا بھی اقرار کرتا ہے اس امام کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حیات خان شینو دفتر ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز پشاور.....۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: مولوی صاحب کا بھائی فاسق ہے (جوابازی کی تقدیر پر) اور اس مولوی کیلئے دیدہ دانستہ ایسا مال لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ غنی ہے ﴿۳﴾ اور ایسے امام کے پیچھے (یعنی باوجود غنی ہونے کے جوا کا

﴿۱﴾ (شرح فقه الاکبر ص ۱۵۱ حکم تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب)

﴿۲﴾ قال العلامه فخر الدین حسن بن منصور المعروف بقاضی خان: رجل تزوج امرأة بغیر شهود فقال الرجل والمرأة خدائے راو پیغامبر مراگواه کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ یعلم الغیب وهو ماکان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعدالموت. (فتاوی قاضی خان موضوع علی هامش الهندیه ص ۵۷۶ جلد ۳ مایکون کفرا من المسلم ومالایکون)

﴿۳﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: جس کے پاس حرام مال ہے اور اگر حلال مال بھی اس کے پاس ہے اور وہ بنسبت حرام کے زائد ہے تو اس کی نذر قبول کرنا اور اس کی دعوت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مال دیدہ دانستہ کھاتا ہو) اقتدا مکروہ ہے لیکن انفراد سے افضل ہے۔(۱) (منقول از فتاویٰ مولانا لکھنوی وغیرہ) . وھو الموفق

دیوث کی امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شادی شدہ کی ملازمت کے سلسلہ میں کہیں تبادلہ ہوا جہاں اس کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی اور دوستانہ تعلقات قائم کئے اس کے بعد اس کو گھر لایا اور بیوی سے کہا کہ یہ اس گھر کا فرد ہے، اس سے پردہ نہیں کرو گے ہر وقت آ سکتا ہے کچھ عرصہ بعد اس نے اس شخص کی شادی اپنی سالی سے کرادی لیکن ناکامی کی بنا پر کچھ مدت بعد طلاق دے دی، طلاق کے بعد بھی یہ شخص گھر پر رہتا ہے اور وہ خود ڈیوٹی جاتا ہے اس کی بیوی بھی اس دوست کی تابع ہے کیا اس دیوث شخص کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نیو اتحاد ہارڈ ویئر سٹور ڈی آئی خان ۱۹۸۶ء/۸/۶

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ آدمی دیوث ہے۔(۲) اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی

(بقیہ حاشیہ) کھانا اور اس کا صدقہ اور ہدیہ لینا اور کرایہ مکان یا علاج کی اجرت لینا درست ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ جو اس نے دیا ہے عین مال حرام سے ہے اور اگر یہ معلوم ہو یا یہ کہ مال حرام غالب ہو تو پھر درست نہیں ہے، اشباہ والنظائر میں ہے. اذا کان غالب مال المهدی حلالا فلا بأس لقبول هدیته واکل ماله مالم یتبین انه من حرام وان کان غالب ماله الحرام لا یقبلها ولا یأکل الا اذا قال انه حلال ورثه او استقرضه. (مجموعة الفتاوی ص ۱۹۳ جلد ۲ کتاب الحظر والاباحة)

(۱) قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب امامة الامرد)

(۲) قال الحصکفی: (قوله دیوث) هو من لا یغار علی امرأته او محرمه (یا قرطبان) مرادف دیوث. قال ابن عابدین: هو الذی یری مع امرأته او محرمه رجلا فیدعه خالیا بها وقیل هو المتسبب للجمع بین اثنین لمعنی غیر ممدوح وقیل هو الذی یبعث امرأته مع غلام بالغ او مع مزارعه الی الضیعة او یأذن لهما بالدخول علیها فی غیبته. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد ۳ قبیل مطلب فیما لو شتم رجلاً بالفاظ متعددة باب التعزیر)

ہے البتہ چونکہ عوام میں بنسبت امام کے زیادہ مفسقات موجود ہوتے ہیں لہٰذا عوام کی اقتدا اس امام کے پیچھے مکروہ نہیں ہے، کما یشیر الیہ کلام البحر فی الامامة﴿۱﴾.

ملاحظہ:...... اجنبی، دیوراور دیگر محارم کا حکم یکساں ہے اور دیوثی سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں۔ وھو الموفق

چرس پینے والے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص باقاعدگی کے ساتھ دن میں ایک دو دفعہ چرس پیتا ہے نیز کبھی کبھی ہیروئن کا کش بھی کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق صاحب باڑہ بازار خیبر ایجنسی ۱۹۸۸/۱۱/۵

الجواب: چرس اور ہیروئن پینا مکروہ تحریمی ہے، لحدیث کل مسکر حرام﴿۲﴾ وفی شرح التنویر ص ۴۰۴ جلد۵ یحرم اکل البنج والحشیشة ھی ورق العنب والافیون﴿۳﴾ انتھی قلت والشرب فی حکم الاکل، پس ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے، وھو فی حکم الفاسق کما فی شرح الکبیر﴿۴﴾ البتہ واجب الاعادہ نہیں ہے، وھو حکم الاقتدا بکل فاسق کما صرحوا به﴿۵﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بهم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد۱ باب الامامة)

﴿۲﴾عن بریدة ان رسول اللهﷺ قال نهیتکم عن الظروف فان ظرفا لا یحل شیئا ولا یحرمه وکل مسکر حرام رواہ مسلم. (مشکوٰة المصابیح ص ۳۲۷ جلد۲ باب النقیع والانبذة)

﴿۳﴾(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۲۵ جلد۵ کتاب الاشربة)

﴿۴﴾ فی فتاوی الحجة وفیه اشارة الی انهم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۵﴾ قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوٰة خلف غیرھم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وفی الدرالمختار هذاان وجد غیرهم والا فلا کراھة بحر بحثا وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳، ۴۱۵ جلد۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

بداخلاق اورغیبت کرنے والے امام کی اقتدا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بداخلاق اورغیبت کرنے والے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فاضل فاروقی واہ کینٹ......۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب: ایسے امام کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے (بحر الرائق) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سلس البول کے مریض کی اقتدا باطل ہے

سوال: (۱) سلسل البول کی تعریف کیا ہے؟ (۲) اگرایک گاؤں میں ایک مستند عالم دین موجود ہواوراس گاؤں میں اورکوئی عالم نہیں ہے اور یہ عالم سلسل البول کی بیماری میں مبتلا ہے تو کیا اس مریض سلسل البول عالم کے پیچھے اقتدا صحیح ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابراہیم ضمیمہ تیمر گرہ ملاکنڈ اڈویژن......۲۵/ شوال ۱۳۸۹ھ

﴿۱﴾ قال العلامہ شرنبلالی: وروی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز والصحیح انها تجوز علی الحکم الذی ذکرنا مع الکراهة خلف من لا تکفره بدعته لقوله ﷺ صلوا خلف کل بر وفاجر، وصلوا علی کل بر وفاجر وجاهدوا مع کل بر وفاجر رواه الدار قطنی کما فی البرهان واذا صلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعة لکن لا ینال ثواب من یصلی خلف تقی، قال ﷺ من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی کذا فی مجمع الروایات والحدیث الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۳۴۴ بیان من تکره امامتهم)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: یہ لفظ سلس البول ہے سلسل البول غلط ہے اور سلس البول کی تعریف یہ ہے من به سلس البول هو من لا يقدر على امساكه یعنی وہ مرض جس میں بے اختیار پیشاب خارج ہوتا ہے هدايه مع العينى ص ۵ جلد ۱ ﴿۱﴾. (۲) اگر یہ عالم معذور نہ ہو یعنی اتنا وقفہ پاتا ہو جس میں وضو اور نماز پڑھ سکے تو اس کی اقتدا صحیح ہے﴿۲﴾ اور اگر اتنا وقفہ نہ پاتا ہو تو اسکے پیچھے اقتدا باطل ہے﴿۳﴾۔(معتبرات الفقه). وهو الموفق

استاد سے عاق کی نماز اور امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص اپنے استاد اور پیش امام جو اباء واجداد سے یکے بعد دیگرے علم دین کی تعلیم دے رہا ہے اس شخص نے بھی نماز اور قرآن اس استاد سے سیکھ لیا ہے اور استاد امامت کے جملہ حقوق ادا کرتا رہا ہے اور علم دین سے واقف ہے تو بلا قصور شرعی استاد کو گالیاں دینا، ناجائز بکواس کرنا، تحقیر کی نظر سے دیکھنا اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کرنا وغیرہ عند الشـــرع اس شخص کا کیا حکم ہے، استاد نے اسے عاق بھی کیا ہے کیا اس کی نماز وغیرہ عبادات قبول ہیں یا نہیں، اس کی امامت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال العلامه اكمل الدين البابرتى: ومن به سلس البول وهو من لا يقدر على امساكه. (عنايه على هامش فتح القدير ص ۱۵۹ جلد ۱ فصل فى الاستحاضة)

﴿۲﴾وفى الهنديه: او مما يتصل بذلك احكام المعذور شرط ثبوت العذر ابتداء ان يستوعب استمراره وقت الصلوٰة كاملا وهو الاظهر الخ. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۴۰ جلد ۱)

﴿۳﴾ وفى الهنديه: ولا يصلى الطاهر خلف من به سلس البول ولا الطاهرات خلف المستحاضة وهذا اذا قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه هكذا فى الذاهدى. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فى بيان من يصلح اماما لغيره)

الجواب: بعض فتاوی مثلاً فتاوی نورالہدی ص ۳۸۶ میں مسطور ہے کہ استاد سے عاق کی نماز امامت اور عبادت نامنظور ہے اور دنیا سے بے ایمان جائے گا، حیث قال وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذہ لان فی تعظیمه برکة ومن لم یعظم او شتم فهو عاق ولا تقبل صلوته ولا امامته ویعزر ویشهر وعلیه الفتوی فی زماننا ثم قال بعد احرف وتسقط عدالته ولا یعتبر قوله ولا یعمل بفتواه لو کان مفتیا (وقال ایضا) لا یحل ذبیحة العاق ولا اماقته لانه یصیر مرتدا فی الحال ومثواه فی النار، انتهی لیکن یہ احکام چونکہ نہ دلیل شرعی سے ثابت ہیں اور نہ کسی معتبر کتاب سے منقول ہیں لہذا ایسے احکام (علی تقدیر الثبوت) سدباب اور تعزیر پر محمول کئے جائیں گے، اور حقیقت یہ ہے کہ عاق فاسق ہے، اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے (۱) واجب التعزیر ہے اور عاق پر ضروری ہے کہ استاد کو راضی کرے اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے والدلیل علی التعزیر مافی الدرالمختار وللشاب العالم ان یتقدم الشیخ الجاهل وقال الرملی فالمتقدم ارتکب معصیة فیعزر (ردالمحتار ص ۴۹۸ جلد ۵) (۲) خلاصہ یہ کہ بشرط صدق وثبوت یہ شخص فاسق اور واجب التعزیر ہے۔ وهو الموفق

---

(۱) قال ابن عابدین: واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لا مر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق والله اعلم

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

(۲) قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله وللشاب العالم ان یتقدم) لانه افضل منه ولهذا یقدم فی الصلاة وهی احد ارکان الاسلام وهی تالیة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اسقاط لینے والے مالدار امام کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام کی آمدنی فصلات کے عشر کے علاوہ اجرت امامت بھی ہے اور سالانہ امدنی گزارہ سے بڑھ کر غلہ تک فروخت بھی کرتا ہے نیز ٹیلر ماسٹر بھی ہے کیا ایسے امام کیلئے دائرہ حیلہ اسقاط میں بیٹھنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا اکیلے پڑھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع سورجال راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۳/۱۷

الجواب: اگر امام غنی ہو تو اس کیلئے دائرہ اسقاط میں بیٹھنا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ اور حیلہ کے بعد اسقاط لینا جائز ہے اور باوجود غنی ہونے کے اگر فدیہ لیتا ہو دائرہ اسقاط میں بیٹھتا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے لیکن اقتدا انفراد سے بہت افضل ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الایمان زیلعی وصرح الرملی فی فتاواہ بحرمة تقدم الجاھل علی العالم حیث اشعر نزول درجته عند العامة لمخالفة لقوله تعالیٰ یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات الی ان قال وھذا مجمع علیه فالمتقدم ارتکب معصیة فیعزر.

(ردالمحتار ص۵۳۳ جلد۵ مسائل شتیٰ قبیل کتاب الفرائض)

﴿۱﴾ قال العلامه مرغینانی: ولا تدفع الیٰ غنی لقوله ﷺ لا یحل الصدقة لغنی وھو باطلاقه حجة علی الشافعی رحمه الله فی غنی الغزاة وکذا حدیث معاذ رضی الله عنه علی ما روینا.

قال العلامه ابن الھمام: اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عمر عنه علیه السلام لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی حسنه الترمذی.

(ھدایه مع فتح القدیر ص۲۰۸ جلد۲ باب من یجوز دفع الصدقة الیه ومن لا یجوز)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة قال ابن عابدین افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۴۱۵ جلد۱ باب الامامة)

مودودی جماعت والوں کی اقتدا کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: روح الامین ایم ایس سی نفسیات پشاور یونیورسٹی......۳۰/ذی الحجہ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس جماعت کے جس فرد کا وہ عقیدہ ہو جو مودودی صاحب کا عقیدہ تھا﴿۱﴾تو ایسے افراد کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

قاطع اللحیہ کے پیچھے داڑھی والے کی نماز

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قاطع اللحیہ کیلئے نماز پڑھانا جائز ہے یانہیں؟اوراس کے پیچھے ایک بےعلم داڑھی والے کی نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر خالد حسین انچارج سکاؤٹ ہسپتال شمالی وزیرستان......۱۴/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: فاسق کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے﴿۳﴾یعنی باوجود صالحین کے لیکن انفراد سے یہ

﴿۱﴾ قال العلامه مفتی کفایت الله: مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے تاہم دینی رجحان ضعیف ہے اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علماء اعلام بلکہ صحابہ کرام پر بھی اعتراضات ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہئے اور ان سے میل جول ربط واتحاد نہ رکھنا چاہئے الخ۔ (کفایت المفتی ص ۳۲۹ جلد ۱ فصل پنجم فرقہ مودودی)

﴿۲﴾ وفی شرح التنویر: ویکره امامة عبد ......وفاسق...... ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۳﴾وفی الهندیه: وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق الا انها تکره هکذا فی المتون. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

اقتدا بہتر ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ضروریات دین سے منکر اور بدعتی کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غورغشتی میں مذہبی اور دینی جماعتوں کی چھوٹی چھوٹی شاخیں موجود ہیں، مثلاً مفتی گروپ، ہزاروی گروپ، نورانی گروپ، مودودی جماعت، تبلیغی جماعت، توحیدی جماعت وغیرہ وغیرہ ان جماعتوں میں بسا اوقات ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیا ان میں کوئی ایسی جماعت ہے جن کے پیچھے ہماری نماز ادا نہ ہوتی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز البشر غورغشتی اٹک......۱۵/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: ان جماعتوں کے وہ افراد جو ضروریات دین سے منکر ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا کرنا درست نہیں ہے اگرچہ وہ مؤول ہوں﴿۲﴾ اور جو افراد کسی استحسان کی وجہ سے بدعات سیئہ میں ملوث ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے، البتہ انفراد سے اقتدا افضل ہے﴿۳﴾ (ماخوذ از شامی، بحر ہندیہ)۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة ، قال ابن عابدين: افاد ان الصلاة خلفهما اولى من الانفراد.
(الدرالمختار مع هامش ردلمحتار ص۴۱۵ جلد ۱ باب الامامة قبيل مطلب في امامة الامرد)

﴿۲﴾قال الحصكفي: وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفربها كقوله ان الله تعالىٰ جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتداء به اصلا.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب في امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال ابن نجيم رحمه الله: فان قلت فما الا فضلية ان يصلي خلف هؤلاء او الانفراد قيل اما في حق الفاسق فالصلاة خلفه اولى لما ذكر في الفتاوىٰ قدمناه واما الآخرون فيمكن ان يكون الانفراد اولى لجهلهم بشروط الصلاة ويمكن ان يكون على قياس الصلاة خلف الفاسق والافضل ان يصلي خلف غيرهم فالحاصل انه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد. (البحر الرائق ص۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بدعتی کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بدعتی کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی لعل خان ۱۹۷۰ء/۵/۲

الجواب: اگر بدعتی کافر ہو جیسے مرزائی اور اکثر شیعہ تو ان کے پیچھے اقتدا باطل اور کالعدم ہے اور اگر کافر نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مودودیت کے اعتراف اور پرچار نہ کرنے والے کی امامت ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بظاہر نماز کا پابند اور پرہیزگار ہے اور ہمارا پیش امام ہے، لیکن ان میں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ مودودی تفسیر جلد اول اس کے پاس موجود ہے دوم یہ کہ مودودی رسائل وغیرہ کا مطالعہ کرتا ہے اسلئے ہم لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے امام کہتا ہے کہ ''نماز پڑھو کیونکہ مودودی صاحب کا عقیدہ برا نہیں ہے نیز میں نے مودودی صاحب کو دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ اس کا شاگرد ہوں ہم پٹھانوں نے الگ جماعت شروع کی ہے تفصیلی جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی''۔ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عزیز الرحمٰن (دوبئی)..... ۱۹۷۶ء/۱۰/۱۳

الجواب: چونکہ یہ امام نہ مودودیت کا اعتراف کرتا ہے اور نہ پرچار کرتا ہے بلکہ براءت ظاہر کرتا

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: تجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القرآن واحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصہ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ)

ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا ممنوع نہیں ہے البتہ اس کے گفتار سے بیدار رہنا ضروری ہے۔ وھو الموفق

اعرج (لنگڑے) کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعرج کی اقتدا کا کیا حکم ہے ان کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کو امامت سے معزول کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد دانش منڈی بالا پشاور......۱/۱۱/۱۹۷۸ء

الجواب: اعرج کے پیچھے اقتدا مکروہ تنزیہی ہے، کما فی الھندیہ ص ۸۹ جلد ۱ ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضھا یجوز وغیرہ اولیٰ ﴿۱﴾ پس اس عیب کی وجہ سے اس کا عزل کرنا ایک بے قاعدہ امر ہے البتہ اس کیلئے خود مستعفی ہونا بہتر ہے۔ وھو الموفق

سودخور امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کا امام مشہور سودخور ہو، اور ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہوں میں علی الاعلان سود کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے اقتدا یا مسجد میں اس کا امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حجاب شاہ میاں خان مردان ۶/۲/۱۹۷۲ء

الجواب: مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کا نسب معلوم نہ ہو اس کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس امام کا

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وكذا تكره خلف امرد وشارب الخمر وآكل الربا. (الدرمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد)

نسب معلوم نہ ہواس کی اقتدا صحیح نہیں کیا یہ درست ہے؟بینو اتو جروا

المستفتی: بادشاہ گل ڈھیری شبقدر چارسدہ......۱۹۶۹ء/۱/۱۴

الجواب: اسلام میں علم اور تقویٰ بڑی چیز ہے﴿۱﴾نسب صرف انتظامی امور میں معتبر ہے اسی وجہ سے یہ مسئلہ مطلقاً صحیح نہیں ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ایک پاؤں سے معذور کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لنگڑا امام سجدہ اور قاعدہ کی حالت میں ایک ٹانگ مسنون طریقے سے نہیں رکھ سکتا، جبکہ اس گاؤں میں صحیح الاعضاء آدمی بھی موجود ہیں ان کے باوجود اس لنگڑے کی امامت درست ہے یا نہیں؟بینو اتو جروا

المستفتی: مولوی حاجی ایوب گلگت ۸/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامه عماد الدين ابن كثير: (وقوله تعالىٰ: ان اكرمكم عند الله اتقاكم) اى انما تتفاضلون عند الله تعالىٰ بالتقوىٰ لابالاحساب وقد وردت الاحاديث بذلك عن رسول اللهﷺ قال البخارى: عن ابى هريرة قال: سئل رسول اللهﷺ اى الناس اكرم؟ قال: اكرمهم عند الله اتقاهم قالوا: ليس عن هذا نسألك قال: فاكرم الناس يوسف نبى الله، ابن نبى الله، ابن نبى الله ابن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسئلك قال: فعن معادن العرب تسألونى؟ قالوا: نعم قال، فخياركم فى الجاهلية خياركم فى الاسلام اذا فقهوا.

(تفسير ابن كثير ص ۲۷۵ جلد۴ سورة الحجرات آيت:۱۳)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: والاحق بالامامة الا علم باحكام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد۱ باب الامامة)

وقال العلامه طاهر بن عبد الرشيد: وفى الاصل لا يجوز للسيد الجاهل ان يتقدم على الفقيه لان شرف العلم فوق النسب.

(خلاصة الفتاوىٰ ص ۳۲۴ جلد۴ كتاب الكراهية جنس آخر)

الجواب: اگر یہ لنگڑا اعلم القوم نہ ہوتو اس کے پیچھے اقتدا افضل نہیں ہے، کمافی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه ﴿۱﴾ البتہ اس عیب کی وجہ سے واجب العزل نہیں ہے۔ وھو الموفق

والدین کی گستاخی کرنے والے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک محلہ کا امام ہے والدین کی گستاخی کرتا ہے کیا ان کی امامت درست ہے؟ ان کا لوگوں کو تبلیغ وتعلیم دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۵/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر زید کے والدین بہ جانب حق ہوں تو عقوق کی وجہ سے زید کے پیچھے اقتدا (نیک لوگوں کے موجودگی میں) مکروہ تحریمی ہے، لان العقوق من الکبائر کما فی حدیث متفق علیه ﴿۲﴾ والاقتداء خلف الفاسق مکروہ تحریماً کما صرح به فی شرح الکبیر ص ۴۷۹ باب الامامة ﴿۳﴾ واما التقید المذکور فلما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة ﴿۴﴾ لیکن باوجود

﴿۱﴾ قال العلامه الشامی: وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ تاتر خانیة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار قبیل مطلب فی الاقتداء بشافعی الخ باب الامامة ص ۴۱۶ جلد ۱)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول اللهﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواه البخاری وفی روایة انس وشهادة الزور بدل الیمین الغموس متفق علیه.
(مشکواة المصابیح ص ۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۳﴾ قال الحلبی: کذا فی فتاویٰ الحجة وفیه اشارة الی انهم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۴﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کراہت کے انفراد سے اقتدا بہتر ہے ﴿۱﴾ صرح بہ فی امامة البحر والفتح والهندیه وردالمحتار ، اور ایسے شخص کیلئے تعلیم دینے اور تبلیغ کرنے میں کوئی وبال نہیں ہے، لان المنکر فی قوله تعالیٰ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم هو المعطوف ﴿۲﴾ فقط. وهو الموفق

امور شرعیہ کی پابندی نہ کرنے والے اور جھوٹ بولنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام میں ذیل خامیاں موجود ہیں۔(۱)رمضان میں صرف تین روزے رکھے (۲) پیشاب کے بعد کلوخ وغیرہ نہیں کرتے (۳) نماز کی کوئی پابندی نہیں کرتے (۴) بغیر عذر کے بھی کبھی کبھی نماز نہیں پڑھتے (۵) قرآن مجید بھی کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے پڑھتے ہیں اور بولتا ہے کہ میں نے ختم کیا (۶) جھوٹ بولنے سے کبھی گریز نہیں کرتا کیا ایسے امام کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی : نامعلوم......۱۹۷۴ء/۱۱/۲۱

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے صالحین کی اقتداء مکروہ ہے، یدل علیه ما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم الفاسق والعبد وغیره عند وجود غیرهم والافلا کراهة ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه شبیر احمد العثمانی: اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ واپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہئے یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

(تفسیر عثمانی پاره: اول سورة البقره آیت: ۴۴ رکوع ۵)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

اپنے استاد عالم دین کی بے عزتی اور توہین کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ایک استاد جو عالم دین بھی ہے، کی دنیاوی لالچ کی وجہ سے بے عزتی اور توہین کرتا ہے کیا یہ شخص اس جزیہ فقہیہ کے تحت داخل نہیں ہے؟ کہ **من اهان عالما بغير سبب خيف عليه الكفر**، اور اس سلسلہ میں یہ شاگرد عاق ہے یا نہیں؟ اور اس کی امامت جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ ہدایت الرحمٰن مانکی صوابی......۱۲/محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

الجواب: عالم سے علم دین کی وجہ سے عداوت کرنا موجب کفر ہے، ذاتیات کی وجہ سے عداوت کفر نہیں ہے، ﴿۱﴾ البتہ **سباب المسلم فسوق** ﴿۲﴾ کی بنا پر یہ شخص فاسق ہے اور ایسے شخص کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۳﴾ جبکہ قوم میں اس شخص سے نیک لوگ موجود ہوں اور عاق کا بھی یہی حکم ہے (ماخوذ از شرح فقه الاكبر وبحر الرائق). وهو الموفق

﴿۱﴾ قاله الملا علی قاری: من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر قلت الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوی او اخروی فيكون بغضه لعلم الشريعة ولا شک فی كفر من انكره فضلاً عمن ابغضه.

(شرح فقه الاكبر لملا علی قاری ص ۱۷۳ فصل فی العلم والعلماء)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

(الصحيح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ كتاب الايمان)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمی، قال ابن عابدين: (قوله ای غير الفاسق) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا ولا يخفیٰ انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلی بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشی فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

کسی اجنبی کے گھر میں بے پردہ آنے جانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بالکل اجنبی اور علاقہ غیر کا رہنے والا ہو اور یہاں پر اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور نہ کوئی اس کو پہچانتا ہو یہ شخص کسی ایسے گھر میں بلا تکلف اور بے پردہ آتا جاتا ہو جس میں اکثریت نوجوان لڑکیوں کی ہو اور کچھ شادی شدہ اور کچھ بیوہ عورتیں بھی اس گھر میں رہتی ہوں یعنی تمام کے تمام غیر محرم ہوں اور اسی گھر میں کھاتا پیتا بھی ہو، شریعت میں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ جان مانکی صوابی......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۳

الجواب: چونکہ عوام بھی اس شنیع کام میں مبتلا ہیں لہٰذا اس امام کے پیچھے عوام کی اقتدا مکروہ نہیں ہے البتہ مقتدیوں میں غیر فاسق موجود ہوں تو پھر اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، یدل علیہ مافی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة لما لا یخفیٰ ﴿۱﴾. وھو الموفق

زانی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زانی کا امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہیڈ ماسٹر پرائمری سکول......۱۹۷۶ء/۱/۱۶

الجواب: زانی کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس کو باقاعدہ امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ کما فی

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین: (قولہ وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الرباء ونحو ذلک. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

شرح الکبیر کراهة تقدیمه کراهة تحریم ص ۴۷۹ ﴿۱﴾ لیکن انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا افضل ہے، کما فی شرح التنویر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، وفی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد لاکن لا ینال کما ینال خلف تقی وورع ﴿۲﴾. وهو الموفق

والد اور استاد کی اہانت کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید، عمر اور بکر تین بھائی ہیں ان میں سے زید سند یافتہ عالم ہے اور شادی شدہ بھی ہے جبکہ بکر اور عمر گھر پر نہیں ہوتے بلکہ کاروبار کے سلسلہ میں سفر پر ہوتے ہیں بکر اور عمر نے زید کے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ والدین کا خرچہ مشترکہ طور پر ادا کریں گے لیکن زید کا رویہ والدین کے ساتھ بہت توہین آمیز ہے جبکہ زید اپنے والد کا شاگرد بھی ہے زید نے ضعیف العمر والدین کو گھر سے نکال کر تھپڑ مارے اور چائے کا پیالہ بھی زور سے انڈیل دیا، زید والدین کو گھر میں عزت کے ساتھ روٹی وغیرہ بھی نہیں دیتے اپنے والد کو ہر بات پر ٹوکتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے سوال یہ ہے کہ اس قسم کے آدمی کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام حیدر لنڈا احمد خیل بنوں ۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: بشرط صدق مستفتی زید عاق اور فاجر ہے اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لحدیث الکبائر ومنها عقوق الوالدین ﴿۳﴾ وفی منحة الخالق قال الرملی ذکر الحلبی

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواه البخاری وفی روایة انس وشهادة الزور بدل الیمین الغموس متفق علیه . (مشکواة المصابیح ص ۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول)

ان تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم (هامش البحر ص ۳۴۹ جلد ۱)﴿۱﴾۔

نوٹ:......اگر قوم اس سے بدتر ہو تو اقتدا مکروہ نہیں ہے (بحر)﴿۲﴾۔وهو الموفق

مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرک کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:احمد خان راولپنڈی.....۱۹۸۳ء/۱۲/ ۱۹

الجواب: مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے خواہ کسی بھی مکتب فکر سے متعلق ہو (هندیه)﴿۳﴾۔ وهو الموفق

بینک کے ملازم کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک زمیندارہ بینک جو کواپریٹو بینک کی ایک شاخ ہے کا سیکرٹری ہے یہ بینک دس فیصد یا اس سے زیادہ سالانہ شرح کے ساتھ قرضہ دیتا ہے اصل رقم کو چھوڑ کر جو زائد رقم شرح کی بنتی ہے بینک نے زید کیلئے بطور تنخواہ اسی شرح کی رقم سے مقرر کی ہوئی ہے،اور بینک کا یہ سب کاروبار زید ہی کرتا ہے،اب اس موضع میں زید کو امام مسجد مقرر کیا جا رہا ہے جبکہ بعض

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة لما لا یخفیٰ.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن وحاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلوٰة خلفه مع الکراهة والا فلا. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

افرادزید کی امامت اوراقتدا کودرست نہیں سمجھتے ازروئے شرع اس کی امامت کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :محمد اکرم قریشی واہ کینٹ......شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: زید تعاون فی المعصیت کی وجہ سے امامت کے لائق نہیں ہے،کسی نیک شخص کوامام مقرر کیاجائے،قال اللہ تعالیٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ﴿۱﴾ وایضا لعن رسول اللہ ﷺ کاتب الربوا فتکون ذنبا کثیرۃ ﴿۲﴾ واضح رہے کہ ربوا،سود،منافع ایک ہی چیز ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قرضہ پرمنافع لیناسوداورحرام ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

بادی بواسیر والے امام کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام بادی بواسیر کامریض ہےاس کی اقتدا کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :میاں محمد یاسین فضل آباد ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: اگر یہ امام معذور شرعی نہ ہوتوامامت کرسکتا ہے(شامی)﴿۴﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (سورۃ مائدہ پارہ: ۶ آیت: ۲ رکوع ۱)

﴿۲﴾ عن جابر قال لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۴ جلد ۱ باب الربوا الفصل الاول)

﴿۳﴾وعن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر منفعۃ فھو ربا، رواہ الحارث بن ابی اسامۃ واسنادہ ساقط ولہ شاھد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیھقی وآخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری. (بلوغ المرام للعسقلانی ص ۲۸۲ رقم حدیث: ۸۱۲ قبیل باب التفلیس والحجر)

وقال الشیخ اشرف علی التھانوی: اخرجہ البیھقی فی المعرفۃ عن فضالۃ بن عبید موقوفا بلفظ کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الرباء ورواہ فی السنن الکبریٰ عن ابن مسعود وابی ابن کعب وعبد اللہ بن سلام وابن عباس موقوفا علیھم.

(امداد الفتاویٰ ص ۲۱۵ جلد ۳ رسالہ کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا)

﴿۴﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: ولا طاھر بمعذور ھذا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سب وشتم اور لوگوں کی توہین کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے قوم سے مخالف ہونے کی بنا پر مسجد اور امامت کو سب وشتم دیئے، یہ امام جاہل ہے اور علماء کا توہین بھی کرتا ہے قرأت بھی غلط کرتا ہے ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالاکبر مسجد خانان

الجواب: اگر یہ الزام مسلم اور مبرہن ہوں تو اس امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ البتہ انفراد سے اقتدا افضل ہے (شامی، بحر، ہندیہ) . وهو الموفق

بیوی کو نفقہ سے محروم کرنے منگنی پر ڈھول بجوانے اور غیر محرم کو دم کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص آخری عمر میں دوسری شادی کرے اور پہلی بیوی کو حقوق شرعیہ اور نان ونفقہ سے محرم کردے اور اولاد کو بھی محروم کرے دوسری شادی میں منگنی پر ڈوموں کو بلا کر ڈھول بجوائے اور پرائے عورتوں سے ناچ کرایا اور گانے گائے گئے، نیز غیر محرم عورتوں کو کھلا منہ کر کے دم کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، کیا اس کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر احمد شاہ ڈیرہ اسماعیل خان

(بقیه حاشیه) ان قارن الوضوء الحدث او طرأ علیه بعده وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم.

(الدرالمختار ص ۴۲۸ جلد ا باب الامامة قبیل مطلب فی الالثغ)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال ابن عابدین : افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمحتار ص ۴۱۵ جلد ا قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

الجواب: بشرط صدق وثبوت مذکورۃ الاوصاف شخص فاسق ہے ﴿۱﴾ جس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ محلہ کے ارباب حل وعقد کا فریضہ ہے کہ وہ اس امام کو سبکدوش کر دیں ﴿۳﴾ لیکن اگر یہ امام کسی وجہ سے برقرار رہے تو پھر انفراد سے اقتدا افضل ہے، درمختار میں ہے، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة ﴿۴﴾. وهو الموفق

افیون کا نشہ کرنے والے، مردوں کو بطور پیشہ غسل دینے والے اور جادوگر امام کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص ہمیشہ افیون کے نشے میں مست ہو، اور مردوں کو بطور پیشہ مستقلاً غسل دیتا ہو، سحر، جادو ٹونہ اور غلط تعویذات کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الرحمٰن کالکس ضلع دیر.....۱۹۷۳/۴/۵

﴿۱﴾ قال العلامه محمد بن البزاز الكردری: استماع صوت الملاهی كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر ای بالنعمة.

(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهنديه ص ۳۵۹ جلد ۶ الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهی)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمى ومبتدع، قال ابن عابدين: نكره امامته بكل حال بل مشى فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ قال الحصكفی: ويكره تقليد الفاسق ويعزل به الا لفتنة، قال ابن عابدين: ای بالفسق لو طرأ عليه والمراد انه يستحق العزل كما علمت آنفا ولذا لم يقل ينعزل.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۴﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

الجواب: واضح رہے کہ افیون کھانا حرام ہے، لما فی الدر المختار ویحرم اکل البنج والحشیشہ ھی ورق القنب والافیون،الخ ﴿۱﴾ وبمعناہ فی سائر کتب الفتاوی، اورحرام کار خصوصاً جبکہ علی الدوام کرنے والا ہوفاسق ہےاور فاسق کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے،صرح بہ فی الکبیری ﴿۲﴾ نیز پیشہ ورغسال لوگوں کی نظر میں خفیف ہوتا ہے جوکہ مورث کراہتِ اقتدا ہے، کما یدل علیہ تعلیل الھدایۃ حیث قال ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ ص ۱۱۰ جلد ۱ ﴿۳﴾ اور جادوگری فسق یا کفر سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا نہ کرنا چاہئے ﴿۴﴾۔وھو الموفق

ناجائز معاملہ پروالدین سے ناراض بیٹے کی اقتدا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اپنی والدہ سے ناراض ہے اس کوقوم کہتا ہے کہ والدہ سے راضی نامہ کرلے یا معافی طلب کرے،لیکن وہ نہ راضی نامہ کرنا چاہتا ہےاورنہ معافی طلب کرتا ہے جب کہ ماں کا بیان یہ ہے''واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ میرا بیٹا فلاں ولد فلاں قوم ... سکنہ ... ناراض ہوکرکسی کے مکان میں چلا گیا ہےاور میرے خاوندکوفوت ہوئے آٹھ سال ہو

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۲۵ جلد ۵ کتاب الاشربۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحلبی فی شرح المنیۃ: فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامۃ)

﴿۳﴾ (ھدایہ ص ۱۱۰ جلد ۱ باب الامامۃ کتاب الصلوٰۃ)

﴿۴﴾ قال الحصکفی: وحرام وھو علم الفلسفہ والشعبذۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعین والسحر، قال العلامہ ابن عابدین: فھذہ انواع السحر الثلاثۃ قد تقع بما ھو کفر من لفظ او اعتقاد او فعل وقد تقع بغیرہ کوضع الاحجار وللسحر فصول کثیرۃ فی کتبھم فلیس کل مایسمی سحرا کفراً اذ لیس التکفیر بہ لما یترتب علیہ من الضرر بل لما یقع بہ مما ھو کفر کاعتقاد انفراد الکواکب بالربوبیۃ واھانۃ قرآن او کلام مکفر ونحو ذلک. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۳ جلد ۱ مطلب السحر انواع)

گئے ہیں ان آٹھ سالوں میں اس نے میری کوئی امداد نہیں کی، پچھلے سال وہ گھر آیا ہم نے جرگہ بٹھا کر اس کو کہا، اور وہ ناراض ہو کر کسی کے مکان میں چلا گیا اب وہ کہتا ہے کہ میں والدہ سے ناراض ہی رہوں گا اگر آپ نے میرا اور والدہ صاحبہ کا راضی نامہ کرنا ہے تو میرا گوشت کاٹ کر بوری میں ڈال کر لے جائیں اور میں دندہ مانی سے معافی نہیں مانگوں گا وغیرہ"۔اس صورت میں ایسے بیٹے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد غنی راولپنڈی ۱۹۶۹ء/ ۱۱/ ۲۲

الجواب: آپ نے کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے کہ ناراضگی کی وجہ کیا ہے لہٰذا تعلیقی جواب دیا جاتا ہے یعنی اگر والدہ کے جائز معاملہ سے یہ ناراضگی ہو تو فسق کی وجہ سے اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ اور اگر والدہ کے کوئی ناجائز معاملہ سے ناراضگی ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، **لحدیث لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق** ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حضور ﷺ کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے والے کا توبہ کے بعد امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد مولانا امین الحق پر بعض مخالفین نے ذاتی عناد کی بنا پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے آج سے چالیس سال قبل آنحضرت ﷺ فداہ ابی و امی کے بارے میں ناشائستہ کلمات استعمال کئے تھے جن کی وجہ سے اس وقت کے علماء نے اس کو امامت سے معزول کیا تھا، حالانکہ میرے والد نے زندگی بھر اس قسم کے الفاظ نہیں کہے ہیں میرا والد سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہے اولیاء اللہ کے ماننے والے اور معتقد ہیں اور حضور ﷺ کے ادنیٰ امتی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویکره امامة عبد واعرابی وفاسق واعمی ومبتدع، قال ابن عابدین: تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیم کراهة تحریم. (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۲۱ جلد ۱ الفصل الثانی کتاب الامارة)

ہونے پر فخر کرتا ہے، خدانخواستہ اگر بمقتضائے بشریت اس نے اس قسم کے کلمات کہے بھی ہوں اور اس نے توبہ کرکے انابت الی اللہ کی ہوتو کیا اس کے پیچھے اقتداء درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید الابرار منشی فاضل نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۴/۶

الجواب: سب الرسول علیہ السلام کے ثبوت شرعی کے بعد ساب کا توبہ قران وحدیث اور فقہ کی بنا پر صحیح ہے اور اس کی امامت صحیح ہے، قال اللہ تعالیٰ فی شان المنافقین، ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ینالوا الی ان قال فان یتوبوا یک خیرالهم (الایة)﴿۱﴾ وجه الاستدلال ان المنافقین کانوا مسلمین ظاهرا، ویجری علیهم احکام المسلمین وقال الله تعالیٰ غافر الذنب وقابل التوب﴿۲﴾ من غیر تقید وتخصیص، وقال رسول اللهﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب له ﴿۳﴾ وقال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد۳ فهذا صریح کلام القاضی عیاض فی الشفاء والسبکی وابن تیمیه وانمه مذاهب علی ان مذهب الحنفیة قبول التوبة بلا حکایة قول آخر عنهم وانما حکوا الخلاف فی بقیه المذاهب الخ﴿۴﴾. وهوالموفق

گروی پر نفع لینے والے اور پیشہ ور امام کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک پیش امام صاحب کسی آدمی کو مبلغ تین ہزار روپے دے کر زمین مرہونہ بنالیتا ہے اور زمین کے حاصلات سے مالک کو کچھ نہیں دیتے اور دی ہوئی رقم بدستور رکھتا ہے کیا اسی طرح کے معاملہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے؟ (۲) ایسا

﴿۱﴾ (سورة التوبة پاره: ۱۰ رکوع: ۱۶ آیت: ۷۴)
﴿۲﴾ (سورة المؤمن پاره: ۲۴ رکوع: ۱ آیت: ۳)
﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)
﴿۴﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۱۹ جلد۳ مطلب مهم فی حکم ساب الانبیاء باب المرتد)

شخص جو ہمیشہ کیلئے پیشہ امامت اختیار کرے اس کے پیچھے ہمیشہ کیلئے نماز پڑھنا کیسا ہے؟(۳) اگر اس پیشہ ورامام کے پیچھے اقتدا صحیح نہ ہوتو اس کو کس طرح راہ راست پر لایا جا سکتا ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: شوکت علی ولد تاج ملوک خان طورو مردان......۱۹۶۹ء/۴/۸

الجواب: (۱) مرہونہ پر نفع لینا جائز نہیں ہے خواہ مشروط ہو یا معروف ہو اور ہمارے علاقوں میں معروف ہے لہٰذا حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے﴿۱﴾ لیکن انفراد سے اقتدا افضل ہے ، عن ابی بردہ بن ابی موسیٰ قال قدمت المدينة فلقيت عبد الله بن سلام فقال انک بارض فيها الربوا فاش فاذا كان لک على رجل حق فاهدیٰ اليک تبن او حمل شعير او حبل قت فلا تاخذه فانه ربوا، رواه البخاری ،وقال ابن عابدين: قلت والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف بمنزلته كالمشروط وهذا مما يعين المنع ﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۴۲۷ جلد۵) وفي منحة الخالق قال الرملي ذكر الحلبي في شرح المنية ان كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة تحريم وفي البحر بعد عبارة والا فالاقتداء بهم اولیٰ من الانفراد (بحر ص ۳۴۹ جلد ۱)﴿۳﴾ .

(۲:۳) پیشہ امامت بذات خود امر مستحسن ہے بے شک جب اجرت میں فرائض اور واجبات لیتا ہے یا باوجود غنی شرعی کے زکواۃ فطرانہ لیتا ہے تو یہ امر مستقبح ہے اہل محلہ پر ضروری ہے کہ اس کیلئے تنخواہ مقرر کرے اور زکواۃ وغیرہا اجرت میں نہ دیوے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة وكذا تكره خلف امرد، قال ابن عابدين: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد .
(الدرالمختار مع ردالحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۴۳ جلد۵ كتاب الرهن)

﴿۳﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کی مرمت کرنے والے مستری کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کا بیٹا ریڈیو اور ٹی وی کا مستری ہے تو کیا اس مستری بیٹے کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہدایت اللہ کانگڑہ چارسدہ ...... ۲۱/ شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: فاسق کے پیچھے فساق کی اقتدا بلا کراہت جائز ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از بحر ھندیہ باب الامامۃ). وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة كما لا يخفى.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

باب القراءۃ فی الصلوٰۃ

لا الٰہ پر وقف مفسد نماز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص کلمہ توحید کے ذکر کے دوران یا نماز کے دوران لا الٰہ پر وقف کرے اور وقف کے بعد الا اللہ پڑھے اور یہ وقف قصداً یا نسیاناً یا جہالت کی وجہ سے ہو تو اس کا کیا حکم ہے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام جلیل صاحب مدرس مدرسہ مفتاح العلوم ہنگو ۱۹۸۶/۱۰/۷

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بنا پر یہ وقف مفسد صلاۃ نہیں ہے (فلیراجع الی الھندیہ ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الخامس زلۃ القاری ﴿۱﴾. وھو الموفق

دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت چھوڑ کر فصل کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام دو سورتیں مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الفیل پڑھے، اور دوسری رکعت میں سورۃ الماعون پڑھے یا پہلی رکعت میں سورۃ العصر پڑھے اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے، تو یہ مکروہ ہے یا نہیں ان دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۹/۱۴

﴿۱﴾ قال فی الھندیہ: وان تغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ شھد الله انه لا اله ووقف ثم قال الا ھو لا تفسد صلاته عند عامة علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال ھکذافی المحیط. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۱ جلد ۱ فصل الخامس فی زلة القاری)

الجواب: جب کوئی امام اول رکعت میں الم ترکیف الخ پڑھے، اور دوسری رکعت میں ارء یت الذی الخ پڑھے تو یہ مکروہ ہے اور جب اول رکعت میں والعصر الخ پڑھے اور دوسری رکعت میں الم ترکیف الخ تو مکروہ نہیں، کمافی شرح التنویر مع ردالمحتار قبیل باب الامامة ویکره الفصل بسورة قصيرة اما بسورة طويلة بحيث يلزمه منه اطالة الركعة الثانيه اطالة كثيرة فلا يكره ، شرح المنية ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز میں دوسورتوں سے فصل کرنا جائز اور ایک سورۃ قصیرہ سے فصل کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رکعت اولیٰ میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ لے یا پہلی رکعت میں سورۃ التین اور دوسرے رکعت میں سورۃ القدر پڑھ لے تو کیا یہ طریقہ مکروہ ہے یا غیر مکروہ؟ مدلل ومبرہن جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم عبدالرؤف صاحب پابنی صوابی ۱۹۸۹ء/۱/۹

الجواب: دوسورتوں سے فصل ہو تو غیر مکروہ ہے اور ایک سورۃ سے فصل ہو تو مکروہ ہے جبکہ یہ سورۃ فاصلہ قصیر ہو اور جب طویل بین ہو تو مکروہ نہیں ہے، کمافی شرح التنویر ص ۵۱۰ جلد ۱ ویکره الفصل بسورة قصيره، امابسورة طويلة بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانيه اطالةً كثيرة فلا يكره (شرح المنية) كما ذا كانت سورة قصيرتان ﴿۲﴾. وهو الموفق

ایک بڑی آیت دو رکعتوں پر تقسیم کر کے پڑھنا جائز مگر خلاف سنت ہے

سوال: محترمی ومکرمی جناب صدر دارالافتاء مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ! ایک استفتاء عرض

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبيل باب الامامة)
﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبيل باب الامامة)

خدمت ہے جو چند اجزاء پر مشتمل ہے جواب مرحمت فرماویں۔ (الف) فرض نماز (جہری) میں امام کو ایک رکعت میں ایک آیت کا کم از کم کتنا حصہ پڑھنا ضروری ہے۔ (ب) ایک آیت کتنی بڑی ہو (قرآن کریم کی بعض بڑی آیتوں کے حوالے مرحمت فرمائیں) کہ جس کے ایک جز کا حصہ پڑھنے سے رکعت صحیح ہو اور قرأت ادا ہو۔ (ج) ایک امام صاحب نے دوگانہ نماز فجر کی ایک رکعت میں سورۃ الفتح کی آخری آیت نمبر ۲۹ کا صرف آخری حصہ یعنی "سیماهم فی وجوههم تا اجرا عظیما" پڑھ کر رکوع کرلیا کیا نماز درست ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ چوک ابریشم گران پشاور۔۔۔۔۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: جب نمازی طویل آیت مثلاً اية الكرسی یا سورۃ الفتح کی آخری آیت دو رکعتوں پر تقسیم کریں یا مقدار سورۃ الکوثر اس سے پڑھے، تو قرأت واجبہ ادا ہوئی اور نماز درست ہوچکی، البتہ خلاف سنت ہے، فليراجع الى ردالمحتار ص ۲۲۱ جلد ۱ بحث واجبات الصلوٰۃ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

العالمین اور الرحمن میں وصل اور وقف دونوں جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام نے الحمد لله رب العالمين پر وقف کیا اور الرحمن الرحيم جدا پڑھ لیا، اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ غلط ہے بلکہ وصل کرے یعنی نَ الرحمن الرحيم پڑھا کرے کیونکہ یہ وقف غلط ہے نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام نے اسے کہا کہ اچھے تعلیم یافتہ لوگ میرے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں وہ غلطی نہیں پکڑتے

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: لو قرأ آية طويلة كآية الكرسي او المداينة البعض في ركعة والبعض في ركعة اختلفوا فيه على قول ابي حنيفة قيل لا يجوز لانه ماقرأ آية تامة في كل ركعة وعامتهم على انه يجوز لان بعض هذه الآيات يزيد على ثلاث قصار او يعد لها فلا تكون قراء ته اقل من ثلاث آيات وهذا يفيد ان بعض الاية كالآية في انه اذا بلغ قدر ثلاث آيات قصار يكفي. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۴۸ جلد ۱ مطلب واجبات الصلاة)

اورتم ان پڑھ کیسے میری غلطی کو پکڑ سکتے ہو پس آپ کی نماز میرے پیچھے نہیں ہوسکتی پھر تقریباً دو مہینے بعد ایک جھوٹا اشتہار شائع ہوا جس میں جھوٹا انگوٹھا لگا کر فتویٰ لگایا تھا کہ اس امام کی شکل کفار جیسی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، استفتاء یہ ہے کہ اس نماز اور اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے امام کے خلاف جھوٹا اشتہار پھیلایا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خان زمان وارتیاں خانپور ہزارہ......۱۷/نومبر ۱۹۶۹ء

الجواب: وقف اور وصل دونوں جائز ہیں رب العالمین الرحمن بھی جائز بلکہ بہتر ہے لان الوقف بین الصفة والموصوف غیر مستحسن عند الفقهاء، وصرح به فی الخانیه علی هامش الهندیه ص ۱۴۳ جلد ۱ ﴿۱﴾. اور الرحمن الرحیم (جدا) پڑھنا بھی جائز ہے، لحدیث مرفوع رواه الترمذی ﴿۲﴾ (لاکنه منقطع) پس اس میں تشدد نہیں کرنا چاہئے اور چونکہ افتراء فسق ہے لہٰذا اس شخص پر توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه فخر الدین القاضی خان: او فصل بین الوصف والموصوف بان قرأ انه کان عبدا ووقف ثم ابتدء بقوله شکوراً فمثل هذا لا یحسن ولا تفسد به الصلاة وکذا لو فصل بین قوله الا بذکر الله تطمئن القلوب لا تفسد الصلاة وان کان لا یحسن هذا الوقف لان مواضع الوصل والفصل لا یعرفها الا العلماء.

(فتاویٰ خانیه علی هامش الهندیه ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی قرأة القرآن)

﴿۲﴾ عن ام سلمة قالت کان رسول الله ﷺ یقطع قرأته یقرأ الحمد لله رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرأها ملک یوم الدین هذا حدیث غریب وبه یقرأ ابو عبید ویختاره هکذا روی یحی بن سعید الاموی وغیره عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی ابن مملک عن ام سلمة انها وصفت قراءة النبی ﷺ حرفا حرفا وحدیث اللیث اصح ولیس فی حدیث اللیث وکان یقرأ مالک یوم الدین.

(سنن الترمذی ص ۱۱۶ جلد ۲ ابواب القراءات عن رسول الله ﷺ)

نمازعید کی قرأت اور ہیئت میں غلطی کا شبہ

سوال: محترم جناب مفتی صاحب دام مجدکم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! مسئلہ آن ست کہ مایاں نمازعید الفطر مے گزاردیم چوں دررکعت اول خطیب صاحب سورۃ الاعلیٰ شروع کرد، پس گفت سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق، پس گفت والذی قدر فھدیٰ دوقسم لغزش صادرشد، یکے وقف برخلق، ودوم ترک فسویٰ ، چوں رکعت دوم شروع کردسورۃ غاشیہ بخواند بمصیطر مع صاد بخواند، فاصلة السین والصاد بدل عنه ولهٰذا ذکر المفسر فی تفسیر الجلالین بمسیطر والافعادته قراءة ابی عمرو فی المتن غالباً، بعدہ بہ تکبیرات زوائدرکعت دوم شروع کردپس بجائے سہ تکبیرپنچ بگفت ، چوں تکبیر چہارم گفت ہمہ مردمان ماسوائے چندافراد کہ امام بنظرایشان درے آمد، بقیام ماندند، باقی ہمہ اشخاص برکوع رفتند ، چوتکبیرپنجم گفت ،مردماں بقومہ افتند وامام ہنوز برکوع آمد، وآن کسان چندکہ امام درنظرشان بودآں ،ہم برکوع افتند بمتابعت امام خودچوں سمع اللہ بعدازتکبیرپنجم بگفت مردمان بقومہ رفتہ متحیرشدند، کہ ایں چہ مصیبت بر پاشدبعض درگفتگوئے مفسدنماز ہم درآمدند، چوں ازسلام فارغ شد، من بندہ ناچیز عرض کردم کہ نماز رااعادہ باید کرد، ازانکہ متابعت کنندہ گان رانماز مکروہ شدہ، ومخالفین رکوع راکہ امام رادراول وآخررکوع قطعاً نیافتند ،نماز فاسدشد، ازانکہ شرکت باامام دررکن شرط است برائے ادراک رکن باامام ومتابعت ہم ضروریست ۔ ہردوفوت شدند، مگرایشان بجواب من گفتند کہ نماز صحیح است حالانکہ در ’’مفتاح الصلاۃ‘‘ مےنویسد کہ اگرازمصلی فرض فوت شداعادہ نمازفرض است واگر واجب فوت شدنماز رااعادہ کردن واجب واگرسنت فوت شدسنت واگرمستحب فوت شداعادہ نمازمستحب است، چونکہ شمایاں رااللہ تعالیٰ علم وسیع وجامع عطافرمودہ لہٰذاحل ایں مشکل بکنید۔ والسلام

المستفتی :مولوی میراکبرپیش امام مسجد میناخیل لکی مروت......۱۹۶۹ء/۱/۵

الجواب: درصورت مذکورہ بالا نماز عید صحیح است ہیچ مفسد از امام متحقق نہ شدہ است و گفتگو کنندگان نماز خود را از وجہ جہل فاسد کردہ اند، امام را دریں ہیچ گناہ نیست۔ فقط

نماز میں غیر مکمل آیت پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں صرف مسلمات قانتات تائبات پڑھنا کس طرح ہے، عسی ان یبدلہ سے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ فرمادیں کہ نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حبیب اللہ خیر آباد ضلع نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۲/۲۴

الجواب: صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہے، البتہ مکروہ ہے، لان غایة الامر انه قرء وسط الاية وترك اولها، وقرء الصفة وترك الموصوف ولافساد فيه بدليل مافى ردالمحتار لو قرء آية طويله كآية الكرسى او المداينة البعض فى ركعة والبعض فى ركعة اختلفوا فيه على قول ابى حنيفة قيل لا يجوز لانه ما قرء آية تامة فى كل ركعة وعامتهم على انه يجوز لانه بعض هذه الايات يزيد على ثلاث آيات قصار الخ﴿۱﴾، قلت فلو كانت القراءة من وسط الاية مفسدة لحكموا بالفساد وما قالوا قلت ومن قرء كراماً كاتبين يعلمون ما تفعلون بعد الفاتحة هل تصح صلوته اولا، فافهم، نعم الوقف بين الصفة والموصوف غير مستحسن كما فى فتاوىٰ قاضى خان فليراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۳۳۸ جلد ۱ مطلب واجبات الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه فخر الدين المعروف بقاضى خان: وان وصل فى غير موضعه او فصل فى غير موضعه فقد ذكرنا نحوه ان لم يتغير المعنىٰ تغيرا فاحشا بان وقف على الشرط وابتدأ بالجزاء فقرأ ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات ووقف وقفا تاما ثم ابتدأ بأُلئك هم خير البرية او قرأ من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

پہلی رکعت میں کسی سورت کا حصہ اور دوسری میں پوری سورت کا پڑھنا افضل نہیں

سوال: پہلی رکعت میں کسی سورت کا ایک رکوع اور دوسری رکعت میں پوری سورت اگر پڑھی جائے تو کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: محمد وصی الدین راولپنڈی.....۱۹۷۵ء/۱۱/۲۶

الجواب: یہ امر جائز ہے قابل اعتراض نہیں، البتہ افضل اور بہتر نہیں ہے کما فی ردالمحتار ص ۵۱۰ جلد ۱ وکذا لو قرء فی الاولیٰ من وسط سورۃ او من سورۃ اولها ثم قرء فی الثانیة من وسط سورۃ اخریٰ او من اولها او سورۃ قصیرۃ الاصح انه لا یکره لاکن الاولیٰ ان لا یفعل من غیر ضرورۃ ﴿۱﴾. وهو الموفق

قرأت میں تغیر فاحش واقع نہ ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز میں قرآن غلط طریقے سے پڑھتا ہے اسی طرح کہ "اِنَّا" کی بجائے "انَّ" ارسلنا" کی بجائے" ارسلن" "کیف فعل" کے لام کو لمبا کر کے ،فعلا" پڑھتا ہے سورۃ انشراح میں جتنے "ک" ضمائر خطاب ہیں ان تمام پر آواز دراز کر کے "کا" پڑھتا ہے اسی طرح سورۃ کوثر میں " انّ" کے نون پر آواز لمبی کر کے

(بقیہ حاشیہ)مؤمن ووقف علیہ ثم ابتدأ بقوله فلنحیینه حیاۃ طیبة او فصل بین الوصف والموصوف بان قرأ انه کان عبداً ووقف ثم ابتدأ بقوله شکورا فمثل هذا لا یحسن ولا تفسد به الصلاۃ وکذا لو فصل بین قوله الا بذکر الله تطمئن القلوب لا تفسد الصلاۃ وان کان لا یحسن هذ الوقف لان مواضع الوصل والفصل لا یعرفها الا العلماء.

(فتاویٰ خانیه علی هامش الهندیه ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی قرأۃ القرآن)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبیل باب الامامة)

''انَـــا'' پڑھتا ہے، اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر فاسد ہوتی ہے تو پڑھنے والا اگر امام ہو تو مقتدیوں کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد علی حسن خیل.....۱۹۷۵ء/۷/۲۸

الجواب: اس امام پر ضروری ہے کہ مشق کر کے درست خوان بنے، البتہ عدم تغیر فاحش کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قرآن میں ترک وقف موجب کفر اور مفسد صلاۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ، لســـت علیھم بمصیطر، الا من تولیٰ و کفر، فیعذبه الله العذاب الاکبر، الایة. حاشیہ سجاوندی میں اس آیت پر لکھا ہے کہ کــفــر پر وقف نہ کرنا چاہئے اگر کسی نے عمداً کیا تو کافر ہو جائے گا اور سہواً کیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، سوٗمحشی کا یہ قول درست اور صائب ہے اور قانون کے عین مطابق ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں الا برائے مستثنیٰ منقطع ہے، اور معنی اس آیت کا یہ ہے کہ آپ ان پر نگران نہیں، ہاں جو شخص منہ پھیر لے اور کفر کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑا عذاب دیگا، تو اس صورت میں کفر پر وقف نہ ہوگا، اور جب کفر پر وقف کیا تو یہ

﴿۱﴾ قال فی الهنديه: (ومنها) ذكر حرف مكان حرف، ان ذكر حرفا مكان حرف ولم يغير المعنى بان قرء ان المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلک لم تفسد صلاته وان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اكثرهم لا تفسد صلاته هكذا فی فتاویٰ قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۹ جلد ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)

سورت مسئولہ میں تغیر فاحش کی وجہ سے نماز فاسد ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

معنی ہوں گے کہ اے پیغمبر علیہ السلام آپ ان پر نگران نہیں مگر اس پر نگران ہیں، جس نے پشت پھیر لی اور کفر کیا جو منشأ خداوندی کے خلاف ہے اور مستثنیٰ متصل ہوگا، پس اس صورت میں عمداً وقف کرنا کفر اور سہواً مفسد صلوٰۃ ہونا چاہئے۔ بینو اتوجروا

المستفتی: سید لعل شاہ بخاری خطیب واہ کینٹ مدنی مسجد ......۴/ شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: چونکہ کسی مسلم واقف کا یہ فاسد معنی مراد نہیں ہوتا ہے، لہٰذا یہ وقف نہ مفسد ہوگا اور نہ مکفر ہوگا ﴿۱﴾۔ کمافی منحة الفکر ص ۶۲ وحاصل معنی البیت بکماله انه لیس فی القرآن وقف واجب یا ثم القاری بترکه ولا وقف حرام یا ثم بوقفه لانهما لا یدلان علی معنی فیختل بهما الا ان یکون لذلک سبب یستدعی تحریمه وموجب یقتضی تاثیمه

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: (قوله او بوصل حرف بکلمة نحوا یاکنعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی به یفتیٰ بزازیة) قال فی البزازیه الصحیح انه لا یفسد وفی المنیة لا یفسد علی قول العامة وعلی قول البعض یفسد وبعضهم فصلوا بانه ان علم ان القرآن کیف هو الا انه جری علی لسانه لا تفسد وان اعتقدان القرآن کذلک تفسد قال فی شرحها والظاهر ان هذا الاختلاف انما هو عند السکت علی ایا ونحوها والافلا ینبغی لعاقل ان یتوهم فیه الفساد ، واما قطع بعض الکلمة عن بعض فافتی الحلوانی بانه مفسد وعامتهم قالوا لا یفسد لعموم البلویٰ فی انقطاع النفس والنسیان وعلی هذا لو فعله قصداً ینبغی ان یفسد وبعضهم قالوا ان کان ذکر الکلمة کلها مفسداً فذکر بعضها کذلک والا فلا قال قاضی خان وهو الصحیح والاولیٰ الاخذ بهذا فی العمد وبقول العامة فی الضرورة وتمامه فی شرح المنیة (قوله او بوقف وابتداء) قال فی البزازیة الابتداء ان کان لا یغیر المعنی تغیراً فاحشا لا یفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء وکذا بین الصفة والموصوف وان غیر المعنی نحو شهد الله انه لا اله ثم ابتدأ بالاهو لا یفسد عند عامة المشائخ لان العوام لا یمیزون ولو وقف علی وقالت الیهود ثم ابتدأ بما بعده لا تفسد بالاجماع وفی شرح المنیة والصحیح عدم الفساد فی ذلک کله. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۶۷ جلد ۱ قبیل مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد بدون الف لا تفسد)

كـان يقصد الوقف على مامن اله، رانى كفرت ونحوهما كماسبق من غير ضرورة اذ لا يـقـصـد ذلک مسلم واقف على معناه واذالم يقصد فلا يحرم عليه الاالوصل ولا وقف فـى مبـنـاه، وامـا غيـر واقـفيـن عـلى معناه ففى الامر سعة عليهم لا كن لاحسن مع عدم الـقـصـد ان يجتنب الوقف على مثل ذلک مطلقا للايهام على خلاف المرام لا سيما اذا كان مستمعا فى ذلک المقام. وهو الموفق

قرآن میں دیکھ کر پڑھنا مفسد صلاۃ ہے اور دعائے حفظ والی نماز ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ کوئی شخص یعنی نمازی قرآن مجید کے اندر دیکھ کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) نماز کی ایک ''کتاب مکمل'' ہے اس میں تحریر ہے کہ ہفتہ کی خاص شب میں یا جمعہ کی شب میں چار رکعت نفل پڑھنا، ایک رکعت میں سورۃ دخان دوسری میں سورۃ یاسین تیسری میں سجدہ چوتھی رکعت میں سورۃ ملک پڑھنا، کیا ان سورتوں کی تخصیص آئی ہے اور یہ حدیث ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الرحمٰن عرفانی خطیب ملٹری کالج انجنیر نگ رسالپور

الجواب: (۱) قرآن شریف سے نماز میں پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے ﴿۱﴾ (ہدایہ وغیرہ) هو مذهب امام الائمه وهو مكروه عند صاحبيه وجائز عند الشافعی رحمه الله وغيره. (۲) یہ حدیث

﴿۱﴾ واذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاته عند ابی حنيفة رحمه الله وقالا هی تامة لانهاعبادة انضافت الى عبادة اخرىٰ الا انه يكره لانه تشبه بصنيع اهل الكتاب ولابی حنيفة رحمه الله ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل كثير ولانه تلقن من المصحف فصار كما اذا تلقن من غيره اما فساد الصلاة فبالعمل الكثير.

(هدايه على صدر فتح القدير ص ۱۵۳ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

شریف ترمذی شریف میں مروی ہے ﴿۱﴾ (اوران سورتوں کا پڑھنا یاد سے ضروری ہے)۔ وھو الموفق

نماز میں ترک ثنا، درود شریف، قاف کی بجائے کاف اور الحمد میں حمد پڑھنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا امام مسجد نماز میں ترک سبحانک کرتا ہے قاف کے بجائے کاف اور الحمد کے بجائے حمد بغیر الف لام کے پڑھتا ہے نماز کو بہت جلدی ختم کرتا ہے حتی کہ کبھی کبھی درود شریف بھی نہیں پڑھتا تو ایسی قرأۃ کرنا یعنی غلط پڑھنا مفسد صلاۃ ہے یا نہیں؟ نیز اگر ہماری نماز نہ ہوتی ہو تو ایسے امام کو معزول کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللطیف امان گڑھ

الجواب: فقہاءکرام نے لکھا ہے کہ سبحانک اللھم نہ پڑھنے سے، الف لام چھوڑنے سے، قاف کی جگہ کاف پڑھنے سے اور درود شریف ترک کرنے سے نماز خلاف سنت اور مکروہ ہو جاتی ہے ﴿۲﴾ پس اس امام صاحب کیلئے ضروری ہے کہ ان شکایات کا ازالہ کرے یا خود مستعفی ہو جائے، باقی ایسے

﴿۱﴾ عن ابن عباس انه قال بينما نحن عند رسول اللهﷺ اذ جاء ه علی ابن ابی طالب فقال بابی انت وامی تفلت هذا القرآن من صدری فما اجد نی اقدر عليه فقال له رسول اللهﷺ يا ابا الحسن افلا اعلمک کلمات ينفعک الله بهن وينفع بهن من علمته ويثبت ماتعلمت فی صدرک قال اجل يا رسول الله فعلمنی قال اذا کان ليلة الجمعة فان استطعت ان تقوم فی ثلث الليل الآخر فانها ساعة مشهودة والدعاء فيها مستجاب وقد قال اخی يعقوب لبنيه سوف استغفر لکم ربی يقول حتی تاتی ليلة الجمعة فان لم تستطع فقم فی وسطها فان لم تستطع فقم فی اولها فصل اربع رکعات تقرأ فی الرکعة الاولیٰ بفاتحة الکتاب وسورة ياسين وفی الرکعة الثانية بفاتحة الکتاب وحم الدخان وفی الرکعة الثالثة بفاتحة الکتاب والم تنزيل السجدة وفی الرکعة الرابعة بفاتحة الکتاب وتبارک الملک المفصل الخ.
(جامع الترمذی ص۱۹۶ جلد۲ ابواب الدعوات باب فی دعاء الحفظ)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: واما المتأخرون کابن مقاتل وابن سلام واسمعيل الزاهد وابی بکر البلخی والهندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مساجد کے ائمہ جن کا باقاعدہ معقول مشاہرات مقرر نہ ہو معزول کرنا عاقبت اندیشی کا کام نہیں ہے، ایسی مساجد کو ماسوائے ایسے ائمہ کے دیگر ائمہ رغبت نہیں کرتے ہیں۔ وھو الموفق

سورۃ العصر میں وعملوا الصالحات چھوڑ کر نماز واجب الاعادہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام نے نماز میں سورۃ العصر سے جملہ وعملوا الصالحات چھوڑ کر نماز پڑھ لی اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ مقدار آیات ثلاثہ قصار ضم کرنا واجب ہے اور جملہ مذکورہ کو چھوڑنے کی صورت میں مقدار تین آیت سے کم ہوگئی تو اعادہ کی صورت میں باجماعت اعادہ کرنا ہوگا یا انفراداً؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد عارف، مولوی عبیداللہ دکی بلوچستان ۲۰/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ اس حذف سے تغیر فاحش لازم نہیں ہوتا ہے نیز یہ باقی انا اعطیناک الکوثر (سورۃ الکوثر) سے کم نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اعادہ نہیں کیا جائے گا، کما فی الدرالمختار وکذا لو کانت تعدل ثلثا قصاراً۔ (ھامش ردالمحتار ص۴۲۷ جلد۱) وکذا الحروف الباقی تزید علی ثلثین ﴿۱﴾۔ فقط

(بقیہ حاشیہ) علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا ولو اعتقادہ کفرا لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوہ الاعراب قال قاضی خان وما قالہ المتأخرون اوسع وما قالہ المتقدمون احوط وان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینھما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مکان الصالحات فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلویٰ۔ (ردالمحتار ص۴۶۲ جلد۱ مطلب مسائل زلۃ القاری)

وقال الحصکفی: وسنتھا ترک السنۃ لا یوجب فساد او لا سھوا بل اساءۃ لو عامداً ...... والثناء والصلاۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ۔ (الدرالمختار ص۳۵۲ جلد۱ مطلب سنن الصلوٰۃ)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۳۸ جلد۱ باب صفۃ الصلاۃ مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا)

سورۃ البقرہ میں من رسلہ کے بعد والقدر خیرہ وشرہ الخ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام قرأت سورۃ بقرہ میں من رسلہ کے بعد غلطی سے والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت بھی پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ای ۲۳۶ راولپنڈی ۲/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: صریح جزئیہ نہیں ملی قواعد کی بنا پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے لعدم الموجبات ولیس ھھنا تاخیر الفرض . فقط

نماز میں صراط بفتح الصاد ، کذبوہ، کذبوھا اور یغشاھا یغشیٰ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نماز میں صراط بفتح الصاد اسی طرح کذبوہ کی جگہ کذبوھا اور یغشاھا کے بجائے یغشی پڑھتا ہے حالانکہ زید اپنے گمان میں صحیح پڑھتا ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیش امام مسجد قیام الدین بونیر سوات ۳۰/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: ان تمام صورتوں میں نہ نماز فاسد ہے، لعدم التغیر الفاحش، اور نہ مکروہ ہے، لکونہ من الزلل التی لا یخلو منھا احد من البشر ﴿۱﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال فی الخانیہ : اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلاۃ عند الکل. (فتاویٰ الخانیہ علی ھامش الھندیہ ص ۱۳۹ جلد ۱ فصل فی قرأۃ القرآن)

وقال العلائی: ومنھا زلۃ القاری فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایا کنعبد او بوقف او ابتداء لم تفسد وان غیر المعنیٰ بہ یفتیٰ بزازیۃ.

(الدر المختار ص ۴۶۷ جلد ۱ مطلب مسائل زلۃ القاری)

ضاد مشابہ بالظاء، اور مشابہ بالدال دونوں پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے یا مشابہ بالدال، نماز میں کس طرح پڑھا جائے اور کس سے نماز ہوتی ہے اور کس سے نہیں؟ لوگ اس میں بہت اختلاف رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: رشید احمد ہاشمی خطیب جامع مسجد عمر اوچ شریف

الجواب: حرف ''ضاد'' کے مخرج یا صفات کے تعین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ ادا کے وقت مختلف اصوات سنے جاتے ہیں ﴿۱﴾ اکثریت کا میلان مشابہ بالظاء کی طرف ہے اور بعض کا میلان مشابہ بالدال کی طرف ہے، وھو المسموع من قراء الحرمین الشریفین وسائر العرب . وھو الموفق

حرف ضاد میں تشدد نہیں کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ '' ضاد'' کو اگر دال مفخم

﴿۱﴾ قال فی امداد الفتاویٰ: ملا علی قاری در شرح مقدمہ جزری گفتہ لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثله والسنة الناس فیه مختلفة فمنهم من یخرجه ظاء ومنهم من یخرجه دالا مهملة او معجمة ومنهم من یخرجه طاء مهملة ومنهم من یشبه دالا ومنهم من یشبه بالظاء المعجمة لکن لما کان تمیزه من الظاء مشکلا بالنسبة الی غیره امر الناظم بتمیزه لفظاً الخ، وفی ردالمحتار مانصه وفی التاتارخانیه ...... الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد لان فیه بلوی عامة الناس لا نهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة اه وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربة الا ان فیه بلوی العامه کالذال مکان الضاد او الزای المحض مکان الذال والظا مکان الضاد لا تفسد عن بعض المشائخ اه قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فافهم لا یمیزون بینهما ویصعب علیهم جداً کالذال مع الزاء ولا سیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار .
(امداد الفتاویٰ ص ۱۸۵ تا ۱۸۷ جلد ۱ فصل فی التجوید)

یا"ظا" معجمہ یادال خالص یامشابہ بالدال پڑھا جائے تو اس کا حکم ان صورتوں میں کیا ہوگا، کونسا صحیح ہے اور کس سے نماز میں فرق آتا ہے؟ تفصیلاً لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اساتذہ دار العلوم حنفیہ مظہر العلوم میران شاہ وزیرستان......۲۱/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: "ضاد" کی صفات اور مخرج میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ صوت میں اختلاف موجود ہے، قال العلی القاری فی المنح الفکریہ ص ۳۸ والسنة الناس فیه مختلفة فمنهم من یخرجه ظاء ومنهم من یخرجه دالاً مهملة او معجمة، ومنهم من یخرجه طاء مهملة کالمصریین: ومنهم من یسمه ذالاً ومنهم من یشیربها بالظاء المعجمة، انتهیٰ، موجودہ وقت میں دال مفخم اور مشابہ بالظاء جیسا کثرت سے رائج ہے، جولوگ مشابہ بالظاء کو ترجیح دیتے ہیں، ہم قراء الهند واکثر اکابرنا الدیوبندیین. وہ زلة القاری کے جزیات سے تمسک کرتے ہیں اور کتب تجوید کی اس عبارت پر لولا الا ستطالة لکانت الضاد ظاء پر استدلال کرتے ہیں ورنہ ائمہ فن کی کتب میں یہ عبارت نہیں ہے، کہ ان صوت الضاد کصوت الظاء، اور جولوگ مشابہ بالدال المفخمه کو ترجیح دیتے ہیں، وہ اہل لسان (عرب) کی ادا سے تمسک کرتے ہیں، ویؤیدهم ان القرآن متواتر وهو عبارة عن اللفظ الدال علی المعنی فلا جرم ان یکون صوت الضاد متواتراً ایضا کسائر الحروف فعلیک بالتمیزبین ما بقسر القاسر وبین غیره، نیز سیرافی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاء اور مشابه بالظاء ضاد ضعیفہ غیر فصیحہ کی صوت ہے، کمافی الرضی ص ۳۷۸ شرح الشافیه، قوله الضاد الضعیفه قال السیرافی انها فی لغة قوم لغتهم ضاد(وهم العجم کلهم) فاذا احتاجوا الی التکلم بها فی العربیه اعتاصت علیهم فربما اخرجوها ظاء...... وربما تکلفوا اخراجها من مخرج الضاد فلم یتأت لهم فخرجت بین الضاد والظاء فافهم، پس بنا بر حدیث شریف اقرء وافکل حسن رواه

ابـــــو داؤد﴿ ۱ ﴾. اس حرف میں تشدد نہیں کرنا چاہئے اور نماز دونوں قسم پڑھنے والوں کے پیچھے جائز ہے﴿ ۲ ﴾ کمافی الفتاویٰ الرشیدیه وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند وامداد الفتاویٰ﴿ ۳ ﴾.

ملاحظہ:......ائمہ تجوید فرماتے ہیں لولا الاطباق لصارت الطاء دالا منح ص ۱۵ ، حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ طاء کی صوت دال کی صوت جیسے ہو فکذا فی الضاد والظاء فافهم. وهو الموفق

حرف ''ضاد'' میں اختلاف علماء اور تطبیق کی تفصیل

ســوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ضاد کے بارے میں کہ کونسا صحیح اور راجح ہے یعنی مشـابـه بـالظاء یا مشـابـه بالدال ، نیز اس کا اپنا مخرج مستقلہ کونسا ہے؟ کیا مخرج ہی پر اکتفا کیا جائے گا یا صوت وغیرہ بھی معتبر ہوگی، نیز نماز کی صحت کا دارمدار کس قسم پر ہے بایں ہمہ جماعت ترک کرنے کا اسی وجہ سے کیا حکم ہے اس کو فاسق کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس العابدین ہزارہ

﴿ ۱ ﴾(مشكواة المصابيح ص ۱۹۱ جلد ۱ كتاب فضائل القرآن الفصل الثالث)

﴿ ۲ ﴾ قـال ابـن عـابـديـن: (قـولـه الا مايشق) قال فی الخانيه والخلاصة الاصل فيما اذا ذكر حـرفا مكان حرف وغير المعنى ان امكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد والا يمكن الابمشقة كـالـظـاء مـع الـضـاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال اكثرهم لا تفسد. (ردالمحتار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب مسائل زلة القارى)

﴿ ۳ ﴾ قال الشيخ رشيد احمد الگنگوهی: د۔ظ۔ض: کے حرف جدا گانہ اور مخارج جدا گانہ ہونے میں تو شک نہیں ہے...... مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے...... جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔فقط (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۲ حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ باب القراءۃ)

قال الشيخ اشرف علی التهانوی: ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط، ظاء پڑھنا بھی غلط، قصداً پڑھنا گناہ ہے مگر بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی، ماہر تجوید سے مشق...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: ضاد، ظاء اور دال جدا جدا حروف ہیں اور ہر ایک کا مخرج جدا جدا ہے، قال فی الشافیہ وللضاد اول احدی حافتیہ وما یلیھا من الاضراس وللظاء طرف اللسان وطرف الثنایا وللدال طرف اللسان واصول الثنایا العلیا انتھیٰ مختصراً مع تقدیم وتاخیر فی العبارۃ، وھکذا فی کتب التجوید، نیز صفات کے اعتبار سے بھی یہ حروف متمایز ہیں اگرچہ ضاد اور ظاء صرف صفت استطالہ میں متمائز ہیں، اور ضاد اور دال تقریباً سات صفات میں متمائز ہیں (کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب التجوید) نیز واضح رہے کہ علماء فن سے منقول ہے کہ ضاد باعتبار صفات ظاء کو قریب ہے اور باعتبار مخرج دال کو قریب ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو دال ہو جائے گا، جیسا کہ اگر ضاد میں استطالہ نہ ہو تو ظاء ہو جائے گا، کما صرح بہ فی المفتاح الرحمانی فی علم القراءۃ، لو لا الاطباق فیھا لکان الصاد سینا والظاء ذالا والضاد دالا، انتھیٰ، اس سے ثابت ہوا کہ ضاد کو دال کے ساتھ قرب تام ہے کہ فقط اطباق ممیز ہے بلکہ باعتبار مخرج کے ضاد کو دال کے ساتھ زیادہ قرب ہے، صرح بہ فی امداد الفتاویٰ ص ۱۷۷ جلد ۱ وفی شرح الشاطبی ان ھذا الثلث (الضاد، والظاء، والذال) متشابھة فی السمع، والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزیادۃ الاستطالة فی الضاد ولو لا ھما لکانت احداھما عین الاخریٰ (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۲۶۹ جلد ۱) اس تمہید کے بعد واضح

(بقیہ حاشیہ) کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کریں، اس پر بھی اگر غلط نکل جائے تو معذوری ہے
(امداد الفتاویٰ ص ۱۸۰ جلد ۱)۔

قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: اگر ضاد کو بصورت دال مفخم پڑھنے سے نماز کے نہ ہونے کا حکم کیا جائے گا تو تمام عرب کے قراء، وعلماء وائمہ میں سے کسی کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی نماز ہوگی، کیونکہ وہ سب دوالین پڑھتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے اور اس میں حرج ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۹۲ جلد ۴ باب زلة القاری)

رہے کہ ضاد اگر چہ ظاء اور دال دونوں کے قریب ہے لیکن اس کے ادا کرنے میں السنۃ الناس مختلف ہیں، قال فی المنح الفکریۃ ص۳۸ ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنھم من یخرجہ ظاء ومنھم من یخرجہ دالا مھملۃً او معجمۃ ومنھم من یخرجہ طاء مھملۃ کاالمصریین ومنھم من یشبھہ دالاً ومنھم من یشبھہ بھا بالظاء المعجمۃ، فقہاء اور اکثر مجودین مشابہ بالظاء کی طرف مائل ہیں، کما لا یخفیٰ علی من راجع الی باب زلۃ القاری والیٰ کتب التجوید ، اور بعض ائمہ مشابہ بالظاء کو قبیح اور مستھجن بولتے ہیں، قال الرضی فی شرح الشافیہ ص۳۷۸ والضاد الضعیفۃ ، قال السیرافی انھا فی لغۃ قوم لیس فی لغتھم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بھا فی العربیہ اعتاصت علیہ فربما اخرجھا ظاء لاخراجھم ایاھا من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجھا من مخرج الفساد فلم یتات لھم فخرجت بین الضاد والظاء انتھیٰ. وفی کتب اللغۃ ان ھذا الحرف لم یوجد فی غیر العربیۃ، پس اختلاف کے باوجود اس حرف میں تشدد نہ کرنا چاہئے بلکہ جو شخص اس حرف کے ادا کرنے کے وقت اس کے مخرج اور صفت کو ملحوظ رکھے، تو جو آواز بھی نکل جائے اس کو غلط نہیں کہا جائے گا، اور اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے اور یہی رائے ہے محققین علماء کا، مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بسبب معذوری دال پر کی صوت سے بھی نماز ہو جائے گی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۲) اور فرماتے ہیں جو شخص دال یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں (ص۲۷۴) وفی فتاویٰ دار العلوم دیوبند (ص ۷۴ جلد ۱)وآنچہ از قراء وعلماء عرب وعلماء حرمین شریفین مسموع مے شود، ضادرا شبہ الصوت بالدال المھملۃ المعجمہ مے خواند، تغلیط آن ہمہ علماء وقرائھم سہل نیست، حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط ظاء پڑھنا بھی غلط قصداً پڑھنا گناہ ہے مگر

بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی ماہر تجوید سے مشق کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کریں اس پر بھی اگر غلط نکل جائے تو معذوری ہے (امداد الفتاویٰ ص ۱۸۰ جلد ۱) پس ان تصریحات کی بنا پر اس میں تشدد زیبا نہیں ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مشاقین کی صوت بھی مختلف ہوتی ہے۔فقط

"ضاد" کے مسئلہ میں توسع سے کام لینا چاہئے

سوال: مایقول العلماء والمفتین فی مسئله الضاد! وقع فی قومنا اختلاف فی جواز الصلوٰة وعدم جواز الصلوٰة بقراء ة " ض " المشابه بالظاء مع انه قال الملا علی القاری وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او یقرء اصحاب الجنه مکان اصحاب النار او علی العکس، وان تعمد فی الصلوٰة فقد کفر وان قرء سهواً فسدت صلوته (شرح فقه اکبر ص ۲۰۵) طبع کانپور، فالسوال هذا ان قراء ة الظاء مکان الضاد جائز ام لا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نقیب اللہ قریشی انوار العلوم گوجرانوالہ ۲۲/نومبر ۱۹۸۴ء

الجواب: اعلم ان کل مصل وقاری یقصد قراء ة الحرف الواقع بین الصاد والطاء ولا یقصد احد منهم الظاء والدال، فلا وجه لفساد الصلوٰة عند هذا الامر، نعم کلام السیرافی المذکور فی شرح الشافیه صریح فی ان اخراج هذا الحرف بصوت الظاء او بالمشابه بصوتها غیر فصیح وکذا اداء اهل اللسان یؤیده ایضا، واما کلام قراء الهند فیخالفه فالاصل ان یوسع فیه﴿۱﴾ ویویده ما رواه ابو داؤد مرفوعا کل حسن ﴿۲﴾ حسن قراء ة الاعجمی

﴿۱﴾ محتاط ومحققین علماء واکابرین هند مثل مولانا مفتی عزیز الرحمن ، واشرف علی تهانوی وغیرهما اگر چہ ترجیح مے دہند بہ مشابہ بالظاء لیکن فتویٰ بہ صحت نماز مخالف نیز مے دہند۔(از مرتب)

﴿۲﴾ عن جابر قال خرج علینا رسول اللهﷺ ونحن نقرء القرآن وفینا الاعرابی والعجمی فقال کل حسن رواه ابو داؤد .(مشکواة المصابیح ص ۱۹۱ جلد ۱ فضائل القرآن الفصل الثالث)

والعربی مع کون هذا الحرف من خواص لغة العرب وفی المقام کلام طویل . وهو الموفق

مخرج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو بھی صوت نکل جائے قابل اعتراض نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرف ضاد کو اپنے صحیح مخرج سے نکال کر اس کی تمام صفات کا خیال رکھا جائے تو اس کی آواز ظاء کی آواز کی طرف زیادہ مائل ہوگی یا دال کی طرف؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالعزیز قریشی بجوڑی گیٹ پشاور......۸/مئی ۱۹۸۴ء

الجواب: سیرانی کے کلام سے جو کہ رضی شرح شافیہ میں ص ۳۷۸ پر مسطور ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حرف کو ظاء یا مشابہ بالظاء پڑھنا دونوں قبیح اور غیر فصیح ہیں، بہر حال رعایت مخرج اور صفات کے بعد جو صوت بھی سنی جائے قابل اعتراض نہیں ہے، کیونکہ مخرج اور صفات کی رعایت کرنے کے باوجود بعض قراء سے مشابہ بالظاء سنا جاتا ہے اور بعض عرب سے مشابہ بالدال المفخم سنا جاتا ہے ﴿۱﴾ لہٰذا ہم یہ جرأت نہیں کر سکتے ہیں کہ کسی ایک فریق کی نماز کو فاسد اور واجب الاعادہ قرار دیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن جابر قال خرج علینا رسول اللهﷺ ونحن نقرء القرآن وفینا الاعرابی والعجمی فقال کل حسن رواہ ابو داؤد .(مشکواۃ المصابیح ص ۱۹۱ جلد ۱ فضائل القرآن الفصل الثالث)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی الخانیه والخلاصة الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلامشقة تفسد والا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرهم لا تفسد...... وان جریٰ علی لسانه او لا یعرف التمیز لا تفسد وهو المختار حلیة وفی البزازیه وهو اعدل الاقاویل وهو المختار، وفی التتارخانیه ......الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد لان فیه بلوی عامة الناس لا نهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامه کالذال مکان الصاد او الزای المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ، قلت فینبغی ..(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

”ضاد“ کوادا کرتے وقت پہلے حرف ”غ“ لگانا یعنی غضاد پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا پیش امام ”ضاد“ کی بجائے ”غضواد“ پڑھتا ہے یا ”غضاد“ اورصرف غیر المغضوب میں ضاد پڑھنا ہے اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جان محمد وانا ٹانگ ڈی آئی خان.....۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس پیش امام پرضروری ہے کہ اس حرف کو صحیح پڑھے اور اطباق کو سیکھے، سابق افاغنہ اطباق کے وقت یہ صوت پیدا کرتے تھے، طغے (ط) ظغے (ظ) ایسے ائمہ کے پیچھے اقتداء کرنا امر مشتبہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

”ضاد“ کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک وفتویٰ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں لفظ ولا الضالین میں ”ضاد“ کو کس طرح پڑھنا چاہئے مشابہ بالدال یا بالظاء ، نیز علماء دیوبند کا مسلک وفتویٰ اس میں کیا ہے، شرعی حکم سے روشناس فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الدین دکھیرا ٹک.....۱۹۸۳ء/۱۲/۲۴

(بقیہ حاشیہ) علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما ویصعب علیهم جداً کالذال مع الزای .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد بدون الف لا تفسد)

﴿ ۱ ﴾ قال الحصکفی رحمه الله : (و) لا (غیر الالثغ به) ای بالا لثغ (علی الاصح) کما فی البحر عن المجتبیٰ وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتی کالامی فلا یوم الامثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه . قال ابن عابدین رحمه الله: اللثغ بالتحریک قال فی المغرب هو الذی یتحول لسانه من السین (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: اکابر دیوبند اگر چہ مشابہ بالظاء کو ترجیح دیتے ہیں لیکن انہوں نے بھی اپنے فتاویٰ میں مشابہ بالدال پڑھنے کو فاسد نہیں کہا ہے، فلیراجع الی امداد الفتاویٰ ﴿۱﴾ وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند والفتاویٰ الرشیدیہ ﴿۲﴾ کیونکہ اگر مشابہ بالدال سے نماز کے فساد کا حکم دیا جائے تو تمام عرب اور اہل حرمین شریفین میں کسی کی نماز بھی درست نہ ہوگی، اور یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الی الثاء وقیل من الراء الی الغین او اللام او الیاء زاد فی القاموس او من حرف الی حرف...... الاحوط عدم الصحۃ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ باب الامامۃ مطلب فی الالثغ)

﴿۱﴾ قال العلامہ اشرف علی التھانوی: ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط، ظاء پڑھنا بھی غلط، قصداً غلط پڑھنا گناہ ہے، گو بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی کسی ماہر تجوید سے مشق کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اس پر بھی اگر غلط نکل جاوے تو معذوری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۹۲ جلد ۱ فصل فی التجوید)

﴿۲﴾ قال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی: اگر ضاد کو بصوت دال مفخم پڑھنے سے نماز کے نہ ہونے کا حکم کیا جاوے گا تو تمام عرب کے قراء وعلماء وائمہ میں سے کسی کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی نماز ہوگی، کیونکہ وہ سب دوالین پڑھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے اور اس میں حرج ہے البتہ عمدہ اور بہتر یہی ہے کہ مخرج سے ادا کرنے میں سعی کرے نہ ظاء پڑھے نہ دال، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۲ باب القراء ۃ) کہ ضاد کو دال مفخم کی صورت میں پڑھنا دال پڑھنا نہیں ہے جیسا کہ طاء، ت نہیں وقس علیہ بلکہ مخرج ناقص ہے ضاد کا جو دال پُر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۹۲ جلد ۴ باب زلۃ القاری)

وقال المفتی اعظم ھند: ضاد کو ظاء پڑھنا غلط ہے اسی طرح دال پڑھنا بھی غلط ہے ضاد اگر اپنے مخرج سے صحیح طور پر ادا ہو تو اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہوتی ہے دال پر جسے کہا جاتا ہے، وہ بھی ضاد کی آواز ہے اور ضاد ادا کرنے کی نیت سے ہی آواز نکالی جاتی ہے لہٰذا دونوں فریق ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ (کفایت المفتی ص ۱۳۶ جلد ۲ باب ثالث مخارج حروف کتاب التفسیر والتجوید)

نمازمغرب میں لمبی قرأت جائزمگرافضل نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازمغرب میں لمبی قرأت جائز ہے یانہیں؟ بینواوتوجروا

المستفتی: حاجی سیداسماعیل شاہ مرزاا ٹک......۱۸/محرم۱۴۰۴ھ

الجواب: لمبی قرأت جائز ہے مگرافضل نہیں ہے﴿۱﴾۔وھوالموفق

وقف لازم سے مرادموکد ہے واجب نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید میں جہاں پر (م) لکھا ہواہوتا ہے اس کاکیاحکم ہے،کیایہ وقف لازم اورواجب ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی:اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: وقف لازم سے مرادموکد ہے واجب نہیں ہے پس ترک کرنے والا آثم (گنہگار)نہیں ہے خصوصاجب ترجمہ میں مہارت نہ رکھتاہو،کمافی المنح الفکریہ ص ۶۲ وحاصل معنی البیت بحالہ انہ لیس فی القرآن وقف واجب یأثم بہ القاری بترکہ ولا

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی رحمہ اللہ: ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار الفاتحۃ وجوبا وای سورۃ شاء وفی الضرورۃ بقدر الحال ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل .. فی الفجر والظھر...... واوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب ای فی کل رکعۃ سورۃ لما ذکر ذکرہ الحلبی واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام ، قال ابن عابدین: وفی البحر عن البدائع والجملۃ فیہ انہ ینبغی للامام ان یقرأ مقدار ما یخف علی القوم ولایثقل علیھم بعد ان یکون علی التمام وھکذا فی الخلاصۃ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۳۹،۳۴۰جلد ۱ مطلب السنۃ تکون سنۃ عین و کفایۃ فصل فی القراءۃ)

وقف حرام یاثم بوقفه لانهما لا یدلان علی معنی فیختل بهما الا ان یکون لذلک سبب (الی ان قال) واما غیر الواقفین علی معناه فمعنی الامر سعة علیهم الخ. وهوالموفق

بغیر ہونٹ ہلائے تفکر سے قرأت نماز کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بالکل صحیح اللسان، ناطق ہے وہ نماز بغیر ہونٹ ہلائے دل میں قرأت کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد اکرم درہ آدم خیل......۱۹۷۵ء/۱۰/۹

الجواب: یہ شخص تفکر اور قرأت میں فرق نہیں کرسکتا ہے یہ تفکر میں مبتلا ہے اس کی نماز درست نہیں، کمافی شرح التنویر وادنی المخافة اسماع نفسه ویجری ذلک فی کل ما یتعلق بالنطق (هامش ردالمحتار ص ۳۵۹ جلد ۱)﴿۱﴾. وهوالموفق

صراط الذین کی بجائے سراط الذین مفسد نماز نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے صراط الذین کی جگہ سراط الذین یعنی صاد کی بجائے سین پڑھ لیا اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان لی خیل پبی

﴿۱﴾ قال العلام الحصکفی رحمه الله: (و) ادنی (الجهر اسماع غیره (و) ادنی (المخافتة اسماع نفسه)

قال ابن عابدین رحمه الله: اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القرأة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت یصل الی اذنه وبه قال الشافعی وشرط بشر المریسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن بشرط کونه مسموعا فی الجملة حتی لو ادنی احد صماخه الی فیه یسمع ولم یشترط الکرخی وابوبکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف. (ردالمحتار ص ۳۹۴ جلد ۱ فصل فی القرأة)

الجواب: صراط کی جگہ سراط یا سرات پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کمافی شرح الکبیر ص۴۴۷ وان لم یکن الا بمشقه کا لظاء مع الضاد الصاد مع السین والطاء مع التاء، فقد اختلفوا فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلویٰ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام کو لقمہ دینے کیلئے الفاظ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام آخری قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے قیام کرے یا قیام کی بجائے قعدہ میں بیٹھ جائے اس صورت میں مقتدی برائے لقمہ کونسے الفاظ استعمال کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور کبیر والا ضلع ملتان......۱۹۶۹ء/۳/۱۹

الجواب: عالم کیلئے تسبیح کافی ہے اور ناواقف کو التحیات یا الحمدلله سے خبردار کرنا ناجائز نہیں ہے (لانه کالتسبیح)﴿۲﴾. وهو الموفق

ظہر اور عصر میں فاتحہ خلف الامام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور عصر میں جبکہ امام خاموش رہتا ہے مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودی عرب ۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ (غنية المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۴۴ فصل فی بیان احکام زلة القاری)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن الهمام: او یدفع بالتسبیح لما روینا من قبل قوله لما روینا من قبل یعنی قول النبی ﷺ اذا نابت احدکم نائبة وهو فی الصلوٰة فلیسبح.
(فتح القدیر ص ۳۵۲ جلد ۱ قبیل فصل ویکره للمصلی الخ)

الجواب: ہمارے مذہب (حنفی) میں مقتدی کیلئے فاتحہ یا کوئی دوسری سورت پڑھنا جائز نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

لاصلاۃ الا بفاتحة الکتاب کا حکم مقتدی کے حق میں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سعودیہ عربیہ میں ملازم ہیں فاتحہ خلف الامام پر ہمیں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب" ہمیں فاتحہ خلف الامام پڑھنا چاہئے یا ممنوع ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: افضل خان پوسٹ بکس نمبر ۲۵۷ سعودیہ عربیہ.....۲۳/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: فاتحہ خلف الامام ممنوع ہے،قرآن﴿۲﴾

﴿۱﴾ قال الحصکفی رحمه الله: (والمؤتم لا یقرأ مطلقا) ولا الفاتحة فی السریة اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطه الکمال (فان قرأ کره تحریما) (بل یستمع) اذا جهر (وینصت) اذا اسر لقول ابی هریره رضی الله عنه کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا .

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد ۱ فصل فی القرأة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج :قوله تعالیٰ :واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، وجه الاحتجاج بالایة انها نزلت فی شان القرأة خلف الامام فقد اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه والبیهقی فی کتاب القرآءة عن عبد الله بن المغفل انه قال انما نزلت هذه الآیة فی القرأة خلف الامام واخرج سعید بن المنصور وابن ابی حاتم والبیهقی عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللهﷺ اذا قرء فی الصلوٰة اجابه من وراءه اذا قال بسم الله الرحمن الرحیم قالوا مثل مایقول حتی تنقضی فاتحة الکتاب والسورة فنزلت، واخرج عبد بن حمید والبیهقی عن ابی العالیه ان النبیﷺ کان اذا صلی باصحابه فقرء قرء اصحابه فنزلت واخرج البیهقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ان هذه الایة نزلت فی الصلوٰة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۸۹ جلد ۲ باب فی القرأة خلف الامام)

احادیث ﴿۱﴾ اورآثار ﴿۲﴾ سے (ممنوعیت) ثابت ہے اور حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے ماسوائے مقتدی مراد ہیں ﴿۳﴾ ۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ۔
(مشکواۃ المصابیح ص ۸۱ جلد ۱ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ الفصل الثانی)

﴿۲﴾ عن انس قال صلی رسول اللہ ﷺ ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلاثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ، عن عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ قال یکفیک قرأۃ الامام فھو لاء جماعۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ قد اجمعوا علی ترک القرأۃ خلف الامام.
(شرح معانی الاثار للطحاوی ص ۱۲۸، ۱۲۹ جلد ۱)

﴿۳﴾ وفی منھاج السنن: والجواب عن حدیث عبادۃ المختصر (لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب) انہ محمول علی غیر المقتدی لئلا یتخالف النصوص ویؤید ھذا لحمل ماروی احمد والبخاری فی جزء القرأۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ لا صلوٰۃ الا بقراء ۃالفاتحۃ وما زاد، وماروی ابوداؤد وابویعلی وابن حبان باسناد صحیح عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، وما روی مسلم عبادۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً ای ان الحکم لم ینتہ بالمذکور قبلہ بل یرتقی ویزید ویصعد الی ان ینضم ما بعدہ الی ماقبلہ، وھو منصوب علی الحال حذف عاملہ تخفیفا لکثرۃ استعمالہٖ ای فیزداد المقدار علی الفاتحۃ صاعداً وکذا یؤید ھذالحمل ما اخرجہ ابوداؤد ثم اقرء بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرء وماروی احمد ثم اقرء بام القرآن ثم اقرء بما شئت وما اخرج الطحاوی لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فما فوق ذلک، وما اخرجہ ابن عدی لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فصاعداً وفی روایۃ وثلاث ایات فصاعداً، وماروی الترمذی فی باب تحریم الصلوٰۃ وتحلیلھا لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بالحمد وسورۃ ووجہ التائید ان السورۃ خلف الامام لاتقرء عند من یعتد بقولھم.
(منھا السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۴ جلد ۲ باب فی القرأۃ خلف الامام)

مقتدی کیلئے فاتحہ خلف الامام پڑھنا حدیث صحیح سے مخالفت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاتحہ خلف الامام بعض لوگ لازمی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی، جبکہ ہم تو خلف الامام فاتحہ نہیں پڑھتے، تو ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ دیگر فاتحہ پڑھنے والوں کو کیا جواب دیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال خان کیری مراخان ضلع ہزارہ ۱۹۶۹ء/ ۷/ ۲

الجواب: مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنا حدیث صحیح سے مخالفت ہے﴿۱﴾ حدیث یہ ہے کہ، من کان له امام فقراء ة الامام له قرأة ﴿۲﴾ اور قرآن سے بھی مخالفت کرنا ہے چونکہ فاتحہ بھی قرآن ہے اور

﴿۱﴾ قال الحصكفى رحمه الله: (والمؤتم لا يقرأ مطلقا) ولا الفاتحة فى السرية اتفاقا وما نسب لمحمد ضعيف كما بسطه الكمال (فان قرأ كره تحريما) ...... (بل يستمع) اذا جهر (وينصت) اذا اسر لقول ابى هريره رضى الله عنه كنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا . (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد ۱ فصل فى القرأة)

﴿۲﴾ وفى منهاج السنن : ولنا فى السرية بل فى مطلق الصلوٰة قوله ﷺ من كان له امام فقراءة الامام له قرأة. وهو حديث صحيح له طرق كثيرة وشواهد رواه ابو حنيفة وغيره مسنداً مرفوعا من حديث جابربن عبد الله كما هو فى كتاب الآثار لابى يوسف وكتاب الاثار لمحمد بن الحسن والموطأ له والطحاوى واحمد بن منيع، قالوا جميع مافى الباب رواه من الصحابة ثمانية واقواها حديث جابر واقوىٰ سنده عندهم طريق احمد بن منيع فى مسنده وقال الشيخ الانور اجل اسانيده واحسنها اسناد الطحاوىؒ من طريق ابن وهب عن الليث بن سعد عن ابى يوسف عن ابى حنيفة الخ، وهذا الحديث بعمومه يشمل الصلوٰة السرية والجهرية والفاتحة والسورة بعدها، واخرج محمد فى موطأه عن اسرائيل قال حدثنى موسىٰ بن ابى عائشه عن عبد الله بن شداد قال ام رسول اللهﷺ فى العصر فقرء رجل خلفه فغمزه الذى يليه فلما ان صلى قال لم غمزتنى قال كان رسول اللهﷺ قدامک فكرهت ان تقرء خلفه فسمعه النبىﷺ فقال من كان له امام فان قرأته له قرآءة ، وهذه الرواية صريحة فى ان القصة كانت فى السرية وان قوله عليه السلام (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا الاية﴿ ا ﴾ اورابھی تک اہل حدیث وغیرہ نے یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے آخری وقت تک فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی ہے اور ہم نے بحمدہ تعالیٰ یہ ثابت کیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بالعاقبت قرأۃ خلف الامام سے منع کیا ہے۔ وھو الموفق

فرض نماز کی تیسری، چوتھی رکعت میں قرأۃ نہ کرنا ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں میں بعد والی دو رکعات میں قل هو الله احد نہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم

الجواب: ایسا ہی آپ ﷺ سے ثابت ہے﴿ ۲ ﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) من كان له امام خرج في تائيد مانع القرآة فيكون القرأة خلف الامام ممنوعة فى السرية وفى الجهرية بالطريق الاولىٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۱ جلد۲ باب فى القرأة خلف الامام)

وقال النيموى: لقوله عليه السلام من كان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه الطحاوى والامام محمد فى موطاه واسناده صحيح.

(آثار السنن ص۸۷ جلد ۱ باب في ترک القرأة خلف الامام)

وقال عليه السلام واذا قرأ فانصتوا الحديث رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ص ۷۹، ۸۱ جلد ۱ باب القرأة فى الصلوٰة)

﴿ ۱ ﴾ (سورة الاعراف پاره: ۹ رکوع: ۱۴ آیت: ۲۰۴)

﴿ ۲ ﴾قال الحصكفي: (واكتفى) المفترض (فيما بعدالاولين وليتين بالفاتحة) فانها سنة على الظاهر ولو زاد لابأس به (وهو مخير بين قرأة) الفاتحة وصحح العينى وجوبها .

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله ولو زاد لا بأس) اى لو ضم اليها سورة لا بأس به لان القرأة في الاخريين مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب فكان الضم خلاف الاولىٰ وذلک لا ينافي المشروعية والا باحة بمعنى عدم الاثم فى الفعل والترک كما قدمناه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۸۷ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاتحہ سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے یا مستحب ہے یا واجب؟ شامی ص۴۵۱ جلد۱ مصری نسخہ میں دونوں اقوال نقل ہیں، زیلعی ص۱۹۴ جلد۱، برجندی ص۱۰۴، بحرالرائق ص۳۵۳ جلد۱، کبیری ص۳۵۱ جلد۱، ان کتب میں وجوب، صحیح اور احوط لکھا ہے ہندیہ میں سنت مؤکدہ لکھا ہے ان میں مفتیٰ بہ قول کونسا مانا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الرحمٰن فاضل حقانیہ......۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے سعایہ میں اس مسئلہ کا بسط موجود ہے بہرحال محققین وجوب کے قائل ہیں اور جمہور سنت ہونے کو ترجیح دیتے ہیں ﴿۱﴾ پس احوط یہ ہے کہ ماسوائے مقتدی کے دیگر نمازی ہر رکعت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھا کریں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی رحمه الله : (سمی) غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة وصوء (سرافی) (لاول کل رکعة) ولو جهریة (لا) تسن (بین الفاتحة والسورة مطلقاً) ولو سریة ولا تکره اتفاقاً وما صححه الزاهدی من وجوبها ضعفه فی البحر. قال ابن عابدین رحمه الله: وکذا صرح فی الذخیرة والمجتبیٰ بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سراً او جهراً کان حسنا عند ابی حنیفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلمیذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها آیة من کل سورة بحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۶۲ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

وفی منهاج السنن: (ف) التسمية فی ابتداء کل رکعة سنه عند ابی حنیفة وفی روایة واجبة یلزم السهو بترکها وفی روایة الحسن یسمی فی الرکعة الاولیٰ لا غیر، وروی عن محمد استحباب التسمية بین السورة والفاتحة، وعند ابی حنیفة وابی یوسف تجوز بلا کراهة ولاتسن، وصرح فی الذخیرة والمجتبیٰ بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة کان حسنا ابی حنیفة سواء کانت تلک السورة مقروءة سراً وجهراً ورجح ابن الهمام وتلمیذه الحلبی هذا القول.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۲۰ جلد۲ باب فی ترک الجهر بسم الله الرحمن الرحیم)

بعض آیات قرآن کے بعد مستحب کلمات نماز میں پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حفاظ جب تراویح پڑھاتے ہیں تو وہاں بعض جگہوں میں مستحب زیادتی بھی جہراً پڑھتے ہیں جیسے سورۃ ملک کے آخر میں اللہ یاتینا بہ وھو رب العالمین، اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون کے بعد آمنا باللہ، اور ان اللہ وملائکتہ الخ، کے بعد درود شریف اور بعض حفاظ سورہ والضحیٰ سے والناس تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد تین مرتبہ دہراتے ہیں ان الفاظ سے نماز فاسد ہوتی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد زمین نوی کمرہ نمبر ۸۷ حقانیہ ۷ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: ان کلمات کی زیادت دوران نماز مکروہ ہے البتہ زیادت تاہم ان کی نہ ہونے کی وجہ سے مفسد نماز نہیں ہے (کمافی المرقاۃ ص ۳۰۵ جلد ۲) وعند ابی حنیفۃ لایجوز الا فی غیرھا ای غیر الصلوٰۃ ﴿۱﴾ قلت وبعض الروایات تدل علی جوازھا فی النوافل فی غیر الجماعۃ ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح ص ۵۸۵ جلد ۲ باب القراءۃ فی الصلاۃ الفصل الثانی)

﴿۲﴾ قال العلامہ حصکفی: ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذھب وماورد محمول علی النفل. قال ابن عابدین: محمول علی النفل ای تھجد او غیرہ خزائن وکتب فی ھامشہ فیہ رد علی الزیلعی حیث خصہ بالتھجد. ثم الحمل المذکور صرح بہ المشائخ فی الوارد فی الرکوع والسجود وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ وقال علی انہ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد اوالجماعۃ والمأمون محصورون لا یتثقلون بذلک کما نص علیہ الشافعیۃ ولا ضرر فی التزامہ وان لم یصرح بہ مشائخنا فان القواعد الشرعیۃ لا تنبو عنہ کیف والصلاۃ والتسبیح والتکبیر والقرأۃ کما ثبت بالسنۃ. (الدرالمختار مع ھامش ردالمحتار ص ۳۷۳ جلد ۱ قبیل مطلب فی عقد الاصابع عند التشھد)

الرحمن اور الرحیم میں راء کے ساتھ واؤ کا آواز نکالنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات راء پڑھتے وقت واؤ کا آواز بھی ساتھ نکالتے ہیں مثلاً اعوذ بالله من الشیطان الروجیم ، بسم الله الروحمن الروحیم، الروحمن الروحیم یعنی راء کو ساکن اور راء کے بعد واؤ کی آواز نکالتے ہیں کیا اس سے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسین احمد گڑھی کپورہ......۲۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ مشق کر کے صحیح ادا کیا کرے، البتہ جس غلطی میں عموم بلویٰ ہو تو اس میں فساد نماز کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

الحمد کو الف لام کے حذف کے ساتھ حمد لله پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الحمد للهکو حمد لله (یعنی بحذف الالف واللام) پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالشکور بنوں......۱۹۸۴ء/ ۸/ ۱۵

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: واما المتأخرون كابن مقاتل وابن سلام واسمعيل الزاهد وابى بكر البلخى والهندوانى وابن الفضل والحلوانى فاتفقوا على ان الخطاء فى الاعراب لا يفسد مطلقا ولو اعتقاده كفرا لان اكثر الناس لا يميزون بين وجوه الاعراب قال قاضى خان وما قاله المتأخرون او سع وماقاله المتقدمون احوط وان كان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على انه مفسد وان لم يكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۶ جلد ۱ مطلب مسائل زلة القارى)

الجواب: الف لام کے حذف سے معنی غلط فاحش نہیں ہوتا ہے، لہٰذا یہ مفسد نماز نہیں ہے، کمافی الشامیہ ص ۵۹۱ جلد ۱ وان ترک کلمۃ من اٰیۃ فان لم یتغیر المعنی...... لا تفسد ﴿۱﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد بدون الف لا تفسد باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

باب المدرک والمسبوق واللاحق

مقتدی سے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ ہو سکا تو وہ کیا کرے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے درمیان میں رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ ملا پھر اس وقت رکوع یا سجدہ [illegible] کیا یا نماز درست ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد [illegible] ۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

الجواب: یہ شخص لاحق ہے یہ فوت شدہ رکوع وغیرہ دوبارہ ادا کرے امام کے ساتھ شریک ہو۔ (کبیری) ۞۱ وھو الموفق

امام آخری قعدہ کے بعد قیام کرے تو مسبوق کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب امام سہواً آخری قعدہ کے بعد کھڑا ہو کر قیام کرے تو مسبوق اس کی اقتداء کرے یا نہیں؟ نیز مسبوق کی نماز سہواً اور قصداً دونوں صورتوں میں کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید لدھانوی آئی خان

الجواب: واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں فساد کی علت "موضع انفراد میں اقتداء" ہے۔

۞۱ قال العلامة حلبی رحمه الله: واما اللاحق فقد يكون سبب ما فاته النوم او سبق الحدث والاشتغال بالوضوء او زحمة بحيث لم يجد مكانا وحكمه ان يقضي ما فاته اولاثم يتابع الامام. (غنية المستملي المعروف بالكبيرى ص ۴۳۹ فصل في سجود السهو)

کمافی البحر ص۹۶ جلد۱ (۱) وردالمحتار ص۶۰۵ جلد۱ (۲) اور یہ مت عمداً اور سہواً دونوں صورتوں میں متحقق ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ فساد کی صورت میں سلام پھیرنا ایک لغو حرکت ہے۔ وھوالموفق

امام قعدہ اولیٰ سے قیام کو جائے اور مقتدی نے تشہد پورا نہ کیا ہو تو کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے بارے میں کہ مقتدی نے قعدہ اولیٰ کو

---

(۱) قال ابن نجيم رحمه الله: وهو سهو لان كلامهم فيما اذا قام الى قضاء ما سبق به وهو في هذه الحالة لا يصح الاقتداء به اصلا فلا استثناء ولو ظن الامام ان عليه سهو فسجد للسهو فتابعه المسبوق فيه ثم علم انه ليس عليه سهو ففيه روايتان والاشهر ان صلاة المسبوق تفسد لانه اقتدى في موضع الانفراد قال الفقيه ابو الليث في زماننا لا تفسد لان الجهل في القراء غالب كذا في الظهيريه ولو لم يعلم لم تفسد في قولهم كذا في الخانية ولو قام الامام الى الخامسة في صلاة الظهر فتابعه المسبوق ان قعد الامام على رأس الرابعة تفسد صلاة المسبوق وان لم يقعد لم تفسد حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة الكل لان الامام اذا قعد على الرابعة تمت صلاته في حق المسبوق فلا يجوز للمسبوق متابعته ولو نسي احد المسبوقين المتساويين كمية ما عليه فقضى ملاحظا للآخر بلا اقتداء به صح (البحر الرائق ص۳۰۹ جلد۱ باب الحدث في صلاة)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله (قوله تفسد) اى صلاة المسبوق لانه اقتداء في موضع الانفراد ولان اقتداء المسبوق بغيره مفسد كما مر (قوله والا) اى وان لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلاته لان ما قام اليه الامام على شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فان قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا فان ضم اليها سادسة ينبغي للمسبوق ان يتابعه ثم يقضي ما سبق به وتكون له نافلة كالامام ولا قضاء عليه لو افسده لانه لم يشرع فيه قصدا رحمتي (قوله فالاشبه الفساد) وفي الفيض وقيل لا تفسد وبه يفتى وفي البحر عن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث في زماننا لا تفسد لان الجهل في القراء غالب

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۰۳ جلد۱ قبيل باب الاستخلاف)

تشہد تک پورا نہ کیا ہو کہ امام قیام کیلئے کھڑا ہوا، اب مقتدی جس پر امام کی اقتدا واجب ہے کھڑا ہو جائے یا تشہد پورا کرے جبکہ بقدر تشہد بیٹھنا واجب ہے، اب مقتدی کیا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی گل محمد سکندر آباد کالونی حیدر آباد.....۱۹۷۲ء/۵/۸

الجواب: اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ تشہد پورا کرنے کے بعد قیام کرے، فی الهندیه ص ۹۴ جلد ۱ الامام اذا تشهد وقام من القعدة الاولیٰ الی الثالثه فنسی بعض من خلفه التشهد حتی قاموا جمیعاً فعلی من لم یتشهد ان یعود ویتشهد ثم یتبع امامه وان خاف ان تفوته الرکعة ، انتهی﴿۱﴾ فافهم وتدبر وصرح به فی ردالمحتار ص ۴۳۹ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز فجر شروع ہوئی تو مقتدی سنت فجر پڑھ کر شریک ہو جائے یا سنت ترک کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے نماز فجر شروع کی ہے مقتدی کس وقت امام کے ساتھ شریک ہو جائے جبکہ اس نے سنت فجر ادا نہیں کی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل مولیٰ گل ڈھیری مردان

الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر آخری رکعت (یا قبل السلام علی قول ابن الهمام) کے ادراک کی امید ہو تو سنت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوگا ورنہ سنت ترک کرے گا﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ص ۹۰ جلد ۱ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب لا ینبغی ان یفوته بل یأتی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۴۷ جلد ۱ مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام)

﴿۳﴾ قال العلامه المرغینانی: ومن انتهیٰ الی الامام فی صلاة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رباعی نماز میں ایک رکعت پاکر بقیہ نماز پوری کرنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی چار رکعت والی نماز میں امام کے ساتھ آخری رکعت پالے اور تین رکعتیں اس سے ہو چکی ہیں بقیہ نماز کو عندالاحناف کس طریقہ سے ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل حق صاحب......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: یہ مسبوق کھڑے ہونے کے بعد دو رکعت میں ضم سورۃ کرے گا اور تیسری رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے گا، اور مفتی بہ قول کی بنا پر اول رکعت کے بعد تشہد پڑھے گا، فی الدر المختار ویقضی اول صلوته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة (هامش ردالمحتار ص ۵۵۸ جلد ۱) ﴿۱﴾. فقط

مسبوق کیلئے مغرب کی بقیہ دو رکعت پوری کرنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی نماز مغرب میں امام کے

(بقیہ حاشیہ) الفجر وهو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوته رکعة ویدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل لانه امکنه الجمع بین الفضیلتین وان خشی فوتهما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعید بالترک الزم بخلاف سنة الظهر. وقال العلامه ابن الهمام: ولو کان یرجوا ادراکه فی التشهد قیل هو کادراک الرکعة وقال الخوارزمی فی الکفایة وحکی عن الفقیه ابی جعفر انه قال علی قول ابی حنیفة وابی یوسف یصلی رکعتی الفجر لان ادراک التشهد عندهما کادراک الرکعة.

(هدایه مع فتح القدیر ص ۴۱۴ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۱﴾ (الدرمختار ص ۴۴۱ جلد ۱ قبیل باب الاستخلاف)

ساتھ تیسری رکعت میں شریک ہوا اب یہ مقتدی باقی دو رکعت میں فاتحہ اور سورت بھی پڑھے گا یا صرف ایک رکعت میں پڑھے گا اور دوسرے میں نہیں، نیز ان دو رکعت کے درمیان قعدہ بھی کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر بہادر قدیم کلے پشاور ۱۹۸۶ء/۲/۱

الجواب: یہ مقتدی سلام کے بعد اٹھ کر فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کرے اور التحیات پڑھے اور اس کے بعد دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور رکوع وسجدہ کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھے، اور تیسری رکعت اس نے امام کے ساتھ ادا کی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسبوق کا سہواً سلام پھیر کر کسی کی یاددہانی سے بقیہ نماز کیلئے اٹھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق اگر سہواً سلام پھیر دے اور دوسرا مقتدی اسے مسبوقیت کی یاددہانی کرائے اور مسبوق اس پر عمل کر کے بقیہ نماز کیلئے اٹھے ایسا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۸۴ء/۴/۳

الجواب: احتیاط یہ ہے کہ لقمہ کے وقت تحری کر کے اس پر عمل کرے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

لاحق کیلئے قرأت ممنوع لیکن موجب سجدہ سہو نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاحق کیلئے بقیہ نماز میں قرأت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حبیب اللہ گاؤں ملک شاہنواز کوہاٹ ۱۹۸۴ء/۵/۲۴

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه يقرأ في الرکعتين الفاتحة والسورة ويقعد في اولهما لانها ثانية ولو لم يقعد جاز استحسانا لاقياسا ولم يلزمه سجود السهو (غنية المستملي شرح منية المصلي ص۴۳۱ فصل في سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله حتى لو امتثل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: لاحق کیلئے قرأت ممنوع ہے لیکن موجب سجدہ سہو نہیں (شامی) ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

ایک مقتدی کی صورت میں دوسرا مقتدی آکر امام آگے جائے گا یا مقتدی پیچھے آئے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اور ایک مقتدی قریب قریب کھڑے ہوں اس دوران دوسرے مقتدی آکر کھڑے ہو جائیں تو امام آگے جائے گا یا وہ مقتدی پیچھے آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ۔ ۲۳/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہو جائے، قال العلامة الشامی وھو اولیٰ من تقدمه لانه متبوع (ردالمحتار ص ۵۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾ ۔ اور بغیر قدم اٹھا کر پیچھے ہو جائے، لخلوه عن التکلف ولم اجده صریحا. وھو الموفق

ہاتھ باندھے بغیر تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں چلے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے آکر امام کو رکوع

(بقیہ حاشیہ) امر غیره فقیل له تقدم فتقدم فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برائه (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۹۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکره فیھا)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: وبیانه کما فی شرح المنیة وشرح المجمع انه لو سبق برکعة من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ماسبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الامام ویقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی الاخری مما نام فیه ویقعد لانها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها ویقعد متابعة لامامه لانها رابعة وکل ذلک بغیر قراءة لانه مقتد ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۳۰ جلد ۱ قبیل باب الاستخلاف)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۲۰ جلد ۱ باب الامامة)

میں پالیا اور حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوا اب ایک شخص کہتا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی، لہٰذا اعادہ واجب ہے، کیونکہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر آدھا منٹ کھڑا رہنا ضروری ہے اور کہتا ہے کہ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نیاز مند حبیب اللہ......۷۴ء/۳/۳۰

الجواب: بحالت قیام تحریمہ باندھنے کے بعد متصل رکوع جانے والے کی نماز درست ہے، کمافی الدرالمختار ومنھا القیام بحیث لو مد یدیه لاینال رکبتیه ومفروضه وواجبه ومسنونه ومندوبه بقدر القرأة فیه فلو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیه انتھی ﴿۱﴾. یعنی حالت استوا سے لیکر ہاتھ کے گھٹنوں تک پہنچنے سے قبل قیام ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جو عدم صحت کا حکم دیا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ حالت رکوع میں تحریمہ کرے، کما صرح به ﴿۲﴾. وھو الموفق

مسبوق ساہی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام پر سجدہ سہو لازم ہوا تھا اور مسبوق امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں، نیز مسبوق کا

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۲۸ جلد ۱ مبحث القیام باب صفة الصلاة)

﴿۲﴾ قال الشیخ اشرف علی التھانوی رحمه الله: بعض ناواقف جب مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی، اسلئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کیلئے قیام شرط ہے جب قیام نہ کیا وہ صحیح نہ ہوئی اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔

(بھشتی گوھر (بھشتی زیور) ص ۸۸۵ تکبیر تحریمه کا بیان)

سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز امام کا سہو مسبوق کے شریک ہونے کے بعد معتبر ہے یا پہلے والا بھی اگر اس میں کچھ فرق ہو تو بتائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ تعویذ گل تر ناب پشاور

الجواب: یہ مسبوق بہر حال امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوگا لیکن سلام نہ پھیرے گا اگر یاد ہونے کے باوجود سلام پھیر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، کما فی الدر المختار رابعها لو قام الی قضاء ما سبق به وعلی الامام سجدتا سهو ولو قبل اقتداء ه فعليه ان يعود (هامش ردالمحتار ص ۵۵۸ جلد ۱) ﴿۱﴾ وفی الهنديه ص ۱۳۶ جلد ۱ سهو الامام يوجب عليه وعلیٰ من خلفه السجود كذا فی المحيط ولا يشترط ان يكون مقتديا به وقت السهو حتى لو ادرک الامام بعد ما سها يلزمه ان يسجد مع الامام تبعاً له ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسبوق اپنی پہلی دو رکعت میں ضم سورت کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی نے امام کے ساتھ دو رکعت آخری (نماز ظہر) ادا کیں اب یہ نمازی اپنی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رازق مانکی صوابی ۱۹۶۹ء/۴/۱۷

الجواب: عند الاحناف یہ شخص یعنی مسبوق دونوں رکعتوں میں ضم سورت کرے گا کیونکہ مسبوق اول الصلاۃ ادا کر رہا ہے، فی الدر المختار: ويقضی اول صلاته فی حق قراء ة وآخرها فی حق تشهد، قال العلامة الشامی: هذا قول محمد وظاهر كلامهم اعتماد قول

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ قبيل باب الاستخلاف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيريه ص ۱۲۸ جلد ۱ فصل سهو الامام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود)

محمد وزفر مختصرا (ص ۵۵۸ جلد ۱) ۞۱۞ وفی الہندیہ ص ۹۲ جلد ۱ ولو ادرک رکعتین قضی رکعتین بقراءۃ ولو ترک فی احداھما فسدت ۞۲۞. وھو الموفق

مدرک سے رکن نماز رہ جانے کی صورت میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان میں مقتدی نماز وتر میں امام کے ساتھ شریک تھا، مقتدی دعائے قنوت مکمل کر رہا تھا کہ امام رکوع سے قومہ میں چلا گیا اب یہ شخص اپنی نماز کیسے ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲۵/۵/۱۹۸۲

الجواب: مقتدی فوراً رکوع اور قومہ کرکے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اگرچہ متابعت متقارنہ یا متعاقبہ نہ ہو سکا لیکن متابعت بالتاخیر کی بنا پر اس شخص کی نماز درست ہوگی جیسا کہ لاحق کی نماز کا حکم ہے اور اگر رکوع و قومہ چھوڑ کر فوراً امام کی متابعت کرے تو فراغت امام کے بعد ایک رکعت مستقل ادا کرے نماز درست ہوگی، اور اگر سرے سے رکعت ادا نہیں کی تو اعادہ صلاۃ کرے گا۔ فی ردالمحتار ص ۴۷۱ جلد ۱ نعم تکون المتابعۃ فرضا بمعنی ان یأتی بالفرض مع امامہ او بعدہ کما لو رکع امامہ فرکع معہ مقارنا او معاقبا وشارکہ فیہ او بعد ما رفع منہ فلو لم یرکع اصلا او رکع ورفع قبل ان یرکع مع امامہ ولم یعد معہ او بعدہ بطلت صلاتہ الخ ۞۳۞. وھو الموفق

۞۱۞ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۴۱ جلد ۱ مطلب فی احکام المسبوق والمدرک واللاحق باب الامامۃ)

۞۲۞ (فتاوی عالمگیریہ ص ۹۱ جلد ۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

۞۳۞ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۴۹ جلد ۱ مطلب المراد فی المجتہد فیہ)

مسبوق پر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں تشہد پڑھنا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رباعی نماز میں امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہوا اب جب امام دوسری رکعت پر بیٹھ گیا تو مسبوق پر بھی تشہد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی نامعلوم ۱۹۸۰ء

الجواب: مسبوق پر بھی تشہد پڑھنا واجب ہے۔ فی ردالمحتار ص ۱۵۵ جلد ۱ کمن ادرک الامام فی القعدۃ الاولی فقعد معه فقام الامام قبل شروع المسبوق فی التشہد فانه یتشہد تبعا لتشہد امامه۔ (۱) وھو الموفق

امام کے ساتھ آخری قعدہ میں مسبوق کیلئے درود شریف ودعا پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق جس سے ایک یا دو رکعت ہو چکے ہوا امام کے ساتھ شامل ہوکر آخری قعدہ میں امام کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی سعداللہ جان ۔۔۔ ۱۹۸۳ء ۹۔ ۲۲

الجواب: یہ مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں وسط صلاۃ کے حکم میں ہے اسلئے یہ درود شریف اور دعا کو نہیں پڑھے گا اگر اس نے تشہد جلدی ختم کردیا تو پھر بار بار اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھے۔ وفی الہندیہ ص ۹۱ جلد ۱ ومنہا ان المسبوق ببعض الرکعات یتابع الامام فی التشہد الاخیر واذا اتم التشہد لا یشتغل بما بعدہ من

(۱) (ردالمحتار ہامش الدرالمختار ص ۱۵۵ جلد ۱ باب سجود السہو)

الدعوات ثم ما ذا یفعل تکلموا فیه وعن ابن شجاع انه یکرر التشهد ای قوله اشهد ان لا اله الا الله وهو المختار ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسبوق مقتدی کیلئے ثنا وتعوذ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہوا تو اس کیلئے ثنا وتعوذ کا کیا حکم ہے، پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر اللہ چترال

الجواب: اگر مسبوق امام کو اسی رکعت میں پائے جس میں قرأت ہورہی ہو تو یہ مسبوق مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا بلکہ قرأت سنے گا، اور جب قضا شدہ رکعت کیلئے اٹھے تو ثنا پڑھے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے ساتھ ملتے ہی تعوذ پڑھنا مستحب ہے، اور بعد میں یعنی فراغت امام کے بعد قرأت سے پہلے تعوذ پڑھے گا، وفی الخلاصة المسبوق اذا ادرک الامام فی القراءة التی یجهر فیها لا یأتی بالثناء فاذا قام الی قضاء ما سبق یأتی بالثناء ویتعوذ للقراءة وعند ابی یوسف یتعوذ عند الدخول وعند القراءة وهذا استحباب وفی صلاة المخافة یأتی بالثناء اذا ادرکه قائماً، انتهیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۹۱ جلد ۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

﴿۲﴾ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۶۵ جلد ۱ مسائل المسبوق)

باب مکروھات الصلوٰۃ

نماز کے ختم پر مقتدی کا امام سے سلام پر سبقت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر مقتدی نے نماز کے ختم پر سلام کو امام سے پہلے ختم کر لیا تو مکروہ ہے۔ (الف) یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ (ب) دوسرے سلام کا کیا حکم ہے؟ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی.... ۱۹۶۹/۳/۱۷

الجواب: مناسب تتبع کے باوجود تصریح نہیں ملی لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کراہت دونوں سلام میں تحریمی ہے کیونکہ حدیث صحیح سے مخالفت ہے جس میں تقدم پر وعید وارد ہوئی ہے ﴿۱﴾ اور وعید تحریمات میں وارد ہوتی ہے، نیز علامہ شامی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کراہت بلا قید مذکور ہو تو وہ تحریمی پر محمول ہوگی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ عن انس قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ ذات یوم فلما قضی صلوته اقبل علینا بوجهه فقال ایها الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف فانی اراکم امامی ومن خلفی رواه مسلم وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضآلین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد متفق علیه الا ان البخاری لم یذکر واذا قال ولا الضالین.
وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اما یخشی الذی یرفع رأسه قبل الامام ان یحول اللہ رأسه رأس حمار مفتق علیه.
(مشکواة المصابیح ص ۱۰۱ جلد ۱ باب ما علی المأموم من المتابعة وحکم المسبوق)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین وفی البحر من مکروهات الصلاة (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سجدہ وتشہد سے اٹھنے کے وقت زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سجدہ یا تشہد سے اٹھتے ہوئے بلا عذر زمین پر ٹیک لگا کر یعنی ہاتھ رکھ کر اٹھنا مکروہ ہے یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد ۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا (بلا عذر) مکروہ تنزیہی ہے، فی الدر المختار ولو فعل لا بأس وفی ردالمحتار ص ۴۷۳ جلد ۱ فیکرہ فعله تنزیهاً لمن لیس به عذر ﴿۱﴾. فقط

فرائض اور سنن کے درمیان وظیفہ وغیرہ کا ورد کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض اور سنن کے درمیان مقدار اللهم انت السلام سے زیادہ وقفہ کرنا مثلاً وظیفہ وغیرہ کا ورد کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحلیم شاہ متعلم دارالعلوم حقانیہ ... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: بہتر نہیں ہے مگر بعض علماء نے جواز کا حکم دیا ہے، کما فی الطحطاوی وغیرهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) المکروه فی هذا الباب نوعان احدهما ما کره تحریما وهو المحمل عند اطلاقهم الکراهة وقال ابن عابدین فی الحظر والاباحة ای کراهة تحریم وهی المرادة عند الاطلاق کما فی الشرع. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۹۷ جلد ۱ مطلب فی تعریف المکروه ص۲۲۳ جلد۵ کتاب الحظر والاباحة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار علی هامش الدر المختار ص۴۷۳ جلد ۱ مطلب فی اطالة الرکوع للحانی باب صفة الصلات)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: لا بأس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة فالاولیٰ تأخیر الاوراد عن السنة فهذا ینفی الکراهة، وقال الطحطاوی: وفی روایة عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ لا یقعد الا مقدار انه لیس المراد انه کان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں پوستین اور سنجاب کے آستینوں کا مسئلہ

سوال: ما یقول العلماء الفهام فی هذه المسئله؟ ای ما حکم الفرو اذا لم یخرج الیدان الا کمام و اذا لم یدخلا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: جب آستینوں میں ہاتھ داخل نہ ہوں تو پوستین میں نماز کا حکم کراہت ہے، اور ہاتھ آستینوں کے اندر ہوں تو کراہت نہیں ہے، الا اذالم یزر ازراره (مگر جب گھنڈی اور بٹن نہ لگائی ہو) یدل علیه ما فی الشرح الکبیر ص۳۰۵ وعن الفقیه ابی جعفر الهندوانی انه کان یقول اذا صلی مع القباء وهو غیر مشدود الوسط فهو مسیئ، یعنی ولو ادخل کمیه فی یدیه و ینبغی ان یقتدی بما اذا لم یزر ازراره لانه یشبه السدل اما اذا زرالازرار فقد التحق من الثیاب فی اللبس فلا سدل فیه فلا یکره انتهیٰ. قلت لا فرق بین الفرو والقباء فی الحکم لاشتراکهما فی العلة، وفیه ایضاً فی تلک الصفحة فی تعلیل کراهة ارسال الکمین ولان فیه تشبیها باهل التکبر اذ لا تکاد تسمح نفوس المتکبرین بترکه وادخال الید فی الکم لا فی الصلوٰة ولا خارجها علیٰ ما جرت من عادتهم. انتهی. قلت فیه دلالة علی کراهة الصلوٰة عند اخراج الیدین لانه وضع المتکبرین، فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) یقول ذلک بعینه بل کان یقعد زمانا یسع ذلک المقدار ونحوه من القول تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المغیرة انه ﷺ کان یقول دبر کل صلاة مکتوبة لا اله الا الله وهذا لا ینافی ما فی مسلم عن عبد الله ابن الزبیر کان رسول الله ﷺ اذا فرغ من صلاته قال بصوته الاعلی لا اله الا الله لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من هذه الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینها الخ.

(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح ص ۳۱۱ فصل فی صفة الاذکار)

﴿۱﴾ غنیة المستملی ص ۳۳۶، ۳۳۷ فصل فی بیان ما الذی یکره فعله فی الصلوة)

عرب کے ڈریس (رومال) میں نماز کا حکم

سوال: عرب لوگ جوڈریس (Dress) پہنتے ہیں یعنی رومال سر پر رکھ کر ایک گول رسی سے اسے باندھ لیتے ہیں وہ رومال سر سے کاندھے پر آکر سینے پر لٹکا ہوا ہوتا ہے جسے سدل کہتے ہیں، اس لٹکے ہوئے رومال (عرب ڈریس) میں نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار برطانیہ ...... یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اس میں کوئی کراہت نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تیلہ سے گلدوز ٹوپی میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مروجہ تیلے کی ٹوپیاں جو گلدوزی سے بنی ہوئی ہوتی ہیں میں نماز پڑھنا اور اس کا استعمال کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل حکیم محب باندہ مردان ۱۹۷۵ء/۹/۲

الجواب: اگر یہ تیلہ سونے چاندی کا نہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی و کره سدل تحريماً للنهی ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد ، قال ابن عابدين : قال فی شرح المنية السدل هو الارسال من غير لبس ضرورة ان ارسال ذيل القميص ونحوه لا يسمى سدلاً ودخل فی قوله ونحوه عذبة العمامة.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۷۲ جلد ۱ مطلب مکروهات الصلاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (قوله و کذا تکره القلنسوة) ذکر ملا مسکين عند قول المصنف فی مسائل شتیٰ اخر الکتاب ولابأس بلبس القلانس لفظ الجمع يشمل قلنسوة الحرير والذهب والفضة والکرباس والسواد والحمرة وفی الفتاویٰ الهنديه يکره ان يلبس الذکور قلنسوة من الحرير او الذهب او الفضة اوالکرباس الذی خيط عليه ابريسم کثيراً او شئ من الذهب اوالفضة اکثر من قدر اربع اصابع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۹ جلد۵ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحة)

سنت فجر کو قرأت سنتے ہوئے دوسری صف میں ادا کرنا اور آیت فاستمعوا له وانصتوا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز فجر میں امام کی قرأت سننے کے باوجود دوسری صف میں سنت ادا کرنا کیسا ہے؟ (۲) آیت قرآن، واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الاية، کا حکم فرضیت کا ہے یا استحباب کا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۸/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) جائز ہے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) مشہور فرضیت ہے اور صاحب بحر نے استحباب کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ وهو الموفق

مساجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں جو ٹوپیاں رکھنا مروج ہے کیا اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نبی چھوٹا لاہور صوابی......۱۹۹۰ء/۱۲/۱۵

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: والحاصل ان السنة فى سنة الفجر ان يأتى بها فى بيته والافان كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه والا صلاها فى الشتوى او الصيفى ان كان للمسجد موضعان والافخلف الصفوف عند سارية لكن فيما اذاكان للمسجد موضعان والامام فى احدهما ذكر فى المحيط انه قيل لايكره لعدم مخالفة القوم وقيل يكره لانهما كمكان واحد قال فاذا اختلف المشائخ فيه فالافضل ان لا يفعل قال فى النهر وفيه افادة انها تنزيهية، لكن فى الحلية قلت وعدم الكراهة اوجه للاثار التى ذكرناها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ مطلب هل الاساءة دون الكراهة او افحش باب ادراک الفريضة)

الجواب: ان ٹوپیوں کا پہننا ضروری ہے کیونکہ یہ بے باک لوگ ننگے سر نماز پڑھنا شروع کریں گے جو اس سے بدتر ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

گھڑی میں انسان یا حیوان کی چھوٹی تصویر کی وجہ سے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھڑی میں انسان یا حیوان کی چھوٹی فوٹو اور تصویر ہو تو اس کے ساتھ نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم دارالعلوم حقانیہ ۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ فوٹو چھوٹا ہو موضع سجدہ میں رکھنے کی صورت میں نہیں دکھائی دیتا ہو تو اس کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ہے، یدل علیہ ما فی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص۲۰۷ جلد ۱ او کانت صغیرة لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما وھی علی الارض ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، وصلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل (درمختار) اور ثیاب بذلہ میں بھی نماز مکروہ تنزیہی ہے، بما یلبسه فی بیته ولا یذھب الی الاکابر والظاھر ان الکراھة تنزیھیة ، ردالمحتار ، اب ننگے سر نماز پڑھنا ایک وباء بن چکا ہے اور عوام سر کو ڈھانپنا امر مہم نہیں گردانتے اور سر کو ڈھانپنا بوجھ بن چکا ہے جو تہاون بالصلاة کے زمرے سے ہیں، اور بعض صورتوں میں مثلا استخفاف احتقار کی صورت میں مفضی الی الکفر ہے، فی ردالمحتار قوله للتکاسل ای لاجل الکسل بان استثقل تغطیته ولم یرها امرا مهما فی الصلاة فترکها لذلک وھذا معنی قولهم تهاونا بالصلاة ولیس معناه الاستخفاف بها والاحتقار لانه کفر (ص ۴۸۴ جلد ۱) لہٰذا ان صورتوں میں ننگے سر نماز پڑھنا جو تکاسل کی وجہ سے ہیں متحقق ہے مکروہ ہوگی، اور نماز کی حرمت کی وجہ سے ان مسجد میں پڑے ہوئے ٹوپیوں سے نماز پڑھنا ہوگا، اگرچہ یہ بھی مکروہ ہے لیکن بنسبت ننگے سر پڑھنے سے اہون ہے، نیز جب کسی شخص کے ساتھ ثیاب بذلہ کے علاوہ کوئی اور کپڑے نہ ہوں تو ان کیلئے ثیاب بذلہ میں نماز پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح جب اور ٹوپی نہ ہو تو بذلہ ٹوپیوں میں نماز پڑھنا ہوگا۔ (از مرتب)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۰۹ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

ملٹری کور میں تصویر والے بیج کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملٹری میں مجاہد کور کے جوانوں کے کندھوں پر بیج لگا ہوتا ہے جو کہ ارسال خدمت ہے اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، نیز نا سمجھی کی وجہ سے اگر اس بیج کے ساتھ نمازیں پڑھ لی ہیں تو ان کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدیر راولپنڈی ۱۹۷۳ء/۴/۱۰

الجواب: چونکہ یہ تصویر بڑی ہے لہٰذا اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے، فی فتح القدیر ولو لبس ثوبا فیه تصاویر ویکره لانه یشبه حامل الصنم والصلوٰة جائزة فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطها وتعاد علی وجه غیر مکروه وهو الحکم فی کل صلوٰة ادیت مع الکراهة انتهی.۱؎ وهکذا فی جمیع کتب الفتاوىٰ. وهو الموفق

امام کا ضرورت سے زیادہ جہر کرنا

سوال: چہ میفر مایند علماء دین دریں مسئلہ کہ یک امام قرأت جهراً فوق الحاجت در امامت میخواند، ہنگا رمیشوید ونماز مکروہ شود یا نہ؟ وبشرط کراہت اعادہ واجب ست یا نہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۷۹ء/۱۱/۲۳

الجواب: نماز امامیکہ جہر فوق از حاجت مے کند، واجب الاعادہ نیست، زیرانچہ مکروہ تحریمی نیست، لمافی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ قالوا الاساءة ادون من الکراهة وفی ردالمحتار ص ۱۵۵ جلد ۱ الاساءة دون الکراهة واما فی شرح المنار فقال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ والمراد بها ما فی شرح

۱؎ (فتح القدیر ص ۳۶۳، ۳۶۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها فصل ویکره للمصلی)

المنار التنزيهية فهي دون المكروه تحريماً وفوق المكروه تنزيها انتهى ﴿۱﴾، قلت والاعادة انما تجب في المكروه تحريما ولا تخلوا الصلوة المعتاده عن المكروه تنزيهاً وقلت ايضا لعل المراد ابن انجيم الاساءة ما يلزم ترك السنة المؤكدة. وهو الموفق

نوٹ پر جناح کی تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی نوٹوں پر جناح کی تصویر ہوتی ہے جب یہ نوٹ وغیرہ جیب میں ہوں، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اگر تصویر کے ساتھ ہاتھ پاؤں بھی ہو اور جیب میں ہو اس کا کیا حکم ہے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء/۲/۱۲

الجواب: فوٹو اگر لفافہ وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو نماز مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے۔ فــي الدرالمختار ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس او صرة او ثوب آخر (هامش ردالمحتار ص ٦٠٦، ٦٠٧ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهوالموفق

نسوار اور سگریٹ کی بدبوئی کی حالت میں نماز پڑھنا، تلاوت کرنا اور مسجد جانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نسوار یا سگریٹ نوشی کرے پھر نماز باجماعت میں شریک ہو جائے ان لوگوں کا مسجد میں آنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نوراحمد بلوچستان ...... ۲۳/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمباکو کی بدبو پیاز اور لہسن کی بدبو کی طرح ایذا رسان ہے، لہٰذا بنابر حدیث فان الملئكة تتأذى مما يتأذى منه الانس (رواه البخاري ومسلم عن جابر رضي

﴿۱﴾ (ردالمحتارمع هامش الدرالمحتار ص ۳۵۰ جلد ۱ مطلب سنن صلاة باب صفة الصلاة)
﴿۲﴾ الدرمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۷۹ جلد ۱ باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

الله عنه)﴿۱﴾ پس ایسے شخص کا اسی حالت میں نماز پڑھنا، مسجد جانا، قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، وصرح به فی شرح التنویر وکذا کل موذٍ (هامش ردالمحتار ص ۶۱۹ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهوالموفق

مسجد والی ٹوپیوں سے نماز

سوال: مسجد میں جو ٹوپیاں ہوتی ہیں انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف شاہ رسالپور کینٹ ...... ۲۷/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: ہر مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ قمیص اور پاجامہ کی طرح ٹوپی بھی پہنا کرے ﴿۳﴾ اور جب ٹوپی نہ رکھتا ہو تو ننگے سر نماز نہ پڑھے ﴿۴﴾ بلکہ ان مسجد والی ٹوپیوں کو پہنے اگر چہ میلی کچیلی ہوں ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ص ۶۸ جلد ۱ باب المساجد الفصل الاول)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۸۹ جلد ۲ باب ما یفسد الصلاه وما یکره فیها)

﴿۳﴾ وفی الهندیه والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متوشحا به تجوز صلوته من غیر کراهة. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۹ جلد ۱ الباب الثالث فی شروط الصلاة)

﴿۴﴾ قال العلامه حصکفی رحمه الله: وصلاته حاسراً ای کاشفا راسه للتکاسل ولاباس به للتذلیل واما للاهانة بها فکفر قال ابن عابدین واصل الکسل ترک العمل لعدم الارادة فلو لعدم القدرة فهو لعجز (قوله ولاباس به للتذلیل) قال فی شرح المنیة فیه اشارة الی ان الاولیٰ ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من افعال القلب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۷۴ جلد ۱ مطلب فی الخشوع باب مکروهات الصلاة)

﴿۵﴾ قال ابن عابدین: فی البحر وفسرها فی شرح الوقایه بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة. ایضاً

اس عبارت سے ثیاب بذلہ میں نماز کا مکروہ تنزیہی ہونا ثابت ہے لیکن ننگے سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، اور اگر عوام کو ان ٹوپیوں سے منع کیا جائے اور صحیح ٹوپیوں کا امر نہ کیا جائے تو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبروں کے قریب نماز ادا کرنا مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان کی زمین میں نماز ادا کرنا کیسا ہے نیز قبروں سے کتنے فاصلہ پر نماز ادا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر احمد مولیان کوہالہ راولپنڈی ۔۔۔ ۱۹۷۰ء/۴/۴/۴

الجواب: جب سامنے یا دائیں بائیں قبور ہوں اور قریب ہوں تو نماز مکروہ ہے اور جب بعید اور دور ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور دوری کی مقدار فقہاء کرام نے مسافت اور گزوں سے متعین نہیں کی ہے البتہ انظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم اتنا دور ہو کہ مقام سجدہ پر نظر رکھنے کے وقت نظر میں نہ آئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فوجی بوٹوں سمیت نماز پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فوجی مجاہد بوٹوں سمیت نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور جواز حالت مجبوری میں ہے یا ہر حالت میں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم پوسٹ بکس نمبر ۲۶۰ سعودی عرب ۔۔۔ ۱۴۰۱/۷/۷ھ

(بقیہ حاشیہ) عوام ننگے سر نماز پڑھنے پر جری ہوں گے، نیز جب اور ٹوپی نہ ہو تو پھر اس بذلہ ٹوپیوں میں نماز جائز ہوگی کیونکہ جب کسی کے پاس کپڑے نہ ہوں تو ثیاب بذلہ ہی میں ادا کرنا ضروری ہے، قال الحصکفی: وصلاته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنة ای خدمة ان له غیرها والا لا (ص ۴۷۴ جلد ۱) اس سے معلوم ہوا کہ جب ثیاب بذلہ کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ ہو تو پھر اس کو پہننا ہی لازمی ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾قال الطحطاوی: (تحت قوله تکره الصلاة فی المقبرة) قال حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی وتکره الصلاة فی المقبرة الا ان یکون فیها موضع اعد للصلاة لا نجاسة فیه ولا قذر فیه، قال الحلبی لان الکراهة معللة بالتشبه وهو منتف حینئذ وفی القهستانی عن جنائز المضمرات لا تکره الصلاة الی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلاة الخاشعین وقع بصره علیه. (الطحطاوی حاشیه مراقی الفلاح ص ۱۹۶ فصل فی مکروهات الصلاة)

الجواب: اس میں اختلاف ہے قواعد کی رو سے جواز راجح ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

صبح اور عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن افضل نہیں مگر مکروہ بھی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے کہا ہے کہ صبح اور عصر کے کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کرنا منع ہے خاص کر سورۃ یاسین وغیرہ کا پڑھنا کیا یہ صحیح ہے کسی حدیث وغیرہ سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی صوابی ۱۹۶۹ء ۵۔۱۲

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: وملخص هذه الروايات ان النعال الغير الطاهرة تخلع او تمسح على الارض، واما النعال الطاهرة من البدء او بالدلک فالصلوٰة فيها من الرخص دون المستحبات عند ابن دقيق العيد. وتعقبه البدر العينى بحديث شداد بن اوس عن ابيه ثم قال ويكون مستحبا من جهة قصد المخالفة لا سنة لان الصلوة فى النعال ليست مقصودة بالذات وذكر الحلبى فى شرح المنية الكبير استحبابها مخالفة لليهود كالبدر العينى. قال مشائخنا اليوم لا يصلى بالنعال فى المسجد لان دخول المساجد متنعلا من سوء الادب فى العرف الحادث ولان تلويث المسجد بها واقع لا محالة ولان علة التنعل قد انتهت لان اليهود والنصارىٰ فى زماننا يصلون فى النعال لا يخلعونها (ف) اعلم ان النعال اذا لم تكن مانعة من توجيه رء وس الاصابع الى القبلة فجاز الصلوٰة فيها والا فلا كما يشير اليه كلام القارى فى المرقاة . فالصلوٰة فى المداس الرائج اليوم لا يجوز اذا كان مقدمه مرتفعا واسعا بحيث لا يمتلأ باصابع القدم فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۷۸ جلد۲ باب ماجاء فى الصلوٰة فى النعال)

وقال العلامه ابن عابدين: (قوله وصلاته فيهما افضل) اى فى النعل والخف الطاهرين افضل مخالفة لليهود تاتر خانيه وفى الحديث صلوا فى نعالكم ولاتشبهوا باليهود رواه الطبرانى واخذ منه جمع من الحنابلة انه سنة ولو كان يمشى بها فى الشوارع لان النبى ﷺ وصحبه كانوا يمشون بها فى طرق المدينة ثم يصلون بها قلت لكن اذا خشى تلويث فرش المسجد بها ينبغى عدمه وان كانت طاهرة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ان اوقات میں قرآن مجید پڑھنا بہتر نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے﴿۱﴾ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ص۳۴۷ جلد۵)۔ وهو الموفق

پھول بوٹوں کی رنگدار چادر یا کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث مسلم شریف کے مطابق جو پھول بوٹوں کی رنگدار چادر یا کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کراہت سے تنزیہی مراد ہے یا تحریمی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی.....۲/ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: فقہاء کرام نے اس پر تصریح نہیں کی ہے لیکن اس کے قریب اور مناسب (محراب وغیرہ کے منقش کرنے) پر تصریح کی ہے اور اس کے متعلق کراہت تنزیہی کا حکم دیا ہے (شامی ص۶۱۶ جلد ۱)﴿۲﴾۔ فقط

(بقیه حاشیه) واما المسجد النبوی فقد كان مفروشا بالحصافی زمنه ﷺ بخلافه فی زماننا ولعل ذلک محمل ما فی عمدة المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تأمل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۶ جلد ۱ مطلب فی احكام المسجد)

﴿۱﴾ قال فی الدرالمختار: ذكر الله من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولیٰ من قراءة القرآن وتستحب القراءة عند الطلوع او المغرب. قال ابن عابدين الشامی (قوله وتستحب الخ) كذاذكر فی المجتبیٰ المسئلة الاولیٰ ثم ذكر هذه رامز البعض المشائخ فالظاهر انهما قولان فان الاولیٰ تفيد استحباب الذكر دون القراءة وهو الذی تقدم فی كتاب الصلاة واقتصر عليه فی القنية حيث قال الصلاة علی النبی ﷺ والدعاء والتسبيح افضل من قراءة القرآن فی الاوقات التی نهی عن الصلاةفيها.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۰۰ جلد۵ فصل فی البيع كتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾ قال العلامةابن عابدين رحمه الله: (قوله لانه يلهی المصلی) ای فيخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقد صرح فی البدائع فی (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سٹیل کی چین والی گھڑی کے ساتھ نماز

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماراایک پیش امام ہے جس کے گھڑی کا چین (کڑا) سٹیل کا بناہوا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک بڑے عالم سے سنا ہے کہ سٹیل کے چین والی گھڑی کے ساتھ نماز مکروہ ہے آپ صاحبان مہربانی فرما کر وضاحت کریں کہ یہ کیوں مکروہ ہے اس کی کس چیز کے ساتھ مشابہت ہے نیز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن بنوی ۔۔۔ ۱۹/۲/۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ آہنی انگشتری کا پہننا مکروہ ہے ، لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾ لیکن آہنی زنجیر کا جو بذات خود زیور نہیں ہے پہننا مکروہ نہیں ہے یہ علم اور کف کے ساتھ مشابہ ہے ﴿۲﴾ ۔ فقط

فوٹو، تیلے کی ٹوپی اور ٹیرون کے کپڑوں میں نماز کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) فوٹو کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ) مستحبات الصلاة انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصره الی موضع سجوده. وکذا صرح فی الاشباه ان الخشوع فی الصلاة مستحب والظاهر من هذا ان الکراهة هنا تنزیهیة فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۷ جلد ۱ مطلب فی احکام المسجد)

﴿۱﴾ وعن بریدة ان النبی ﷺ قال لرجل علیه خاتم من شبه مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحه ثم جاء وعلیه خاتم من حدید.

(مشکواة المصابیح ص۳۷۸ جلد ۱ الفصل الثانی باب الخاتم)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وفی التتارخانیة عن السیر الکبیر لا بأس بازرار الدیباج والذهب وفیها عن مختصر الطحطاوی لا یکره علم الثوب من الفضة ویکره من الذهب ، قالوا وهذا مشکل فقدرخص الشرع فی الکفاف قد یکون من الذهب.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۵۰ جلد۵ فصل فی اللبس کتاب الحظر)

محبت کرنا کیسا ہے نیز تصویر مکمل یا نصف جیب میں پڑی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(۲) خالص تیلے کی ٹوپی کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) ریشمی کپڑوں کے علاوہ دیگر وان وغیرہ کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی فضل جلال اسلامیہ کالج پشاور ...۱۹۷۴ء/۹/۱۰

الجواب: محترم مقام مد دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ (۱) فوٹو کے ساتھ محبت کرنا کیفیت مثل کی علامت ہے اور فوٹو جب جو دوغیرہ میں پوشیدہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی (شامی) (۱)۔

(۲) خالص تیلے کی ٹوپی جب سونے یا چاندی سے بنی ہوئی ہو اور عرضا چار انگشت سے (ایک جگہ پر) زائد ہو مطلق مکروہ ہے نماز اور غیر نماز میں فرق نہیں ہے (شامی ص ۲۲۳ جلد ۵) (۲)۔

(۳) کوئی کراہت نہیں ہے۔ وهو الموفق

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله لا لمستتر بكيس او صرة) بان صلى ومعه صرة او كيس فيه دنانير او دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها بحر ومقتضاه انها لو كانت مكشوفة تكره الصلاة مع ان الصغيرة لا تكره الصلاة معها كما ياتى لكن يكره كراهة تنزيه جعل الصورة في البيت نهر

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۹ جلد ۱ قبيل مطلب الكلام على اتخاذ المسبحة باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الفتاوى الهنديه يكره ان يلبس الذكور قلنسوة من الحرير او الذهب او الفضة او الكرباس الذى خيط عليه ابريسم كثير او شئ من الذهب او الفضة اكثر من قدر اربع اصابع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۹ جلد ۵ فصل في اللبس)

باب ما یفسد الصلوٰۃ

قعدہ اولیٰ نہ کرکے کھڑے ہوکر واپس عود کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی قعدہ اولیٰ نہ کرکے کھڑا ہوااور پھر یاد ہوکر واپس عود کیا کیا نماز فاسد ہوئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمن شہاب خیل لکی مروت

الجواب: ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن محققین کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں ہے. کمافی شرح التنویر فلو عاد الی القعود وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه کما حققته الکمال وهو الحق بحر(هامش ردالمحتار ص۲۹۷ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهوالموفق

فاتح کا غلط لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرأت میں سہو ہوا لیکن فاتح نے اس سورۃ میں دوسری جگہ غلط فتحہ دیا، اور امام نے بھی فتحہ نہیں لیا، کیا فاتح کی نماز فاسد ہوگئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان

الجواب: فاتح کی نماز فاسد نہیں ہوتی، وهو الاصح قال فی الدرالمختار بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح و آخذ بکل حال ﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۵۵۰ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۴۲۰ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیها)

تین آیت پڑھنے کے بعد لقمہ لینایا دینا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے تین آیت پڑھے پھر سہو ہو جائے اور رکوع کو نہیں گیا بلکہ مقتدی نے فتح دیا اور امام نے فتح لے لیا تو اس سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس صورت میں فتح لینایا دینا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے، کمافی الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۷۲ جلد ۱ بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا ای سواء قرء الامام قدر ماتجوز به الصلوٰۃ ام لا انتقل الی اية اخری ام تکرر الفتح ام لا ﴿۱﴾. وهوالموفق

نماز میں بار بار داڑھی کو ہاتھ لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بلا اختیار نماز میں اپنا ہاتھ داڑھی سے لگاتا ہے کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد بلوچستانی

الجواب: اگر ایک شخص ایک رکن میں لگاتار تین دفعہ یہ فعل کرے تو نماز فاسد ہوگی، قال فی الفیض الحک بید واحدة فی رکن ثلاث مرات یفسد الصلاة ان رفع یده فی کل مرة (ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱) ﴿۲﴾ وبمعناه فی الهدایه ص ۱۰۹ جلد ۱ ﴿۳﴾ قلت ولم یفرقوا بین العمد وغیره. وهوالموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۰ ۳ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)
﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۳ جلد ۱ مطلب فی الکراهة التحریمی والتنزیهی باب مایفسد صلاة ومایکره فیها)
﴿۳﴾ قال المرغینانی: اما فساد الصلاة فبالعمل الکثیر، قال (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بعض آیات کو چھوڑ کر دوسری آیات شروع کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیش امام صاحب نماز پڑھا رہا تھا، اور مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا (سورۃ جمعہ) پڑھ رہا تھا، پھر بئس مثل القوم الذین کے بعد آیت قل یایھا الذین ھادو ان زعمتم کی بجائے یایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الخ پڑھا، کیا نماز فاسد ہوئی؟ اگر فاسد ہوئی تو کس وجہ سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ سیاح ہوش سلیم خان صوابی ... ۱۳/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اس صورت میں بعض آیات کا ترک ہے اور انتقال ہے دوسری آیت کو اور کوئی تغیر فاحش واقع نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ضابطہ کی بنا پر نماز فاسد نہ ہوگی (ماخوذ از کبیری ، ھندیہ) ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ابن الھمام: او نتف ثلاث شعرات بمرات او حک ثلاثا فی رکن یرفع یدہ کل مرۃ تفسد. (ھدایہ مع فتح القدیر ص ۳۵۲ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحلبی: وکذا لو انتقل الیٰ آیۃ اخری من تلک السورۃ وترک بینھما شیئا لان فیہ اعراضاعما شرع فیہ وایھام تفضیل غیرہ علیہ واما اذا کان عذر کان حصر عما بعد تلک الایۃ قبل ان یتم سنۃ القرأۃ فلا یکرہ الانتقال الی آیۃ اخری من تلک او من غیرھا ھذا اذا انتقل قصدا فان انتقل من غیر قصد ثم تذکر ینبغی ان یعود ذکرہ فی القنیۃ وان لم یتذکر فلا کراھۃ ایضا لعدم القصد.

(غنیۃ المستملی المعروف بالشرح الکبیری ص ۴۵۰ فصل فی بیان ما یکرہ فی الصلاۃ)

وفی الھندیہ: لو ذکر ایۃ مکان آیۃ ان وقف وقفاتاما ثم ابتدأ بایۃ اخریٰ او ببعض آیۃ لا تفسد ..... اما اذا لم یقف ووصل ان لم یغیر المعنی ..... لا تفسد اما اذا غیر المعنیٰ تفسد عند عامۃ علمائنا وھو الصحیح.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۱ جلد ۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)

بلاضرورت شرعی نماز توڑنا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اسی اثناء میں باہر سے کوئی آواز دے، لیکن اس وقت یا تو گھر میں کوئی موجود نہ ہو یا مستورات موجود ہیں لیکن غیرمحرم ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکیں، اس صورت میں فرض نماز پڑھنے والا اسلام پھیر کر یعنی نماز کو توڑ کر جواب دے یا نماز پوری کر کے بعد میں جواب دے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈی آئی خان ۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: نماز کو بلاضرورت شرعی فاسد کرنا حرام ہے ﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم الایۃ ﴿۲﴾. وھو الموفق

نماز کے دوران زلزلہ آنے پر کیا کریں؟

سوال: لوگ کمرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اسی دوران زلزلہ آئے، تو نماز کے درمیان کمرے سے باہر جائیں گے یا نماز پوری کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز مصری بانڈہ نوشہرہ ۸/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر زلزلہ شدید ہو جس سے آبادی گرنے کا ظن غالب ہو تو نماز کا قطع کرنا ضروری ہوگا، ورنہ جائز ہوگا، ونظیرہ قطع الصلوٰۃ خشیۃ سقوط الاعمیٰ (فلیراجع الی مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۳۲۴) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ شرنبلالی: والاصل ان نقض العبادۃ قصداً بلا عذر حرام لقولہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم. (امداد الفتاح ص ۴۹۵ باب ادراک الفریضۃ مع الامام وغیرہ)

﴿۲﴾ (سورۃ محمد پارہ: ۲۶ آیت: ۳۳ رکوع: ۸)

﴿۳﴾ قال العلامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی: (و) یجوز قطعھا لخشیۃ (خوف) من (ذئب) ونحوہ (علی غنم) ونحوھا (او خوف تردی) ای (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کی حالت میں زور سے حق اللہ یا ھو اللہ کہنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کے دوران میں بلند آواز سے کہہ دے حق اللہ یا ھو اللہ، بعد میں یہ شخص کہہ دے کہ میں نے مجبوراً حالت وجد میں یہ کہا ہے اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مانسہرہ.....۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر اس نمازی نے یہ الفاظ ہوش کی حالت میں کہے ہوں تو اس کی نماز درست ہے﴿۱﴾ اگر بے ہوشی کی حالت میں کہے ہو تو بے ہوشی کی وجہ سے اس کا وضو اور نماز دونوں فاسد ہیں﴿۲﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) سقوط (اعمیٰ) او غیرہ مما لا علم عندہ (فی بئر ونحوہ) کحفیرۃ وسطح واذا غلب علی الظن سقوطہ وجب قطع الصلاۃ ولو فرضاً.

(مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۲۰۴ قبیل باب الوتر واحکامہ)

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ فبسمل) یشکل علیہ ما فی البحر لو لدغتہ عقرب او اصابہ وجع فقال بسم اللہ قیل تفسد لانہ کالانین وقیل لالانہ لیس من کلام الناس وفی النصاب وعلیہ الفتویٰ وجزم بہ فی الظھیریۃ وکذا لو قال یارب کما فی الذخیرۃ.

(ردالمحتار ص ۴۵۹ جلد ۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: وینقضہ اغماء ومنہ الغشی وجنون وسکر (قولہ وینقضہ اغماء) ھو کما فی التحریر آفۃ فی القلب او الدماغ تعطل القوی المدرکۃ والمحرکۃ عن افعالھا مع بقاء العقل مغلو بانھر، (قولہ ومنہ الغشی) بالضم والسکون تعطل القوی المحرکۃ والحساسۃ لضعف القلب من الجوع او غیرہ قھستانی زاد فی شرح الوھبانیۃ بفتح فسکون وبکسرتین مع تشدید الیاء وکونہ نوعا من الاغماء موافق لما فی القاموس وحدود المتکلمین قال فی النھر الا ان الفقھاء یفرقون بینھما کالاطباء ای بانہ ان کان ذلک التعطل لضعف القلب واجتماع الروح الیہ بسبب ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

درود ودعا پڑھتے وقت متابعت امام ضروری ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ التحیات پڑھنے کے بعد مقتدی درود یا دعا پڑھنے میں مصروف ہے اتنے میں امام سلام پھیرتا ہے تو مقتدی امام کی سلام میں متابعت کرے یادرود ودعا پورا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبدالسلام چترال......۱۹۸۶ء/۵/۲۰

الجواب: متابعت امام ضروری ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پانچویں رکعت کیلئے سہواامام کے قیام پر مسبوق کی نماز کا حکم اور عورت کی محاذاۃ کا مسئلہ

سوال: امدادالفتاویٰ میں ہے''امام چوتھی رکعت پر قعدہ کر کے یابغیر قعدہ کے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا ہوتو اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے اگر وہ لوٹ آوے تو اس کے ساتھ سلام تک رہے ورنہ نماز اپنی پوری کرلے اور اگر وہ چوتھی پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آوے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہے'' امداد الفتاویٰ.

(الف) عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر یا بغیر بیٹھے پانچویں کیلئے کھڑا ہوگیا ہے تو دونوں صورتوں میں مسبوق اس کا اتباع نہ کرے بلکہ خاموش بیٹھا رہے، اگر وہ پانچویں رکعت

(بقیہ حاشیہ) بخنقه فی داخله فلایجد منفذا فهو الغشی وان لامتلاء بطون الدماغ من بلغم فهو الاغماء ثم لما كان سلب الاختيار فی الاغماء اشد من النوم كان ناقضاء علی ای هيئة كان بخلاف النوم اسمعيل.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۱۰۲ جلد ۱ بعید مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض)

﴿۱﴾ وفی الهندیه: ولو سلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشهد او قبل ان یصلی علی النبی ﷺ فانه یسلم مع الامام.

(فتاویٰ هندیه ص۹۰ جلد ۱ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه)

کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے، تو اس کے (ساتھ سجدہ سہو کر کے) آخری سلام شروع ہونے پر کھڑا ہو جائے، اور اپنی نماز پوری کر لے کیا یہ مطلب صحیح ہے؟

(ب) جبکہ مسبوق امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہو تو اس کے نماز پوری کر لینے کے دوران یا بعد میں امام کی وہ نماز فاسد ہو جائے یا فرض کی بجائے نفل ہو جائے تو کیا اس مسبوق کی فرض نماز درست رہے گی؟

(ج) اگر امام (قعدہ اخیر کر کے کھڑا ہونے کی صورت میں) پانچویں رکعت پڑھ کے اور سجدہ سہو کر کے نماز ختم کرے، تو کیا امام کی اور اس کے مسبوق کی فرض نماز درست ہو جائے گی، بہشتی زیور باب مفسدات میں لکھا ہے، کہ اگر سجدہ میں جاتے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز جاتی رہے گی، لیکن متعدد فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ عورت اور مرد کے قدم کے علاوہ کسی اور عضو کے برابر ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (مرد وعورت کے قدم کا کوئی حصہ دوسرے کے قدم کے محاذی ہو جائے تب نماز فاسد ہوتی ہے) پس اگر عورت مرد کے قدم سے پیچھے کچھ ہٹ کے نماز میں شامل ہوئی اگرچہ عورت کے بعض اعضاء رکوع اور سجود کی حالت میں مرد کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہو جائیں تو اس سے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی (شامی)۔

(۲)......(الف) ان دونوں میں سے کونسا قول راجح ہے؟ (ب) اگر نماز باجماعت پڑھتے ہوئے مرد کے کسی عضو کے ساتھ عورت کے کسی عضو کی مقدار رکن لگ جانے سے شہوت پیدا ہو جائے تو نماز فاسد ہوگی یا مکروہ؟ (ج) اور اگر رکن بھر سے کم لگے تب کیا حکم ہے مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق محلہ قطب الدین راولپنڈی شہر......۱۹۷۲ء/۱۰/۲۱

الجواب: (۱) (الف) یہ مطلب درست ہے لیکن مسبوق کے ساتھ مختص نہیں ہے ہر مقتدی کیلئے یہی حکم ہے، **کما لا یخفیٰ علی من راجع الی ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ۱ باب السھو لانھم عبروا بالقوم فافھم.**

(ب)اگر نماز فرض کی بجائے نفل ہوئی تو مسبوق کی نماز درست نہیں اور اگر خامس کے سجدہ سے پہلے عود کیا تو نماز درست ہے﴿۱﴾اگر نماز میں قعدہ کے بعد مرتد ہوا تو نماز درست ہے﴿۲﴾ فلیراجع الی ردالمحتار ص۴۹۷،۴۹۸جلد ا باب الامامة. (ج)ان کی نماز فاسد نہیں ہے (ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ا ﴿۳﴾).

(۲)......(الف)راجح قول یہ ہے کہ عورت کا قدم جب مرد کے کسی عضو کے ساتھ محاذی ہو جائے تو نماز

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله ان بعد القعود) اى قعود الامام القعدة الاخيرة (قوله والا) اى وان لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلاته لان ماقام اليه الامام على شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فان قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا فان ضم اليها سادسة ينبغى للمسبوق ان يتابعه ثم يقضى ما سبق به وتكون له نافلة كالامام
(ردالمحتار ص۴۴۳ جلد ا قبيل باب الاستخلاف)
قال ابن نجيم: وان لم يقعد لم تفسد حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة الكل. (البحر الرائق ص۳۷۸ جلد ا باب الحدث فى الصلوٰة)
﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: ان صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدى ولذا اشترط عدم مغاير تهما فاذا صحت صلاة الامام صحت صلاة المقتدى الا لمانع آخر واذا فسدت صلاته فسدت صلاة المقتدى لانه متى فسد الشئ فسد ما فى ضمنه...... (قوله او فاقد شرط) وقيدنا ظهور البطلان بفوات شرط او ركن اشارة الى انه لوطرأ المفسد لا يعيد المقتدى فى صلاته كما لو ارتد الامام او سعى الى الجمعة بعد ماصلى الظهر بجماعة وسعى هو دونهم فسدت صلاته فقط...... ومثله لو سلم القوم قبل الامام بعد ما قعد قدر التشهد ثم عرض له واحد منها فانها تبطل صلاته وحده وكذا اذا سجد هو للسهو ولم يسجد القوم ثم عرض له ذلك كما فى البحر فهذه جملة مسائل تفسدفيها صلاة الامام مع صحة صلاة المؤتم ولا تنتقض القاعدة السابقة بذلك لان هذا الفساد طارئ على صلاة الامام بعد فراغ الامامة فلا امام ولا مؤتم فى الحقيقة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۳۸ جلد ا مطلب المواضع التى تفسد صلاة الامام دون الموتم)
﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وخصه الزيلعى) حيث قال المعتبر فى المحاذاة الساق والكعب فى الاصح وبعضهم اعتبر القدم ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فاسد ہوگی، فلیراجع الی ردالمحتار ص ۳۸۵ جلد ۱ ﴿۱﴾.

(ب) صرف شہوت مفسد نہیں ہے جب تک باقاعدہ محاذات موجود نہ ہوئی ہوں ﴿۲﴾ البتہ قصداً ارادۃً شہوت پیدا کرنا مکروہ ہے اور قواعد سے کراہت تنزیہ معلوم ہوتا ہے (لانه من المبادی) خواہ مقدار رکن ہو یا کم ہو۔ فقط

حالت جنگ میں سائرن بجنے پر نماز یا خطبہ چھوڑ کر خندق میں گھسنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فضائی حملے کا سائرن نماز کے وقت بج جائے تو نماز کو پوری کریں گے یا خندق میں بچاؤ کیلئے گھس جائیں گے، نیز اگر امام جمعہ کے دن وعظ کر رہا ہو اور خطرہ کا سائرن بج جائے تو وعظ سنیں گے یا خندق میں جائیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء محمد کلرک آفس آف دی انجینیئر ملاکنڈ ایجنسی

(بقیہ حاشیہ) فعل قول البعض لو تاخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان كان ساقها وكعبها متأخرا عن ساقه وكعبه وعلى الاصح لا تفسد وان كان بعض قدمها محاذيا لبعض قدمه المحاذاة ان يحاذى عضو منها عضوا من الرجل حتى لو كانت المرأة على الظلة ورجل بحذائها اسفل منها ان كان يحاذى الرجل شيأ منها تفسد صلاته لان المراد بقوله ان يحاذى عضو منها هو قدم المرأة لا غير فان محاذاة غير قدمها لشئ من الرجل لا يوجب فساد صلاته. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى وحده)

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: المحاذاة ان يحاذى عضو منها عضوا من الرجل حتى لو كانت المرأة على الظلة ورجل بحذائها اسفل منها ان كان يحاذى الرجل شيئا منها تفسد صلاته وانما عين هذه الصورة لتكون قدم المرأة محاذية للرجل.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط الخ)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين : (قوله لانه فى المرأة غير معلول بالشهوة) اى ليست علة الفساد الشهوة ولذا افسدنا بالعجوز الشوهاء وبالمحرم كامه وبنته واما عدم الفساد فيمن لم تبلغ حد الشهوة كبنت سبع فلقصورها عن درجة النساء فكان الامر بتأخير هن غير شامل لها ظاهراً هذا ما ظهر لى فتامله. (ردالمحتار ص ۴۲۶ جلد ۱ مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى)

الجواب: قال اللہ تعالیٰ : لا تبطلوا اعمالکم﴿۱﴾ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا فاسد کرنا (بلاضرورت شرعی) حرام ہے﴿۲﴾ اور چونکہ تجربہ سے معلوم ہے کہ سائرن بجنے کے باوجود کبھی حملہ نہیں ہوتا ہے اور اگر حملہ ہوتا بھی ہے تو غالباً اڈہ وغیرہ سرکاری وفوجی مقامات پر ہوتا ہے، لہٰذا محض خطرہ اور احتمال کی وجہ سے نماز اور خطبہ سے جانا جائز نہیں ہے۔ بے شک وعظ (جو کہ خطبہ سے پہلے ہوتا ہے) کے وقت اٹھنا اور خندق میں لیٹ جانا جائز ہے کیونکہ وعظ سننا مستحب ہے۔ وھو الموفق

نماز میں تنحنح (کھنکھارنے) کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ نماز میں تنحنح کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: از مدرسہ اسلامیہ منہاج العلوم ترناب

الجواب: جس تنحنح سے حروف پیدا نہ ہوتو وہ مفسد نہیں ہے اور جس سے حروف پیدا ہوں تو بلاضرورت مفسد ہے، اور عندالضرورت مباح ہے، کمافی فتح القدیر﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (پارہ: ۲۶ سورۃ محمد آیت: ۳۳ رکوع ۷)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن الهمام: (ضرورة صیانته) ای المؤدی یفید ان الملاحظ لزومه او لا صیانة المؤدی الواقع قربة عن البطاله لان مورد النص قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم وھو اعم من ابطالها قبل اتمامها بالافساد او بعده بفعل ما یحبطه ونحوه فللذلک لزم الاتمام بقی ان یقال ان لزوم الاتمام هل یستلزم شرعا القضاء بتقدیر عدمه الخ. (فتح القدیر ص ۲۹۶ جلد ۱ فصل فی القرأة)

﴿۳﴾ (وان تنحنح بغیر عذر) بان لم یکن مدفوعا الیه (وحصل به الحروف ینبغی ان یفسد عندهما وان کان بعذر فهو عفو کالعطاس) .قال ابن الهمام: (قوله ینبغی) انما لم یجزم بالجواب لثبوت الخلاف فیما اذا لم یکن مدفوعا له بل فعله لتحسین الصوت فعند الفقیه اسمعیل الزاهد تفسد وعند غیره لا وهو الصحیح لان ما للقراء ة ملحق بها وکذا لو تنحنح للاعلام انه فی الصلاة ولو نفخ مسموعا فسدت واختلف فی معنی المسموع فالحلوانی وغیره ما یکون له حروف کاف تف تفسد والا فلا تفسد وبعضهم لا یشترط الحروف الا فی الفساد بعد کونه مسموعاً والیه ذهب شیخ الاسلام وعلی هذا لو نفرطائراً او دعاه بما هو مسموع.

(هدایه مع فتح القدیر ص ۳۴۶،۳۴۷جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

کعبہ کے درمیان محاذات المرأۃ (عالمگیری کی عبارت کی وضاحت)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں وہ کونسی صورت ہے جس میں عورت ساتھ آ کر کھڑی ہوتو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، اس میں محاذات کا مفہوم یعنی آمنے سامنے اور مقابل ایک دوسرے کی طرف منہ ہونا یا امام کے منہ کے سامنے عورت کا پیٹھ ہو جانا مراد ہے یا عورت کا ساتھ برابر دائیں یا بائیں کھڑا ہو جانا ہے نہ آگے نہ پیچھے، عبارت ذیل کے مفہوم کے مطابق جس صورت میں امام کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کا محل کیا ہے؟ **ولو قام الامام فی الکعبة وتحلق المقتدون حولها جازاذا کان الباب مفتوحا کذا فی التبیین، وان وقفت امرأة بحذاء الامام ونوی الامام امامتها فان استقبلت الجهة التی استقبلها الامام فسدت صلوته وان استقبلت الجهة الاخریٰ لا تفسد، کذا فی الظهریة،** غالباً اس صورت میں تو آمنے سامنے مقابل ایک دوسرے کی طرف منہ ہونے کا مفہوم تو ہوسکتا ہے کہ دروازہ کعبہ کا کھلا ہے مگر ساتھ اور برابر دائیں بائیں کا مفہوم نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ امام کعبہ کے اندر ہے اور مقتدی باہر ہیں اس عبارت کا درست ترجمہ ومطلب کیا ہوگا۔ **بینوا وتوجروا**

المستفتی: مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ ہندیہ سہگل ضلع جہلم ۱۹۷۰ء/ ۵/ ۱۷

الجواب: محاذات مفسدہ تین صورتوں میں شامل ہیں، دائیں طرف بلافصل، بائیں طرف بلافصل، سامنے یا بالمقابل (شامی) یعنی اتحاد استقبال کے وقت اور کعبہ کے درمیان اختلاف جہت موجود ہے لہٰذا یہ محاذات مفسدہ نہیں ہے (**فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۳۸ جلد ۱**) ﴿۱﴾ اور یہ حکم کعبہ کے درمیان تینوں صورتوں میں یکساں ہے، کیونکہ عورت بھی کعبہ کے درمیان میں ہے لیکن اس کی جہت مخالف ہے۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ **قال ابن عابدین رحمه الله : (تنبیه) اعترض فی البحر تفسیر المحاذاة بما ذکرها الزیلعی بانه قاصر لانه لا یشمل التقدم وقد صرحوا بان المرأة**.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاؤڈ سپیکر پر نماز وخطبہ اور ایذاء کی صورت میں تلاوت وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز جمعہ اور خطبہ اور حفاظ کرام کا بعض اوقات میں تلاوت اور ختم قرآن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ضرورت بھی ہو اس کے بغیر آواز نہیں سنی جاسکتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالغنی مردان.....۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: لاؤڈ سپیکر پر نماز وخطبہ پڑھنا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے، ولیس فیه التعلم من خارج الصلوة بل هذه الآلة واسطة ليعرف حال الامام ونظيره مارواه ابو داؤد وغيره من تعرف بعض الصحابة انقضاء صلاة النبی ﷺ بتكبير الصفوف الاول ﴿۱﴾. البتہ عوارض خارجیہ مثلاً تصادم اصوات، ایذاء وغیرہ وجوہات کی وجہ سے ممنوع ہوگا، یدل عليه ما فی ردالمحتار ص۶۱۸ جلد ۱ قال اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری فافهم ﴿۲﴾.

نوٹ:......جس شخص کو ٹیلی ویژن وغیرہ کی آواز نشر کرنے پر اعتراض نہ ہو تو اس کا اعتراض قابل اعتراض ہے۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الواحدة تفسد صلاة ثلاثة اذا وقفت فی الصف من عن يمينها ومن عن يسارها ومن خلفها فالتفسير الصحيح للمحاذاة المفسدة ان تقوم بجنب الرجل من غير حائل او قدامه واجاب فی النهر بان المرأة انما تفسد صلاة من خلفها اذا كان محاذيالها.

(ردالمحتار ص۴۲۳ جلد ۱ باب الامامة مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی)

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عباس قال كان يعلم انقضاء صلوة رسول الله ﷺ بالتكبير.

(سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التكبير بعد الصلوٰة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذكر فی المساجد)

نماز وخطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے

سوال: جمعہ وعیدین اور خطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: حافظ حبیب الرحمٰن قریشی پھگواڑی راولپنڈی......۲۷/ دسمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: نماز اور خطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا بذات خود جائز ہے خواہ اس آلہ سے اصل آواز کا بلند ہونا حقیقت ہو یا اس سے عکس سنا جاتا ہو﴿۱﴾۔ اما علی التقدیر الاول فالامر ظاهر واما علی التقدیر الثانی فلانها واسطة لتعرف حالات الامام لا انها یؤتم به ونظیره ماروا ه ابوداؤد عن ابن عباس رضی الله عنهما انهم کانوا لا یعرفون انقضاء الصلوٰة الا بالذکر فافهم﴿۲﴾ البتہ اگر تصادم کی وجہ سے اشتباہ کا خطرہ ہو تو اجتناب ضروری ہے﴿۳﴾۔وهو الموفق

میدان جہاد میں سواری پر نماز پڑھ کر اعادہ نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میدان جنگ وجہاد

﴿۱﴾ لاؤڈ سپیکر کے متعلق اہل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے جو اس آلہ کے ذریعہ قوی ہو جاتی ہے عکس اور صدائے بازگشت میں آواز ٹکرا کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جبکہ لاؤڈ سپیکر میں وہی آواز ضعیف سے بلند بن جاتی ہے اور اس میں دو آوازیں نہیں سنائی جاتی۔
(وللتفصيل فليطالع امداد الفتاویٰ ص ۵۸۲تا ۶۰۸)......(ازمرتب)

﴿۲﴾ ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت للذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان ذلک علی عهد رسول اللهﷺ وان ابن عباس قال کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک واسمعه.
(سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التکبیر بعد الصلوٰۃ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ.
(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

میں دشمن کے مقابلہ میں (اترنے کی سہولت نہ ہونے پر) سواری پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے تو پھر اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ ای ۲۳۶ راولپنڈی......۲/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: اعادہ نہیں ہے (ھندیہ ص ۱۶۵ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قالین پر صلیب کی شکل کے اوپر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس قالین یا دری پر صلیب کی شکل موجود ہو (+) اس پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی زلے خان ابوظبی الامارات العربیۃ المتحدہ......۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شکل کشیدہ شکل صلیبی ہے اس کا بنانا بہرحال مکروہ ہے مگر اس پر کھڑے ہو کر نماز مکروہ نہیں ہے، البتہ صلیب اور تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے، **لما فی الھندیہ وفی البساط روایتان والصحیح انہ لا یکرہ علی البساط اذا لم یسجد علی التصاویر ﴿۲﴾ ص ۱۱۳ جلد ۱ وفی ردالمحتار ص ۶۰۲ جلد ۱ والظاھر انہ یلحق بہ الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح ﴿۳﴾ قلت والیہ میلان الامام البخاری ﴿۴﴾۔ وھو الموفق**

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: فان اشتد الخوف صلوا رکبانا فرادی یومون بالرکوع والسجود الی ای جھۃ شاؤا اذا لم یقدروا علی التوجہ الی القبلۃ کذا فی الھدایہ...... ولا یصلون بجماعۃ رکبانا الا ان یکون الامام والمقتدی علی دابۃ فیصح اقتداء المقتدی بہ واذا صلی بالایماء لم تلزمہ الاعادۃ۔ (فتاویٰ ھندیہ ص ۱۵۶ جلد ۱ الباب العشرون فی صلاۃ الخوف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ ھندیہ ص ۱۰۷ جلد ۱ الفصل الثانی فیما یکرہ الصلاۃ ومالا یکرہ)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۷۹ جلد ۱ مطلب مکروھات الصلاۃ)

﴿۴﴾ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کے ابواب وتراجم کو ایک دقیق نظر سے مدون فرمائے ہیں اور اس لئے کہا جاتا ہے، ان فقہ البخاری فی تراجمہ، یعنی آپ نے فقہ،...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں زبان سے بے اختیار جل جلالہ او ﷺ کا نکلنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے اندر کسی سے اللہ کا نام سن کر جل جلالہ یا حضور ﷺ کا نام سن کر ﷺ جواباً نہیں بلکہ بے اختیار زبان سے نکل جائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ایف ۲۸۷ نشتر آباد......۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب جواباً نہ ہو تو مفسد نہیں ہے ﴿۱﴾ الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۱۸ جلد ۱ اور کراہت کے متعلق تصریح نہیں ملی، لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اضطراراً ہو، تو کراہت نہیں ہے اور اگر ارادتاً ہو (ارادہ تعظیم) تو کراہت تحریمی ہے ﴿۲﴾ (لکونه منویا للاستماع). فقط

(بقیہ حاشیہ) اصول، علم کلام وغیرہ مختلف علوم اس میں جمع کئے ہیں، مطلب یہ کہ فقہی لحاظ سے جو مسائل آپ نے اختیار کئے ہیں آپ کے ابواب وتراجم سے ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح ان مسائل سے نشان صلیب کو تصویر کے حکم میں داخل کرنا بھی ہے اور حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے اور ترجمۃ الباب میں ذکر فرمایا ہے، ولذا قال سیدی وشیخی المفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت برکاتھم ، والیه میلان الامام البخاری حیث قال: باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته وما ینهی من ذلک.

(صحیح البخاری ص ۵۴ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ)......(ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: سمع اسم الله تعالیٰ فقال جل جلاله او النبی ﷺ فصلی علیه او قرأة الامام فقال صدق الله ورسوله تفسد ان قصد جوابه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۵۹ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین : (قوله تفسد ان قصد جوابه) ذکر فی البحر انه لو قال مثل ماقال المؤذن ان اراد جوابه تفسد وکذا لو لم تکن له نیة لان الظاهر انه اراد به الاجابة وکذلک اذا سمع اسم النبی ﷺ فصلی علیه فهذا اجابة، ویشکل علی هذا کله مامر من التفصیل فیمن سمع العاطس فقال الحمد لله تامل واستفید انه لو لم یقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظیم لا تفسد لان نفس تعظیم الله تعالیٰ والصلاة علی نبیه ﷺ لا ینافی الصلاة کما فی شرح المنیة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۵۹ جلد ۱ قبیل مطلب فی التشبه باهل الکتاب)

نمازی پر ناپاک پرندہ یا بچہ کا بیٹھ جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی پرندہ یا بچہ بیٹھ جائے اور اس پر مفسد نماز کی مقدار پر نجاست لگی ہو تو کم از کم کتنی دیر بیٹھنے سے نماز فاسد ہوگی کیونکہ بیٹھنے کے بعد پرندہ یا بچہ ہٹ بھی سکتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی.....۱۹۶۹ء ۹/ ۱۷

الجواب: پرندہ کے بیٹھنے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم، پاک ہو یا ناپاک ہو، اور بچہ جب پکڑنے کے بغیر بھی نہیں گرتا ہو، تو پھر بھی یہی حکم ہے اور اگر اتنا چھوٹا ہو کہ بغیر پکڑنے کے گرتا ہو تو اگر اس کا بدن پاک ہو تو تب بھی یہی حکم ہے اور اگر ناپاک ہو تو مقدار رکن سے کم مفسد نہیں اور مقدار رکن یا زائد مفسد صلوٰۃ ہے، ملاحظہ ہو (عالمگیری ص ۶۵ جلد ۱) ﴿۱﴾ ویدل علیہ حدیث حمل امامۃ بنت زینب ﴿۲﴾. فقط

نمازی کے بدن پر ناپاک کتے اور ناپاک پرندہ کے بیٹھنے سے فساد نماز میں باریک فرق

سوال: محترم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از اداب آں کہ جواب گرامی

﴿۱﴾ وفی الھندیہ اذا وضع فی حجر المصلی الصبی الغیر المستمسک وعلیہ نجاسۃ مانعۃ ان لم یمکث قدر ما امکنہ اداء رکن لا تفسد صلاتہ وان مکث تفسد بخلاف ما لو استمسک وان طال مکثہ وکذا الحمامۃ المتنجسۃ اذا جلست علیہ ھکذا فی الخلاصہ وفتح القدیر. (فتاوی عالمگیریہ ص ۶۳ جلد ۱ قبیل استقبال القبلۃ)

﴿۲﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین: قد ورد فی الصحیحین وغیرھما عن ابی قتادۃ ان النبی ﷺ کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت النبی ﷺ فاذا سجد وضعھا واذا قام حملھا، وقد اجیب عنہ باجوبۃ منھا ما ذکرہ الشارح انہ منسوخ بما ذکرہ من الحدیث وھو مردود بان حدیث ان فی الصلاۃ لشغلا کان قبل الھجرۃ وقصۃ امامۃ بعدھا ومنھا مافی البدائع انہ ﷺ لم یکرہ منہ ذلک لانہ کان محتاجا الیہ لعدم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موصول ہوکر باعث انبساط ہوا، اب ایک اور اشکال ہے اور وہ یہ کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی افاضات میں ہے۔ (بہشتی زیور یا امداد الفتاویٰ میں ماخوذ از شرح تنویر ورد المحتار) کہ اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، ادھر جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ پرندہ اگر ناپاک بھی نمازی پر بیٹھ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی (از عالمگیری) اب سوال یہ ہے کہ جب کتے کے منہ سے لعاب نکلتا ہو یعنی ناپاک کتے سے جب نماز فاسد ہوسکتی ہے تو ناپاک پرندہ سے کیوں فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ دونوں جانور ہیں پرندہ اور کتے میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق مکتبہ اسلامیہ نشتر آباد راولپنڈی

الجواب: چونکہ کتا بغیر پکڑنے کے بدن پر متمسک ہوتا ہے لہٰذا پرندے اور کتے کے حکم میں اور کوئی فرق نہیں ہے صرف یہ فرق ہے کہ کتے کے منہ سے جب لعاب نکلتا ہو تو نمازی کا بدن یا کپڑا ضرور ناپاک ہوگا جو کہ مفسد نماز ہے، ورنہ کتا پاک ہو یا ناپاک بدن پر اس کا بیٹھنا مضر نہیں ہے (صرح به فی ردالمحتار ص ۱۹۲ جلد ۱)﴿ ۱ ﴾. فقط

(بقیه حاشیه) من یحفظها او للتشریع بالفعل ان هذا غیر مفسد ومثله ایضا فی زماننا لا یکره لو احد منا فعله عند الحاجة اما بدونها فمکروه، وقد اطال المحقق بن امیر حاج فی الحیلة فی هذا المحل ثم قال ان کونه للتشریع بالفعل هو الصواب الذی لا یعدل عنه کما ذکره النووی فانه ذکر بعضهم انه بالفعل اقویٰ من القول ففعله ذلک لبیان الجواز وان الادمی طاهر و مافی جوفه من النجاسة معفو عنه لکونه فی معدته وان ثیاب الاطفال واجسادهم طاهرة حتی تحقق نجاستها وان الافعال اذا لم تکن متوالیه لا تبطل الصلاة فضلا عن الفعل القلیل الی غیر ذلک.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۸۳ جلد ۱ قبیل مطلب فی احکام المسجد)

﴿ ۱ ﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله ولا صلاة حامله) قال فی البدائع قال مشایخنا من صلی وفی کمه جرو تجوز صلاته وقیده الفقیة ابو جعفر الهندوانی بکونه مشدود الفم، وفی المحیط صلی ومعه جر وکلب او مالا یجوز الوضوء بسؤره قیل لم یجز والاصح انه ان کان فمه مفتوحا لم یجز لان لعابه یسیل فی کمه...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز میں بے اختیار منہ سے بعض الفاظ کا نکلنا اور رونا

سوال: حضرت الشیخ المحدث الفقیہ حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بوجہ عشق ومحبت بلا اختیار منہ سے یہ الفاظ نکالے کہ ''یا الٰہی تو میرا ہے'' یا یہ الفاظ کہہ دے ''یا صرف میرے اللہ'' یہ الفاظ کہنا کیسا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص نماز میں خوف کی وجہ سے روئے یا رونے کی آواز نکالے یا منہ سے ''یا اللہ'' کی آواز نکالے کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت کریم ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ...... یکم ذالحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) اگر مکر وفریب کیلئے نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ غیر اختیاری امور میں مواخذہ نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ (۲) نماز فاسد نہیں ہوتی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فینجس لو اکثر من قدر الدرھم ولو مشدودا بحیث لا یصل لعابہ الی ثوبہ جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر لاینجس الا بالموت ونجاسۃ باطنہ فی معدتہ فلایظھر حکمھا کنجاسۃ باطن المصلی ، والا شبہ اطلاق الجواز عند امن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصلاۃ کما ھو ظاھر ما فی البدائع حلیۃ واشار شارح بقولہ ولو کبیرا الی ان التقیید بالجرو اصحۃ التصویر بکونہ فی کمہ کما فی النھر وشرح المقدسی لا لما ظنہ فی البحر من ان الکبیر ماواہ النجاسات فلا تصح صلاۃ حاملہ فانہ یرد علیہ کما قال المقدسی ان الصغیر کذلک ثم الظاھر ان التقید بالحمل فی الکم مثلالا خراج ما لو جلس الکلب علی المصلی فانہ لا یتقید بربط فمہ لما صرح بہ فی الظھیریۃ من انہ لو جلس علی حجرہ صبی ثوبہ نجس وھو یستمسک بنفسہ او وقف علی رأسہ حمام نجس جازت صلاتہ.

(ردالمحتارھامش الدرالمختار ص ۱۵۳ جلد ۱ باب المیاہ)

﴿۱﴾ قال العلامہ عماد الدین ابن کثیر : (قولہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا) ای لا یکلف احداً فوق طاقتہ، وھذا من لطفہ تعالیٰ بخلقہ ورأفتہ بھم واحسانہ الیھم وھذہ ھی الناسخۃ الرافعۃ لما کان اشفق منہ الصحابۃ فی قولہ وان تبدوا مافی .... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں غیر عربی زبان میں دعا اور مغلوب الحال کی نماز کا حکم

سوال: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک!

گزارش ہے کہ ماہنامہ الحق بابت فروری ۱۹۷۰ء میں علوم و معارف کے تحت ایک واقعہ پڑھ کر کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے وہ واقعہ مولوی تجمل حسین صاحب کا ہے جس میں مولانا صاحب نے نماز میں پند نامہ کی دعا وغیرہ پڑھنی شروع کر دی تھی، اور حضرت عبدالرحمٰن جامی نے منع نہ فرمایا اور مسکراتے رہے لیکن اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کیونکہ نماز فاسد نہ ہوتی تھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں، اور حرمت اسلئے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے تمام عبارات کو پڑھ کر ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہو گئے ہیں جو درج ذیل ہیں امید ہے تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔

(۱) کیا نماز میں دعائے پند نامہ یا دوسری کوئی دعا غیر عربی میں پڑھنے سے نماز واقعتاً فاسد نہیں ہوتی۔ (۲) کن فقہاء نے اسے صحیح قرار دیا ہے ان کے نام مع حوالوں کے لکھے جائیں۔ (۳) اگر نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا حرام ہے تو پھر نماز فاسد کیوں نہیں ہوتی۔ (۴) کیا مغلوب الحال کیلئے نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا جائز ہے۔ (۵) کیا مغلوب الحال کی نماز درست ہے۔ (۶) اگر یہ سب کچھ جائز ہیں تو

(بقیہ حاشیہ) انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ای ھو وان حاسب وسأل لکن لا یعذب الا بما یملک الشخص دفعہ فاما ما لا یملک دفعہ من وسوسۃ النفس وحدیثھا فھذا لا یکلف بہ الانسان وکراھیۃ الوسوسۃ السیئۃ من الایمان.

(تفسیر ابن کثیر ص۳۴۷ جلد ۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر: ۲۸۶)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ لا لذکر جنۃ او نار) لان الانین ونحوہ اذا کان یذکر ھما صار کانہ قال اللھم انی اسألک الجنۃ واعوذبک من النار ولو صرح بہ لا تفسد صلاتہ وان کان من وجع او مصیبۃ صار کانہ یقول انا مصاب فعزونی ولو صرح بہ تفسد کذا فی الکافی درر. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص۴۵۸ جلد ۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

پھرڈاکٹرفضل الرحمٰن اور دیگر حضرات جونماز کواردو میں جائز قرار دیتے ہیں کی کیوں مخالفت کی جاتی ہیں، تشفی فرماکراجردارین حاصل فرمادیں. بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالستار ریل بازار صادق آباد

الجواب: (۱،۲) ماسوئ لغت عربی کے دیگر لغات میں دعا کرنے کو مصنف درمختار نے حرام کہا ہے حیث قال ودعا بالعربیة وحرم بغیرها (هامش ردالمحتار ص ۴۸٦ جلد ۱) لیکن ردالمحتار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا مدلول معلوم ہو یعنی دعا کرنے والا اس کے مطلب کو سمجھتا ہے تو جائز ہے لیکن یہ قرامتی مالکی کا قول ہے اور والوالجیة کی تعلیل سے اس کا خلاف اولیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے، صرح به العلامة الشامی فی صفحة السابقة، اور نماز کا عدم فساد بھی اسی صفحہ میں مسطور ہے حیث قال واما صحة الشروع بالفارسیه وكذا جميع اذكار الصلوٰة فهي على الخلاف عنده تصح الصلاة بها مطلقا خلافا لهما والظاهر ان الصحة عنده لا تنفي الكراهة ﴿۱﴾.

(۳) اس کی اصل نماز سے منافی نہیں ہے کیونکہ دعا فی نفسہ نماز کے افعال میں سے ہے ﴿۲﴾۔

(۴،۵) مغلوب الحال جب اپنے اقوال اور افعال کو باقاعدہ ادا کر سکے تو صرف بعض کیفیات

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۸۵ جلد ۱ مطلب فی الدعاء بغیر العربیة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: لكن المنقول عندنا الكراهة فقد قال في غرر الافكار شرح درر البحار في هذا المحل وكره الدعاء بالعجمية لان عمر نهى عن رطانة الاعاجم، والرطانة كما في القاموس الكلام بالاعجمية ورأيت في الولوالجية في بحث التكبير بالفارسية ان التكبير عبادة الله تعالىٰ والله تالىٰ لا يحب غير العربية ولهٰذا كان الدعاء بالعربية اقرب الى الاجابة فلا يقع غيرها من الالسن في الرضاء والمحبة لهاموقع كلام العرب، وظاهر التعليل ان الدعاء بغير العربية خلاف الاولىٰ وان الكراهة فيه تنزيهية هذا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۸۵ جلد ۱ مطلب في الدعاء بغير العربية)

کے غالب ہونے کی وجہ سے نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے کیونکہ یہ درحقیقت کمال حضور اور استغراق ہے جو کہ عبادات میں مطلوب ہے ﴿۱﴾۔

(۶) قرآن کو غیر عربی میں پڑھنا اجماعاً ناجائز ہے امام صاحب نے بھی جواز سے رجوع کیا ہے تمام فقہاء نے رجوع پر تصریح کیا ہے، فلیراجع الی ردالمحتار والبحر والفتح القدیر وشروح الھدایۃ. نیز تراجم کی اجازت میں وہ خطرات موجود ہیں جن کی وجہ سے ماسوئ لغت حجازی کے دیگر لغات بند کئے گئے ﴿۲﴾۔ فقط

نماز میں عمل کثیر کا مطلب ورسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں عمل کثیر کا پورا مطلب اور تعریف کیا ہے واضح فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم ناظم مدرسہ سراج العلوم ٹیکسلا پنڈی ...... ۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: محققین (ابن الھمام وغیرہ) کے نزدیک عمل کثیر وہ ہے جس کا کرنے والا نمازی نہیں دکھائی دیتا ہو (فتح القدیر) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلائی فلو اعجبته قراء ۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیہ لدلالته علی الخشوع. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۵۸ جلد ۱ بعد مطلب المواضع التی لایجب فیھا ردالسلام)

﴿۲﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین الشامی: (قولہ وتجوز الخ) فی الفتح عن الکافی ان اعتاد القرأۃ بالفارسیۃ او اراد ان یکتب مصحفا بھا یمنع وان فعل فی آیۃ او آیتین لافان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۵۹ جلد ۱ مطلب فی حکم القرأۃ بالفارسیہ)

﴿۳﴾ (قولہ اما فساد الصلاۃ فبا لعمل الکثیر) واختلفوا فی حدہ فقیل ما یحمل بیدواحدۃ قلیل وبیدین کثیر وقیل لو کان بحال لو رآہ انسان . (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عوارض خارجیہ کی وجہ سے لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کرنا احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں جو آلہ لاؤڈ سپیکر ایجاد ہوا ہے اس پر لوگ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ کبھی بجلی فیل ہو جاتی ہے جس سے انتشار نماز ہو جاتا ہے وغیرہ جبکہ یہ آواز بھی اصل نہیں ہے تو کیا اس کے ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالسلام ایچ ۶ عارف بازار بورے والا ضلع وہاڑی

الجواب: جائز ہے اگر چہ اس آلہ کے ذریعہ امام کی اصل آواز نہ پہنچتی ہو بلکہ صدائے بازگشت ہو کیونکہ مقتدی کے اقتداء کی صحت کیلئے امام کی اصل آواز سننا ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ عوارض خارجیہ کی بناپر اس آلہ کا استعمال نہ کرنا احوط ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مفاسد کا اندیشہ نہ ہو تو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے

(بقیہ حاشیہ) من بعید تیقن انه لیس فی الصلاۃ فھو کثیر وان کان یشک انه فیھا اولم یشک انه فیھا فقلیل وھو اختیار العامة وقیل یفوض الی رأی المصلی ان استکثرہ فکثیر مفسد والا لا قال الحلوانی ھذا اقرب الی مذھب ابی حنیفة.

(فتح القدیر ص ۳۵۱ جلد ۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۱﴾ کما یدل علیه حدیث ابن عباس: قال کان یعلم انقضاء صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ بالتکبیر، رواہ ابوداؤد. وایضاً ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت للذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان ذلک علی عھد رسول اللہ ﷺ وابن عباس قال کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک واسمعه. (سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التکبیر بعد الصلوٰۃ)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ.

(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے فساد کا حکم دیا ہے اور علماء دیوبند نے پہلے فساد یا کراہت کا حکم دیا تھا تحقیق کے بعد رجوع کرلیا ہے، آنجناب اپنی رائے سے ہمیں آگاہ کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالصمد بنوں ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ مفاسد کا اندیشہ نہ ہو، اما اذا کان یوصل به اصل الصوت فظاهر ، واما اذا کان یوصل به عکس الصوت فایضاً جائز لان الرکن هو القراءة ﴿۱﴾ وقد وجدت دون سماع القوم والمراد من المفاسد تصادم الاصوات واقتداء العوام من خارج المسجدوغیره. وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر میں آواز اصل ہو یا عکس نماز صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ یہاں دو فریق اس میں بحث کررہے ہیں کہ یہ آواز اصل نہیں وغیرہ، جواب سے نوازکر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: دلاور خان تیمر گرہ ضلع دیر ۱۲/۱۰/۱۹۷۵ء

الجواب: اختلفوا فی ان مکبر الصوت یبلغ به اصل الصوت او عکسه والظاهر الثانی لعدم المنفذ. لکن اهل الفن قالوا بالاصل فیکون علیه الاعتماد فعلی هذا لااشکال فی صحة الصلوٰة به وکذا تصح الصلوة علی الثانی ایضاً لان المدار علی القراءة وقد وجدت دون سماع الموتم ولا یرد ان فیه تعلما من الخارج لان جعل

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ومنها القراءة لقادر علیها کما سیجیٔ وهو رکن زائد عند الاکثر لسقوطه بالاقتداء بلا خلف.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۲۹ جلد ۱ مبحث القراءة)

الخارج ذريعة لمعرفة حال الامام لا يضر كما يدل عليه حديث ابی داؤد عن ابن عباس كان يعلم انقضاء صلوٰة رسول الله ﷺ بالتكبير ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان المتأخرين بنوا خروجهم من الصلوٰة والسلام على تكبير المتقدمين وقد خرجوا (ای المتقدمين) عن الصلوٰة، وفی المقام تفصيل. وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز پڑھنا مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل مولا صاحب دلبوڑی مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الجواب: واضح رہے کہ لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھنا بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ مباح ہے، لحديث ابی داؤد وما سكت عنه فهو عفو ﴿۲﴾ وصرح ابن الهمام وغيره ان الاصل فی الاشياء الاباحة ﴿۳﴾ البتہ بعض اوقات ایک مباح امر عوارض خارجیہ کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے، مثلاً ایذاء اشتباہ وغیرہ ﴿۴﴾ پس ان عوارض سے خلو کے وقت اس آلہ کا استعمال جائز ہوگا، اور مبلغین مقرر کرکے (بغیر اس آلہ کے) نماز پڑھنا اوفق بالسنۃ ہوگا ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التكبير بعد الصلاة كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد ۲ باب مالم يذكر تحريمه)

﴿۳﴾ قال الحصكفی: المباح بناء على ما هو المنصور من ان الاصل فی الاشياء التوقف الا ان الفقهاء كثيراً ما يلهجون بان الاصل الاباحة فالتعريف بناء عليه.
(الدر المختار ص ۷۸ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فی الاشياء الاباحة)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة فی المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ.
(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذكر)

﴿۵﴾ عن عائشة رضی الله عنها قالت لما ثقل رسول الله ﷺ ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوائی اور بحری جہاز دونوں کشتی کے حکم میں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ دونوں زمین سے اوپر ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلام حقانی اکوڑہ خٹک......۲۶/ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

الجواب: ان دونوں قسم کے جہازوں میں نماز پڑھنا جائز ہے، دونوں میں استقرار جبہہ موجود ہوتا ہے اور دونوں کشتی کے حکم میں ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) جاء بلال یؤذنه بالصلوٰۃ فقال مروا ابا بکر ان یصلی بالناس فصلی ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی ﷺ وجد فی نفسه خفة فقام یهادی بین رجلین ورجلاه تخطان فی الارض حتی دخل المسجد فلما سمع ابوبکر حسه ذهب یتاخر فاومی الیه رسول الله ﷺ ان لا یتاخر فجاء حتی جلس عن یسار ابی بکر فکان ابو بکر یصلی قائماً وکان رسول الله ﷺ یصلی قاعداً یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول الله ﷺ والناس یقتدون بصلوٰۃ ابی بکر متفق علیه وفی روایة لهمایسمع ابو بکر الناس التکبیر. وفی هامش المشکوۃ (قوله یسمع ابوبکر الناس التکبیر) ای تکبیر النبی ﷺ یعنی کان ابوبکر مکبرا الا اماماً قال ابن الهمام وبه یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتهم فی الجمعة والعیدین وغیرها انتهیٰ اقول مقصوده خصوص الرفع الکائن فی زماننا بل اصل الرفع لا بلاغات الانتقالات الخ.
(مشکواة المصابیح مع هامشه ص ۱۰۲ جلد ۱ باب ما علی المأموم الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال المرغینانی: (ومن صلی فی السفینة قاعدا من غیر علة اجزاه عند ابی حنیفة رحمه الله والقیام افضل وقالا لا یجزنه الا من عذر) لان القیام مقدور علیه فلا یترک الالعلة وله ان الغالب فیها دوران الرأس وهو کالمتحقق الا ان القیام افضل لانه ابعد عن شبهة الخلاف والخروج افضل ان امکنه لانه اسکن لقلبه والخلاف فی غیر المربوطة والمربوطة کالشط وهو الصحیح. (الهدایة علی صدر فتح القدیر ص ۲۶۴ جلد ۱ باب صلاۃ المریض)

وفی منهاج السنن: واما الصلوٰة فی الطیارات فلعل حکمها کحکم الصلوٰۃ فی السفینة السائرة، فان قیل ان السجدة لا بد ان تکون علی الارض او (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہوائی جہاز اور سمندری جہاز وغیرہ میں نماز کا حکم

سوال: چہ مے فرمایند مفتیان دین دریں مسئلہ کہ نماز بہ ہوائی جہاز و سمندری جہاز وکشتی وغیرہ کہ ادا کردہ شود آیا اعادہ لازم است یانہ، ذمہ فارغ مے شود یانہ، بعض اشخاص حکم کردند کہ اعادہ لازم است، لہٰذا حکم آن چہ طور است؟ جواب درعربی دہد۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالغنی حال کیمپ مہاجر افغانستان پشاور ....۲۳/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: اعلم ان الصلوٰة فی السفينة السائرة جائزة كما فی البدائع ص ۱۰۹ جلد ۱ وان كانت سائرة فان امكنه الخروج الى الشط يستحب له الخروج اليه فان لم يخرج وصلى فيها قائماً بركوع وسجود اجزءه لما روى عن ابن سيرين انه قال صلى بنا انس رضى الله عنه فى السفينة قعوداً ولو شئنا لخرجنا الى الحد ولان السفينة بمنزلة الارض لان سيرها غير مضاف اليه فلا يكون منافيا للصلوٰة بخلاف الدابة فان سيرها مضاف اليه واما اذا صلى فيه قاعداً بركوع وسجود فان كان عاجزا عن القيام فيجزءه بالاتفاق الخ﴿۱﴾. قلت واثر انس

(بقيه حاشيه)على ماقام مقام الارض والمعلق فى الجو والفضاء ليس هكذا قلنا كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلك الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السمآء جسم ليس بارض ولاقام مقامها، وتصح الصلوٰة فيها لقوله تعالى واوصانى بالصلوٰة والزكواة مادمت حيا ولاستقرار الجبهة عليها فكذلك الطيارة تصح الصلوٰة والسجدة فيها، وكذلك يقال فى الصلوٰة فى القمر والمريخ وغيرهما، ولو وجدت الاثار فى صلوٰة سليمان عليه السلام على عرشه لكان الامر سهلا هذا ما عندى ولعل عند غيرى احسن منه. (منها ج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب ماجاء فى الصلوٰة على الدابة حيث ما توجهت به)

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۱۰۹ جلد ۱ فصل فى اركان الصلاة)

وکذا وجہ عدم اضافۃ سیر غیرا لحیوان الی الراکب یدل علیہ جواز الصلوٰۃ فی السیارۃ البریۃ وکذا الفضاء یۃ فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

سجدہ ثانیہ رہ جانے کی صورت میں اعادہ نماز ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ میں کسی خوف کی وجہ سے سجدہ ثانیہ نہ کیا جائے اور سجدہ سہو کرے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:...... نامعلوم مظفر گڑھ...... ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں، ان میں سے کسی ایک کا ترک بلا اعادہ مفسد نماز ہے، بہر حال اس نماز کا اعادہ ضروری ہے ﴿۲﴾ لیکن وقت گزرنے کی وجہ سے نماز ظہر ادا کی جائے گی (شامی) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: واما الصلوٰۃ فی الطيارات فلعل حکمها کحکم الصلوٰۃ فی السفينة السائرۃ، فان قيل ان السجدۃ لابد ان تکون علی الارض او علی ماقام مقام الارض والمعلق فی الجوو والفضاء ليس هکذا ، قلنا کما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فکذلک الريح جسم فاصل بين الطيارۃ والارض لا يعتد بفصلها وکما ان السماء جسم ليس بارض ولاقام مقامها، وتصح الصلوٰۃ فيها لقوله تعالیٰ واوصانی بالصلوٰۃ والزکواۃ مادمت حيا، ولاستقرار الجبهة عليها فکذلک الطيارۃ تصح الصلوٰۃ والسجدۃ فيها، وکذلک يقال فی الصلوٰۃ فی القمر والمريخ وغيرهما ولو وجدت الاثار فی صلوۃ سليمان عليه السلام علی عرشه لکان الامر سهلا.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلوٰۃ علی الدابة حيث ما توجهت به)

﴿۲﴾ وفی الهنديه الاصل فی هذا ان المتروک ثلاثة انواع فرض وسنة وواجب ففی الاول ان امکنه التدارک بالقضاء يقضی والافسدت صلاته وفی الثانی لاتفسد لان قيامها بارکانها وقد وجدت ولا يجبر بسجدتی السهو وفی الثالث ان ترک ساهيا يجبر بسجدتی السهو وان ترک عامداً لا کذا فی التتار خانيه. (فتاویٰ عالمگيری ص ۱۲۶ جلد ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: والثالث وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمة علی المذهب لان الوقت شرط ... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں سرین زمین سے اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیٹھے ہوئے نفلی یا مطلق نماز پڑھتا ہے تو سجدہ کے وقت سرین پاؤں سے اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں؟ بعض کتب میں لکھا ہے کہ،ان الیتیہ قائمان مقام القدمین فلو رفع الالیتین عن القدمین فسدت صلاتہ. تو فساد کا حکم اٹل فیصلہ ہے، بحوالہ عبارات کتب معتبرہ سپرد قلم فرما کر روانہ کریں۔۔ فاجرکم ایھا الصدیق علی اللہ تبارک وتعالیٰ.

المستفتی: قیس نعمانی مقام مرہٹی نوشہرہ

الجواب: سرین کو پاؤں سے نہ اٹھانا مرجوح قول ہے مسئلہ کی تفصیل بوادر النوادر میں مسطور ہے ﴿۱﴾ اگر آپ کو میسر نہ ہو تو دوبارہ مراجعت کریں. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الاداء لا شرط الافتتاح ،وقال ابن عابدین: وشرطیتہ للجمعة لیست کشرطیتہ لغیرھا فانہ بخروج الوقت لا تبقی صحة للجمعة لا اداء ولا قضاء بخلاف غیرھا سعدیہ (قولہ مطلقا) ای ولو بعد القعود قدر التشھد کما فی طلوع الشمس فی صلاة الفجر. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۵۹۷ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظھر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال الشیخ اشرف علی التھانوی: اس قول پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں عبارات کتب فقہیہ سوان میں سے عبارت اولیٰ یعنی من صلی قاعداً اور عبارت ثانیہ یعنی والاصل الخ،اول تو محتاج تصحیح نقل ہیں،مستدل کو ان عبارتوں کا پورا پتہ بتلانا چاہئے کہ کہاں سے نقل کی ہیں تا کہ ماٴخذ سے مطابق کیا جاوے،دوسرے عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیہ فی صلاة القاعد الخ، وہ دعویٰ مذکورہ پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ یہ اگر حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے واذا رفع قدمیہ فی صلاة القائم کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلاة القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود مفسد صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو،حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ مفسد صلاۃ ہے،اس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) تقریر پر یہ اس مبحث ہی سے خارج ہے اور عبارت ثانیہ میں تو لا یرفع الیتیہ کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہیں اس سے بھی وہی مراد ہوگی لا یرفع الیتیہ فی القیام الحکمی اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ فی السجدہ مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف لا یرفع رجلیہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہوتا ہم مستدل کو تو مضر ہے، لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ، تیسری متون وشروح وفتاویٰ مشہورہ میں جو مطلقا سجدہ رجال کی ہیئت لکھی ہے وہ واس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں، پس اگر عبارات مذکورہ کی صحت نقل ورد لالت دونوں مسلم بھی ہوں تب بھی بوجہ تعارض روایات مشہورہ کے غیر مقبول اور غیر معمول بہا ہوں گی اور اخیر عبارت یعنی و المختار بھی بوجہ موجود نہ ہونے عینی کے منطبق نہیں ہو سکتی غالباً اس کی نقل میں بھی کچھ غلطی رہی ہوگی الخ۔

(بوادر النوادر ص ۱۲۹ پانچویں حکمت تحقیق رفع الیتین در سجدہ مصلی قاعدرا)

باب احکام المسجد

مسجد کی چھت پر بلاضرورت جماعت کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب! امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ بلاضرورت مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے سوال یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

الجواب: تنزیہی ہے (یدل علیه مافی الطحطاوی ص ۲۵۰)﴿۱﴾. وهو الموفق

بعض طریقوں پر سمت قبلہ کا معلوم کرنا اور مسجد قدیم کی سمت قبلہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ کی مسجد کا سمت قبلہ کچھ جانب شمال معلوم ہو رہا تھا، چنانچہ ایک اخبار میں پڑھا کہ سولہ جولائی کو ہموار زمین پر ایک سیدھی لکڑی عموداً گاڑ دی جائے اور ٹھیک دو بج کر ۲۶ منٹ پر سایہ کا رخ جس سمت کو ہوگا، کعبہ سیدھا اسی طرف ہوگا، کیونکہ اس وقت سورج کعبہ مبارکہ پر عموداً کھڑا ہوتا ہے ہم نے اس پر عمل کیا تو معلوم ہوا کہ ہماری مسجد کا رخ کعبہ سے بجانب شمال ہے لہٰذا اب چند سوالات ہیں کہ (۱) کیا اس طریقہ پر سمت قبلہ معلوم کرنا جائز ہے؟ (۲) اس طریقہ سے معلوم شدہ سمت اور ہماری مسجد کی سمت میں ۲۰/ درجہ کا فرق ہے کیا ہم صحیح سمت نماز شروع کریں؟ (۳) میں نے کسی جگہ پڑھا تھا کہ ہر مسلمان جہاں تک ممکن ہو کعبہ کا صحیح سمت معلوم کرنے پر مکلف ہے، اور باوجود علم کے دوسری سمت نماز پڑھنا گناہ بلکہ شرک ہے کیا یہ صحیح ہے؟ (۴) ہماری مسجد کافی

﴿۱﴾ قال العلامه الشرنبلالی. (لکنه مکروه) له الصلاة فوقها (لا ساءة الادب باستعلائه علیها) وترک تعظیمها. قال الطحطاوی: قوله لاساءة الادب یفید ان الکراهة للتنزیه.
(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۱۷ باب صلاة فی الکعبة)

قدیم اور پرانی ہے اب از سر نو تعمیر کا ارادہ ہے تو اخباری طریقہ پر کعبہ کی سمت معلوم کر کے صحیح سمت پر بنیاد ڈالی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور......۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱) اس مخصوص طریقہ پر سمت کعبہ معلوم کرنا جائز ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از جواهر الفقه). (۲) اس فرق کی وجہ سے سمت قدیم چھوڑ کر اس اخباری سمت کا اہتمام تصریحات فقہ سے مخالف ہے۔ ﴿۲﴾ (۳) یہ مسئلہ درست ہے مگر اس کا مقصد یہ نہیں کہ ایک مظنون امر کی وجہ سے تمام لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیا جائے ﴿۳﴾۔ (۴) از سر نو تعمیر کرنی ہو تو اخباری طریق سے بنیاد رکھنی چاہئے۔ وهو الموفق

مسجد کے قریب چبوترہ میں نماز پڑھنا

سوال: ہمارے علاقہ چراٹ میں برلب سڑک نہر کے پاس ایک مسجد ہے اور دوسری جانب کوئی

﴿۱﴾ قال العلامه محمد امين: (قوله كا لقطب) ..... فينبغى الاعتماد فى اوقات الصلاة وفى القبلة على ما ذكره العلماء الثقات فى كتب المواقيت وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطر لاب فانها ان لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية فى ذلك. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۱۷ جلد ۱ مبحث فى استقبال القبلة)

﴿۲﴾ قال ابن ابن عابدين: (قوله محاريب الصحابة والتابعين) فلا يجوز التحرى معها زيلعى بل علينا اتباعهم خانيه ولا يعتمد على قول الفلكى العالم البصير الثقه ان فيها انحرافاً ......وكل خير فى اتباع من سلف ..... والظاهر ان الخلاف فى عدم اعتبارها انما هو عند وجود المحاريب القديمة اذلا يجوز التحرى معها لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۱۷ جلد ۱ مبحث فى استقبال القبلة)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامى: (قوله بخلاف الخ) اى لو وقع تحريه على جهة وصلى الى غيرها فانه يستأنف مطلقا اى سواء علم انه اصاب او اخطأ فى الصلاة او بعدها اولم يظهر شئ وعن ابى حنيفة انه يخشى عليه الكفر الخ.

(حاشيه الشامى على الشرح التنوير ص ۳۲۱ جلد ۱ قبيل فروع فى النية)

پچپن گز فاصلہ پر ایک عارضی چبوترہ ہے ہمارے علاقہ میں ذرا پنج پیریوں کی اکثریت ہے یہ حضرات اس چبوترہ میں ایک نام نہاد مولوی کو آگے کر کے نماز پڑھاتے ہیں دوسری جانب اہل سنت والجماعت اسی مسجد (جو قریب واقع ہے) میں نماز با جماعت ادا کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی قرأت بآسانی سنتے ہیں یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی چمن خان بی بی جرات ۱۹۷۷ء/۹/۲۳

الجواب: واضح رہے کہ جب ایک مسجد کو دو حصوں میں منقسم کی جائے اور ہر ایک حصہ میں جدا جدا امام نماز ادا کیا کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ﴿۱﴾ جب دو مقام کا باہمی فاصلہ پچپن گز ہو تو کراہت بطریق اولیٰ نہ ہوگی، البتہ چبوترہ میں نماز پڑھنے والے مسجد کی فضیلت سے محروم ہوں گے۔ وھو الموفق

مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے لوگوں کو سلام کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز فجر اور ظہر کی نمازوں میں جب لوگ سنتیں پڑھ لیں تو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں تو ان پر سلام کہنا کیسا ہے، جبکہ بعض لوگ **وعلیکم السلام** سے جواب دینا گوارا نہیں کرتے تو کیا سنت وفرض کے درمیان سلام ڈالنا اور جواب دینا ممنوع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسالدار (ریٹارڈ) محمد نادر خان نوشہرہ خورد ۱۹۹۰ء/۵/۲۰

الجواب: بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان ایسے امور سے اجتناب کیا جائے جن کے درمیان نماز مفسد ہونا ثابت ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: اھل محلة قسموا المسجد وضربوا فیه حائطا ولکل منھم امام علی حدة وموذنھم واحد لا بأس به والاولیٰ ان یکون لکل طائفة موذن. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۲۰ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها) وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمة علی الاصح.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۰۳ جلد ۱ باب الوتر والنوافل)

مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سردی کے موسم میں سردی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر ظہر اور عصر کی نماز ادا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: باچا استاد زیدہ صوابی......۱۹۹۰ء/۱۲/۲۳

الجواب: مکروہ ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾۔ فقط

کعبہ مکرمہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمداً اپنے پاؤں کو کعبہ شریف کی طرف پھیلاتا ہے کسی کے منع کرنے پر اسی کیفیت پر مصر رہتا ہے اور لا یعنی دلائل پیش کرتا ہے حالانکہ یہ شخص غیر معذور ہے ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ، نیز سرینوں کے بل یعنی ٹانگوں کو کھڑا کر کے کعبہ شریف کی طرف بیٹھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد دین سرائے صالح ہری پور......۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تنزیہی ہے کمافی الدرالمختار لکراهة مد الرجلین الی القبلة وفی ردالمحتار ص ۱۵۷ جلد ۱ هی کراهة تنزیهیة﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتدا الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب.

(فتاویٰ عالمگیریه الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف)

وقال ابن عابدین ثم رئیت القهستانی نقل عن المفیده کراهة الصعود علی سطح المسجد اه ویلزمه کراهة الصلوٰة ایضاً فوقه (شامیه ص ۶۱۲ جلد ۱)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۲۵ جلد ۱ باب صلاة المریض)

محراب مسجد اور امام کا وسط مسجد میں کھڑے ہونے کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شدت گرمی یا شدت سردی کی وجہ سے اگر ایک قوم صحن مسجد میں جمع ہو کر نماز با جماعت ادا کرے تو ان کی نماز مکمل ہوگی یا مکروہ، کیونکہ عموماً صحن مسجد میں محراب نہیں ہوا کرتی نیز محراب کے علاوہ نماز با جماعت پڑھنی کیسی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل معبود مسجد زیارت شیخ جنید بابا پشاور......۱۹۷۲ء/۶/۲۸

الجواب: واضح رہے کہ پیغمبر علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مساجد میں محاریب نہیں تھیں، محاریب کی ابتداء عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ سے ہوئی، قال الامام السیوطی فی کتاب الوسائل لمعرفة الاوائل اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکرہ الواقدی عن محمد بن ھلال (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱) وقال ایضا فی رسالة اعلام الاریب بحدوث بدعة المحاریب ان قوماً خفی علیھم کون المحراب فی المساجد بدعة وظنوا انه کان فی مسجد النبی ﷺ فی زمنه ولم یکن قط فی زمانه ولا فی زمان الخلفاء فمن بعدھم الی المأته الاولیٰ وانما حدث فی اول المأته الثانیه مع ورود الحدیث بالنهی عن اتخاذہ وانه من شان الکنائس وان اتخاذہ فی المسجد من اشراط الساعة (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱) ﴿۱﴾ قلت وما فی الفتح انها بنیت من لدن زمان رسول الله ﷺ فمعناہ القرب فافهم، البتہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ، وسطوا الامام الحدیث ﴿۲﴾ پس سنت درحقیقت توسط ہے، اور چونکہ محراب مسجد کے وسط میں غالباً ہوتی ہے لہٰذا اس میں امام کے قیام کا مسنون ہونا لذاتہ نہ ہوگا بلکہ لغیرہ ہوگا، ویشیر الیه مافی ردالمحتار ص ۱۵۳ جلد ۱

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ محراب میں امام کا کھڑا ہونا الخ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ توسطوا الامام وسدوا الخلل رواہ ابوداؤد. (مشکواة المصابیح ص ۹۹ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الثالث)

ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوی وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه ﴿۱﴾وفي المقام تفصيل لا يليق ذكره في مقام الافتاء. فقط

محراب میں نماز اور مسجد کے صحن میں محراب بنانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں

(۱) مسجد کے صحن میں محراب بنانا کیسا ہے؟ (۲) کیا محراب کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ ایک صاحب محراب بنانے کو فرض اور اس میں نماز پڑھنے کو سنت اور محراب کے سامنے امام کے کھڑے ہونے کو واجب کہتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخلیل اباخیل نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۹/۵

الجواب: (۱) تعدد محراب نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے البتہ صحن میں محراب بنانا خلاف معمول ہے۔ (۲) پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مساجد میں محاریب داخل نہیں کی گئی تھیں، محاریب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں مساجد میں داخل کی گئی تھیں، کما فی مجموعة الفتاوی﴿۲﴾ واما ما في فتح القدير شرح الهدايه ﴿۳﴾لانها بنيت من لدن رسول اللهﷺ (بالمعنى) فمعناه القرب اليه كما لا يخفىٰ نعم التوسط مسنون لحديث ابی داؤد

﴿۱﴾(ردالمحتار ص ۴۲۰ جلد ۱ مطلب في كراهة قيام الامام في غير المحراب باب الامامة)

﴿۲﴾(اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزيز حين بنى المسجد النبوى ذكره الواقدی عن محمد بن هلال. (مجموعة الفتاوىٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: بنى في المساجد المحاريب من لدن رسول اللهﷺ ولو لم تبن كانت السنة ان يتقدم في محاذاة ذلک المكان لانه يحاذى وسط الصف وهو المطلوب اذ قيامه في غير محاذاته مكروه وغايته اتفاق الملتين في بعض الاحكام ولا بدع فيه على ان اهل الكتاب انما يخصون الامام بالمكان المرتفع على ماقيل فلا تشبه.

(فتح القدير ص ۳۶۰ جلد ۱ فصل ويكره للمصلى)

توسطوا الامام﴿۱﴾فالمحاریب ھی الوسائل لتحصیل سنة التوسط ولیست بمقاصد، پس جن فقہاء کرام نے قیام فی المحراب کوسنت کہا ہےتو درحقیقت توسط ہے نہ کہ بمعنی ظاہر لعدم صحته.

وسیع وعریض مسجد میں نمازی کے آگے گزرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیع وعریض مسجد میں جب نمازی کیلئے کوئی سترہ نہ ہو مسجد کے اندر کتنے فاصلہ سے اس کے سامنے سے گزرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رازق سارجنٹ مین پی اے ایف کوہاٹ

الجواب: ایسی مسجد میں (عند الجمھور) سامنے گزرنے کی اجازت نہیں ہے﴿۲﴾۔فقط

مسجد کی زائد اشیاء کی خرید وفروخت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی جائے نماز یا اور کوئی چیز خریدنا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر پیش امام وزیر آباد مردان ......۴/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: جو جائے نماز وغیرہ مسجد کی حاجت سے زائد ہو اور اضاعت کا خطرہ ہو اس کی خرید

﴿۱﴾ عن ابی ھریرة قال قال رسول اللهﷺ وسطوا الامام وسدوا الخلل.

(سنن ابی داؤد ص۱۰۶ جلد ۱ باب مقام الامام من الصف)

﴿۲﴾قال العلامه ابن الھمام: فاما فی المسجد فالحد ھو المسجد الا ان یکون بینه وبین المار اسطوانةاو غیرھا یعنی انه مالم یکن بینھما حائل فالکراھة ثابتة الا ان یخرج من حد المسجد فیمر فیما لیس بمسجد وفی جوامع الفقه فی المسجد یکره وان کان بعیداً وفی الخلاصة وان کان فی المسجد لا ینبغی لا حد ان یمر بینه وبین حائط القبلة الخ.

(فتح القدیر شرح الھدایه ص ۳۵۴ جلد ۱ قبیل فصل ویکره للمصلی الخ)

وفروخت جائز ہے جبکہ یہ رقم مسجد کے فنڈ میں جمع ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

مساجد میں براق،اونٹ وغیرہ کی تصویر آویزاں کرنا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بازاروں میں براق کی تصویر وغیرہ فروخت کی جاتی ہے جس کا سرعورتوں کا اور باقی بدن گھوڑے کا ہوتا ہے اسی طرح مکہ مکرمہ یامدینہ منورہ کے نقشوں میں اونٹ کی تصویر وغیرہ ہوتے ہیں ان نقشوں کا مساجد میں رکھنا ممنوع ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:معتبر شاہ کوئکی......۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: حرام ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیه: وذکر ابو اللیث فی نوازله حصیر المسجد اذا صار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان کان الطارح حیا فهو له وان کان میتا ولم یدع له وارثا ارجو ان لا بأس بان یدفع اهل المسجد الی فقیر او ینتفعوا به فی شراء حصیر اخر للمسجد والمختار انه لا یجوز لهم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذافی محیط السرخسی. (فتاویٰ عالمگیریه ص۴۵۸ جلد۱ الباب الحادی عشرا فی المسجد وما یتعلق به)

وقال ابن عابدین: سئل عن شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها الی الخراب وبعض المتغلبة یستو لون علی خشبه وینقلونه الی دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد اوالیٰ هذا المسجد قال نعم الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۰۷ جلد۳ مطلب فیما لو خرب المسجد کتاب الوقف)

﴿۲﴾قال علی بن سلطان محمد: قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب او بساط او درهم او دینار او غیرذلک الخ.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ص۲۶۲ جلد۸ باب التصاویر)

مساجد میں گھنٹی بجانے والی گھڑیوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مساجد میں جاپانی ساخت کی گھڑیاں ہیں جو کہ پندرہ منٹ بعد الارم دیتی ہیں، اور ایک گھنٹہ پورا ہونے پر الارم بجا کر جتنے بجے ہوتے ہیں اتنی گھنٹیاں بجاتی ہیں، ایک صاحب نے کہا ہے کہ ان گھڑیوں کی ایک ٹرن کے ساتھ سو شیطان پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ساز ہے اور ساز کے ایک ٹرن کے ساتھ سو شیطان پیدا ہوتے ہیں اسلئے ان گھڑیوں کو مساجد سے ہٹادو کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین نسوزی ضلع اٹک ۱۹۹۱ء/۱/۸

الجواب: چونکہ یہ آواز سرود نہیں ہے نہ عرفا اور نہ فنا لہٰذا ایسی گھڑیاں مساجد سے نکالنا ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد میں محراب بنانا امر مستحسن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں محراب بنانا سنت ہے یا مستحب یا واجب؟ ایک آدمی نے مسجد بنائی اور جان بوجھ کر محراب نہیں بنائی کیا اس سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ محراب کی ابتداء کب ہوئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عظیم خان قوم رنگین خیل کوہاٹ ۱۹۷۴ء/۷/۲۰

﴿۱﴾ **قال الشیخ اشرف علی التھانوی:** مسجد کے اندر گھنٹہ دار گھڑی بغرض اعلام وقت کے جائز ہے اور چونکہ بعض لوگ بینائی کم رکھتے ہیں بعضے نمبر نہیں پہچانتے اور بعض دفعہ روشنی کم ہوتی ہے اسلئے ضرورت ہوتی ہے آواز دار گھڑی کی، تو اس مصلحت سے یہ جرس ممنوع سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیریہ میں بعض فروع اس قسم کی لکھی ہیں اور حدیث میں تصفیق کی اجازت عین صلاۃ میں مصلحت کیلئے دلیل بین ہے، مشروعیہ صورت جس میں متقارعین **لمصلحۃ الاعلام المتعلق بالصلوٰۃ** کی۔

(امداد الفتاویٰ ص ۷۱۹ جلد ۲ باب احکام المساجد)

الجواب: مسجد میں محراب بنانا امر مستحسن ہے اس کی ابتداء عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی ﴿۱﴾ اور چونکہ محراب سے مقصود تعین وسط ہے لہٰذا اس کے نہ ہونے سے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے جبکہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو ﴿۲﴾ (والتفصیل فی مجموعة الفتاویٰ). وھو الموفق

اہل سنت کی مسجد میں شیعوں کا نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ منگلا ڈیم میں ایک مسجد ہے شیعہ حضرات بھی منگلا ڈیم میں کافی تعداد میں موجود ہیں امام بارگاہ بنانے کیلئے درخواست دی تھی لیکن مسترد ہوئی، اس مسجد میں امام سنی ہے کیا شیعہ اس مسجد میں فرداً فرداً نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آہستہ سے اذان کہنے کے بعد اپنی علیحدہ جماعت کے اہتمام کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان سنی مسلک منگلا ڈیم کالونی.....۱۹۷۴ء/۱۱/۱۰

الجواب: اہل سنت والجماعت کی جماعت سے قبل اور بعد میں یہ شیعہ لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ انفراد سے ہو یا جماعت سے ہو، بیک وقت پڑھنے میں اہل حق اور اکثریت کا کسر شان موجود ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی رحمه الله: اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکره الواقدی عن محمد بن هلال.
(مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين : (قوله ويقف وسطاً) قال فی المعراج وفی مبسوط بکر السنة ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف يکره ولو کان المسجد الصيفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد يقوم الامام فی جانب الحائط ليستوی القوم من جانبيه والاصح ما روی عن ابی حنيفة انه قال اکره ان يقوم بين الساريتين او فی ناحية المسجد او الی سارية لانه خلاف عمل الامة قال عليه السلام توسطوا الامام وسدوا الخلل ومتی استویٰ جانباه يقوم عن يمين الامام ان امکنه الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۰ جلد ۱ مطلب فی کراهة قيام الامام فی غير المحراب)

مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت ادا کرنا بوجہ گرمی تکلیف کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اگر نماز باجماعت کو مسجد کی چھت پر ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ فتاویٰ عالمگیری میں اس صورت کو مکروہ لکھا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...... ۱۲/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر ضرورت کے وقت مثلاً جب نمازی نچلے حصہ میں سمانہیں سکتے ہوں بعض لوگ چھت پر کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور صرف ہواخوری اور گرمی کی وجہ سے چھت پر جماعت کرنا خواہ امام نیچے ہو یا چھت پر ہو بلا ضرورت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، کمافی الهندیه ص ۳۵۶ جلد۵ الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهٰذا اذا اشتد الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب﴿۱﴾. وهو الموفق

مسجد میں چارپائی پر بیٹھ کر تلاوت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد تقریباً سوفٹ لمبی ہے اگر مختلف آدمی اس مسجد کے ایک کونے میں چارپائی پر بیٹھ جائیں اور تلاوت بھی کرتے رہیں اور بعض لوگ محراب کے قریب تلاوت کرنے والے زمین پر بیٹھے ہوتے ہیں چارپائی پر بیٹھنے والے آدمی کا کیا حکم ہے یہ حرام ہے یا خلاف اولیٰ؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستان

الجواب: عرف میں بے حرمتی شمار کی جاتی ہے لہٰذا اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۲ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والمصحف)

مسجد میں آگ لگنے کی صورت میں جنب کا مسجد میں داخل ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں آگ لگ گئی ہو کیا اس کے بجھانے کیلئے جب آدمی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی الطاف الرحمٰن ٹوٹیال ہزارہ......۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: جب کوئی شخص مسافر ہو اور یا گھر وغیرہ میں (بیماری اور نقصان کی وجہ سے) گرم پانی کا انتظام نہ ہوسکتا ہو تو اس کیلئے تیمم کے بعد مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، یدل علیہ مافی ردالمحتار مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیر فانہ یتیمم لدخول المسجد عندنا (ص ۱۵۹ جلد ۱) ﴿۱﴾ تو آگ لگنے کی صورت میں جنب کا داخل ہونا بطریق اولیٰ مرخص ہوگا۔ فافھم وتدبر. وھو الموفق

شر انگیز نہ ہو تو کسی نمازی کو مسجد سے منع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد سے کسی مسلمان کو نکلوانا کہ یہاں تم نماز نہ پڑھو، یہ منع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل خان دوکاندار

الجواب: مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اگر شر انگیز نہ ہو، قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ ﴿۲﴾ وفی الدر المختار وکذا کل موذ ولو بلسانہ ﴿۳﴾ (ھامش الرد ص ۶۱۹ جلد ۱). وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۲۶ جلد ۱ کتاب الطھارت)

﴿۲﴾ (سورۃ البقرۃ پارہ: ۱ آیت: ۱۱۴ رکوع: ۱۴)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۸۹ جلد ۱ قبیل باب الوتر والنوافل)

مسجد کے حصہ میں غسل خانے وغیرہ بنانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں ایک طرف کنواں وسبیل وغسل خانے ہیں اب ہم اس کو مسجد میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور مسجد کی دوسری طرف جو مسجد کا اندرونی حصہ تھا اس میں بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اس سے مسجد میں وسعت اور فراخی آئے گی کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی امیر محمد ہاتھیان ۱۹۷۵ء/۵/۷

الجواب: اس مسجد کے حصہ میں غسل خانے وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، کما فی الهندیه ص ۱۱۲ جلد ۱ وتکره المضمضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلک ﴿۱﴾ فافهم پس اگر ممکن ہو تو قدیم غسل خانوں وغیرہ کے اوپر کنکریٹ کر کے چھت پر وضو اور غسل کا انتظام کیا جائے اور نیچے جگہ کو مسجد میں داخل کیا جائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مسجد میں مکتب (پرائمری) سکول بنانا اور چلانا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں حکومت نے جو مکتب سکول کھولے ہیں جس میں ایک یا دو استاد مقرر ہوتے ہیں اور بچوں کو پرائمری پڑھایا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب خان ۱۹۷۴ء/۳/۲۵

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگیریه ص ۱۱۰ جلد ۱ فصل کره غلق باب المسجد)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: ومن جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بیت..... ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کذا فی الهدایه.

(فتاوی عالمگیریه ص ۴۵۵ جلد ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد)

الجواب: مسجد سے پرائمری سکول کا کام لینا جائز نہیں ہے کیونکہ مساجد اس کام کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں نیز اجرت کے ساتھ بچوں کو مسجد میں پڑھانا ممنوع ہے، نیز صناعت (جس میں کتابت داخل ہے) کیلئے مسجد میں بیٹھنا ممنوع ہے نیز پہاڑے وغیرہ پڑھنے کے وقت آواز کی بلندی ضروری ہے جو کہ مسجد میں ممنوع ہے﴿۱﴾ نیز پرائمری سکول جس طرح بچوں کی وجہ سے بدنما اور گندہ ہوتے ہیں اسی طرح مساجد بھی ضرور گندہ ہوں گے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خوانین وغیرہ کے حجروں اور بیٹھکوں سے یہ مقصد پورا کیا جائے۔ وھو الموفق

رفع فساد کی بناپر دوسری مسجد بنانا مسجد ضرار نہیں

سوال: ہم جملہ مسلمانان بازاراوگی استدعا کرتے ہیں کہ ہم میں اختلاف اس قدر کشیدہ ہوگیا کہ ایک مسجد کی تعمیر کے مقابلہ میں دوسری مسجد کی تعمیر شروع کی ہے، بلکہ اب پہلے والے کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوئے ہیں ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق کتنی ہی کوشش اور منت سماجت کی لیکن ناکام رہے اسلئے ہم نے انتخاب کیا کہ مولانا عبدالمنان صاحب اور مولانا سعید الرحمٰن صاحب وادی آگرور میں جید علماء ہیں وہ فیصلہ کریں گے، لیکن پارٹی بازی کے باعث وہ لوگ انکاری ہوئے اسلئے اب ہم نے تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر دوسری مسجد کی تعمیر شروع کی ہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف، محمد عثمان بازاراوگی مانسہرہ......۱۹۷۵ء/۵/۱۹

الجواب: چونکہ یہ دوسری مسجد غرض صحیح یعنی شر اور فتنہ سے بچنے کی وجہ سے بنائی جاتی ہے﴿۲﴾ لہٰذا یہ مسجد ضرار نہ ہوگی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: ویکره کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس لانه قربة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لهما الضرورة کذافی محیط السرخسی...... والسادس ان لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر الله تعالیٰ.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۱ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف)
﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: واذا قسم المحلة المسجد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حرام مال سے تعمیر شدہ مسجد کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کی تعمیر مال حرام اور حلال دونوں سے ہو جائے تو اس میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل وہاب ۱۹۷۴ء/۳/۲۷

الجواب: اعلم ان مدار المسجد علی الساحة دون البناء فلذا تصیر الساحة وحدها مسجداً کما فی الھندیه (۴۴۳ جلد ۲) رجل له ساحة لابناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة فھذا علی ثلاثة اوجهٍ احدھا اما ان امرھم بالصلاة فیها ابداً نصابان قال صلوا فیها ابدا او امرھم بالصلاة مطلقا ونوی الابد ففی ھذین الوجھین صارت الساحة مسجداً ﴿۱﴾ انتھیٰ بقدر الضرورة ففی الصورة المسئولة ان کانت الساحة حلالا فلا ضیر، وان کان حراما مغصوباً فلا خیر وان کانت مشتراة بمال حرام فلا یضیر ایضا لان المعروف فی دیارنا الشراء بالمطلق ثم یدفع من الحرام وھو حلال عند الکرخی وعلیه الفتوىٰ کما فی ردالمحتار ص ۲۱۹ جلد۴ باب المتفرقات ﴿۲﴾ واما البناء من الخشب والاجر وغیرھما ان اشتریت بالمال الحرام فحکمھا الحل والا فالحرمة لکن حرمة البناء لا تضر المسجدیة کما مر. وھو الموفق

(بقیه حاشیه) وضربوا فیه حائطاً ولکل منھم امام علی جدة ومؤذنھم واحد لابأس به.

(البحر الرائق ص ۳۵ جلد ۲ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیھا)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۵۵ جلد ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین الشامی: توضیح المسئلة ما فی التتارخانیة حیث قال رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فھذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراھم الی البائع اولا ثم اشتریٰ منه بھا او اشتری قبل الدفع بھا ودفعھا او اشتریٰ قبل الدفع بھا ودفع غیرھا او اشتری مطلقا ودفع تلک الدراھم او اشتریٰ (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مسجد میں غسل خانے وغیرہ بنانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ایک حصہ کو غسل خانوں کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل غنی فاضل دیوبند میاں خان مردان

الجواب: جوزمین نماز کیلئے موقوف نہ کی گئی ہو اس میں غسل خانے وغیرہ بنانا ممنوع نہیں ہے﴿۱﴾پس اگر حصہ نماز کی نشاندہی نہ ہوئی ہو تو اس میں یہ تصرف کرنا جائز ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بدراھم اخرودفع تلک الدراھم وقال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الأن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس ودفعا للحرج لکثرة الحرام. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۴ جلد۳ مطلب اذا اکتسب حرام ثم اشتریٰ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم: وفی الخلاصة وغیرها ویکره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا ان یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولا یصلی فیه.

(البحر الرائق ص ۳۴ جلد۲ فصل مما فرغ من بیان الکراهة فی الصلوٰة)

﴿۲﴾قال الحصکفی: ولو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ای بالقول المفتیٰ به او بالصلاة فیه علی قولهما، ثم اراد البناء منع .

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۰۶ جلد۳ قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد)

باب الوتر والقنوت

وتر باجماعت پڑھنا مباح اوراس پر مداومت مکروہ ہے۔

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مسئلہ پر علماء میں بڑااختلاف پایاجاتا ہے۔قول فیصل کیلئے ہم مراجعت کرتے ہیں مسئلہ یہ ہے جب عیدالفطر شک میں واقع ہواورتراویح ہوجائے۔پھر معلوم ہوجائے کہ عیدالفطر ہے تو رات کوجووتر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے اب اس کی قضاء کی جائیگی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: قاضی عبدالمطلب کندے ناصرپی نوشہرہ......۱۳/۱/۱۹۶۹

الجواب: رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں وتر باجماعت پڑھنا مباح ہے اگر بعض اوقات میں ہو،اور مداومت سے پڑھنا مکروہ ہے،**قال العلامة الشامی ص ۶۶۳ جلد ۱ ثم قال ویمکن ان یقال الظاهر ان الجماعة فیه (ای الوتر)غیر مستحبة ثم ان کان ذلک احیاناکما فعل عمر کا ن مباحاً غیر مکروه وان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة.** چونکہ اس قوم نے وتر باجماعت اس وقت پڑھے ہیں جبکہ عید کا ثبوت شرعی متحقق نہیں ہوا تھا،لہٰذاان کی جماعت مسنون ہوگی نہ کہ مباح اورمکروہ۔**وهو الموفق**

وتر میں مقتدی سے دعائے قنوت رہ جانے کی صورت میں اعادہ وتر واجب نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی نماز میں مقتدی سے دعائے

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۲۴ جلد ۱ :مطلب فی کراهة الا قتداء فی النفل علی سبیل التداعی صلاة التراویح)

قنوت رہ گئی۔کیااب دوبارہ وتر ادا کرے گا یا نہیں؟بینوا تو جروا

المستفتی: شفیع اکبر گدون صوابی ۲۰رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: جس مقتدی سے دعائے قنوت رہ گئی اس پراعادہ نماز واجب نہیں ہے۔یدل علیہ مافی الشرح الکبیر ص ۳۶۴ واماالمقتدی فھو مخیربین ثلاثۃ اشیاء قداختلف فیھا ان شاء قنت وھومختار صاحب المحیط واکثر المحققین وان شاء امن وان شاء سکت﴿۱﴾انتھٰی بقدر الضرورۃ وصحۃ القول الاول لایقتضی وجوب القراءۃ. وھوالموفق.

وتر میں دعائے قنوت سہواً چھوڑنے پرسجدہ سہوواجب ورنہ اعادہ کرے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر میں اگر بالکل دعائے قنوت بھول جائے تو کیاسجدہ سہوکرے گا؟اگر بالکل بھول جائے اور سلام کے بعد یادآیاتو کیااعادہ وتر کرے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ محمد حنیف سہارنیوری خانپور ہزارہ ۱۹۷۵/ ۸/ ۲۷

الجواب: چونکہ دعاقنوت واجب ہےلہٰذا تارک سہواً پرسجدہ سہوواجب ہوگا۔ورنہ اعادہ واجب ہوگا۔(ماخوذازشامی)﴿۲﴾۔وھوالموفق

﴿۱﴾(غنیۃ المستملی ص ۴۰۳ قبیل الفروع فصل فی الوتر)

﴿۲﴾قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ :(قولہ یجب لہ)أی للسھو الاتی بیانہ فی قولہ بترک واجب سھوا.وذکر فی المحیط عن القدوری انہ سنۃ وظاھر الروایۃ الوجوب وصححہ فی الھدایۃ وغیرھالانہ لجبر نقصان تمکن فی الصلاۃ فیجب کالدماء فی الحج و یشھد لہ الامربہ فی الاحادیث الصحیحۃ والمواظبۃ علیہ و ظاھر کلامھم أنہ لولم یسجدیاثم بترک الواجب ولترک سجود السھو بحروفیہ نظر بل یأثم لترک الجابر فقط اذلااثم علی الساھی نعم ھو فی صورۃ العمد ظاھر و ینبغی أن یر تفع ھذا الاثم باعادتھا نھر.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۴۵ جلد ۱ :باب سجودالسھو)

وقال : الظاھر انہ یشمل نحو مدافعۃ الاخبثین مما لم یوجب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشاء کے فرض فاسد ہونے کی صورت میں وتر کی قضا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وقت ادا گزر جانے کے بعد معلوم ہوا، کہ نماز عشاء میں سے صرف فرض نماز فاسد ہوئی تھی، اب قضا کی صورت میں صرف فرض عشاء کو پڑھے یا نماز وتر کا بھی اعادہ کرے؟ نیز سنتوں کا کیا ہوگا، یعنی وتر کے ساتھ دوبارہ پڑھے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۰۱/۱۹

الجواب: امام صاحب کے نزدیک صرف فرض کا اعادہ ضروری ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے۔ ⊙(۱)⊙ اور سنت کی قضا کسی کا مذہب نہیں ہے۔ فی الھندیہ ص ۵۳ جلد ۱ ولا یقدم الوتر علی العشاء لوجوب الترتیب لالان وقت الوتر لم یدخل حتی لو صلی الوتر قبل

(بقیہ حاشیہ) سجودا اصلا وان النقص اذا دخل فی صلاۃ الامام ولم یجبر وجبت الاعادۃ علی المقتدی ایضا وانہ یستثنی منہ الجمعۃ والعید اذا ادیت مع کراھۃ التحریم الا اذا اعادھا الامام والقوم جمیعاً فلیراجع.

(ردالمحتار ص۳۳۷ جلد ۱ مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا)

⊙(۱)⊙ قال الامام الکاسانی ان من صلی العشاء علی غیر وضوء وھو لا یعلم ثم توضأ فاوتر ثم تذکر اعاد صلوۃ العشاء بالاتفاق ولا یعید الوتر فی قول ابی حنیفۃ وعند ھما یعید ووجہ البناء علی ھذا الاصل انہ لما کان واجبا عند ابی حنیفۃ کان اصلاً بنفسہ فی حق الوقت لاتبعاً للعشاء الاان تقدیم احدھما علی الاخر واجب حالۃ التذکر فعند النسیان یسقط. (بدائع الصنائع ص ۲۷۲ جلد ۱ باب الوتر)

وقال العلامہ ابن نجیم قولہ والعشاء والوتر منہ الی الصبح ای وقتھمامن غروب الشفق علی الخلاف فیہ وکون وقتھما واحداً مذھب الامام وعند ھما وقت الوتر بعد صلاۃ العشاء لہ حدیث ابی داود ان اللہ امدکم بصلاۃ ھی خیر لکم من حمر النعم وھی الوتر فجعلھا لکم فیما بین العشاء الی طلوع الفجر ولھما مافی بعض طرقہ فجعلھا لکم فیما بین صلاۃ العشاء. الخ (البحر الرائق ص ۲۴۶ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

العشاء ناسياً او صلاهما فظهر فساد العشاء دون الوتر فانه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عند ابی حنيفة لان الترتيب يسقط بمثل هذا العذر﴿۱﴾.وهو الموفق

قنوت نازلہ کا طریقہ وعلت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قنوت نازلہ کسی مصیبت کے ساتھ خاص ہے یا ہروقت پڑھی جائے گی؟ نیز مقتدی امین آہستہ پڑھے گا یا جہر سے،اور ہاتھ باندھے گا یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد جلندر دارالعلوم حقانیہ

الجواب: صرّح صاحب البحر وردالمحتار فی باب الوتر بمشروعية القنوت فی الفجر بعد ركوع ركعة الثانية وبتأمين المقتدی ای سرا كماهو الاصل عندنا.وهو مختص عندنا بنازلة وبلية عامة كا لطاعون والحروب كما صرحوا به ايضاًفليراجع الی ردالمحتار ص۶۲۸ جلد ۱.﴿۲﴾ والاصل عند ابی حنيفة الوضع تحت السرة لكونه ذكراً طويلاً﴿۳﴾ولكن اختار بعض

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ص۱۵ جلد ۱ المواقيت وما يتصل بها وفيه)

﴿۲﴾(ردالمحتار.هامش الدرالمختار ص۶۹۲ جلد ۱ مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾وفی المنهاج(قوله الالنازلة)وبه ناخذذكره فقهاء نا عن الامام الطحاوی قالوا قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انمالا يقنت عندنا فی صلوٰة الفجر من غير بلية فا ذاوقت فتنة اوبلية فلا بأس به فعله رسول اللهﷺ......يقنت لنازلة فی صلوٰة الفجر فقط كما فی الاشباه عن الغايه ويؤيده ما فی شرح المنية وقيل فی سائر الجهرية وقيل فی كل الصلوٰت وصرح الشرنبلالی انه بعد الركوع وهوالاظهر واستظهر الحموی انه قبله.قالوا ان المقتدی يتابع امامه الا اذاجهر فيؤمن ولم يصر حوا بوضع اليدين وبالارسال لكن الاصل يرجح الوضع وهوان الوضع سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فی ظاهر المذهب.....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

العلماء الا رسال رفعاً للاشتباه فليرا جع الیٰ بوادر النوادر﴿۱﴾ وهوا لموفق

قنوت نازلہ فی الفجر کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء فی القنوت فی الفجر بعد الرکوع فی الرکعۃالثانیہ.أمختص بالفجر ام لا؟وما کیفیته وطریقته؟بینو اتوجروا

المستفتی:محمد حامد حقانی المتعلم بجامعۃ الحقانیہ اکوڑہ خٹک......۱۴۰۳ھ

الجواب: اعلم ان مسئلہ القنوت النازلۃ فی الفجر طویلۃ الذیل لاهمۃ لنا لاستقصاء ها فلنکتف بقول واحد من اقوال الفقهاء.وهو انه مختص بالفجر کما فی الشامیه ص ۴۷۱جلد ۱ عن الاشباه عن الغابة وشرح المنیة.وصرح الشر نبلالی انه بعد الرکوع.والمقتدی یتابع امامه الا اذاجهرالامام فیؤمن المقتدی﴿۲﴾(ردالمختار)ولم یصرحوابوضع الیدین والارسال.والقواعد تقتضی الوضع عندابی حنیفة لکونه ذکراً طویلا.والارسال عند صاحبیه لعدم قراء ۃ القرآن﴿۳﴾وهو الموفق

(بقیه حاشیه) وسنة قراءة فی روایة عن محمد.واختار بعض الاکابر قول محمد رفعا للاشتباه وصونا عن تکرارالرکوع.(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۲۷۹ جلد۲ باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃالفجر)

﴿۱﴾(بوادرالنوادرص ۳۷۳نویں واں نادره تحقیق ارسال یاوضع یدین درقنوت نازله)

﴿۲﴾(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۶۹۳جلد ۱ :مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾وفی المنهاج السنن :قالوا ان المقتدی یتابع امامه الا اذا جهر فیؤمن ولم یصرحوا بوضع الیدین وبالارسال لکن الاصل یرجح الوضع هو ان الوضع سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فی ظاهر المذهب وسنة قراء فی روایة عن محمد، واختار بعض الاکابر قول محمد رفعاً للاشتباه وصونا عن تکرار الرکوع.

(منهاج السنن ص ۲۷۹جلد۲ باب ما جاء فی القنوت فی صلاۃ الفجر)

قنوت نازلہ نماز فجر کی رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد پڑھی جائیگی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز فجر کی دوسری رکعت میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی جائیگی یا قبل الرکوع؟ اور کیا صرف فجر کی نماز میں پڑھی جائیگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حسین احمد عباسیہ لکی مروت ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بناپر قنوت نازلہ صرف فجر کی فرض نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد پڑھی جائیگی۔ لمافی ردالمحتار ص ۶۲۸ جلد ۱ وهو صريح فى ان قنوت النازله عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلوات الجهريه والسرية.﴿۱﴾ امام جہر کرے گا اور مقتدی دعائیہ کلمات پر آہستہ (سراً) آمین کہیں گے﴿۲﴾ (شامی ص ۶۲۸ جلد ۱). وهو الموفق

رکعات وتر میں شک پڑجانے کی صورت میں نماز وتر پڑھنے کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں وتر پڑھ رہا تھا کہ دوسری

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۹۶ جلد ۱: مطلب فى القنوت للنازلة)

﴿۲﴾قال ابن عابدين الشامى: والذى يظهرلى ان المقتدى يتابع امامه اذا جهر فيؤمن وانه يقنت بعد الركوع لاقبله.(ردالحتار هامش الدر المختار ص ۴۹۶ جلد ۱ مطلب فى القنوت للنازلة)

وقال المفتى اعظم كفايت الله الدهلوى: اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ اکثری تجربہ اسی کا شاہد ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام زور سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔

(كفايت المفتى ص ۴۴۸ جلد ۳ بيسواں باب قنوت نازله)

وقال الشرنبلالى: والمؤتم يقرأ القنوت كالامام على الاصح ويخفى الامام والقوم هو الصحيح لكن استحب للامام الجهربه فى بلاد العجم ليتعلموه الخ.

(مراقى الفلاح ص ۳۸۲ باب الوتر واحكامه)

رکعت میں شک پڑ گیا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت؟ تو ایسی صورت میں نمازی کیا کرے گا؟ کیا دوبارہ وتر پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: جس رکعت میں شک پڑا ہو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے گا اور اسی رکعت میں بیٹھ کر قعدہ کرے گا اور تیسری رکعت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھ کر رکعت پوری کرے اور سجدہ سہو بھی آخر میں کرے ﴿۱﴾ (بحر، شامی، هندیه، خلاصة الفتاویٰ). وهو الموفق

مقتدی کیلئے دعائے قنوت کے اتمام کے بغیر رکوع میں چلے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مقتدی نے اگر وتر میں دعائے قنوت کچھ پڑھی ہے اور کچھ باقی ہے یا غلطی واقع ہونے کی وجہ سے دوبارہ قنوت پڑھ رہا ہے کہ امام رکوع میں چلا گیا اب مقتدی قنوت پوری کرے یا رکوع میں چلا جائے؟ اور اگر امام سے قنوت رہ گئی اور رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر مقتدی کو رکوع کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو رکوع میں جا کر متابعت امام کرے، اور اگر رکوع ملنے کا امکان ہو تو اسی قدر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے تاکہ دونوں

﴿۱﴾ وفی الهندیه: لو شک احد فی الوتر انه فی الاولیٰ او الثانیة او الثالثة فانه یقنت فی الرکعة التی هو فیها ثم یقعد ثم یقوم فیصلی رکعتین بقعدتین ویقنت فیهما احتیاطاً وفی قول آخر لا یقنت فی الکل اصلا والاول اصح لان القنوت واجب وما تردد بین الواجب والبدعة یأتی به احتیاطاً کذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۱ جلد ۱ باب الوتر)

(وهکذا فی البحر الرائق ص ۴۱ جلد ۲ باب الوتر والنوافل)

اعمال کی رعایت ہوسکے ﴿۱﴾ (شامی) ﴿۲﴾. وھو الموفق

وتر کے آخری رکعت پانے والے کیلئے دعائے قنوت پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور دعائے قنوت امام کے ساتھ پڑھی، اب باقی نماز میں دعائے قنوت پڑھے گا یا نہیں؟ (۲) مقتدی نے امام وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا اور اس نے دعا نہیں پڑھی تو اس کیلئے دوبارہ قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مردان

الجواب: دونوں صورتوں میں اس مسبوق پر قنوت پڑھنا ضروری نہیں ہے پہلی صورت میں دعائے قنوت حقیقتاً اور دوسری صورت میں حکماً ادا ہوئی ہے (کما فی الشامی ص ۱۰ جلد ۲) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام طاهر البخاری: فلو رکع الامام فی الوتر قبل ان یفرغ المقتدی من القنوت فانه یتابع الامام ولو رکع الامام ولم یقرأ القنوت، یقرأ المقتدی من القنوت شیئاً ان خاف الرکوع فانه یرکع وان کان لا یخاف یقنت ثم یرکع. (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۶۰ جلد ۱ النوع من یتابع الامام)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (قوله قطعه وتابعه) لان المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق علی القلیل والکثیر وما اتی به منه کاف فی سقوط الواجب وتکمیله مندوب والمتابعه واجب فیترک المندوب للواجب (قوله ولو لم یقرأ) ای لو رکع الامام ولم یقرأ المقتدی شیئاً من القنوت ان خاف فوت الرکوع یرکع والا یقنت ثم یرکع الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۹۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثة، قال ابن عابدین: لانه آخر صلاته وما یقضیه اولها حکما فی حق القراءة وما اشبهها وهو القنوت واذا وقع قنوته فی موضعه بیقین لا یکرر لان تکراره غیر مشروع شرح المنیة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۹۶ جلد ۱ قبیل مطلب فی القنوت للنازلة)

باب السنن و النوافل

سنت غیر موکدہ توڑ کر نماز عصر میں شریک ہونے کی وجہ سے بعد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے نماز عصر سے پہلے غیر موکدہ سنتوں کی نیت باندھی تھی نماز عصر باجماعت شروع ہونے کی وجہ سے اس نے نماز توڑ دی اب چونکہ یہ اس پر واجب ہوئی ہے تو اگر اس نے بعد از نماز عصر باجماعت ادا کرنے کے بعد ان سنتوں کو ادا کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی ۵۵۲ راولپنڈی...... ۱۹۶۹ء/۱/۱۹

الجواب: چونکہ اس شخص پر اعادہ واجب لغیرہ ہے، اور واجب اصلی نہیں ہے لہٰذا اس نماز کا بعد صلوٰۃ العصر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ قال فی الدر المختار و کرہ نفل و کل ما کان واجباً لا لعینہ بل لغیرہ کمنذور والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ ولو سنۃ الفجر بعد صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ العصر انتھیٰ مختصراً وقال العلامۃ الشامی فی ردالمحتار ص ۲۵۱ جلد ۱ والکراھۃ ھھنا تحریمیۃ ایضاً کما صرح بہ فی الحلیۃ ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال فی الھندیہ: لو افتتح صلوٰۃ النفل فی وقت مستحب ثم افسدھا فقضانھا بعد صلوٰۃ العصر قبل مغیب الشمس لایجزیہ ھکذا فی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۵۳ جلد ۱ بیان الاوقات التی لا تجوز فیھا الصلاۃ وتکرہ فیھا)

﴿۲﴾ الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۷۲ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

فرض نماز کوادا کر کے دوبارہ فرض نماز میں شرکت خالص نفل ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فرض نماز ظہر کر کے دوبارہ ظہر کی جماعت میں شریک ہوجائے تو دوبارہ اس نماز میں شرکت بحیثیت نفل کی ہوگی یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی نمبر ۵۵۲ راولپنڈی ۳۰/محرم ۱۳۸۸ھ

الجواب: دوبارہ پڑھنا خالص نفل ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ملازمت کی وجہ سے نماز قضا کرنا ، جماعت ثانیہ میں اقامت اور تہجد کی نیت میں تعین نماز

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) فکٹری میں کافر کی ملازمت ہے نماز کا ٹائم نہیں ملتا دیکھتے دیکھتے نمازیں قضا ہوتی ہیں جمعہ بھی متواتر قضا ہو، یہ ملازمت کرنی کیسی ہے؟ (۲) جماعت ثانیہ میں دوبارہ اقامت ہے یا نہیں؟ (۳) نماز تہجد میں لفظ سنت یا نفل یا تہجد نیت میں کونسا لفظ استعمال کریں گے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین برمنگھم انگلینڈ ۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۵

الجواب: (۱) جس نوکری میں نماز کی اجازت نہ ہو وہ نوکری حرام ہے﴿۲﴾۔

(۲) مسجد میں اقامت نہ کرنا چاہئے اور غیر مسجد میں کرنا چاہئے ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾وفی الھندیہ: فان کان قد صلی مرۃ ففی العشاء والظھر لا بأس بالخروج (من المسجد) ما لم یأخذ الموذن فی الاقامۃ فان اخذ فی الاقامۃ لم یخرج حتی قضاھما تطوعا.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۲۰ جلد ۱ باب ادراک الفریضۃ)

﴿۲﴾ وعن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ ﷺ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ فی شرح السنۃ. (مشکواۃ المصابیح ص ۳۲۱ جلد ۱ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: ویکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخالفۃ الاذان ولو کررہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) تہجد کو سنت، صلوۃ اللیل، نفل، نماز تہجد تمام نیات سے پڑھنا جائز ہے۔ وھو الموفق

جمعہ کے دن آٹھ رکعت سنت موکدا اور دو رکعت مستحب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن دس رکعت سنت موکد ہیں یا غیر موکد؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصف شاہ گدر مردان......۵/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آٹھ رکعت سنت موکد ہیں اور باقی دو رکعت مستحب ہیں ﴿۱﴾ ان کا پڑھنا بہتر ہے، صرح به فی جمیع کتب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیه حاشیه) اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کمافی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیه فوجاً فوجاً فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۰۸ جلد۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: والدلیل علی استنان الاربع قبل الجمعة مارواه مسلم مرفوعا من کان مصلیا قبل الجمعة فلیصل اربعا مع مارواه ابن ماجه عن ابن عباس قال کان رسول الله ﷺ یرکع من قبل الجمعة اربعا لا یفصل فی شئ منهن وعلی استنان الاربع بعدها ما فی صحیح مسلم عن ابی هریرة مرفوعاً اذا صلی احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعا وفی روایة اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعا وذکر فی البدائع انه ظاهر الروایة وعن ابی یوسف انه ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین.

(البحر الرائق ص۴۹ جلد۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۲﴾ قال العلامه ابراهیم الحلبی: والافضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف. (غنیة المستملی ص۳۷۳ فصل فی النوافل)

ظہر کی چار سنت رہ جانے پر دو رکعت سنت کے بعد پڑھنا راجح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر کی اول چار رکعت سنت رہ جائیں تو فرض کے فوراً بعد یا دو رکعت سنت کے بعد ادا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصف شاہ گدر مردان......۲/ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اس مسئلہ میں توسع ہے البتہ محققین علماء ابن الہمام وغیرہ نے حدیث کی وجہ سے دو رکعت کی سبقت کو ترجیح دی ہے ﴿۱﴾ والحدیث رواہ الترمذی وابن ماجہ ﴿۲﴾. وھو الموفق

نماز فجر میں امام کی قرأت سننے کی وجہ سے سنت ترک نہیں کی جاوے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسجد میں نماز فجر کی قرأت ہو رہی ہو تو حدود مسجد یعنی (مسجد کے اندر) سنت پڑھنا جماعت میں شامل ہونے سے افضل ہے یا سنت چھوڑ کر امام کے پیچھے جماعت میں شامل ہونا افضل ہے حدود مسجد سے مراد مسجد کا وہ علاقہ جہاں عموماً نماز پڑھی جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان نوشہرہ کلاں......۱۹۸۵ء/۱۰/۲۲

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله وانما الخلاف) فعند ابی یوسف بعد الرکعتین وهو قول ابی حنیفة وعلی قول محمد قبلهما وقیل الخلاف علی عکسه والاولیٰ تقدیم الرکعتین لانّ الاربع فاتت عن الموضع المسنون فلا تفوت الرکعتان ایضا عن موضعهما قصدا بلا ضرورة. (فتح القدیر ص ۴۱۵ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها (ترمذی) وفی منهاج السنن: ای بعد الظهر وبعد الرکعتین ، ففی روایة ابن ماجة کان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین بعد الظهر وهو قول ابی یوسف ونسب الی ابی حنیفة وفی فتاویٰ العتابی ی انه المختار وفی مبسوط شیخ الاسلام انه الاصح ورجحه ابن الهمام.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۴ جلد ۲ باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر)

الجواب: فقہاء کرام نے مسجد میں سنت فجر کو (جماعت کے قیام کے دوران) مکروہ لکھا ہے مگر یہ نہیں لکھا ہے کہ سنت نہ پڑھے بلکہ یہ لکھا ہے کہ جب حائل وغیرہ ہو تو پڑھے معلوم ہوا یہ اھون البلیتین ہے اور بہ نسبت ترک (اور مخالطت) کے افضل ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عصر کی چار رکعت سنت کا وقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کی چار رکعت سنتوں کی جو فضیلت ہے یہ قبل وقت العصر ہے یا بعد وقت العصر؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمال c/o محمد اقبال جی پی او پشاور ۲/شعبان ۱۳۹۷ھ

الجواب: مشکوٰۃ شریف میں ہے رحمہ اللہ امرء صلی قبل العصر اربعاً (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد) ﴿۲﴾ بہر حال اس کا وقت فرض سے قبل اور عصر کے وقت کے دخول کے بعد ہے. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله والاتركها) قال فی الفتح وعلى هذا ای على كراهة صلاتها فى المسجد ينبغى ان لا يصلى فيه اذا لم يكن عند بابه مكان لان ترک المكروه مقدم على فعل السنة غير ان الكراهة تتفاوت فان كان الامام فى الصيفى فصلاته اياها فى الشتوى اخف من صلاتها فى الصيفى وعكسه واشد مايكون كراهة ان يصليها مخالطا للصف كما يفعله كثير من الجهلة، والحاصل ان السنة فى سنة الفجر ان يأتى بها فى بيته والا فان كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه والا صلاها فى الشتوى او الصيفى ان كان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند سارية لكن فيما اذا كان للمسجد موضعان والامام فى احدهما ذكر فى المحيط انه قيل لا يكره لعدم مخالفة القوم وقيل يكره لانهما كمكان واحد قال فاذا اختلف المشائخ فيه فالافضل ان لا يفعل قال فى النهر وفيه افادة انها تنزيهية ، لكن فى الحلية قلت وعدم الكراهة اوجه للاثار التى ذكرناها ثم هذا كله اذا كان الامام فى الصلاة اما قبل الشروع فيأتى بها فى اى موضع شاء.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۱۰۴ جلد ۱ باب السنن وفضائلها الفصل الثانى)

نماز کے بعد صرف سجدہ کرنا مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز کے بعد صرف سجدہ کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بہادر زیب چکدرہ دیر سٹیٹ ۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: نماز کے بعد سجدہ مناجات کرنا مکروہ ہے، کمافی شرح الکبیر وما یفعل عقیب الصلوٰۃ فمکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ﴿۱﴾. وھو الموفق

ظہر کی دوسنتوں کے ساتھ دو نفل ملانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ظہر کی آخری دوسنتیں پڑھ رہا تھا قعدہ آخر میں تشہد پڑھنے سے قبل اٹھ گیا اور دو رکعت نفل ملا دیئے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیرالبشر مدینہ میڈیسنز نوشہرہ ۱۹۸۷ء/۳/۹

الجواب: ظہر یا عشاء وغیرہ کی سنتوں پر نفل کی بنا درست ہے، کمافی ردالمحتار ص ۴۷۲ جلد ۱ وغیرہ، فلیراجع﴿۲﴾. واللہ اعلم

﴿۱﴾ (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ص ۵۶۹ فصل فی مسائل شتیٰ)

﴿۲﴾قال ابن عابدین: (قوله لان کل شفع منه صلاة) لتمکنه من الخروج علی رأس الرکعتین فاذا قام الی شفع آخر کان بانیا صلاة علی تحریمة صلاة ومن ثم صرحوا بانه لو نوی اربعا لا یجب علیه بتحریمتها سوی الرکعتین فی المشهور عن اصحابنا وان القیام الی الثالثة بمنزلة مبتدأة حتی ان فساد الشفع الثانی لا یوجب فساد الشفع الاول الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۳۹ جلد ۱ مطلب کل شفع من النفل صلاة)

سنت قبل الظہر اور فرض کے مابین نفل کرنا اور نمازیوں کے آگے گزرنا

سوال: محترم المقام حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی! عرض یہ ہے(۱) کہ ایک دن میں نے مسجد حقانیہ میں سنت قبل الظہر ادا کئے اور جماعت کے انتظار میں بیٹھ گیا اسی دوران میں نے آپ صاحبان کو دیکھ لیا کہ آپ تیزی سے آ کر صف اول میں دو رکعت ادا کرنے لگے تو میں دو رکعت سے حیران ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ دو رکعت سنت ظہر ہیں یا سنت پہلے اپنے مکان پر ادا کئے ہیں اور یہ دو رکعت نفل ہیں، بہرحال سوال یہ ہے کہ اگر یہ دو رکعت نفل ہیں تو کس حدیث سے سنت قبل الظہر اور فرض کے درمیان نفل کا جواز معلوم ہوتا ہے، نیز اگر کوئی شخص امام ہو تو کیا اس کیلئے یہ جائز ہے کہ سنت قبل الظہر ادا نہ کرے اور لوگوں کی امامت کرے اگر چہ وقت میں تنگی بھی نہ ہو بین لنا بیانا شافیاً کی یبعد التردد من قلبی بارک الله فی الدنیا والاخرة وانتم مقتدی الناس فی الاحادیث فی هذالزمان. (۲)وهکذا رئیت فی مسجد الحقانیه الطلبة الکرام یمرون امام المصلین ایجوز هذا ام لا. بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ نوشہرہ......۲۷/اگست ۱۹۸۴ء

الجواب: (۱) اصلی سنة الظهر القبلية فی البيت واصلی فی المسجد تحية المسجد ولم يمنع احد من الفقهاء من التطوع فی هذا الوقت وورد فی رواية انه ﷺ صلّٰها علی توجيهٖ ﴿۱﴾. (۲) والمرور بين يدی المصلی ممنوع الا فی المسجد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: فالاولی الاستدلال بمجموع حديثين حديث ابن عمر حفظت من رسول الله ﷺ عشر ركعات ركعتين قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب فی بيته وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلاة الصبح وحديث عائشه انه ﷺ كان لا يدع اربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة بناء علی الجمع بينهما اما بان الاربع كان يصليها فی بيته فاتفق عدم علم ابن عمر بهن وان علم غيرها مما صلی فی بيته لانه ﷺ كان يصلی الكل فی البيت ثم كان يصلی ركعتين تحية المسجد. (فتح القدير ص ۳۸۶ جلد ۱ باب النوافل)

الکبیر کما صرحوا فانه یجوز المرور فیه فی ماوراء موضع السجود﴿۱﴾. وهوالموفق

نمازحفظ القرآن ثابت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کتاب کے ص۱۴۲ تا ۱۴۴ پرنماز حفظ القرآن درج ہے نمونہ کیلئے دواوراق ارسال خدمت ہیں جس کی سند میں حصن حصین کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن ترجمہ حصن حصین میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا کیا کسی دوسری کتاب میں اس کا ثبوت موجود ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ......

الجواب: یہ حدیث ترمذی جلد ثانی ص۵۱۳ میں مسطور ہے﴿۲﴾۔فقط

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: وان کره مرور مار فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح او مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت ومسجد صغیر فانه کبقعة واحدة مطلقا. (الدر المختارعلی هامش ردالمحتار ۴۲۹ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

﴿۲﴾ عن ابن عباس انه قال بینما نحن عند رسول اللهﷺ اذ جاء ه علی ابن ابی طالب فقال بابی انت وامی تفلّت هذاالقرآن من صدری فما اجدنی اقدر علیه فقال له رسول اللهﷺ یا ابالحسن افلا اعلمک کلمات ینفعک الله بهن وینفع بهن من علمته ویثبت ما تعلمت فی صدرک قال اجل یا رسول الله فعلمنی قال اذا کان لیلة الجمعة فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الآخر فانها ساعة مشهودة والدعاء فیها مستجاب وقد قال اخی یعقوب لبنیه سوف استغفرلکم ربی یقول حتی تاتی لیلة الجمعة فان لم تستطع فقم فی وسطها فان لم تستطع فقم فی اولها فصل اربع رکعات تقرأ فی الرکعة الاولیٰ بفاتحة الکتاب وسورة یٰسٓ وفی الرکعة الثانیة بفاتحة الکتاب وحم الدخان وفی الرکعة الثالثه بفاتحه الکتاب والم تنزیل السجدة وفی الرکعة الرابعة بفاتحة الکتاب وتبارک الملک المفصل فاذا فرغت من التشهد فاحمد الله واحسن الثناء علی الله وصل علی واحسن وعلی سائر النبیین الخ.

(سنن ترمذی ص۱۹۶ جلد۲ ابواب الدعوات باب فی دعاء الحفظ)

صلوٰۃ معکوس نماز نہیں بلکہ ایک مجاہدہ اور معالجہ ہے

سوال: صلوٰۃ معکوس جائز ہے یا نہیں، نیز صلاۃ معکوس کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت کریم ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ ... یکم ذالحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: صلوٰۃ معکوس کے متعلق امداد الفتاویٰ ص ۲۸۹ جلد ا میں مسطور ہے کہ اس کو صلاۃ مجازاً کہہ دیا جاتا ہے اصل میں یہ ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کیلئے منقول اور ماثور ہونا ضروری نہیں ہے، ہاں منہی عنہ نہ ہونا ضروری ہے ﴿۱﴾۔

نوٹ: اس کا تذکرہ القول الجمیل میں موجود ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سنت فجر کی قضاء افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راولپنڈی میں ایک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر صبح کے فرض کی وجہ سے سنت فوت ہو جائے تو اس کو بعد الفرض پڑھنا چاہئے اور بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ اس کا سرے سے اعادہ نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرم خان ہنگو ضلع کوہاٹ ... ۱۹۸۷ء/۹/۵

الجواب: افضل یہ ہے کہ یہ سنت طلوع شمس کے بعد قضا کرے اور قبل طلوع الشمس متروکہ سنت کا پڑھنا مکروہ ہے، وھو قول محمد ومالک واحمد والشافعی فی قوله القدیم ولا

﴿۱﴾ (امداد الفتاویٰ ص ۳۱۰ قبیل فصل فی التراویح)

﴿۲﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی وللچشتیة صلوة تسمّٰی صلوٰة المعکوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقهاء ما نشدها به فلذلک حذفناها والعلم عند الله .

(القول الجمیل مع شفاء العلیل ص ۷۲ الفصل الخامس)

تقضی عند ابی حنیفة والتفصیل فی الفقه﴿۱﴾ وشروح الاحادیث﴿۲﴾. وهو الموفق

ظہر کے سنن قبلیہ دورکعت کے بعد ادا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے ظہر کے سنن قبلیہ رہ جائے اب جماعت کے بعد یہ سنن دورکعت سنت کے بعد ادا کی جائیں گی یا قبل ادا کی جائیں گی، وقد ذکروا فی کتب الفقه الاختلاف فی تقدیمها وتاخیرها؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سرور افغانی ۔۔۔۳۱/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: اس تقدیم وتاخیر میں توسع ہے البتہ محققین کے نزدیک دورکعت مقدم پڑھے جائیں گے، کما فی الدر المختار مع ردالمحتار ص ۶۷۳ جلد ۱ ثم یأتی بها علی انها سنة فی وقته الظهر قبل شفعه عند محمد وبه یفتی، قال العلامة الشامی اقول وعلیه المتون

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله ولا یقضیها الا بطریق التبعیة) ای لا یقضی سنة الفجر الااذا فاتت مع الفجر فیقضیها تبعا لقضائه لو قبل الزوال واما اذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندهما وقال محمد احب الی ان یقضیها الی الزوال کما فی الدرر.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: اتفق ابوحنیفة وصاحباه علی انه لا یصلی رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس، واختلفوا هل یصلیهما بعد طلوع الشمس ام لا، فقال محمد نعم وهو مذهب مالک واحمد وقال به الشافعی فی قوله القدیم وقال فی الجدید یصلیهما بعد صلوة الصبح قبل طلوع الشمس واحتج بحدیث الباب. ولنا احادیث النهی عن الصلوٰة بعد الصبح والعصر وهی احادیث صحیحة مشهورة بل متواترة وکذا هی محرمة من قبیل التشریع العام بخلاف حدیث الباب فانه منقطع لم یسمع محمد بن ابراهیم عن قیس جد سعد بن سعید.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۹۲ جلد ۲ باب فیمن تفوته الرکعتان قبل الفجر)

لاکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین قال فی الامداد وفی فتاویٰ العتابی انه المختار وفی مبسوط شیخ الاسلام انه الاصح لحدیث عائشة رضی الله عنها انه علیه السلام کان اذا فاتته الاربع قبل الظهر یصلیهن بعد الرکعتین وهو قول ابی حنیفة وکذا فی جامع قاضی خان، والحدیث قال الترمذی حسن غریب انتهیٰ ﴿۱﴾ قلت فاذا ورد فیه انه قول الامام وکذا ورد فی الحدیث لفظ کان فالاول هو العمل علیه. وهو الموفق

نفل بیٹھ کر پڑھنا، سنن رواتب چھوڑنا اور ضرورت کے وقت نماز توڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) نفل بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا کھڑے ہوکر؟

(۲) عموماً نماز سے پہلے یا بعد میں جو سنن ہوتے ہیں موکدہ یا غیر موکدہ یا نوافل اگر اسے نہ پڑھی جائے تو کیا نماز کو کوئی نقصان پہنچتا ہے؟

(۳) سنت اور فرض کس حالت میں توڑنا جائز ہے؟ اگر والدین آواز دے تو سنت یا فرض توڑنا جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: میران شاہ خٹک ۱۹۷۹ء/۵/۴

الجواب: (۱) بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے البتہ بنسبت قیام کے نصف ثواب رکھتا ہے، کمافی حدیث صحیح رواه ابوداؤد وغیره ﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۳۱ جلد ۱ قبیل باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ عن عمران ابن حصین انه سأل النبی ﷺ عن صلوٰة الرجل قاعداً فقال صلوته قائما افضل من صلوته قاعداً وصلوته قاعداً علی النصف من صلوته قائما وصلوته نائما علی النصف من صلوته قاعداً.

(سنن ابی داؤد ص ۱۴۴ جلد ۱ باب فی صلوٰة القاعد)

(۲) سنت پڑھنا موجب ثواب ہے نہ پڑھنے میں عتاب بلکہ عقاب ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

(۳) اگر والدین یا اجداد صرف آواز دے تو نفل توڑنا جائز ہے اور فرض توڑنا ناجائز ہے البتہ اگر استعانت (امداد طلبی) کریں تو توڑنا جائز ہے (شامی ص ۶۱۳ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموق

ڈیوٹی کے دوران نفل ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین دوران ڈیوٹی فرض نماز کے علاوہ نفل نماز یا تلاوت قرآن مجید کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جی ایم خلیل الرحمٰن پریمیئر ٹوبیکوانڈسٹریز جہانگیرہ..... ۱۹۸۷ء/۱۱/۱۵

﴿۱﴾ قال العلائي: (قوله وحكمها ما يوجر على فعله ويلام على تركه) اى يعاتب بالتاء لا يعاقب كما افاده في البحر والنهر لكن في التلويح ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة لقوله عليه السلام من ترك سنتي لم ينل شفاعتي، وفي التحرير ان تاركها يستوجب التضليل واللوم والمراد الترك بلا عذر على سبيل الاصرار كما في شرح التحرير لابن امير حاج..... وفي البحر من باب صفة الصلاة الذى يظهر من كلام اهل المذهب ان الاسم منوط بترك الواجب او السنة الموكدة على الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوٰت الخمس قيل لا يأثم والصحيح انه يأثم ذكره في فتح القدير وتصريحهم بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة موكدة على الصحيح وكذا في نظائره الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۷۷ جلد ۱ قبيل مطلب ان الاصل في الاشياء الاباحة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولو دعاه احد ابويه في الفرض لا يجيبه الا ان يستغيث به وفي النفل ان علم انه في الصلاة فدعاه لا يجيبه والا اجابه، قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله الا ان يستغيث به) اى يطلب منه الغوث والاعانة وظاهره ولو في امر غيره مهلك واستغاثه غير الابوين كذلك والحاصل ان المصلى متى سمع احدا يستغيث وان لم بقصده بالنداء او كان اجنبيا وان لم ماحل به او علم وكان له قدرة على اعانته وتخليصه وجب عليه اعانته وقطع الصلاة فرضا كانت او غيره. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ص ۵۲۶ جلد ۱ مطلب قطع الصلاة يكون حراما ومباحا ومستحبا وواجبا باب ادراك الفريضة)

الجواب: ڈیوٹی کے دوران نفل پڑھنا اور تلاوت کرنا ممنوع ہے،قال فی الشامیه ص ۵۹ جلد۵ تحت قوله(ولیس للخاص ان یعمل لغیره)بل ولا ان یصلی النافلة قال فی التتارخانیه وفی فتاویٰ الفضلی واذا استاجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة وفی فتاویٰ سمرقندیه وقد قال بعض مشائخنا له ان یؤدی السنة ایضا واتفقوا انه لا یؤدی نفلاً﴿ ۱ ﴾. وهو الموفق

دن اور رات دونوں میں نفل ثابت ہیں بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں نوافل دن میں بھی ہیں یاصرف رات کے وقت ہیں؟اور جوکوئی نوافل النہار کو بدعت کہتے ہیں اور کرنے والوں کو ریاکار کہتے ہیں کیا ان کا یہ قول صحیح ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: کتب فقہاء میں ابواب الوتر والنوافل اور کتب الاحادیث میں باب السنن وغیرہ میں نوافل النہار کی تفصیل موجود ہے ﴿ ۲ ﴾ اس کو بدعت کہنے والا جاہل ہے اور ریاتو فرض میں بھی حرام ہے۔وهو الموفق

﴿ ۱ ﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۸ جلد۵ مطلب لیس للاجیر الخاص ان یصلی النافلة مبحث الاجیر الخاص)

﴿ ۲ ﴾ قال العلامه شرنبلالی: وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافه لقوله علیه السلام : مامن مسلم یتوضأ فیحسن وضوء ة ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیها بقلبه الاوجبت له الجنة رواه مسلم کذا فی البرهان وندب صلاة الضحی علی الراجح وهی اربع رکعات لما رویناه قریبا عن عائشة رضی الله عنها وانه علیه السلام کان یصلی الضحیٰ اربعا ولا یفصل بینهما بسلام . ولما فی صحیح مسلم عن عائشه رضی الله عنها انه (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سنت مغرب کے ساتھ دو رکعت نفل ملانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں کا یہ معمول ہے کہ مغرب کی دو رکعت سنت کی نیت باندھ کر چار رکعت پڑھتے ہیں اور نیت دو رکعت کی ہوتی ہے اوران چار رکعت نماز میں آخری دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاد محمد خان سرڈھیری چارسدہ ۱۹۸۶ء/۷/۵

الجواب: قواعد کی رو سے یہ جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے افضل یہ ہے کہ نفل قیاما پڑھے (شامی ص۴۸۹ جلد ۱)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) علیہ السلام کان یصلی الضحیٰ اربع رکعات ویزید مایشاء فلذا قلنا: ندب اربع فصاعداً الی اثنتی عشرہ رکعة لما روی الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی الضحیٰ رکعتین لم یکتب من الغافلین ومن صلی ستا کفی ذلک الیوم ومن صلی ثمانیة کتبه الله من القانتین ومن صلی اثنتی عشرة رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة وندب صلاة اللیل خصوصاً آخره الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص۴۳۸ فصل فی صلاۃ الضحی واحیاء اللیالی)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراھة فی الاصح کعکسه.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۵۱۵ جلد ۱ باب الوتر والنوافل)

فصل فی التہجد وصلاۃ التسبیح

تہجد میں طول قیام افضل ہے یا تعدد رکعات؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تہجد میں طول قیام افضل ہے یا تعدد رکعات؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۱۹۷۴ء/۴/۲

الجواب: طول قیام افضل ہے ﴿۱﴾ لیکن دو رکعت تہجد پر اکتفاء کرنا فعل رسول بھی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: اختلف النقل عن محمد في هذه المسئلة فنقل الطحاوى عنه في شرح الآثار ان طول القيام احب ونقل في المجتبى عنه العكس ونقل عن ابى يوسف انه فصل فقال اذا كان له ورد من الليل بقراءة من القرآن فالا فضل ان يكثر عدد الركعات والا فطول القيام افضل لان القيام في الاول لايختلف ويضم اليه زيادة الركوع والسجود قال اصحابنا طول القيام افضل وقاضى الشافعى كثر الصلاة افضل والصحيح قولنا ثم قال وروى عن ابى يوسف انه قال الىٰ اخرما مروظاهر كلامه ان هذا قول ائمتنا الثلاثة حيث لم يتعرض الا لخلاف الشافعى ويؤيده مامر عن الطحاوى. (ردا لمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۰۱ جلد ۱ قبيل مطلب قولهم كل شفع من النفل صلاه الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين : (قوله وأقلها على مافى الجوهرة ثمان) قيد بقوله على مافى الجوهرة لانه في الحاوى القدسى قال يصلى ماسهل عليه ولو ركعتين والسنة فيها ثمان ركعات باربع تسليمات. والتقييد باربع تسليمات مبنى على قول الصاحبين وأما على قول الامام فلا كما ذكره فى الحلية وقال فيها أيضا وهذا بناء على أن أقل تهجده صلى الله عليه وسلم كان ركعتين وأن منتهاه ثمانى ركعات أخذ ممافى مبسوط السرخسى ثم ساق تبعا لشيخه المحقق ابن الهمام الاحاديث الدالة على ما عينه في (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نفل اور تہجد کا لغوی معنیٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفل اور تہجد کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟ واضح فرماوے۔ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی دوسلی کیمپ بنوں......۱۹۸۸ء/۲/۱۱

الجواب: نفل زیادت کو ﴿۱﴾ اور تہجد ترک نوم کو کہا جاتا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نوافل میں تہجد کی بہت فضیلت ہے۔

سوال: نماز تہجد کی فضیلت ارشاد فرماویں کہ نوافل میں اس کا کیا درجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ابن شیر محمد ترلاندی صوابی مردان......۲۴/صفر۱۳۸۹ھ

(بقیہ حاشیہ) المبسوط من منتهاه وحديث ابی داود الدال على ان اقل تهجده ﷺ اربع سوى ثلاث الوتر وتمام ذلک فيها فراجعها لكن ذكر آخر اعنه ﷺ من استيقظ من الليل وايقظ اهله فصليا ركعتين كتبا من الذاكرين الله كثيرا والذاكرات رواه النسائی وابن ماجه وابن حبان فی صحيحه والحاكم وقال المنذری صحيح على شرط الشيخين.

(ردالمحتار هامش الدرالختار ص ۵۰۶ جلد ۱ :مطلب فی صلاة الليل :باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾قال العلامه شرنبلالی :النفل فی اللغة عبارة عن الزيادة و منه سميت الغنيمة نفلا لانهازائدة على ما وضع له الجها دو هو اعلاء كلمة الله تعالىٰ ومنه قول لبيد من الرمل : ان تقوىٰ ربنا خير نفل .وسمی ولدالزنا نافلة لهذا.(امدادالفتاح ص ۴۲۴ فصل فی النوافل)

﴿۲﴾قال العلامه ابن عابدين :ان صلاة الليل المحثوث عليهاهی التهجد وقد ذكر القاضی حسين من الشافعية انه فی الاصطلاح التطوع بعد النوم وايد بمافی معجم الطبر انی من حديث الحجاج بن عمرورضی الله عنه يحسب احد كم اذا قام من الليل يصلی حتی يصبح انه قد تهجد انماالتهجد المرء يصلی الصلاة بعد رقده ولان التهجد ازالة النوم بتكلف مثل تأثم ای تحفظ عن الاثم الخ.(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۰۶ جلد ۱ :مطلب فی صلاة الليل)

الجواب: نوافل میں یہ بہت بہتر نماز ہے﴿۱﴾۔فقط

نعمت وراحت اور خوشی کے میسر آنے پر صلوۃ شکر ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کی ایت "لئن شکرتم لازیدنکم" سے استنباط کرتے ہوئے ایک صاحب نے کہا کہ کسی نعمت وراحت اور خوشی کے میسر آنے پر دو رکعت نماز شکر ادا کرنا بھی مستحب ہے۔ جو صحابہ کرام اور اولیاء کرام کا معمول رہا ہے۔ کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق، ڈی۔۵۵۲ راولپنڈی ۱۹۶۹ د ۱۴

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی بناء پر یہ استنباط صحیح ہے۔ کیونکہ روایت ترمذی میں وارد ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا جاءہ امر سروراً اویسر بہ خر ساجداً شاکراً للہ تعالیٰ ﴿۲﴾ وفی اللمعات وھم (ابو حنیفہ و مالک) یقولون ان المراد بالسجدة الواقعة فی تلک الاحادیث والاثار الصلاة عبر عنها بالسجدة وهو كثير اطلاقاً للجزء على الكل ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله وصلاة اللیل) أقول هی أفضل من صلاة النهار کما فی الجوهرة ونور الایضاح وقد صرحت الأیات والاحادیث بفضلها والحث علیها قال فی البحر فمنها مافی صحیح مسلم مرفوعا أفضل الصلاة بعد الفریضة صلاة اللیل وروی الطبرانی مرفوعا لا بدمن صلاة بلیل ولو حلب شاة وما کان بعد صلاة العشاء فهو من اللیل وهذا یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم ولانه المفهوم من اطلاق الأیات والاحادیث ولان التهجد ازالة النوم بتکلف مثل نائم أی تحفظ عن الاثم نعم صلاة اللیل وقیام اللیل أعم من التهجد وبه یجاب عما أورد علی قول الامام أحمد هذا ما ظهر لی والله أعلم. (ردالمحتار هامش الدرالختار ص ۵۰۶ جلد ۱ مطلب فی صلاة اللیل)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۳۱ جلد ۱: باب فی سجود الشکر)

﴿۳﴾ وفی الهندیه وسجدة الشکر لاعبرة لها عند ابی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صلاۃ تسبیح کا افضل وقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تسبیح کا بہترین وقت کونسا ہے؟ صرف وقت کے متعلق تحریر کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زاہد میڈیم رجمنٹ ایل اے ڈی ۱۷/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: صلوٰۃ ظہر سے پہلے پڑھنی چاہئے۔ (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) حنیفة رحمه الله تعالىٰ وهي مكروهة عنده لا يثاب عليها وتركها اولى. (فتاوى عالمگيريه ص ۱۳۵ جلد ۱ مسائل سجده الشكر)

وقال العلي القارى: سجدة الشكر سنة عند الشافعي وليست بسنة عند ابى حنيفة خلافاً لصاحبيه فقالوا المراد بالسجود الصلاة وحجتهم فى هذا التأويل ما ورد فى الحديث ان النبى ﷺ لما اتى برأس ابى جهل خر ساجداً وقد روى عبد الله بن ابى او فى رأيته ﷺ صلى بالضحى ركعتين حين بشر بالفتح او برأس ابى جهل الخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكواة ص ۲۰۲ جلد۳ باب فى سجود الشكر)

﴿۱﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: وقال المعلى يصليها قبل الظهر. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۰۸ جلد ۱: مطلب فى صلاة التسبيح)

باب التراویح

پیغمبر علیہ السلام ہر رات کو رمضان میں تراویح پڑھتے تھے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ السلام نے تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی شب پڑھی ہیں؟ بینوا ترو جروا

المستفتی: عبداللہ لنڈی کوتل......۱۹۷۵ء/۱۱/۲۵

الجواب: پیغمبر علیہ السلام ہر رات کو رمضان میں تراویح پڑھتے تھے البتہ جماعت کبریٰ کے ساتھ تین رات ادا کئے ہیں ﴿۱﴾ اور جماعت کبریٰ علی طریق الدوام خلیفہ ثانی کے دور میں شروع ہوئی ہے ﴿۲﴾ اور اس زمانہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں ﴿۳﴾ اور چونکہ کسی چیز کا عدد رائے اور قیاس سے معلوم نہیں ہوتا لہٰذا قواعد کی رو

﴿۱﴾ عن عائشة ام المؤمنين ان رسول الله ﷺ صلىٰ ذات ليلة فى المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم ولم يمنعنى من الخروج اليكم الاانى خشيت ان يفرض عليكم وذلك فى رمضان. (صحيح البخارى ص ۱۵۲ جلد ۱ باب تحريض النبى ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب)

﴿۲﴾ عن سائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب فى شهر رمضان بعشرين ركعة الحديث وقال الشعرانى فى كشف الغمه، وكانوا يصلونها فى اول زمان عمر بثلاث عشرة ركعة وكان امامهم ابى بن كعب وتميما الدارى ثم ان عمر امر بفضلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلث منها وتراً واستقر الامر على ذلك فى الامصار.
(التعليق الحسن على اثار السنن ص ۲۰۴ باب فى التراويح بعشرين ركعة)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن عبد القارى قال خرجت (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سے یہ عدد بیس مرفوع ہوگا، نیز حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین﴿۱﴾ کی بنا پر بیس رکعت سنت نبوی ﷺ ہوگا یہ ناممکن ہے کہ شرالقرون کے اہل حدیث خیرالقرون کے خلفاء سے زیادہ متبع سنت ہوں، واما حدیث لایزید فی رمضان ولافی غیرہ علی احد عشر رکعة فمحمول علی التہجد بدلیل ولا فی غیر رمضان وکذا محمول علی الغالب ﴿۲﴾ فافہم وللتفصیل مقام آخر. وھوالموفق

تراویح میں جماعت نبی ﷺ اور خلفاء کے دور سے معمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ اور خلیفہ اول کے زمانہ میں نہیں پڑھی گئی ہے اور خلیفہ دوم کے حکم سے باجماعت پڑھی گئی لیکن اس حکم کو خلیفہ چہارم نے منسوخ کر دیا، کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نذیر احمد چیف گڈز کلرک ریلوے گودام مردان ۱۹۷۰ء/۱۰/۱۳

(بقیہ حاشیہ) مع عمر بن الخطاب لیلة الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلاتہ الرھط فقال عمرانی لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلة اخریٰ والناس یصلون بصلاة قارئھم قال عمر نعمت البدعة ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ، رواہ البخاری. (مشکوٰة المصابیح ص ۱۱۵ جلد ۱ باب قیام شھر رمضان الفصل الثالث)

﴿۱﴾ (مشکوٰة المصابیح ص ۳۰ جلد ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

﴿۲﴾ قال الشیخ محمد ذکریا الکاندھلوی: قال شیخ مشائخنا مولانا الجنجوھی کان السائل ظن ان رسول اللہ ﷺ لعلہ کان یزید فی رمضان علی ماتھجد فی غیرہ فردتہ بقولھا ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ ای فی غالب الاحوال والاوقات فالغرض الانکار علی زیادة رکعات التھجد لخصوصیتہ رمضان فلا ینافیہ ماکان یصلیہ فی بعض الاحیان فوق احدی عشرة رکعة وکذا لا تعلق لہ بصلاہ التراویح نفیا ولا اثباتا. (فتح الملھم شرح الصحیح المسلم ص ۲۹۱ جلد ۲ باب صلاة اللیل وقدر رکعات النبی ﷺ)

الجواب: پیغمبر ﷺ نے تراویح کو جماعت کبریٰ کے ساتھ تین رات پڑھی ہیں (رواہ البخاری) اور بقیہ راتوں میں عذر (خوف فرضیت) کی وجہ سے جماعت کبریٰ کو ترک کیا ہے ﴿۱﴾ اور جوامر عذر کی وجہ سے متروک ہو جائے وہ حکماً معمول شمار ہوتا ہے پس گویا کہ پیغمبر ﷺ نے جماعت کبریٰ پر دوام حکمی کیا ہے ﴿۲﴾ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس امر کے متعلق کوئی تغیر وتبدیل نہیں کیا، البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کی تمنا کو پوری کی اور جماعت کبریٰ پر دوام حقیقی کی تمنا کو معمول بنائی ﴿۳﴾

﴿۱﴾ عن عائشة ام المؤمنين ان رسول الله ﷺ صلىٰ ذات ليلة في المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم ولم يمنعنى من الخروج اليكم الاانى خشيت ان يفرض عليكم وذلك في رمضان. (الصحيح البخارى ص ۱۵۲ جلد ۱ باب تحريض النبى ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: وفي رواية البخارى نعم البدعة هذه ليس المشار اليه قيام رمضان لانه سنة الرسول، ولا قيامه بالجماعة الصغرىٰ لان النبى ﷺ لم ينكر على ابى بن كعب حين صلى بنسوة وكذا حين صلى بالناس في ناحية المسجدو لاالجماعة الكبرىٰ لان النبى ﷺ فعلها ثلاث ليال، ولا الجماعة الكبرىٰ على وجه الدوام لان النبى ﷺ تركها خشية الافتراض ولو لاهذه الخشية لما تركها فهذه مواظبة حكماً وارادة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۲ جلد ۳ قبيل ابواب الحج عن رسول الله ﷺ)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن عبد القارى: انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط فقال عمر انى ارى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه والتى ينامون عنها افضل من التى يقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون اوله.

(صحيح البخارى رقم حديث: ۲۰۱۰ كتاب صلاة التراويح)

اورخلیفہ ثالث ورابع ودیگرائمہ نے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا، اثار میں مصرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تیسویں رات کوشوال کا احتمال ہوتراویح باقاعدہ ادا کئے جائیں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں اکثر تمیس رمضان کوشوال ہوتا ہے کیااس تقدیر پر کہ نہ کوئی شہادت ہو نہ قوی علامات ہوتمیس رمضان کی شب کوتراویح پڑھنا چاہئے یانہیں؟اگر پڑھنے چاہئے تو مقررہ وقت پر یارات کے آخری حصہ میں؟ کیاوتر کو باجماعت پڑھیں گے یابغیر جماعت کے؟اگرعید الفطر ہواتو وتر کااعادہ لازم ہے یانہیں؟اوراگرشہادت نہ ہولیکن قوی علامات موجود ہوتو پھر کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: سیف اللہ بنوی.....۱۹۶۹ء/۱۰/۷

الجواب: اس رات کوشوال ہونے کا احتمال ہمیشہ اور ہر وقت ہوتا ہےلہٰذا جب تک شوال کاحکم نہ ہو ﴿۲﴾ تو تراویح اوروتر باقاعدہ باجماعت ادا کئے جائیں گے،اوروتر کااعادہ نہ لازم ہےاور نہ مستحب

﴿۱﴾ قال البیھقی: و روینا عن شتیر بن شکل و کان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمھم فی شھر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث وفی ذلک قوة لما اخبرنا ابوالحسن بن الفضل القطان ببغداد(بسند متصل) عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامرمنھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتربھم وروی ذلک من وجہ آخرعن علی.

(السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۴۹۹ جلد۲ باب فی عدد رکعات القیام فی رمضان)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم : (قولہ ویثبت رمضان برؤیة ھلالہ او بعد شعبان ثلاثین یوماً) لحدیث الصحیحین صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین.

(البحر الرائق ص ۲۶۳ جلد۲ کتاب الصوم)

ہے﴿۱﴾اورعلامات مثلاً شہر سے حسب عادت بندوقوں کی آواز پر اعتماد صحیح ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

مسجد کی بجائے چوک میں تراویح کی جماعت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اور اس کے ساتھ چند آدمی ایک چوک میں نماز پنجگانہ اور تراویح پڑھتے ہیں جہاں صفائی بھی نہیں ہے حقہ سگریٹ وغیرہ کی گندگی بالفعل موجود ہے اور یہ چوک مسجد سے چالیس گز دور ہے اور مسجد میں آنے سے کوئی مانع شرعی بھی موجود نہیں ہے صرف سستی کی وجہ سے مسجد حاضر نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہماری جماعت سنت کے طریقہ سے ادا ہوتی ہے کیا ان کی یہ باتیں درست ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل ولی پائی ضلع ٹانک دارالعلوم ارشادیہ

الجواب: یہ اشخاص مسجد کی فضیلت سے محروم ہیں لیکن جماعت کی فضیلت سے محظوظ ہیں لتحقق الجماعة﴿۳﴾ نعم تکره الصلوٰة ان کان فی الطریق او تحقق ما یشغل باله

﴿۱﴾ قال ابراھم الحلبی: ولایصلی الوتر بجماعة الا فی شھر رمضان ومعناه الکراھة دون عدم الجواز...... واما فی رمضان فلا خلاف فی نفی کراھة الجماعة فیه ولکن اختلفوا فی الافضل ففی فتاوی قاضی خان الصحیح ان الجماعة افضل لانه لما جازت الجماعة کانت افضل اعتباراً بالمکتوبة. (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۴۰۱ بحث التراویح والوتر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: قلت والظاهر انه یلزم اهل القریٰ الصوم بسماع المدافع اورؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۹۹ جلد ۱ مطلب الاعتماد علی قول الحساب مردود)

﴿۳﴾ قال العلامة حلبی رحمه الله: وان اقیمت التراویح فی المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلی فی بیته فقد ترک الفضیلة لا السنة ...... وان صلی واحد فی بیته بالجماعة حصل لهم ثوابها وادرکوا فضلها ولکن لم ینالوافضل الجماعة التی تکون فی المسجد لزیادة فضیلة المسجد وتکثیر جماعته واظهار شعائر الاسلام.

(غنیة المستلی المعروف بالکبیری ص ۳۸۴ فصل فی النوافل)

صرح العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وھوالموفق

بیس رکعت تراویح بغیر تعدیل ارکان اورآٹھ تعدیل کے ساتھ دونوں غلطی پر ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام بیس رکعت تراویح مع وتر وفرض بیس منٹ میں پورا کرتے ہیں جس میں نہ تسبیحات پڑھے جاتے ہیں نہ تعدیل الارکان ہو سکتا ہے جبکہ دوسری مسجد میں آٹھ رکعت تراویح مع وتر وفرض بیس منٹ میں مع تعدیل الارکان و غیرہ کے ہوتے ہیں اس صورت میں کس امام کا اقتدا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ......۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: یہ دونوں طریق فضل سے خالی ہیں اور یہ دونوں بدنصیب ہیں ﴿۲﴾۔ وھوالموفق

ایک جگہ تراویح پڑھا کر دوسرے امام کے پیچھے تراویح میں اقتدا کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام اپنی قوم کومختصراً تراویح پڑھانے کے بعد دوسری مسجد میں آ کر حافظ کے پیچھے قرآن سننے کیلئے اقتدا کرتا ہے امام صاحب جواز کیلئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ملفوظات کا حوالہ دیتے ہیں جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ یہ تداعی الی النوافل بالجماعة کی صورت ہے جس کو فقہاء نے منع فرمایا ہے اب کیا صورت ہوگی جائز یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ ارشادالدین زیارت کاکا صاحب نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۱۰/۱۴

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وکذا کل ما یشغل باله عن افعالها ویخل بخشوعها ..... وکذا تکره فی اماکن کفوق کعبة وفی طریق ، قال ابن عابدین: وفی طریق لان فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له لانها حق العامة للمرور. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۷۹ جلد ۱ قبیل مطلب تکره الصلاة فی الکنیسه)

﴿۲﴾ قال الحصکفی : ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة. (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد ۱ قبیل باب ادراک الفریضة)

الجواب: زید کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے، کما فی شرح الکبیر ص ۳۵۲ ولو ام رجل فی التراویح ثم اقتدأ بآخر فی تراویح تلک اللیلۃ ایضا لا یکرہ لہ ذلک کما لو صلی المکتوبۃ اماماً ثم اقتدیٰ فیہا متنفلا بامام آخر ﴿۱﴾. وھو الموفق

تمام اہل محلہ کا تراویح میں جماعت چھوڑ کر گھروں میں پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد بستی کی مسجد چھوڑ کر چند معتبرین علاقہ کی خوشامد کے طور پر ان کی بیٹھکوں میں نماز تراویح پڑھاتے ہیں جبکہ اس بستی کی مسجد بالکل غیر آباد ہے وہاں چند غریب آدمی اپنی انفرادی نماز ادا کرتے ہیں اور امام مسجد کسی اور مقام پر جا کر تراویح پڑھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۶ء/۱۰/۱۴

الجواب: اس محلہ کے لوگ تارک السنۃ ہیں، لان الجماعۃ فیہا سنۃ علی سبیل الکفایۃ حتی لو ترک اھل المحلۃ کلھم الجماعۃ وصلوا فی بیوتھم فقد ترکوا السنۃ، شرح الکبیر ص ۳۴۷ ﴿۲﴾ امام اور غیر امام تمام کا حکم یکساں ہے۔ وھو الموفق

فاتح مقرر کئے بغیر تراویح پڑھانا صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قرآن رمضان شریف میں ختم تراویح کرتا ہے اور اپنے پیچھے فاتح مقرر نہیں کرتا حالانکہ بعض دفعہ حافظ غلط بھی ہو جاتا ہے جس کا تدارک بغیر فاتح کے ناممکن ہے از روئے شریعت یہ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمستعان کاٹلنگ مردان......۱۹۷۲ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل)
﴿۲﴾ (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ص ۳۸۴ فصل فی النوافل)

الجواب: جب فرض نماز پڑھنا بغیر فاتحہ کے درست ہے اور مکروہ نہیں ہے تو تراویح کا بلا فاتحہ پڑھنا بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ وھو الموفق

عرب ممالک میں احناف کیلئے تراویح میں حنفی امام کا اہتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم عرب امارات میں مقیم ہیں وہ اہل حدیث لوگ تراویح بارہ رکعت اور وتر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں ہم یہاں ساٹھ ستر پاکستانی ہیں اگر ہم رمضان میں حنفی امام رکھ کر اپنے ڈیرہ میں تراویح کا اہتمام کریں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۲/۱۸

الجواب: اگر قانونی خطرہ نہ ہو تو یہ طریقہ افضل ہے، لان الافضل الاقتداء بمن یوافق فی الفروع کما فی ردالمحتار ص ۲۹۶ جلد ۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وھو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان اگر قوم کو تکلیف ہو تو زیادہ نہ بیٹھنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگوں میں سے دو تین آدمی تراویح کے بعد اور وتر سے پہلے نوافل پڑھتے ہیں اور عوام کو اس انتظار میں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ضعیف بھی نماز میں شامل ہوتے ہیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ تراویح کے بعد متصل وتر پڑھو اور وتر کے بعد کسی کو چاہئے جتنے نوافل پڑھ سکتے ہیں، پڑھ لیں، یہ مسئلہ زید، بکر نے تسلیم نہیں کیا اور امام

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ان الاقتداء بالمخالف المراعي في الفرائض افضل من الانفراد اذ لم يجد غيره والا فالاقتداء بالموافق افضل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۷ جلد ۱ مطلب اذا صلى الشافعي قبل الحنفي هل الافضل الصلاة مع الشافعي ام لا باب الامامة)

کے خلاف ہو گئے اور صف سے نکل کر علیحدہ نفل پڑھتے ہیں اس میں مولوی صاحب کس حد تک صحیح ہے اور زید و بکر کس حد تک؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدوس خان پشتون گھڑی پشاور

الجواب: اگر قوم کو تکلیف ہو تو ان افراد کا انتظار نہ کرنا چاہئے (فی الهندیه ص ۱۲۲ جلد ۱) ویستحب الجلوس بین الترویحتین قدر ترویحة وکذا بین الخامسة والوتر كذا في الكافي وهكذا في الهدایه ولو علم ان الجلوس بين الخامسة والوتر يثقل على القوم لا يجلس هكذا في السراجيه (۱). وهو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان انفراداً نفل پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ تراویح کے بعد اور وتر سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق اکوڑہ خٹک ۱۹۸۷ء/۱۱/۲۹

الجواب: تراویح اور وتر کے درمیان انفراداً نفل پڑھنا جائز ہے، كما في شرح التنوير على هامش ردالمحتار ص ۴۹۵،۴۹۶ جلد ۱ وكذا بين الخامسة والوتر ويخيرون بين تسبيح وقرأه وسكوت وصلوٰة فرادى (۲). وهو الموفق

غلطی سے دو رکعت کی بجائے چار رکعت تراویح قعدہ اولیٰ کے بغیر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں اگر دو رکعت کی بجائے

---

(۱) (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۵ جلد ۱ فصل في التراويح)

(۲) (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ باب الوتر والنوافل)

چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھی جائے تو یہ تراویح صحیح ہوئے یا نہیں؟ اگر صحیح ہوئے تو دو رکعت شمار ہوں گے یا چار رکعت؟ اور ختم القرآن کی تلاوت دوبارہ کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن حقانی وزیرستان.....۱۹۷۹ء/۹/۱۵

الجواب: صورت مسئولہ میں دوسرا شفعہ مع القرآت معاد کرنا ہوگا، کما فی الهندیه ص۱۱۸ جلد ا وعن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف الیها رکعة اخریٰ کانت هذه الاربع عن تسلیمة واحدة وفیها ایضا واذا فسد الشفع وقد قرأ فیه لا یعتد بما قرأ فیه ویعید القرأة لیحصل له الختم فی الصلوٰة الجائزه وقال بعضهم یعتد بها کذا فی الجوهرة النیرة ﴿ا﴾. وهو الموفق

تراویح کے علاوہ نوافل میں قرآن پاک کی منزل سنانے کیلئے جماعت کا اہتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تراویح کے بعد یا کسی اور وقت میں نوافل میں جماعت کی صورت میں قرآن پاک کی منزل پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رمضان جلال پور جٹان گجرات.....۱۹۷۷ء/۹/۲۵

الجواب: چونکہ بیس رکعت سے زائد قیام اللیل قیام رمضان نہیں ہے لہٰذا تراویح پڑھنے کے بعد نوافل بلا جماعت ادا کئے جائیں گے باجماعت پڑھنا مکروہ ہوگا، جبکہ مقتدی تین سے زائد ہوں، کما فی البدائع ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان(بحواله ردالمحتار ص۴۷۶ جلد ا) وفی شرح التنویر ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان

﴿ا﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص۱۱۸ جلد ا فصل فی التراویح)

ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر ﴿۱﴾ انتھیٰ، والمراد من التطوع قیام رمضان بدلیل عبارۃ البدائع وبدلیل ما فی الھندیہ ص ۱۲۳ جلد ۱ ولو صلی التراویح ثم اراد ان یصلوا ثانیا یصلون فرادیٰ کذا فی التتارخانیہ﴿۲﴾. وھو الموفق

حافظ کا تراویح میں دوسری قوم کیلئے دوبارہ ختم کرنا اختلافی لیکن ترک سنت سے اولیٰ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک حافظ ایک جگہ عشرہ اولیٰ میں ختم قرآن تراویح میں کرچکا ہے تو کیا دوسری جگہ میں پھر پڑھا سکتا ہے؟ حالانکہ تراویح میں ختم قرآن ایک دفعہ سنت ہے اور حافظ کی سنت ادا ہوگئی ہے اب دوبارہ اس کا یہ عمل مستحب ہوگا اور مستحب کے ادا کرنے والے کے پیچھے سنت نماز کس طرح ادا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان خان ترناب فارم پشاور ۱۹۷۷ء/۹/۱۹

الجواب: جو حافظ تراویح میں ایک دفعہ ختم قرآن کرے تو دوبارہ ختم کرنے کی صورت میں دوسری قوم کی سنت ادا نہیں ہوتی ہے، یہی قول مختار ہے البتہ السم تسر کیف والی تراویح سے بہتر ہے، لان الاداء الاختلافی اولیٰ من ترک السنة اصلا، نیز جب حافظ دوسرے ختم کو نذر کرے تو قوم کی سنت ادا ہوگی (ماخوز از مجموعۃ الفتاوی للکھنوی)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۲۴ جلد ۱ مبحث صلاۃ التراویح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۱۶ جلد ۱ فصل فی التراویح)

﴿۳﴾ قال العلامہ عبد الحئی اللکھنوی: سغناقی میں ہے کہ ایک امام نے ایک قرآن شریف تراویح میں ایک قوم کے ساتھ ختم کیا اور پھر دوسرا دوسری قوم کے ساتھ تو اس دوسری قوم کے ذمہ سے سنت ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس امام کا دوبارہ ختم قرآن سنت نہیں ہے تو اس کیلئے یہ نفل ہوگا پس مقتدی نفل کا ثواب پائیں گے تراویح کا نہ پائیں گے اور رسالہ مولانا ناصر الدین حسام میں مسائل تراویح میں ہے کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حافظ کا ایک دفعہ ختم کرنے کے بعد دوبارہ نئی قوم کیلئے ختم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک حافظ ایک مسجد میں ختم تراویح کرے اور پھر دوسری مسجد میں دوسرا ختم شروع کرے تو کیا اس حافظ صاحب اور عوام کا ختم مسنونہ ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری حضرت گل ضلع بنوں.....۱۹۷۸ء/۹/۱

الجواب: جس حافظ نے ایک دفعہ تراویح میں ختم سنایا ہو وہ نئی قوم کو تراویح میں ختم سنا سکتا ہے اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے (وتمام البحث فی مجموعة الفتاویٰ ص۲۲۷، ۲۲۸ جلد ۱) ﴿۱﴾ قلت قولهم ان الختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثاافضل ﴿۲﴾ يدل على ان هذا الامام اقوىٰ حالاً من القوم لانه الادنى ونظيره ما اذا ام ذلک الحافظ فی التراويح ويقرأ الم تركيف على قول من قال لا يكره له ترک التراويح، فافهم، وقلت:

(بقیہ حاشیہ) اگر کوئی سوال کرے ایک امام کے متعلق جس نے ایک قرآن شریف تراویح میں ختم کیا اور پھر دوسرا شروع کیا تو اس کی اقتدا ان لوگوں کو جائز ہے جنہوں نے ختم نہیں سنا ہے، اور اگر وہ لوگ اقتدا کریں تو یہ ختم محسوب ہوگا یا نہیں، میں کہوں گا کہ یہ مسئلہ اساتذہ دہلی کی مجلس میں ایک عرصہ تک زیر بحث رہا ہے بعض نے کہا کہ اقتدا درست نہیں کیونکہ اس میں قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئے گی، کیونکہ مقتدی کی تراویح سنت مؤکدہ ہے اور امام کی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ نفل ہے اور نفل سے سنت زائد قوی ہے اور انہوں نے اس صورت کا قیاس کیا ہے اس صورت پر جس میں فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور بعض نے کہا جائز ہے پس جب اس کے سقوط ختم اور عدم سقوط میں اختلاف واقع ہوا تو امام کو چاہئے کہ ختم ثانی کو مع تراویح اپنے اوپر نذر کر کے اختیار کرے اور کہے لله علی ان اختم القرآن فی صلوٰة التراویح، تاکہ امام کا ختم واجب اور مقتدیوں کی اقتدا درست ہو جائے۔ وتفصيله فی خزانة الرواية. (مجموعة الفتاویٰ ص۲۰۵، ۲۰۴ جلد ۱ کتاب الصلوة)

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاویٰ للكهنوی ص ۲۲۴ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ مبحث صلاة التراويح)

ان قدروی بعض اهل العلم عن کنز الفتاویٰ ام قوماً فی التراویح وختم فیها ثم ام قوماً آخرین له ثواب الفضیلة ولهم ثواب الختم انتهیٰ ﴿۱﴾ فهو الراجح لانه لافرق بین الصلاتین فی الارکان والواجبات فکیف یکون اقتداء القوی بالضعیف والاعتبار للصلاة دون شئ آخر. فافهم

حفاظ کو ختم تراویح میں رقم دینا ہدیہ ہوتا ہے اجرت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینے کے بارے میں کہ آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بہار شریعت حصہ چہارم میں ہے کہ پڑھنے سننے والے اگر بیشتر یہ کہدیں کہ نہیں لیں گے نہیں دیں گے اور پھر بعد میں لے لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد خطیب مرکزی جامع مسجد ٹہی تلہ گنگ کیمل پور ۱۹۶۹ء/۱/۱/۵

الجواب: چندہ دہندگان کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم جو حافظ کو دی جاتی ہے ہدیہ کے طور پر ہوتی ہے اور ہدیہ کے لینے اور دینے میں خواہ معروف ہو یا مشروط ہو کوئی حرج نہیں، والحرج انما هو فی الاجرة سواء کانت مشروطة او معروفة وکلتا هما منتفیان لعدم عقد الاجارة بالقول ولابالتعاطی فتدبر. نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ اجرت معروفہ ہے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حفاظ کو یہ رقم صرف ختم قرآن کے معاوضہ میں نہیں دی جاتی ہے اور نہ صرف امامت کے معاوضہ میں دی جاتی ہے بلکہ حافظ کو یہ رقم اس وقت دی جاتی ہے جبکہ امام بن کر تراویح میں رکن قرأت تمام قرآن کو بنائے یعنی یہ امامت خاصہ کا معاوضہ ہے اور امامت پر اجرت لینا مفتی بہ قول پر

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاوی للکهنوی ص ۲۲۴ جلد ۱ کتاب الصلاة)

جائز ہے﴿۱﴾۔ کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتاب الاجارات، وماروی انه علیه الصلاۃ والسلام قال اقرء وا القرآن ولا تأکلوا به، فانما هو امر من الاقرأ لا من القرأۃ لان الفقهاء انما استدلوا به لعدم جواز اخذ الاجرۃ علی التعلیم فالتقریب انما یتم علی التقدیر الاول فافهم وراجع الی العرف ومسئلة رزق القاضی. وهو الموفق

حافظ کو ختم تراویح میں کچھ دینے کے بارے میں معطی کی نیت معتبر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر رمضان میں ایک حافظ ختم قرآن کیلئے مقرر کیا جائے وہ کچھ مانگتا نہیں لیکن لوگ بہر حال کچھ دیتے ہیں تو اب اس بارے میں یہ طریقہ اچھا ہے کہ جس کا جی چاہے حافظ کو دیدیں یا یہ طریقہ کہ فلاں فلاں اتنا اتنا روپے دیدیں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سمیع الحق اچینی پایان پشاور......۱۹۷۷ء/۹/۲۳

الجواب: چونکہ نیت معطی کا معتبر ہے، لہٰذا یہ دونوں طریقے برابر ہیں یعنی اگر معطی نے ہدیہ (شکرانہ) اور اکرام کی نیت کی ہے تو بلا اختلاف جائز ہے اور اگر اجرت (فیس) کی نیت کی ہو تو اس میں اختلاف ہے، مال اکثر الاکابر الی عدم الجواز لانها اجرۃ التلاوۃ ومال البعض الی الجواز لانها اجرۃ الامامة المقیدۃ بقراءۃ مخصوصة وهو الاقویٰ والاول احوط﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۳۸ جلد۵ باب الاجارۃ الفاسدۃ)

﴿۲﴾ وقال فی المنهاج: واماما یعطی الحفاظ فی رمضان عند ختم القرآن فالحق انه جائز لانها هدیة معروفة لیست باجرۃ ویشهد له حدیث الترمذی عن انس رضی الله عنه ان رجلا من کلاب سأل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال یا رسول الله انا نطرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة والاعتبار لنیة الدافع دون الآخذ فافهم ولو سلم انه اجرۃ فلا حرج فیه ایضا لانها لیست عوض التلاوۃ البحتة ولا الامامة البحتة بل هی عوض الامامة المسنونة المخصوصة ولا ضیر فی اخذ الاجرۃ علی الامامة المقیدۃ .. (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حافظ کو کچھ دینا صلہ، مکافات اور اکرام کے طور پر معروف ہے نہ کہ اجرت کے طور پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ **المعروف کالمشروط** کی بنا پر رمضان میں حافظ کو جو رقم وغیرہ دی جاتی ہے یہ اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے ان لوگوں سے کئی دفعہ کہا ہے کہ اگر آپ کو حافظ صاحب کی خدمت کرنی ہے تو پہلے کیوں نہیں دیتے خاص ختم قرآن کی رات کو دینا صحیح نہیں کیونکہ اجرت باندھ کر قرآن مجید پڑھنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ، لہٰذا آپ صاحبان اس مسئلہ کو لکھ کر روانہ فرماویں تاکہ یہ لوگ اس قبیح کام سے رک جائیں۔ **واجرکم علی اللہ**

المستفتی: محمد عزیز اللہ خطیب جامع مسجد ڈیرہ لال حیدر آباد سندھ

الجواب: حافظ کو جو رقم دی جاتی ہے وہ غالباً صلہ، مکافات اور اکرام معروف ہوتا ہے نہ کہ اجرت مشروط یا معروف ہوتی ہے کیونکہ نہ عقد اجارہ موجود ہے اور نہ کوئی اشتراط متحقق ہے اور نہ کوئی خاص اجرت پر عرف جاری ہے اور نہ حافظ حاکم یا قاضی کے پاس مطالبہ کر سکتا ہے بخلاف مزدور اور اجیر کے کہ اس کی اجرت شرط یا عرف سے معلوم ہوتی ہے اور وہ مرافعہ **الی القاضی** بھی کر سکتا ہے پس حافظ کو یہ رقم دینا جائز ہے، **یدل علیه ما روی الترمذی عن انس رضی الله عنه ان رجلاً من کلاب سأل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال انا نطرق الفحل فنکرمه فرخص له فی الکرامة** ﴿۱﴾ **انتهی**، علاوہ ازیں یہ کہ یہ رقم حافظ کو صرف ختم قرآن کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے جیسا کہ صرف امامت کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے بلکہ یہ رقم امامت مخصوصہ (جس کا رکن قرأت تمام قرآن ہو) پر دی جاتی ہے تو اس رقم کو ہم ناجائز نہیں کہہ سکتے ہیں، **و آراء الاکابر فیه مختلفة.**

ملاحظہ: ...... یہ جواب ہمارے علاقہ کے عرف پر مبنی ہے۔ **وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) بمکان اوزمان او قرأة سورة وسور هذا. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۹۰ جلد ۲ باب کراهیة ان یاخذ المؤذن علی الاذان الاجر)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ص ۱۵۳ جلد ۱ باب ماجاء فی کراهیة عسب الفحل)

تراویح میں سرعت قرأت وترک قومہ وجلسہ منکرات ومکروہات ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں اس قدر جلدی کرنا کہ قرأت، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ وغیرہ میں اس قدر تخفیف کرے کہ نماز کی اصلیت بالکل کھو جاتی ہے کیا اس طرح بہت جلدی جلدی تراویح پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فرید عرف فریدی شہر مردان.....۲۴/رمضان ۱۴۰۶ھ

الجواب: ائمہ مساجد کی تراویح میں یہ سرعت قرأت، قومہ وجلسہ کا ترک کرنا وغیرہ تمام کے تمام منکرات اور مکروہات ہیں، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۴۷۵ جلد ۱ ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة ﴿۱﴾. وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعے تراویح پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ تلاوت کے لازم ہونے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک بذریعہ لاؤڈ سپیکر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) سجدہ تلاوت جو عام لوگ سنتے ہیں وہ اکثر بے وضو رہتے ہیں ان کے ذمہ سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳) نیز اس دوران بازاروں، حجروں اور گھروں میں لوگ گپ شپ اڑاتے ہیں کیا یہ لوگ گناہ میں واقع ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شمس العارفین عرف قریشی صاحب حق صاحب کانگڑہ چارسدہ ۱۹۷۶ء/۱۰/۱۴

الجواب: (۱) لاؤڈ سپیکر میں تراویح پڑھنا (ختم کرنا) بذات خود ممنوع نہیں ہے، البتہ ایذاء اور اشتباہ اصوات وغیرہ عوارض کی وجہ سے ممنوع ہوگا ﴿۲﴾۔ (۲) اہل فن سے مراجعت کرنے کے بعد معلوم

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد ۱ قبیل باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: وفی حاشیه الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتا ہے کہ اس آلہ سے اصل آواز بلند ہو کر سنی جاتی ہے تو اس تحقیق کی بنا پر تمام سننے والوں پر سجدہ تلاوت لازم ہوگی جو کہ عبادت ہے گناہ نہیں ہے، والا سرار ادب لمن یقرأ خارج الصلاة فافهم ﴿۱﴾.

(۳) یہ لوگ خود جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں حافظ نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے ﴿۲﴾۔

ملاحظہ:...... مقامی باا ثر مسلمانوں پر ضروری ہے کہ بلند آواز سے ریڈیو وغیرہ بجانے والوں کی ایذا سے دیندار لوگوں اور نمازیوں اور بیماروں کو بچائیں۔ وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر پر ختم شبینہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آلہ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ سپیکر پر ختم شبینہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... ۱۸/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: لاؤڈ سپیکر پر تلاوت اور ذکر کرنا بذات خود جائز ہے البتہ ایذا کی صورت میں ناجائز ہے، کما یشیر الیه ما رواه الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او

(بقیه حاشیه) وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ.

(ردالمحتار علی هامش الدرالمختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاہ وما یکره فیها)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله واستحسن اخفاء ها الخ) لانه لو جهر بها لصار موجبا علیهم شیئا بما یتکاسلون عن ادائه فیقعون فی المعصیة فان کانوا متهیئین جهربها بحر عن البدائع قال فی المحیط بشرط ان یقع فی قلبه ان لا یشق علیهم اداء السجدة فان وقع اخفاها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۷۶ جلد ۱ قبیل باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۱۹ جلد ۵ الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقرأة القرآن الخ)

مصل الخ (ردالمحتار) ﴿۱﴾ مگر جو شخص لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ریکارڈنگ پر انکار نہیں کرتا اس کا شبینہ پر انکار نا قابل التفات ہے۔ وھو الموفق

غیر رمضان میں تین راتوں میں رسومات سے پاک ختم شبینہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر رمضان میں قرآن پاک کا ایسا شبینہ جو مروجہ رسومات سے پاک ہو جائز ہے یا ناجائز؟ (۱) جس میں جماعت میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو مقتدی صرف دو ہوں۔ (۲) لاؤڈ سپیکر کی آواز مسجد سے باہر نہ جاتی ہو۔ (۳) سامعین مسجد میں باادب سماعت کرتے ہوں۔ (۴) قرآن پاک کو قاری صاحب نوافل میں باآواز بلند پڑھتا ہو۔ (۵) آنحضرت ﷺ وجملہ اکابرین امت کو ایصال ثواب مقصود ہو۔ (۶) شبینہ تین راتوں میں ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: نصر اللہ رحیمی مسجد ذکریا فیصل آباد......۱۴۰۹ھ

الجواب: بہ ظاہر یہ شبینہ جائز ہے قواعد فقہ سے متصادم نہیں ہے۔ وھو الموفق

آٹھ رکعات تراویح پڑھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں بیس رکعات ثابت نہیں، کیا اس کا یہ قول درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد یوسف سرکی اٹک......۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: جو لوگ آٹھ رکعات تراویح مانتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ نہ تراویح اور تہجد میں فرق کرتے ہیں اور نہ حدیث کے الفاظ فی رمضان ولا غیرہ میں غور کرتے ہیں، غیر رمضان میں تہجد پڑھے جاتے ہیں نہ تراویح، علاوہ ازیں دیگر تصریحات سے بھی آنکھیں بند کرتے ہیں، کان فی ھذہ

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا

اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ، وهو ما رواه البیهقی عن ابن عباس انه علیه السلام صلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر ﴿۱﴾ وقال البیهقی استقر الامر علی عشرین وقال ایضاً کانوا یصلون عشرین رکعة فی عهد عمر وعثمان وعلی وفی کنز العمال ان ابیا رضی الله عنه کان یصلی لهم عشرین رکعة، وروی مالک عن یزید بن رومان مثله﴿۲﴾ . وهو الموفق

تراویح بیس رکعت ہیں خیر القرون میں آٹھ رکعت کسی کا مذہب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اشتہار منجانب اہل حدیث شائع ہوا ہے جس میں تحریر ہے کہ بیس رکعات تراویح ثابت نہیں البتہ آٹھ رکعات تراویح احادیث سے ثابت ہیں اور بیس پڑھنا مستحب ہے مگر سنت بیس رکعات نہیں الخ، کیا تراویح واقعی بیس رکعات ثابت نہیں؟ اور کیا واقعی آٹھ رکعت ثابت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر احمد خطیب جامع مسجد جوڑی

الجواب: واضح رہے کہ تراویح اور تہجد جدا جدا نمازیں ہیں تہجد تمام سال ہمارے نزدیک مسنون اور مستحب ہے اور تراویح صرف رمضان میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، ماسوائے رمضان کے دیگر مہینوں میں تراویح پڑھنا کسی کے نزدیک مسنون نہیں، لہٰذا یہ حدیث (جو اہلحدیث وغیرہ استدلال میں پیش کرتے ہیں) لا یزید فی رمضان ولا فی غیره الحدیث تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر بدلیل ولا فی غیره، اور غالب اوقات پر محمول ہے نہ کہ دوام پر بثبوت الزیادة فی روایات اخریٰ، پس اس

﴿۱﴾ (السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۴۹۸ جلد ۲ باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)
﴿۲﴾ عن یزید بن رومان :قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة. (السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۴۹۶ جلد ۲ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)

حدیث سے تراویح کے عدد پر استدلال کرنا قابل تسلیم نہیں ہے،نعم روی ابن خزیمة عن جابر رضی الله عنه عن النبی ﷺ ثمان رکعات ثم اوتر لاکنه فعل لیلة واحدة لیدل علی نفی الزیادة فی تلک اللیلة ولا فی غیرها ومع ذلک اتفق جمهور الصحابة والتابعین علی عشرین فی آخر الامر دون ثمان، قال البیهقی ثم استقر الامر علی عشرین وقال ایضا بالعناد صحیح انهم کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة﴿۱﴾ وعلی عهد عثمان وعلی وفی کنزل العمال ان ابیا رضی الله عنه صلی بهم عشرین رکعة وروی الامام مالک عن یزید بن رومان کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرین رکعة﴿۲﴾ وماروی عن مالک ان عمر امرابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة﴿۳﴾ فقال ابن عبد البر هذا وهم من مالک وقال البیهقی وابن حبیب المالکی انه فی اول الامر ثم استقرةلامر علی عشرین قلت فالراجح هو العشرون دون الثمانیة لانه معمول الخلفاء الراشدین وقال رسول الله ﷺ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین ﴿۴﴾ ولان العدد لا یعرف بالعقل فهذا و ان کان موقوفا ظاهرا لاکنه مرفوع حکماً والقیاس یوید نا لان السنن مکملات الفرائض وهی عشرون مع الوتر فافهم. ولا تکن من اهل البخاری وکن من اهل الحدیث، یہی وجہ ہے کہ ہم اور امام شافعی اور اہل مکہ بیس کو ترجیح دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ خیر القرون کے ائمہ میں آٹھ رکعات پڑھنا کسی کا مذہب نہیں ہے۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۶۹۹ جلد۲ باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)
﴿۲﴾ (السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۲۹۹ جلد۲ باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)
﴿۳﴾ (السنن الکبریٰ للبیهقی ص۲۹۸ جلد۲ باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)
﴿۴﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۰ جلد ۱ الفصل الثانی باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

المنهج الصحيح فی رکعات التراویح

اہل ظاہر عموماً یہ کوشش کرتے ہیں کہ عوام کو خیر القرون کے ائمہ سے بدظن کریں اور چند احادیث کو عوام کے سامنے رکھ کر امت کو فروعی مسائل میں مبتلا کر کے تفرقہ بازی کرتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ عدد رکعات تراویح بھی ہے جو بہت زور شور سے پیش کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے احادیث اور دلائل کی روشنی میں ان کے رد میں یہ مقالہ لکھا تھا جو بعض جرائد میں شائع ہوا تھا، اس باب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے تا کہ استفادہ میں زیادتی ہو۔ (از مرتب)

واضح رہے کہ ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، کما صرح به في الهنديه وشرح التنوير ومراقي الفلاح والجوهرة من كتب الحنفية وفي الروضة والتوشيح من كتب الشافعية والشرح الكبير من كتب المالكيه والروض ونيل المآرب من كتب الحنابلة.

البتہ نماز تراویح کے عدد میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی نماز کی عدد رکعات بیس ہے، كما صرح به في البدائع وغيره من كتب الحنفية، وفي المجموع من كتب الشافعية وهي رواية عن مالك كما في شرح المهذب، واختار ابو عمر ابن عبد البر المالكي كما في شرح التقريب وذكره ابن رشد في البداية عن احمد ورواه ابن قدامة في المغني عن احمد.

اور ابن قاسم نے مدونہ میں امام مالک سے روایت کی ہے کہ تراویح چھتیس رکعات ہیں اور وتر تین رکعات ہیں، اور امام ترمذی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی خاص عدد کے قائل نہیں ہیں ان

کے نزدیک اس میں توسع ہے آٹھ رکعات، بیس رکعات، چھتیس رکعات تمام کی تمام جائز ہیں، اور حنفیہ کے مشائخ میں سے علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت سنت رسول ہونے کی وجہ سے موکدہ ہیں اور بیس رکعات سنت خلفاء راشدین ہونے کی وجہ سے سنت زائدہ ہیں، بہرحال ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعات سے زائد (مثلاً بیس رکعات) کو بدعت یا مکروہ قرار نہیں دیا ہے، البتہ بعض غیر مقلدین نے آٹھ رکعات کو مسنون قرار دیا ہے اور اس سے زائد تعداد پر انکار کیا ہے اور اس مسئلہ کو طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ کی طرح بے علم اور کم علم لوگوں کے شکار کا دام بنا رکھا ہے، اعاذنا الله من شرور الفرق الشاذة المخالفة عن السواد الاعظم.

غیر مقلدین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں، وهو ما رواه البخاری ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على احدىٰ عشر ركعة، یعنی حضور ﷺ نہ تو رمضان المبارک میں گیارہ رکعت پر اضافہ فرماتے تھے اور نہ غیر رمضان میں (بخاری ص ۱۵۴ جلد ۱ كتاب التهجد). نیز یہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں، وهو ما رواه ابن خزيمة وابن حبان انه ﷺ قام بهم في رمضان فصلى ثماني ركعات ووتر، یعنی حضور اقدس ﷺ نے (صحابہ کے ساتھ) رمضان میں قیام فرمایا اور آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی اور وتر بھی پڑھے، قال النيموى مداره على عيسىٰ بن جارية قال الذهبى قال ابن معين عنده مناكير، وقال النسائى منكر الحديث وعنه ايضا متروك وقال ابو زرعة لا بأس به وقال في الخلاصه وثقه ابن حبان، وقال ابو داؤد منكر الحديث انتهىٰ.

نیز یہ لوگ سائب بن یزید کی حدیث سے تمسک کرتے ہیں، وهو ما رواه مالك في الموطأ، انه قال امر عمر بن الخطاب ابى بكر بن كعب وتميما الدارمى ان يقوم للناس باحدىٰ عشر ركعة. جمہور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں،

وھو ما رواہ ابن ابی شیبة والطبرانی والبیھقی انه علیه الصلوٰۃ والسلام یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر، یعنی حضور اقدس ﷺ رمضان المبارک میں سوائے وتر کے بیس رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے، **قال الزیلعی ھو معلول بابی شیبة وھو متفق علی ضعفه.**

اس حدیث کے معلول ہونے کے باوجود اس سے استدلال درست ہے کیونکہ اس حدیث کی امت نے تلقی کی ہے اور امام ابن قیم اور امام سیوطی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث کی امت تلقی کرے تو اس کو صحیح قرار دیا جائے گا، اگرچہ وہ حدیث سنداً غیر صحیح ہو، نیز اس حدیث کو خلفائے راشدین کے تعامل سے عظیم تائید اور تقویت حاصل ہوئی ہے۔

نیز جمہور امام بیہقی کی سنن کبریٰ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، **وھو ما رواہ یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة وفی عھد عثمان وعلی.**

اس حدیث سے واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ راشدین کے دور میں بیس رکعات پر استقرار آیا ہے اور اس پر تعامل اور توارث رہا ہے اور حدیث **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین (رواہ ابن ماجه وغیرہ)** کی بنا پر جیسا کہ سنت رسول کا اتباع ضروری ہے اسی طرح سنت خلفاء راشدین کا اتباع بھی ضروری ہے اور اس سے اعراض یا اس پر اعتراض، حدیث رسول اور قول رسول سے اعراض اور اس پر اعتراض ہے، **اعاذنا اللہ تعالیٰ منه.**

نیز یہ سنت خلفاء راشدین وہ سنت ہے جس کا ادراک عقل اور اجتہاد سے نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کسی چیز کا عدد اور مقدار فکر اور رائے سے متعین نہیں ہو سکتا تو ایسی سنت درحقیقت سنت رسول ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ اہل ظاہر نے اس حدیث کو سنداً اور متناً معلول قرار دیا ہے کیونکہ امام آجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ امام احمد نے یزید بن الخصیفہ کو منکر الحدیث کہا ہے، نیز اہل ظاہر کہتے

ہیں کہ یہ حدیث متناً مضطرب ہے اس کی بعض روایات میں گیارہ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے، **کما رواہ المالک فی الموطا**، نیز یہ حدیث حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معارض ہے جو کہ اس حدیث سے قوی ہے۔

جمہور نے ان اعتراضات کے اہل ظاہر کو دانداں شکن جوابات دیئے ہیں اول یہ کہ ائمہ نے اس حدیث کی تلقی کی ہے اور اس پر اخذ کیا ہے اور خطیب نے اپنی **کتاب الفقہ و التفقہ** میں اور ابن قیم نے **اعلام الموقعین** میں اور علامہ سیوطی نے **تدریب الراوی** میں اور ابن عبدالبر نے **استذکار** میں اور دیگر اہل فن نے اپنی تالیفات میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس حدیث کی اہل علم تلقی کریں تو یہ تلقی اس حدیث کی صحت کی شہادت عادلہ ہے۔

دوم یہ کہ یزید بن خصیفہ مشہور تابعی ہے اور اس سے امام مالک، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے، ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، یحیٰ بن معین، ابوحاتم نسائی، ابن سعد اور امام احمد بن حنبل نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، **کما فی تھذیب التھذیب، وتھذیب الکمال للمزی، والھدی الساری**، اور حافظ ابن حجر نے **الھدی الساری** میں آجری کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اثرم کی روایت میں اس کو ثقہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ امام احمد اس راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں کہ وہ اپنے اقران میں کسی حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہو، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ثقہ روای کا تفرد مقبول ہوتا ہے جب تک دلیل سے اس کا غلط ہونا ثابت نہ ہو پس اسی بنا پر یزید بن خصیفہ کی حدیث مقبول ہوگی۔

دعویٰ اضطراب کا جواب یہ ہے کہ ابن عبدالبر اور ابوبکر بن العربی نے روایت **احدیٰ عشر** کو امام مالک کا وہم قرار دیا ہے لیکن چونکہ عبدالعزیز بن محمد اور یحیٰ بن سعید القطان امام مالک کے متابع ہیں، **کما لایخفی علی من راجع الی سنن سعیدبن منصور ومصنف ابن ابی شیبۃ** . لہٰذا امام مالک کا وہم میں پڑنا ناقابل تسلیم ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس اختلاف کو اختلاف اوقات پر محمول کیا ہے یعنی جب طویل قرأت کرتے تو آٹھ یا بارہ رکعات پڑھتے اور جب مختصر قرأت کرتے تو بیس رکعات پڑھتے، **کما فی فتح الباری،** اور بعض ائمہ نے اس اختلاف کو تر وتیج پر محمول کیا ہے یعنی اولاً آٹھ یا بارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں اور بالعاقبت بیس پر استقرار ہوا، **کما قال الشعرانی فی کشف الغمة کانوا یصلونها فی اول زمان عمر بثلث عشر رکعة ثم عمر امر بفعلها ثلاثا وعشرین رکعة ثلاث لها وتر، واستقر الامر علی ذلک...... قال النیموی کما استقر الامر فی خلافته علی ضرب الثمانین فی الخمر وکما استقر الامر علی النهی عن بیع امهات الاولاد وکما استقر الامر علی اربع تکبیرات الجنائز وکما استقر الامر علی القرأة فی خلافة عثمان رضی الله عنه کما فی الاوجز**، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ترجیح اور تطبیق سے اضطراب ساقط ہو جاتا ہے۔

اہل ظاہر کے اس اعتراض کا کہ یزید کی حدیث، حدیث عائشہ سے معارض ہے جو کہ اقوی ہے جواب یہ ہے کہ حدیث یزید اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث عائشہ میں ان رکعات سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ قیام تراویح اور قیام رمضان، کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھی جاتیں اور **عند التحقیق** تراویح اور تہجد الگ الگ حقائق ہیں اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں نہیں ہیں تو اہل ظاہر کو کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث میں بھی اختلاف ہے کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں **باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر** کے تحت حضرت عائشہ صدیقہ سے تیرہ رکعات کی حدیث روایت کی ہے، **ولفظه کان رسول اللهﷺ یصلی باللیل ثلاث عشرة رکعة ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین،** اس اختلاف اور تعارض کا اہل ظاہر کیا جواب دیتے ہیں؟ اگر اہل ظاہر یہ جواب دیں کہ **احدیٰ عشر** والی حدیث غالب پر محمول ہے اور زیادت بعض اوقات پر محمول ہے تو ان اہل ظاہر کا آٹھ رکعات پر جمود

باطل ہوا اور خود اپنی تلوار سے قتل ہوئے اور اگر اہل ظاہر اس تطبیق سے اعراض کریں تو اختلاف کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دونوں روایات ساقط ہوئیں اور یزید بن خصیفہ کی حدیث بلا تعارض رہ گئی اور واجب العمل ہوئی۔

واضح رہے کہ جمہور کا مسلک نظر اور شواہد کی رو سے بھی قوی ہے کیونکہ دن رات میں بیس رکعات فرائض اعتقادیہ اور فرائض عملیہ ہیں پس مناسب یہ ہے کہ تراویح بھی جو کہ فرائض کے مکملات ہیں بیس رکعات ہیں جیسا کہ سنن قبلیہ اور بعدیہ بھی بیس رکعات ہیں، اہل ظاہر کی دلائل کے جوابات یہ ہیں کہ حدیث عائشہ صدیقہ تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر، نیز غالب پر محمول ہے نہ کہ دائم پر، ورنہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات متعارض ہونگی، بلکہ امام احمد نے زیادات مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کو سولہ رکعات نفل پڑھتے تھے، نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے جبکہ بیس رکعات پر استقرار نہ ہوا تھا۔

حدیث جابر سے حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے: **لا کنه فعل جزء ی في ليلة واحدة لا يدل على نفي الزيادة تلک الليلة**، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء الامر پر محمول ہے، **وقد مر سابقا جواب حديث السائب.**

واضح رہے کہ ابن الہمام سے دیگر مشائخ نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیس رکعت پڑھنا فعل رسول سے ثابت ہے، نیز حدیث **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين** میں لفظ **عليكم** سنت رسول اور سنت خلفاء کو یکساں متوجہ ہے تو دونوں میں فرق کرنا سمجھ سے بالا ہے، نیز یہ سنت خلفاء اگرچہ ظاہراً موقوف ہے لیکن درحقیقت مرفوع ہے، **لعدم كونه مدركاً بالرأي والقياس وهو الموفق والهادي، وصلى الله تعالىٰ على سيدنا خير خلقه محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعين.**

شبینہ بدعت نہیں مشروع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ میں تقریباً پندرہ بیس سال سے رمضان کی آخری تین راتوں میں شبینہ کیا جاتا ہے سامعین بڑے شوق سے سنتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قبل ہی پروگرام کے متعلق پوچھتے ہیں، کسی پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی مجبوراً شامل ہوتا ہے قراء وحفاظ بھی شوق سے پڑھتے ہیں کوئی دنیاوی لالچ یا منفعت کی طمع نہیں ہوتی، بعض لوگ بخوشی اقتدا میں نیت باندھ کر سنتے ہیں اور بعض یونہی مسجد میں بیٹھ کر سنتے ہیں، گزشتہ پندرہ بیس سال سے کسی نے کوئی شکوہ نہیں کیا، مگر گزشتہ سال ایک آدمی نے کہا کہ یہ بدعت ہے اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے شبینہ کا اہتمام ازروئے شریعت کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد حافظ آباد گوجرانوالہ ۳/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ سلف صالحین سے شب وروز میں ایک ختم کرنا بلکہ اس سے زائد ختمات کرنا مروی ہے لہٰذا اس کو بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ افضل نہ ہوگا، قال الامام السیوطی فی الاتقان ص ۱۰۴ جلد ۱ وقد کان للسلف فی قدر القرأۃ عادات فاکثر ماورد فی کثرۃ القرأۃ من کان یختم فی الیوم واللیلۃ ثمان ختمات اربعا فی اللیل واربعا فی النہار ویلیہ من کان یختم فی الیوم واللیلۃ اربعا الخ ﴿۱﴾. ولقد الف مولانا اللکھنوی فیہ الرسالۃ المسماۃ بالاکثار فی العبادۃ لیست ببدعۃ فلیراجع ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۴ جلد ۱ النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ)

﴿۲﴾ البتہ شبینہ میں ضرورت سے زائد جہر کی اجازت نہیں تاکہ کسی بیمار وغیرہ کو ضرر و تکلیف نہ ہو اور ایک بار ختم ہو چکا ہو تو پھر شبینہ میں عام مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے صرف مخصوص مقتدیوں کا نہیں۔ (سیف اللہ حقانی)

دوترویحوں کے درمیان ذکر بالجہر کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جولوگ تراویح میں دوترویحوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ذکر بالجہر زور سے پکارکر **لا الہ الا اللہ** پڑھتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حرام اور بدعت ہے، اوردلائل پیش کرتا ہے **ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ، اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیۃ دون الجھر، واذاسألک عبادی الخ،** اوراحادیث سے بھی حوالے دیتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذاکرین بالجہر کومبتدعین قرار دیتے ہوئے مسجد سے نکالے تھے، اورزور سے ذکرکرناریاکاری، دکھاوااورحرام ومکروہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرا شخص کہتا ہے کہ مفتی بہ مسلک سے آپ ناواقف ہے، آیات مذکورہ میں **عند المفسرین** دعاخارج ازنمازیاقرأۃ نمازمراد ہے، جیسا کہ علامہ بغوی نے **ھو الصحیح** کہہ کر فیصلہ کیا ہے اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کوذکر بالجہر کی وجہ سے نہیں نکالا بلکہ اسلئے کہ وہ لوگ اسے مستقل عبادت سمجھ کرکرتے تھے باقی فتاوی بزازیہ کی پوری عبارت اگر پڑھی جائے تو ذکر بالجہر کوکبھی بھی بدعت نہ کہیں گے بلکہ صاحب جاءالحق ص ۳۵۷ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لوگوں کونکالنے کی وجہ بعض نمازیوں اور جماعت اول میں خلل انداز ہونا ظاہر کیا ہے اورتمام فقہاء ومفسرین فرماتے ہیں کہ اگر جہر سے پاس والے کوضرریاتشویش لاحق ہوتو ممنوع ہے مثلاً پاس میں مصلی ہو یانائم ہو ورنہ ذکر بالجہر مساجد میں خارج از مساجد کرنا افضل اور مستحب ہے، اور تراویح کے بارے میں صاحب مجالس الابرار باب التراویح میں فرماتے ہیں، **ان شاء وا سبحوا وھللوا اوسکتوا وھم مخیرون،** علامہ ابن حجر فتح الباری میں ذکر بعدنماز کے زیرعنوان عبداللہ بن عباس سے اس روایت کے تحت **ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبہ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس**

کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک سمعته، نقل فرمایا ہے فیہ دلیل علی جواز الجھر بالذکر عقب الصلاۃ ردالمحتار میں ہے، اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا، تفسیر روح البیان، سباحۃ الفکر بحوالہ مرقاۃ شرح مشکواۃ اور خزینۃ الاسرار میں مذکور ہیں کہ اگر ریاکاری نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے اور مستحب ہے تاکہ نینداور غفلت دور ہو طبیعت میں سرور ہو دین کی عظمت ہو، محلوں دکانوں مکانوں درختوں اور حیوانوں تک گواہ بن جائے، شیخ محمد تھانوی فرماتے ہیں حضور ﷺ بعد از نماز اپنے صحابہ کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح وتہلیل وذکر فرماتے تھے،(دلائل اذکار ص ۷۶) علامہ گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں، ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر یہ ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین ودیگر فقہاء ومحدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے، اس مسئلہ کے متعلق محاکمہ کر کے بیان فرماویں۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمود شاہ اوگی مانسہرہ ہزارہ ۱۹۷۴ء/۱۱/۱۴

الجواب: الذکر الجھری جائز خلاف الاولیٰ الاعند الایذاء فانہ مکروہ ﴿۱﴾ الا اذا کان مطلوبا شرعا فانہ مشروع. وھو المصوب

فرض پڑھے بغیر تراویح پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص نے فرض نماز عشاء نہ

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصل او قارئ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

پڑھی ہو اور تراویح شروع کردے کیا فرض پڑھے بغیر یہ شخص تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریاض الدین......۱۹۸۸ء/۹/۲۶

الجواب: جس امام نے فرض نماز نہ پڑھی ہو تو نہ اس کے پیچھے تراویح کی اقتدا درست ہے اور نہ اس کا ذمہ تراویح سے فارغ ہوتا ہے، کما فی الهندیه ص ۱۲۲ جلد ۱ فان وقتها بعد اداء العشاء فیجب الاعادة اذا ادی قبل العشاء ﴿۱﴾ وبمعناه فی الشرح الکبیر ص ۳۸۵﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز تراویح کے بعد امام کا اجتماعی دعا مانگنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نماز تراویح پڑھانے کے بعد اجتماعی دعا مانگتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن اچھرہ لاہور شہر......۱۹۸۱ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ دعا مانگنا بطور التزام کے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۵ جلد ۱ فصل فی التراویح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحلبی: وقال القاضی الامام ابو علی النسفی الصحیح ان وقتها بعد العشاء لا تجوز قبلها سواء کانت بعد الوتر او قبله وهو المختار لانها نافلة سنة بعد العشاء بفعل وکذا المنقول من فعله علیه الصلوٰة والسلام فکانت تبعا لها کسنتها وتقدیم الصحابة لها علی الوتر. (غنیة المستملی ص ۳۸۵ فصل فی النوافل)

﴿۳﴾ قال المفتی الاعظم المفتی کفایت الله رحمه الله تعالیٰ: (دعا بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کیلئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی ص ۳۴۰ جلد ۳ سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں فصل اول)۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مخصوص شبینہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں لاؤڈ سپیکر پر ختم شبینہ برائے نمود ونمائش بعجلت جس میں زبر زیر وغیرہ کا فرق نہیں ہوتا کیا ایسا شبینہ صحابہ اور خیر القرون میں معمول تھا؟ کیا مذکورہ طریقہ سے شبینہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید...... ۱۹۸۴ء/۶/۳۰

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شبینہ ناجائز اور حلاف سنت ہے ایسا شبینہ خیر القرون میں معمول نہ تھا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان نوافل پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزق مردان...... ۱۹۷۷ء/۱۰/۶

(بقیہ حاشیہ) وقال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی: سنن ونوافل کے بعد اجتماعاً مقتدیوں کو دعا کا پابند نہ کرنا چاہئے، فرائض کے بعد کوئی شخص مثلاً گھر جا کر سنتیں پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو کیوں پابند کیا جاوے، الغرض جو ایسا کرے وہ لائق ملامت کے نہیں ہے اور یہ رسم کے بعد سنن ونوافل کے بطور خود ہر ایک شخص جس وقت فارغ ہو دعا کر کے چلا جاوے یا فرائض کے بعد گھر جا کر سنتیں پڑھے اس میں کوئی تنگی نہیں ہونی چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۱۲ جلد ۴ باب مسائل سنن مؤکدہ)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد ۱ مبحث التراویح)

وفی الهندیه: ویکره الاسراع فی القراءة وفی اداء الارکان کذا فی السراجیة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۷ جلد ۱ فصل فی التراویح)

الجواب: وتر اور تراویح کے درمیان نوافل پڑھنا جائز ہے، کما فی شرح التنویر ویجلس ندبا بین کل اربعة قدرها و کذا بین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت وصلاة فرادی ﴿۱﴾. وھو الموفق

نذر کے نفل پڑھنے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نذر کے نفل پڑھنے والے کے پیچھے سنت تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ تعویذ گل زریاب ہنگو......۳/جنوری ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ اقتدا درست ہے، ھذا بناء الادنیٰ علی الاقویٰ (مجموعة الفتاویٰ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

پیغمبر علیہ السلام سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک ساتھی کہتا ہے کہ رمضان المبارک میں آٹھ رکعات تراویح پڑھنی چاہئے کیونکہ حضور علیہ ﷺ سے اس سے زیادہ منقول نہیں ہے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ مبحث صلاه التراویح)

﴿۲﴾ قال محمد عبد الحئی اللکھنوی رحمه الله: اور اختلاف اول پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور دوسری سنتیں اور نفلیں مطلق نیت اور نیت نفل سے پوری ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ابن ہمام نے اس کی تحقیق کی ہے اور اختلاف ثانی پر غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تراویح پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو تراویح ادا ہو جائے گی، لیکن خالی از کراہت نہیں کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے، پس ایسی صورت میں بہتر ہے کہ امام جتنا حصہ تراویح کے دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہو اس کی نذر مان لے اور اس طرح اسے اپنے اوپر واجب کر کے بناء القوی علی الضعیف کے شبہہ سے محفوظ ہو جائے۔

(مجموعة الفتاویٰ ص ۲۳۵ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

اوراس سے زیادہ یعنی بیس رکعت پڑھیں تو اس میں ثواب نہیں ہے کیا ایسی کوئی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار سدوخیل پڑانگ چارسدہ ... ۱۸/صفر ۱۳۸۹ھ

الجواب: پیغمبر علیہ السلام سے آٹھ رکعات تراویح ثابت نہیں ہے اور نہ یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے ﴿۱﴾ یہ اہل حدیث کا مذہب ہے جو کہ من حیث التحقیق غلطی پر ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله وهي عشرون ركعة)هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا وعن مالک ست وثلاثون وذكر في الفتح مقتضى الدليل كون المسنون منها ثمانيه والباقي مستحبا وتمامه في البحر وذكرت جوابه فيما علقته عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۲۱ جلد ۱ مبحث صلاة التراويح)

وقال العلامه حسن الشرنبلالي: التراويح سنة كما في الخلاصة وهي موكدة كما في الاختيار وروى اسد بن عمر وعن ابي يوسف قال سالت ابا حنيفة عن التراويح وما فعله عمر رضى الله عنه فقال التراويح سنة موكدة ولم يتخرصه عمرمن تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يامر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله ﷺ ثبت سنيهتا بفعل النبي ﷺ وقوله قال عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى وقد واظب عليها عمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم وقول بعضهم سنة عمر لان الصحيح انها سنة النبي ﷺ، قال العلامه طحطاوى وفى الفتاوىٰ الهنديه عن الجواهر هي سنة رسول الله ﷺ وقيل هي سنة عمر رضى الله عنه والاول اصح وفى حاشية السيد على العلامه مسكين وما قيل يكفر من يقول انها سنة عمر رضى الله عنه كما تقوله الروافض فممنوع فقد صرح فى كثير من المتداولات بانها سنة عمر يعنى يعنى بالنظر لكونها عشرين ركعة وللمواظبة عليها وذلک لا يمنع كونها سنة رسول الله ﷺ ايضا لما ذكرنا.

(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح ص ۲۲۴ فصل فى صلاة التراويح)

اجرت علی ختم القرآن اور پینتالیس روپئے سے کم اجرت کے نہ لینے کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ختم القرآن پڑھنے کے بعد اس پر پیسے دینا لینا کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز یہ واضح کریں کہ واقعی ختم القرآن پر پینتالیس روپئے سے کم اجرت لینا جائز نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی بنوں.....۸۸ء/۲/۴

الجواب: ختم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے جبکہ دنیوی مقصد کیلئے ہو اور اگر ایصال ثواب کیلئے ہو تو پھر لینا مختلف فیہ ہے اور جب تراویح میں ہو تو علی التحقیق جائز ہے﴿۱﴾ اور پینتالیس روپئے سے کم نہ لینے والا مسئلہ فقہاء کرام نے ضعیف قرار دیا ہے، فليراجع الى ردالمحتار ص ۴۸ جلد۵ وما نقل عن بعض الهوامش وعزى لحاوى الزاهدى من انه لا يجوز الاستيجار على الختم باقل من خمسة واربعين درهما فخارج عما اتفق عليه اهل المذهب ﴿۲﴾. وهو الموفق.

﴿۱﴾ وفي المنهاج: واما اخذالاجرة واعطاء ها على ايصال ثواب التلاوة فانكر عليه اكثر الفقهاء لكن كلام البحر في باب الوقف يدل على الجواز وعبارة السراج الوهاج صريح في ان جواز الاخذ هو القول الاصح اى عند تعين المكان فالاحوط هو الاجتناب ، واماما يعطى الحفاظ في رمضان عند ختم القرآن فالحق انه جائز لانها هدية معروفة ليست باجرة ويشهد له حديث الترمذى عن انس ان رجلا من كلاب سأل النبى ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال يا رسول الله انا نطرق الفحل فنكرم فرخص له في الكرامة والاعتبار لنية الدافع دون الآخذ فافهم، ولو سلم انه اجرة فلا حرج فيه ايضا لانها ليست عوض التلاوة البحتة ولا الامامة البحتة بل هى عوض الامامة المسنونة المخصوصة ولا ضير في اخذ الاجرة على الامامة المقيدة بمكان او زمان او قراءة سورة او سؤر هذا.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۹۰ جلد۲ باب كراهية الاجر على الاذان)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹ جلد۵ مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل باب الاجارة الفاسدة)

باب قضاء الفوائت

نامعلوم فوت شدہ نمازوں کی قضا کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں کی فوت شدہ چار رکعت والی نماز کی قضا کس طرح کی جائے گی عام فرضوں کی طرح یا نفل کی طرح، نیز نماز وتر اور نماز مغرب کس طرح ادا کی جائے گی، نیز نیت کہاں سے کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبدالسلام از ارندر روند و ضلع چترال......۱۹۸۶ء/۵/۲۰

الجواب: نامعلوم قضا کرنے کی صورت میں فرائض کو نوافل جیسا پڑھا جائے گا تمام رکعات میں ضم سورت کیا جائے گا اور ثلاثی کو رباعی پڑھا جائے گا، اور وتر کی تیسری رکعت میں قنوت پڑھا جائے گا، نہ کہ چوتھی رکعت میں کیونکہ یہ نفل ہے ﴿۱﴾ اور نیت کے متعلق واضح رہے کہ اول یا آخر سے شروع کریں، یعنی اول صباح یا آخر صباح وغیرہ کی نیت کریں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ سید احمد الطحطاوی ومن قضی صلاۃ عمرہ مع انہ لم یفتہ شئ منھا احتیاطا...... والافضل ان یقرأ فی الاخیرتین السورۃ مع الفاتحۃ لانھا نوافل من وجہ فلان یقرء الفاتحۃ والسورۃ فی اربع الفرض...... ویقنت فی الوتر ویقعد قدر التشھد فی ثالثہ ثم یصلی رکعۃ رابعۃ فان کان وترا فقد اداہ...... وکذا یصلی المغرب اربعا بثلاث قعدات.

(طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۴۳ قبیل باب ادراک الفریضۃ)

﴿۲﴾ قال العلامہ حسن بن عمار الشرنبلالی فاذا اراد تسھل الامر علیہ نوی اول ظھر (وقولہ علیہ) ادرک وقتہ ولم یصلہ فاذا نواہ کذلک فیما یصلیہ یصیر اولا فیصح بمثل ذلک وھکذا او ان شاء نوی اخرہ فیقول اصلی اخرظھر ادرکتہ ولم اصلہ فاذا فعل کذلک فیما یلیہ یصیر آخر بالنظر لما قبلہ فیحصل التعین.

(مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۴۲ باب قضاء الفوائت)

قضا نمازوں کا طریقہ اور قوم کو بے وضو نماز پڑھا کر کیا کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) بلوغ سے لے کر پینتیس چالیس سال تک اگر کوئی شخص نماز ادا نہ کرے اس کی قضا کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) ایک امام نے چند آدمیوں کو رمضان کی نماز بلا وضو پڑھائی ہے لوگوں کو بتانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) چند آدمیوں کو حالت جنابت میں نماز پڑھائی جائے کیا کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: دین محمد جنوبی وزیرستان......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۳۰

الجواب: (۱) یہ شخص روزانہ چند نمازیں ادا کیا کرے اور اول وقت (یعنی اول فجر، اول ظہر، اول عصر، اول مغرب، اول عشاء) یا آخری وقت کی نیت کیا کرے، کما فی الدر المختار قبیل سجود السهو، کثرت الفوائت نوی اول الظهر علیه او آخره ﴿۱﴾ البتہ جو نماز یقینی طور سے قضا نہ ہوئی ہو تو احتیاطاً نفل جیسی ادا کی جائے گی۔ (۲،۳) اگر یہ قوم معلوم اور معین ہو تو ضروری ہے کہ خط وغیرہ کے ذرائع سے ان کو خبردار کریں، فی الدر المختار کما یلزم الاخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه او بکتاب او رسول علی الاصح (هامش ردالمحتار ص ۳۹۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ قلت عند الفتنة جاز الاخفاء بالمذهب بالمرجوح ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۴۵ جلد ۱ قبیل سجود السهو)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۸ جلد ۱ مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون المؤتم)

﴿۳﴾ قال الحصکفی وصحح فی مجمع الفتاویٰ عدم (ای اخبار القوم) مطلقا لکونه عن خطأ معفو عنه لکن الشروح مرجحة علی الفتاویٰ، قال ابن عابدین قوله (لکونه عن خطاء معفو عنه) ای لانه لم یتعمد ذلک فصلاته غیر صحیحة ویلزمه فعلها ثانیا لعلمه بالمفسد واما صلاتهم فانها وان لم تصح ایضا لکن لا یلزمهم......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حضور علیہ السلام سے نمازوں کی قضا کا ثبوت نیز نا معلوم قضا شدہ نمازوں کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک انسان سے لاتعداد نمازیں فوت ہوئی ہوں تو اس کے ادائیگی کی ترتیب کیا ہوگی، اور احادیث وغیرہ میں حضور علیہ السلام سے نمازوں کا قضا ہونا اور پھر ادا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی مشیر خان زروبی صوابی.....۴/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: حدیث لیلۃ التعریس (رواہ مسلم وغیرہ) ﴿۱﴾ اور حدیث غزوہ خندق (رواہ البخاری وغیرہ) ﴿۲﴾ میں حضور علیہ السلام سے نمازوں کا قضا ہونا اور اس کا قضا کرنا ثابت ہے۔ اور

(بقیہ حاشیہ) اعادتها لعدم علمهم ولا يلزمه اخبارهم لعدم تعمده فافهم. وقال الشيخ عبد القادر الرافعي قوله (لانه لم يتعمد) قال السندى ما ملخصه ان عمر لما رأى الاحتلام في ثوبه اغتسل وغسل الاحتلام ولم يذكر انه اخبر الناس وعزا الاثر للموطا.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۴۳۸ جلد ۱ وتقريرات الرافعي ص۷۷)

﴿۱﴾ عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ حين قفل من غزوة خيبر سار ليلة حتى اذا ادركه الكرى عرس وقال لبلال اكلا لنا الليل فصلىٰ بلال ما قدر له ونام رسول الله ﷺ واصحابه فلما تقارب الفجر استند بلال الى راحلته مواجه الفجر فغلبت بلال عيناه وهو مستند الى راحلته فلم يستيقظ رسول الله ﷺ ولا بلال ولا احد من اصحابه حتى ضربتهم الشمس فكان رسول الله ﷺ استيقاظا ففزع رسول الله ﷺ فقال اى بلال فقال بلال اخذ بنفسي الذى اخذ بابى انت وامى يا رسول بنفسك قال اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شيئا ثم توضاء رسول الله ﷺ وامر بلال فاقام الصلوة فصلى بهم الصبح فلما قضى الصلوة قال من نسى الصلوة فليصلها اذا ذكرها فان الله تعالىٰ قال اقم الصلوة لذكرى قال يونس وكان ابن شهاب يقرأها للذكرى.

(الصحيح المسلم ص۲۳۸ جلد ۱ باب قضاء الصلوة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها)

﴿۲﴾ عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله ما كدت ان (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جس شخص سے لاتعداد نمازیں فوت ہوئی ہوں اور تمیز وتعین سے بے بس ہوں تو وہ اول قضا نماز یا آخر قضا نماز سے قضا شروع کرے گا، مثلاً ہر روز اول فجر، اول ظہر، اول عصر، کی نیت کرے گا، اور ہر رکعت میں ضم سورت کرے گا اور وتر ومغرب کو چار رکعت ادا کرے گا۔ (دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت پر قعدہ کرے گا) جن اوقات میں نفل ممنوع ہوں ان اوقات میں یہ قضا نہیں کرے گا (ماخوذ از ردالمحتار ص ۵۱۷ تا ۴۸۹ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

جس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں تو قضا نمازیں لوٹانا نوافل سے افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ذمہ فرض نمازیں باقی ہیں اور قضا کی بجائے نوافل پڑھتا ہے تو کیا اس کیلئے نوافل پڑھنا افضل ہے یا قضا نمازیں پڑھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر محمد متورہ بنوں

الجواب: جس کے ذمہ فرض نمازیں باقی ہو تو اس کیلئے قضا نمازیں ادا کرنا نوافل پڑھنے سے

(بقیہ حاشیہ) اصلی حتی کادت الشمس ان تغرب قال النبی ﷺ وانا والله ما صليتها فنزلنا مع النبی ﷺ بطحان فتوضأ للصلوة وتوضأنا لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب.

(صحيح البخاری ص ۵۹۰ جلد ۲ باب غزوة الخندق وهی الاحزاب كتاب المغازی)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: انه كان يصلى المغرب والوتر اربع ركعات بثلاث قعدات كما نقله فی البحر عن مآل الفتاوىٰ ای ويكون حينئذ اعادة الصلاة المجرد توهم الفساد غير مكروه ويكون النهى محمولا على غير هذا الوجه لكن لما كانت الصلاة على هذا محتملة لو قوعها نفلا ..... نقول انه كان يضم الى المغرب والوتر فعلى احتمال صحة ما كان صلاة او لا تقع هذه الصلاة نفلا وزيادة القعدة على رأس الثالثة لا تبطلها وعلى احتمال فساده تقع هذه فرضاً مقضيا وزيادة ركعة عليها لا تبطلها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۱۶ جلد ۱ قبيل مطلب فی الصلاة على الدابة)

افضل ہے، کمافی الهندیه ص ۱۳۲ جلد ۱ وفی الحجة والاشتغال بالفوائتة اولیٰ واهم من النوافل الا السنن المعروفة وصلوٰة الضحیٰ الخ ﴿۱﴾. وهوالموفق

قضانمازیں ادا کرنے اور نوافل کرنے میں کوئی منافات نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جونمازیں غفلت کی وجہ سے ہم سے قضا ہو چکی ہیں اب وہ ادا کرنی ہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ جس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں تو اس کے نوافل غیر مقبول ہوتے ہیں نوافل کی بجائے قضا نمازیں ادا کرنی چاہئے ،سوال یہ ہے کہ کیا میں نوافل ،تہجد وغیرہ نہ پڑھوں اورصرف قضاادا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی :عبدالرؤف ڈاٹوال ضلع چکوال......۱۹۸۶ء/۱۱/۲۲

الجواب: آپ قضا بھی کیا کریں اور تہجد واوابین وغیرہ نوافل بھی پڑھا کریں، کمافی الهندیه ص ۱۳۲ جلد ۱ باب قضاء الفوائت﴿۲﴾. نیز وتر کی قضا بھی ضروری ہے (شامی، بحر، هندیه وغیره)﴿۳﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾(فتاوىٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال فی الهندیه: وفی الحجة والاشتغال بالفوائت اولی واهم من النوافل الا السنن المعروفة وصلاة الضحی وصلاه التسبیح والصلوٰت التی رویت فی الاخبار فیها سور معدودة واذکار معهودة فتلک بنیة النفل وغیرها بنیة القضاء کذا فی المضمرات.

(فتاوىٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۳﴾قال الحصکفی: الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم، قال ابن عابدین: الواو بمعنی اومانعة الخلو فیشمل ثلاث صور ما اذا کان الکل قضاء اوالبعض قضاء والبعض اداء اوالکل اداء کالعشاء مع الوتر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۳۶ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

چار رکعت تراویح کی نیت کی تیسری رکعت میں نماز فاسد ہوگئی قضا کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے چار رکعت تراویح کی نیت باندھی پھر تیسری یا چوتھی رکعت کے دوران سلام پھیر دیا یا وہ دوسرے دوگانہ میں فاسد ہوگئی اب وہ صرف دو رکعت کی قضا کرے (نفل کی طرح) یا چار رکعت کی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۸/ اگست ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ تراویح اگر چہ فی نفسها سنت مؤکدہ ہیں لیکن چار چار رکعت پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں لہذا صورت مسئولہ میں دو رکعت قضا کرنا کافی ہوگا، کمافی الدر المختار وقضی رکعتین لونویٰ اربعا غیر المؤکدة علی اختیار الحلبی وغیره ونقض فی خلال الشفع الاول اوالثانی (هامش الرد ص ۶۴۷ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور شفع اولیٰ کا اعادہ بھی ضروری ہے، کمافی ردالمحتار ص ۶۴۸ جلد ۱ لکن ینبغی وجوب اعادة الاول لترک واجب والسلام مع عدم انجباره بسجود سهو الخ ﴿۲﴾۔ پس مجموعہ چاروں رکعت پڑھنا ضروری ہوگا، اولین بطور اعادہ و آخرین بطور قضا، وهما شیئان متقاربان. وهو الموفق

صاحب ترتیب نہ ہونے کی صورت میں ترتیب کا خیال رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب نہ ہو، لیکن وہ قضا نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھتا ہو یا کبھی ترتیب سے اور کبھی غیر ترتیب سے قضا نمازیں پڑھتا ہے کیا یہ صحیح ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: جلال احمد جلال طورو مردان......۱۹۷۵ء/۶/۲۹

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۱۱ جلد ۱ مبحث المسائل الستة عشرية)
﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۱۱ جلد ۱ مبحث المسائل الستة عشرية)

الجواب: جو شخص صاحب ترتیب نہ ہو تو اس پر ترتیب واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ اور ترتیب کی رعایت کرنے میں گنہگار نہیں ہے۔ وھو الموفق

نامعلوم وتر کی قضا کی صورت میں چوتھی رکعت میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضا نماز جو معلوم نہ ہو، ادا کرتے وقت مغرب اور وتر کی نماز تین قعدوں سے ادا کرے گا، تو کیا وتر کی جب تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے تو چوتھی رکعت میں بھی قنوت پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف لوندخوڑ مردان ..... ۲۸/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ زیادت نفل ہونے کے احتمال کی وجہ سے احتیاطی ہے لہٰذا چوتھی رکعت میں قنوت پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے بخلاف اذا شک فی ثالثة الوتر انها ثانية او ثالثة فانها يضم اليها الرابعة ويقنت فی کلتيهما احتياطاً ولم يصرحوا به وهو من الواضحات ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

فدیہ صلوٰۃ بعد الموت دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کے ذمہ نمازیں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله او فاتت ست) يعنی لا يلزم الترتيب بين الفائتة والوقتية ولا بين الفوائت اذا كانت الفوائت ستاكذا فی النهر. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۵۳۸ جلد ۱ قبيل مطلب فی اسقاط الصلاة عن الميت باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمه الله: ومن قضی صلاة عمره مع انه لم يفته شیء منها احتياطاً قيل يكره ويقنت فی الوتر ويقعد قدر التشهد فی ثالثة ثم يصلی ركعة رابعة فان كان وتراً فقد اداه وان لم يكن فقد صلی التطوع اربعا ولا يضره القعود وكذا يصلی المغرب اربعا بثلاث قعدات. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۴۷ باب قضاء الفوائت)

باقی ہوں تو کیا یہ شخص فدیہ صلوٰۃ قبل موت دے سکتا ہے؟ اور کیا حیلہ اسقاط قبل الموت جائز ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ جنازہ سے پہلے دیا جائے گا یا بعد میں یا دفن کے بعد؟ بینوا توجروا

المستفتی: کرامت اللہ چروڑی چملہ سوات ۱۹۷۰ء/۴/۴/۴

الجواب: اسقاط قبل الموت درست نہیں ہے اور موت کے بعد ہر وقت درست ہے، فی الهنديه ص ۱۳۲ جلد ۱ سئل الحسن بن علی عن الفدية عن الصلوٰت فی مرض الموت هل يجوز فقال لا ﴿۱﴾. وهو الموفق

کسی کتاب سے فتویٰ دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں دو طبقے بن گئے ہیں ایک میت کا حیلہ اسقاط جائز اور دوسرا ناجائز کہتے ہیں اور دونوں دیوبندی ہیں اور ایک قسم کی کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قابل عمل، مستند اور مذہب حنفی کے مطابق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کرم شاہ بنوں ...... یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: حیلہ اسقاط بذات خود مشروع ہے، قرآن ﴿۲﴾ وحدیث ﴿۳﴾ میں اس پے

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث.

(سورة ص پاره: ۲۳ رکوع: ۱۳ آیت: ۴۴)

﴿۳﴾ عن ابی امامة انه اخبره بعض اصحاب رسول الله ﷺ من الانصار انه اشتكى رجل وقالوا ما راينا باحد من الناس من الضر مثل الذی هو به لو حملنا اليك لتفسخت عظامه ما هو الا جلد على عظم فامر رسول الله ﷺ ان ياخذوا له مائة شمراخ فيضر بوه ضربة واحدة

(سنن ابی داؤد ص ۲۶۲ جلد ۲ باب فی اقامة الحد على المريض)

اصل موجود ہے البتہ حیلہ مروجہ شرائط معتبرہ کی عدم رعایت کی وجہ سے حیلہ استحصال بن گیا ہے لہٰذا برائے فراغ ذمہ میت ﴿۱﴾ مروجہ حیلہ اسقاط بے سود ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ (گنگوہی) اور فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ہمارے اکابر کے فتاویٰ ہیں لیکن کسی کتاب سے فتویٰ دینا ہر کس و نا کس کا کام نہیں ہے۔ وھو الموفق

دائرہ حیلہ اسقاط میں قرآن مجید رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دائرہ حیلہ اسقاط میں قرآن مجید کو دیگر اموال کے ساتھ قبض در قبض کرنا اور ایک دوسرے کے حوالے کرنا جیسا کہ حیلہ اسقاط میں معمول ہے کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ فتاویٰ سمرقندیہ میں قرآن مجید کے دور کو بھی جائز کہا گیا ہے کیا اس سے منع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا اسماعیل گاؤں الوچ سوات

الجواب: فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ معتبر شخصیت ہیں ﴿۲﴾ انہوں نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ درست ہے کسی فقیہ نے اس کی تردید نہیں کی ہے، چونکہ قرآن (مصحف) بھی مال متقوم ہے اس کو فدایا میں دینا نہ ممنوع ہے نہ مطلوب ہے، البتہ موقوف یا مملوکۃ الغیر مصحف کی تملیک و تملک ممنوع ہے،

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ويجب ان يدفعها حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن الهبة الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة. (منة الجليل ص ۲۲۵)

﴿۲﴾ قال الامام الفقيه محمد عبد الحى اللكهنوى: نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم ابو لليث الفقيه السمرقندى المشهور بامام الهدىٰ اخذ عن ابى جعفر الهندوانى عن ابى القاسم الصفار عن نصير بن يحيىٰ عن محمد بن سماعة عن ابى يوسف وله تفسير القرآن، والنوازل، والعيون، والفتاوىٰ، وخزانة الفقه، وبستان العارفين، وشرح الجامع الصغير، وتنبيه الغافلين وغير ذلك..... وقد طالعت من تصانيفه البستان وتنبيه الغافلين وخزانة الفقه وكلها مفيده.

(الفوائد البهية فى تراجم الحنفية ص ۲۹۱ حرف النون رقم: ۴۸۵)

نیز بازاری قیمت سے زائد قیمت مقرر کرنا عبث اور بے قاعدہ حیلہ در حیلہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

امحاء الخباط عن مسئلة حيلة الاسقاط

حیلہ اسقاط کو فقہاء نے اپنی کتب میں با قاعدہ طور پر ذکر کیا ہے، اور اس کیلئے شرائط اور طریقہ کار بھی وضع کیا ہے لیکن عوام نے اس میں بہت سے مفاسد اور محظورات شرعیہ داخل کئے اسی بنا پر بعض لوگوں نے اس کے انکار میں اتنے تشدد سے کام لیا کہ نفس حیلہ اسقاط کے منکر ہو گئے، حتی کہ کرنے والوں پر بدعت وکفر کے فتوے لگائے، اور حیلہ اصحاب سبت پر قیاس کر کے فقہاء کرام بھی ان کے فتوؤں کی ضد میں آ گئے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے حیلہ اسقاط کی حقیقت ومشروعیت پر یہ مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا، اس باب سے مناسبت قویہ کی بنا پر شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔...... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامه مفتی کفایت الله الدهلوی: (تنبیہ) یہ رسم بعض مقامات میں اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ صرف ایک قرآن مجید فقیر کو یہ کہہ کر دے دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے اس کی کوئی قیمت نہیں اور بوجہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جس قدر کفارہ میت کے ذمہ ہو اس سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر قبول کر لیتا ہے یہ طریقہ بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہی حضرات جو فدیہ میں قرآن مجید کو بے قیمت بتاتے ہیں جب فدیہ کے واسطے خریدنے جاتے ہیں تو بجائے روپیہ کے بارہ آنے اور بجائے بارہ آنے کے دس آنے کو جھگڑ جھگڑ کر خریدتے ہیں، خریدتے وقت اس کا بے قیمت ہونا بھول جاتے ہیں اور یہ تو تقریباً محال ہے کہ دوکاندار اگر اس کی قیمت ایک روپیہ بتائے تو یہ بنظر قدر شناسی قرآن مجید اس کو دو روپے خود دیدیں بہر حال یہ قرآن مجید جو کاغذ پر لکھا یا چھپا ہوا ہوتا ہے شرعاً مال متقوم ہے اور کفارات ومعاوضات میں اس کی اصل قیمت کا اعتبار ہوگا اور اسلئے وہ صرف اتنی نمازوں کا فدیہ ہو سکے گا جتنی نمازوں کے فدیہ تک اس کی قیمت پہنچے گی۔

(کفایت المفتی ص ۱۵۷ جلد ۴ مجموعه دليل الخيرات في ترک المنكرات)

جس عاقل بالغ مسلمان سے عمداً یا بلا عمد نمازیں اور روزے قضا ہو جائیں تو اس پر اس قضا کا ادا کرنا فرض ہے اور قضا ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ گنہگار ہے اور جس وقت زندگی سے مایوس ہو جائے تو اس پر یہ وصیت کرنا ضروری ہے کہ اس کے ترکہ اموال منقولہ وغیر منقولہ کے ایک تہائی حصہ سے ہر نماز اور روزہ کے بدلے تخمینا دو یا ڈھائی کلو گندم یا اس کی قیمت مساکین کو دی جائے، اور اگر یہ وصیت نہیں کی تو گنہگار مر گیا، اگر اس شخص کا مال نہیں تھا، یا ایک تہائی حصہ فراغت ذمہ کیلئے کافی نہیں تھا، یا فسق اور جہل کی وجہ سے وصیت نہیں کیا تو ورثاء وغیرہ اس کی طرف سے باقاعدہ طور پر حیلہ اسقاط کر سکتے ہیں (ماخوذ از ردالمحتار ص ۴۹۲ جلد ۱) ﴿۱﴾.

حیلہ ہر اس مباح کام یا گفتار کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک مقصد کو پوشیدہ طریقے سے رسائی ہو جائے، صاحب مفردات فرماتے ہیں، الحیلة ما یتوصل به الی حالة مافی خفیة (ص ۱۳۸). اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، هی ما یتوصل به الی مقصود بطریق خفی (فتح الباری ص ۲۷۴ جلد ۱۲)، اور صاحب الاشباہ والنظائر فرماتے ہیں، هی تقلیب المنکر حتی یهتدی الی المقصود (ص ۴۱۷).

جان لو کہ حیلہ کی بہت سی اقسام ہیں اس مقالہ میں صرف دو قسم ذکر کی جاتی ہیں، اول حیلہ وہ ہے جو تحلیل حرام اور ابطال شریعت کیلئے ہو جیسا کہ اصحاب سبت نے شکار کی تحلیل کیلئے کیا تھا (القرآن)،

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولو مات وعلیه صلوٰت فائتة واوصیٰ بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة ولو لم یترک ما لا یستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر ثم وثم حتی یتم. قال ابن عابدین: (قوله وعلیه صلوٰت) ای بان کان یقدر علی ادائها ولو بالایماء فیلزمه الایضاء بها والا فلا یلزمه یعطی عنه ولیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة او وراثة فیلزمه ذلک من الثلث ان اوصی واما اذا لم یوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انه یجزیه ان شاء الله نصف صاع من بر ای او من دقیقة او سویقة او صاع تمر الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۴۱، ۵۴۲ جلد ۱ مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت)

اور بعض یہود نے چربی کے حلال ہونے کیلئے کیا تھا (بخاری)۔ اور یہ حیلہ بلا شک حرام ہے، دوسرا وہ حیلہ ہے جو حرام سے بچنے، فراغت ذمہ اور واجب کے اسقاط کیلئے ہو، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا تھا، قال الله تبارک وتعالیٰ : وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث (سورة ص)﴿۱﴾. اور پیغمبر علیہ السلام نے ایک غیر شادی شدہ مریض کیلئے برائے اجراء حدزنا حیلہ کیا تھا، قالوا مارئینا باحد من الناس من الضر مثل الذی هو به لو حملنا الیک لتفسخت عظامه، ماهو الا جلد علی عظم، فامر رسول الله ﷺ ان یاخذ واله مائة شمراخ فیضربوه بها ضربة واحدة. (رواه ابوداؤد)﴿۲﴾. یہ حیلہ جائز ہے نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے اور یہی مروی ہے عطاء اور شعبی سے اور اسے احناف، شوافع اور حنابلہ نے مختار کیا ہے البتہ موالک اور سلفیہ کے نزدیک مشروع نہیں ہے، (فلیراجع الی تفسیر القرطبی ص ۲۱۳ جلد۱۵ وشرح الاشباه للحموی ص ۴۱۸ وفتح الباری ص ۲۷۵ جلد ۱۲).

یہ حیلہ اسقاط جس طرح باصلہا ثابت ہے اسی طرح فقہاء کرام نے بھی اس کی مشروعیت پر تصریح کی ہے، فلیراجع الیٰ ردالمحتار ص ۶۸۷ جلد ۱﴿۳﴾ والطحطاوی ص ۲۶۳ والشرح الکبیر ص ۴۹۷ وخلاصة الفتاویٰ ص ۱۵۳ جلد ۱ والبحر ص ۹۱ جلد۲ والاشباه والنظائر ص ۴۱۸ وغیر ذلک. البتہ اس حیلہ کی مشروعیت کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت رکھنا نہایت ضروری ہے اول یہ کہ وصیت کے نہ ہونے کی صورت میں ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہوں کیونکہ ان

﴿۱﴾(سورة : ص پاره: ۲۳ آیت: ۴۴)

﴿۲﴾(سنن ابی داؤد ص ۲۶۲ جلد۲ باب فی اقامة الحد علی المریض)

﴿۳﴾قال ابن عابدین: (قوله ولو لم یترک ما لا یستقرض الخ)فیستقرض قیمتها ویدفعها للفقیر ثم یستوهبها منه ویتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلک الفقیر او لفقیر آخر وهکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة وان استقرض اکثر من ذلک یسقط بقدره وبعد ذلک یعید الدور لکفارة الصیام ثم للاضحیة الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۴۲ جلد ۱ قبیل باب سجود السهو)

کے مال سے تبرع جائز نہیں ہے، دوم یہ کہ قطار یا دائرہ میں مساکین ہوں، غنی کو دینے سے فراغت ذمہ نہیں ہوتی، سوم یہ کہ اس مسکین کو حقیقتاً مالک بنادے، محض زبانی تملیک نہ کرے، کما صرح به ابن عابدین فی منة الجلیل ص ۲۲۵ حیث قال ویجب ان یدفعها حقیقة لا تحیلاً ملاحظاً ان الفقیر اذا ابی عن الهبة الی الوصی کان له ذلک ولایجبر علی الهبة، انتهیٰ ﴿۱﴾. پس اگر یہ حیلہ اشہر حج میں ہوا، تو ان تمام قبض کرنے والوں پر باقاعدہ حج فرض ہو جائے گا، دوسروں کو بخشنے سے حج ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ چونکہ حیلہ مروجہ میں ان شرائط بالخصوص تیسری شرط کی رعایت نہیں کی جاتی لہٰذا اس حیلہ مروجہ سے فراغت ذمہ میت نہیں آتی، نام حیلہ اسقاط کا ہے اور درحقیقت حیلہ استحصال ہے اہل علم پر ضروری ہے کہ یا ان مفاسد کی اصلاح کرے یا اس حیلہ کا انسداد کرے تاکہ عوام خوش فہمی اور خوش ظنی سے بچ جائیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حیلہ اسقاط میں دور قرآن اہانت قرآن کے زمرے سے نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں جو حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے اس میں قرآن پاک بھی رکھا جاتا ہے میں نے اس سے منع کیا جب کہ فریق مخالف کہتے ہیں کہ یہ

﴿۱﴾ (رسائل ابن عابدین ص ۲۲۵ جلد ۱ منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة من کثیر وقلیل)

﴿۲﴾ قال العلامه مفتی کفایت الله الدهلوی: واضح رہے کہ عبارات مذکورہ سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ یہ فعل اسقاط (فعل دور) وارث کے ذمہ واجب اور ضروری نہیں بلکہ محض تبرع ہے اور ابراء ذمہ میت کیلئے ایک حیلہ ہے اگر اسے ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھا جائے تو ناجائز اور بدعت ہو جائے گا، جیسا کہ رسم نمبر ۳ کے بیان میں طحطاوی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہو چکا ہے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بصورت عدم وصیت میت کے ترکہ میں سے جب تک کہ تمام ورثہ بالغ اور حاضر نہ ہوں کوئی مقدار اسقاط میں نہ دی جائے اور ثلث تک کی وصیت میں زائد علی الثلث اور ثلث سے کم کی وصیت میں زائد علی الوصیت بدون رضا تمام ورثہ کے اسقاط میں کوئی مقدار نہ دی جائے اگر کوئی دے گا خود ضامن ہوگا۔

(کفایت المفتی ص ۱۵۶ جلد ۴ از مجموعه دلیل الخیرات فی ترک المنکرات)

امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، میں نے جواب میں کتاب راہ سنت مولفہ ابوالزاہد سرفراز خان صفدر صاحب پیش کیا، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم اردو کی کتابیں نہیں مانتے اسلئے اگر آپ عربی کتاب سے حوالہ روانہ کریں تا کہ جماعت مخالف شکست کھائے، میں بہت مشکور رہوں گا۔ بینوا توجروا

المستفتی: مقبول الرحمٰن ضلع ہزارہ

الجواب: چونکہ قرآن یعنی مصحف بھی مال متقوم ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت اور اس کا تصدق وہبہ تمام کے تمام جائز ہیں، نہ ان امور میں اہانت موجود ہے اور نہ اہانت کسی کا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا قرآن یعنی مصحف کے ذریعہ سے اسقاط کرنا منع نہیں ہے، جیسا کہ اس کا رکھنا (مال اسقاط میں) ضروری نہیں ہے۔(۱)۔ فقط

غریب مسکین میت کی جانب سے حیلہ اسقاط جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غریب مسکین عاجز آدمی مر گیا اس کا کوئی مال نہیں ہے اور ورثا بھی فقیر ہیں اور میت کے ذمہ صوم وصلوۃ بھی ہیں جس کا فدیہ ادا کرنے سے عاجز ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حیلہ اسقاط ان کی جانب سے کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے، مفصل جواب سے نوازیں تا کہ خدشات دور ہوں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: فیض اللہ متعلم حقانیہ ...... ۷/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: صورت مذکورہ میں حیلہ جائز ہے جبکہ حیلہ کرنے کے وقت تملیک حقیقتاً مراد ہو تملیک

---

(۱) نفس دوران اجزائے قرآن بھی بعض روایات سے ثابت ہے اور مقصود اس سے توسل بالمصحف ہوتا ہے اور توسل بالمصحف ثابت ہے، قال علیہ الصلاۃ والسلام اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم، اور جس طرح فتاوی سمرقندیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوران اجزاء قرآن ثابت ہے، تو اسی طرح واقدی نے فتوح الشام میں بھی ذکر کیا ہے، فقال اخبرہ ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شھاب عن ابی سلمۃ عن ابی موسیٰ قال فعل عمر رضی اللہ عنہ ای دوران اجزاء القرآن . (ازمرتب)

حیلتاً مراد نہ ہو۔اعلم ان للحيل انواعا منها ان تكون لتحليل الحرام كحيلة اصحاب السبت وهي حرام البتة، ومنها ان تكون لدفع المضرة كحيلة يوسف عليه السلام لا بقاء اخيه لئلا يصيبه اخوته مضرة عند العود وهي جائزة لعدم الانكار عليها، ومنها ان تكون لتفريغ الذمة بلا حرج كحيلة ايوب عليه السلام وكذا حيلة النبي ﷺ للزاني الغير المحصن، وحيلة الاسقاط من قبيل الاخير لانه لم يمكنه الاداء لعجزه ولا الاسقاط لفقره فلا بد من الحيلة تعاونا بالمسلم وصرح بجوازها الفقهاء ولم يصرح بعدم جوازه احد من الفقهاء والاحناف فليراجع الى ردالمحتار ص ۲۸۶ جلد ۱ ﴿۱﴾ والهنديه ص ۱۳۲ جلد ۱ ﴿۲﴾ والطحطاوی ص ۲۶۳ ﴿۳﴾ والبحر ص ۹۱ جلد ۲ ﴿۴﴾ وهكذا في غير واحد من كتب الفتاوىٰ . فقط

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فيستقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير اخر. (ردالمحتار ص ۵۴۲ جلد ۱ مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ وفي الهنديه : اذا مات الرجل وعليه صلوت فائتة فاوصى بان تعطى كفارة صلوته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا كذا في الخلاصة.
(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۳﴾ قال العلامة الطحطاوی: وان لم يف ما اوصى به الميت عما عليه اولم يكف ثلث ماله اولم يوص بشئ واراد احد التبرع بقليل لا يكفي فحيلته لا براء ذمة الميت عن جميع ما عليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشئ من صيام او صلاة او نحوه ويعطيه للفقير بقصد اسقاط ما يرد عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ثم بعد قبضه يهبه الفقير للولي او للاجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير … وهكذا يفعل مراراً حتى يسقط ما كان يظنه على الميت من صلاة وصيام ونحوهما مما ذكرناه من الواجبات. (الطحطاوی على المراقي الفلاح ص ۴۳۹ فصل في اسقاط الصلاة والصوم)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: اذا مات الرجل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کی جانب سے فدیہ اور اسقاط با قاعدہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فدیہ اور اسقاط میں کیا فرق ہے اور یہ کونسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد پیش امام مصری بانڈہ نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: فدیہ اور اسقاط کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز اور ہر روزہ سے مقدار صدقۃ الفطر عوض دیا جائے ﴿۱﴾ اور یہ فدیہ صوم کے متعلق عبارۃً اور صلوٰۃ کے متعلق دلالۃً ثابت ہے اور حیلہ اسقاط سے قرآن وحدیث ساکت ہے لیکن قرآن وحدیث سے معارض اور منافی نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے اس کو جائز کہا ہے جبکہ با قاعدہ ہو، اور عدم جواز کسی کا مذہب نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وعليه صلوات فائتة او اوصى بان يعطى كفارة صلاته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع وانما يعطى من ثلث ماله وان لم يترك مالا تستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى المسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا.
(البحر الرائق ص ۹۰، ۹۱ جلد ۲ باب قضاء الفوائت)

﴿۱﴾ وفي الهندية : اذا مات الرجل وعليه صلوٰت فائتة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا كذا في الخلاصة.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ثم اعلم انه اذا وصى بفدية الصوم يحكم بالجواز قطعا لانه منصوص عليه واما اذا لم يوص متطوع بها الوارث فقد قال محمد في زيادات انه يجزيه ان شاء الله تعالىٰ فعلق الاجزاء بالمشيئة لعدم النص وكذا علقه بالمشيئة فيما اذا اوصى بفدية الصلاة لانهم الحقوها بالصوم احتياطاً.
(ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت باب قضاء الفوائت)

بعد از قبض فقیر عیالدار کو فدیہ کی واپسی نیز عمداً قضا شدہ نمازوں کا فدیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر ایک عیالدار مفلس مرد یا عورت حالت افلاس میں مر جائے اور نمازوں وغیرہ کا فدیہ فقراء قبول کریں اور بعد القبول واپس کرے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایک مسلمان دیدہ ودانستہ قصداً عمداً نماز روزہ وغیرہ کی ادائیگی نہیں کرتا کیا مرنے کے بعد اس کیلئے فدیہ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سمیع الرحمن گمبٹ مردان ۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) یہ واپسی درست ہے ﴿۱﴾۔ (۲) جمہور کے نزدیک عمداً قضا شدہ نماز وروزہ کا فدیہ دینا درست ہے ﴿۲﴾۔ خلافا لابن تیمیہ وغیرہ. وھوالموفق

باقاعدہ حیلہ اسقاط مشروع ہے بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں حیلہ اسقاط ہوتا ہے جو نمازوں وغیرہ کا فدیہ ہوتا ہے اس بارے میں فتاویٰ رشیدیہ اور احسن الفتاویٰ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حیلہ کا ثبوت خیر القرون میں نہیں تھا علاوہ ازیں پاکستان کے علماء، کراچی، لاہور وغیرہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب اکثر رسالوں اور اشتہارات میں بیان دیتے ہیں کہ اس عمل کا قرآن وحدیث، عمل

﴿۱﴾ قال ابن شحنة: ویجوز الرجوع فی الھبة عندنا وان کان مکروھا اذا کان ذلک بتراضیھما او بحکم الحاکم لقوله ﷺ الواھب احق بھبته ما لم یثب عنھا ای ما لم یعوض وھب الموھوب له لآخر ثم رجع الواھب الاول له ان یرجع ایضاً (لسان الحکام فی معرفة الاحکام) (معین الحکام ص ۳۷۳ نوع فی الرجوع عن الھبة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ولو مات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة . قال ابن عابدین: (قوله یعطی) بالبناء للمجهول ای یعطی عنه ولیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة او وراثة فیلزمه ذلک من الثلث اذا اوصی. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

صحابہ اور قرون ثلاثہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے اور جس عمل کا ثبوت نہ ہو اس کو تقرب سمجھ کر التزام کرنا بدعت اور واجب الاجتناب ہوتا ہے، لہٰذا بندہ عارض ہے کہ آپ بھی اس بارے میں کچھ لکھ کر اس بے مثل اجر میں حصہ لیں۔ ولاجر الآخرۃ اکبر

المستفتی: عبدالرزاق الہ ڈنڈ ڈھیری ملاکنڈ ایجنسی......۱۰/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ بدعت اس چیز کا نام ہے جو کہ خیر القرون میں نہ بنفسہ موجود ہو اور نہ باصلہ موجود ہو، اور پھر اس کو دین سمجھا جاتا ہو، اور چونکہ یہ حیلہ باصلہ وارد ہے، کما فی الاشباہ، لہٰذا حیلہ اسقاط بدعت نہ ہوگا، کما ورد فی القرآن فی حق ایوب علیہ السلام وورد فی الترمذی فی حق الانصاری الغیر المحصن، اسی وجہ سے تمام فقہاء کرام نے اس کو جائز کہا ہے۔ فلیراجع الی باب قضاء الفوائت فی ردالمحتار والبحر والاشباہ والنظائر وخلاصۃ الفتاوی والھندیہ وفتح القدیر وغیرہ. خلافا للطائفۃ السلفیۃ النجدیۃ، البتہ اس حیلہ کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، منھا ما ذکرہ العلامہ ابن عابدین فی رسانلہ :ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرۃ للفقیر الھزل او الحیلۃ بل یجب ان یدفعھا حقیقۃ لا تحیلا، ملاحظا: ان الفقیر اذا ابی عن الھبۃ الی الوصی کان لہ ذلک ولا یجبر علی الھبۃ انتھٰی. مافی منۃ الجلیل ص ۲۲۵ جلد ۱.

چونکہ مروجہ حیلہ میں یہ شرط مفقود ہے، لہٰذا یہ حیلہ فراغت ذمہ کیلئے بے سود ہوگا، فافھم. وھو الموفق

فدایا میں حیلہ مروجہ فراغ ذمہ میت کیلئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں حیلہ اسقاط کا کیا حکم ہے؟ جو میت مسکین ہو اور اس کیلئے حیلہ کیا جائے اور مقدار فدیہ برابر کی جائے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم تخت بھائی مردان......۱۹۸۹ء/۲/۲

الجواب: حیلہ اسقاط بذات خود جائز ہے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی سے ﴿۱﴾ اس کی مشروعیت روز روشن کی طرح ثابت ہے البتہ اس کی مشروعیت کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت نہایت ضروری ہے، **منها التمليك الحقيقي للمسكين والاجتناب عن الهزل والتمليك اللساني كما صرح به في رسائل ابن عابدين** ﴿۲﴾ اور چونکہ مروجہ حیلہ میں یہ شرائط مفقود ہیں، لہٰذا مروجہ حیلہ اسقاط میت کے ذمہ کی فراغت کیلئے بے سود ہے اہل علم پر لازم ہے کہ ان مفاسد کی اصلاح کریں اور یا اس حیلہ کا انسداد کریں یعنی بغیر حیلہ کے فدایا تقسیم کریں۔ **وهو الموفق**

حیلہ اسقاط کے بعد مال فدیہ سے ورثاء کا خیرات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک میت ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کی وصیت کر چکا ہو مگر بالغ ورثاء باہمی مشورہ کریں کہ ہم میت مذکورہ کیلئے تین سو روپیہ فدیہ میں دیں گے یوم تدفین فدیہ کیلئے حیلہ مروجہ کی بنیاد پر چند آدمی بیٹھ گئے جس میں اکثر اغنیاء ہوتے ہیں، جبکہ حیلہ مروجہ میں تملیک حقیقی بھی مفقود معلوم ہوتی ہے تو دوران مال آخری قابض مال وارث میت کو کہدے کہ یہ مال تقسیم کرے اور صدقہ کرے، قابض کا خیال ہے کہ یہ تو قابض آخر کا ملک بن جاتا ہے، اور فدیہ کا معاملہ ختم ہو گیا تو کیا ورثاء اس سے خیرات کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا فضل مولا صاحب دلبوڑی مدرس دار العلوم حقانیہ ......۲۷/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: حیلہ مروجہ فقدان شرط کی وجہ سے فراغت ذمہ کیلئے بے سود ہے مگر یہ وارث اس

﴿۱﴾ **قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فيستقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير آخر.**

(ردالمحتار ص ۵۴۲ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ **(رسائل ابن عابدين منة الجليل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وقليل ص ۲۲۵ جلد ۱)**

مخصوص مال کا بہر حال مالک ہے، امامن ابتداء الامر لعدم صحة تمليک للغير لاجل الهزل واما بتمليک القابض الاخير علی تقدير الجد، پس یہ وارث اس مخصوص مال سے رسمی یا غیر رسمی خیرات کرنے کا مجاز ہے۔ وھو الموفق

اسقاط یا حیلہ اسقاط کیلئے اجناس وغیرہ قبرستان لے جانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کیلئے اگر اجناس وغیرہ قبرستان نہ لے جائیں یا وہاں تقسیم نہ ہو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالعلی زیارت بلوچستان......۱۹۸۴ء/۱۰/۲

الجواب: باقاعدہ اسقاط یا حیلہ اسقاط کیلئے اجناس وغیرہا کا قبرستان لے جانا اور وہاں تقسیم کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی ہے جبکہ مفاسد سے خالی ہو اور جب مصالح پر مشتمل ہو مثلاً مصارف پر باعزت طور سے تقسیم میں آسانی ہو تو بطریق اولیٰ ممنوع نہ ہوگا، لانہ اھون من الذھاب الی ارباب الاموال لحصول الاموال منھم للمدارس وغیرھا لخلوہ عن صورۃ السوال. وھو الموفق

قضائے عمری کی حدیث موضوعی اور مردود ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قضاء عمری جس کو بعض علماء بدعت کہتے ہیں کیا اس نماز کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اور جو حدیث دلیل میں پیش کرتے ہیں اس حدیث کا کیا درجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید الرحمٰن مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ضلع لاہور ۱۹۸۸ء/۷/۲۰

الجواب: یہ نماز جو متعبدین کے نزدیک قضا عمری سے مسمّی ہے مکروہ اور بدعت قبیحہ ہے نہ قرآن سے اس کی مشروعیت ثابت ہے اور نہ حدیث سے ثابت ہے واما حدیث من قضی صلوٰۃ من

الـفرائض في آخر جمعه في شهر رمضان كان ذلک جابراً لكل صلوٰة فائتة الىٰ سبعين فـقـال القارى في الموضوعات الكبير ص ۴۷ انه باطل قطعا لانه منا قض للاجماع على ان شيئـا من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات، ثم لا عبرة بنقل النهاية ولا بقية شراح الهداية فـانهـم ليسـوا مـن الـمـحـدثيـن ولا اسـنـدو الحديث الى احد من المخرجين، انتهىٰ ﴿۱﴾. اور نہ فقہ کے کتب میں موجود ہے واما روى عـن ابى حنيفة انه قضى صلوٰة عمره فـليـس الـمـراد مـنـه هذا بل هو قضاء الفوائت على قدر الفوائت على الزعمية، وصرح الشـامـى فـى ردالـمـحـتـار ان هـذه الـرواية لـم تـصـح عنه فليراجع الى ردالمحتار ص ۴۹۰ جلد ۱ ﴿۲﴾، بلکہ یہ نماز قواعد حنفیہ سے مخالف ہے مـن عـدم اقتداء المفترض بالمتنفل وبمفترض وقت آخر ﴿۳﴾ وعدم جواز الاذان عند ادائها في المساجد ﴿۴﴾. وهوالموفق

نماز قضائے عمری کا کوئی ثبوت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخری جمعہ میں نماز قضاء عمری از روئے شریعت کیا حیثیت رکھتی ہے بعض علماء اس بارے میں کافی دلائل بیان کرتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الحق متعلم حقانیہ......۲۸/نومبر ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾(الموضوعات الكبرى لملا على قارى ص ۲۴۲ رقم الحديث : ۹۵۳)
﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۶۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب في الصلاة على الدابة باب الوتروالنوافل)
﴿۳﴾ قـال الـعـلامة ابـن نـجـيـم رحـمـه الله: اى وفـسـد اقتداء المفترض بامام متنفل او بامام يصلى فرضاً غير فرض المقتدى الخ . (البحر الرائق ص ۳۶۰ جلد ۱ باب الامامة)
﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله فالاذان للفائتة في المسجد اولى بالمنع .
(البحر الرائق ص ۲۶۲ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: یہ نماز نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے نہ فقہاء کرام سے مروی ہے، والاحادیث الواردة فیها موضوعة کما صرح به العلی القاری﴿١﴾ وغیره﴿٢﴾ وماروی ان الامام ابا حنیفة قضی صلوٰة عمره فعلی تقدیر الثبوت معناه قضاء صلواة جمیع العمر احتیاطا لاما فهمه المتعبدون، بل هی مخالفة عن تصریحات الفقهاء لان فیها یؤذن للفوائت عند الاداء فی المساجد وفیها عدم اتحاد صلوٰة الامام مع الماموم وایضا هی مخالفة عن حدیث لا کفارة لها الا ذلک، ثم هی مهلکة للعوام لانهم یعتقدون کفایتها کما لا یخفی. وهو الموفق

﴿١﴾ قال الملا علی القاری رحمه الله: حدیث من قضی صلاة من الفرائض فی آخر جمعة من شهر رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاة فائتة فی عمره الی سبعین سنة، باطل قطعا لانه مناقض للاجماع علی ان شینا من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات ثم لا عبرة بنقل النهایة ولا ببقیة شراح الهدایة فانهم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین. (الموضوعات الکبریٰ ص ٢٤٢ رقم حدیث: ٩٥٣)

﴿٢﴾ قال العلامه عبد الحی اللکهنوی: وذکره الشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة بلفظ من صلی فی آخر جمعة من رمضان خمس الصلوات المفروضة فی الیوم واللیلة قضت عنه ما اخل به من صلوات سنة، وقال هذا موضوع بلا شک ولم اجده فی شیئ من الکتب التی جمع مصنفوها فیها الاحادیث الموضوعة ولکن اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدینة صنعاء فی عصرنا هذا وصار کثیر منهم یفعلون ذلک ولا ادری من وضع لهم فقبح الله الکذا بین انتهی وقال العلامة الدهلوی فی رسالة العجالة النافعة عند ذکر قرائن الوضع الخامس ان یکون مخالفاً لمقتضی العقل و تکذبه القواعد الشرعیة مثل القضاء العمری ونحو ذلک انتهی.

(مجموعه سبع رسائل ص ٥٣ الاثار المرفوعه فی الاخبار الموضوعة)

وقال الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی: الخامس ان یکون الحدیث مخالفا لمقتضی العقل والنقل وتکذبه القواعد الشرعیة مثل حدیث قضاءِ العمری ونحوه.

(العجالة النافعه ص ٣٠ بیان قرائن وضع الحدیث)

قضاء عمری کے دلائل بے اصل اور اصول احناف کے خلاف ہیں

سوال: ماقولکم ایها العلماء الکرام فی صلوٰۃ یصیلها الناس فی اخر جمعة من رمضان علی صورة قضاء خمس صلوات جماعة باذان واقامة لکل واحد منها ویسمونها بالقضاء العمری، فیبدء ون بصلوة الفجر ثم بالظهر وهکذا الی العشاء ثم فی آخرها یصلون الوتر بجماعة ویعتقدون بان القضاء علی هذه الهیئة تکون جابرة لمافات منهم فی العمر او فی سبعین سنة من الصلوة ، وانها جبیرة لکل ما نقص منهم فی صلوة العمر. هل لهذه الصلواة اصل فی الشریعة ام هی بدعة مخترعة فی الدین؟ وهل یصح تمسکهم لجوازها بدلائل ذکروها فی الرسائل؟(۱) الاول ماروی ان النبی ﷺ قال من قضی خمس صلوٰۃ فی آخر جمعة من رمضان باذان واقامة کان جابرا لما فاته فی سبعین سنة،فان هذا الحدیث قد نقله صاحب النهایة فیعلم منه انه ثابت فیصح الاستدلال به وان کان ضعیفا، فان الضعیف من الاحادیث یحتج به فی فضائل الاعمال علی ما هو المصرح فی کتب الفن،(۲) والدلیل الثانی انه لو سلم ان الحدیث موضوع لکن یصح الاحتجاج به لما فیه من الترغیب الی الصلوٰۃ والعمل بالموضوع جائز فی الترغیب وکذا الوضع علی ما یعلم من ظاهر قوله علیه السلام من کذب علی الخ فانه کلمة علی تشعر بالضرر فیعلم منه ان الممنوع هو الکذب الذی فیه ضرر علی الدین فانه کذب علیه علیه السلام لا مافیه نفع للدین فانه کذب له لا کذب علیه. (۳)الدلیل الثالث: ان کثیرا من الاحبار والرهبان الذین لهم زهد فی الدنیا ورغبة فی الاخرة والتقوی والانابة الی الله قد فعلوها وواظبوا علیها فینبغی لنا ان

نتبعهم فيها لقوله تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الخ(الاية) .(۴) الدليل الرابع: ان النبی ﷺ كان شغل عن اربع صلوات يوم الخندق فقضاهن مرتبة فی وقت العشاء وفی حديث اخر صلوا كما رائتمونی اصلی رواه احمد وكذا ما وقع له عليه السلام فی ليلة التعرليس يدل علی جواز هن فان فيهاقد فاتت منه صلوة الفجر فقضاها بعد ما طلعت الشمس بالجماعة باذان واقامة كما رواه مالک فی موطاه مرسلاً. (۵)الدليل الخامس: ان هذه الصلوة قد ذكرها الفقهاء فی معتبرات كتب الفقه كالبحر والخلاصة والظهيرية وقاضی خان والدرالمختار وحاشية ردالمحتار وفی فتاویٰ نورالهدیٰ ايضاً فيعلم منه ان لها اصلا فی الشريعة وثبوتا فی المذهب لا سيما وقد ذكروا ان اباحنيفة قد فعلها وقضی صلوات عمره هل يصح التمسک بهذه الدلائل ام لا؟ بينواتوجروا

المستفتی: شمس الحق متعلم حقانیہ ۱۴/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: (الف) لا اصل لهذه الصلوة بل هو مخالف عن الاصول المروية عن الاحناف مثل عدم التأذين عند القضاء فی المسجد كما فی البحر ﴿۱﴾ ولعدم صحة اقتداء المفترض بالمتنفل اوالمفترض لوقت آخر كما فی البحروغيره ﴿۲﴾. وعدم جواز الاقتداء فی النوافل علی سبيل التداعی فی غير التراويح والوتر انه مكروه بالمواظبة ﴿۳﴾. (ب) ليس بهم دليل بل هو امر مخترع.

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: فالاذان للفائتة فی المسجد اولی بالمنع.
(البحر الرائق ص ۲۶۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ای وفسد اقتداء المفترض بامام متنفل او بامام يصلی فرضا غير فرض المقتدی الخ . (البحر الرائق ص ۳۶۰ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ولو صلوا الوتر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲)بذاموضوع والموضوع لا يصح الاستدلال به لا فی الفضائل ولا فی غیره کما فی شرح النخبة وغیره ﴿۱﴾ والکذب والاختلاق حرام مطلقا لعموم المحرم، وقال رسول اللهﷺ من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین(مسلم)﴿۲﴾ وفی روایة من قال عن مالم اقله الحدیث وهو لمام . (۳) لیس بدلیل مالم ینقل ولم یقرر. (۴) دال علی القضاء دون الصلوٰة المسماة بالقضاء العمری. (۵) جاز قضاء صلوٰة جمیع العمر احتیاطا فی روایة مرجوحة ولم یجز صلوٰة القضاء العمری البتة .
والثابت عن العبارات الامر الاول دون الثانی وللتفصیل مقام آخر. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) بجماعة فی غیر رمضان فهو صحیح مکروه کالتطوع فی غیر رمضان بجماعة وقیده فی الکافی بان یکون علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکره واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلفوا فیه وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقا.
(البحر الرائق ص ۷۰ جلد ۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ قال العلامة اللکهنوی : اعلم انه قد صرح الفقهاء والمحدثین باجمعهم فی کتبهم بانه تحرم روایة الموضوع وذکره ونقله والعمل بمفاده مع اعتقادثبوته الا مع التنبیه علی انه موضوع ویحرم التساهل فیه سواء کان فی الاحکام اوالقصص اوالترغیب والترهیب او غیر ذلک ویحرم التقلید فی ذکره و نقله الامقرونا ببیان وضعه بخلاف الحدیث الضعیف الخ قلت قد ثبت من هذه الروایات ان الوضع علی النبیﷺ ونسبة مالم یقله الیه حرام مطلقا ومستوجب لعذاب النار سواء کان ذلک فی الحلال اوالحرام او ترغیب او ترهیب او غیر ذلک فبطل ظن بعض الوضاعین الجهلة ان الکذب علیه ﷺ للترغیب والترهیب یجوز لانه کذب له لا علیه.
(مجوعه سبع رسائل للکهنوی ص ۹۰، تا ۹۸ الاثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة)
﴿۲﴾ (الصحیح المسلم ص ۶ جلد ۱ باب وجوب الروایة عن الثقات وترک الکذابین والتحذیر من الکذب علی رسول اللهﷺ)

بلاطہارت ادا کی گئی نمازوں کے بارے میں معزول امام کا اطلاع اور قضا کرنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد سے ایک امام کومعزول کیا گیا، اس کی جگہ دوسرے شخص کوامام بنایا تو اس معزول امام نے کہا کہ میں نے آپ کو دونمازیں بلا طہارت پڑھائی ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ کونسی نمازیں تھیں، اب مقتدی حضرات کیا کریں گے اور کونسی نمازوں کاادا کریں گے کیونکہ کسی خاص وقت کی نمازوں کایقین نہیں ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ..... ۱۹۸۷ء/۲/۱۴

الجواب: جاز ان لا یعتمد علی قول هذا الفاسق نعم اذا کان متورعا فجاز الاعتماد کما فی الهندیه ص ۱۹ جلد ۱ فلیراجع ، فالورع ان یقضی صلوٰة یومین ﴿۱﴾ فافهم. وهوالموفق

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندیه: لو قال صلیت بکم المدة علی غیر وضوء وهو ماجن لا یقبل قوله وان لم یکن کذلک واحتمل انه قال علی وجه التورع والاحتیاط اعادوا صلاتهم. (فتاویٰ عالمگیریه ص۸۷ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

باب الاستسقاء

بارش کیلئے سورۃ یٰس پڑھ کراذان دینے کا طریقہ مباح ہے مندوب نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارش کیلئے استسقاء کی جونماز معروف ہے کیااس کے علاوہ اور طریقے بھی ثابت ہیں؟ ہمارے ہاں باران رحمت کیلئے طریقہ ذیل اختیار کیا جاتا ہے،وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد امام مسجد یااور کوئی آدمی سورۃ یٰس کوابتداء سے اول مبین تک تلاوت کرتا ہے اس کے بعد ایک شخص امام کے قریب کھڑاہوکراذان دیتا ہے۔اس کے بعد مسجد کی جنوب مغرب کی جانب اذان دی جاتی ہے۔بعداذان جنوب مشرق کونے میں اذان دی جاتی ہے،اسی طرح شمال مشرق اور بعد میں شمال مغربی کونے میں اذان دی جاتی ہے،اس کے بعد امام مسجد دوبارہ سورۃ یٰس ابتداء سے شروع کرکے دوسرے مبین تک پڑھتا ہے اور مذکورہ طریقے پر پانچ آدمی اذان دیتے ہیں۔اسی طرح تیسرے مبین تک الغرض سورۃ یٰس کے آخری مبین تک یہ عمل اذانیں اور تلاوت ہوتی ہیں اس کے بعد دعا کی جاتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے۔کہ کیاطریقہ مذکورہ شرعاًدرست اور جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:مولوی اورنگزیب کریلیاں ہری پورایبٹ آباد.....۱۹۸۴/۲/۷ء

الجواب: اگراس عمل کوعملیات کے ارادہ سے کرے تو نہ مطلوب ہےاور نہ ممنوع ہے۔﴿۱﴾ اوراگر مندوبات سے ہونے کی نیت سے کرے تو یہ بدعت ہے﴿۲﴾ بہرحال وسائل مشروعہ کے باوجود

﴿۱﴾یدل علیه حدیث مسلم :عن عوف مالک الاشجعی قال لنا نرقی فی الجاهلية فقلنا یا رسول الله کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیه شرک.(الصحیح المسلم ص ۲۲۴ جلد۲ باب جواز اخذ الاجرة علی الرقية)

﴿۲﴾قال العلامه ابن نجیم :ولان ذکر الله تعالیٰ اذا (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دوسرے خودساختہ وسائل کوزیرکار لانا مسلمانوں کیلئے شایان شان نہیں۔ وھو الموفق

صلاۃ استسقاء باجماعت کرنا صاحبین کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشکوٰۃ باب الاستسقاء میں عبداللہ بن زیدرضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال خرج رسول اللہ ﷺ با لناس الی المصلی یستقی فصلی بھم رکعتین جھر فیھمابالقراء ۃ واستقبل القبلۃ ید عوا ورفع یدیه وحول رداء ہ حین استقبل القبلۃ متفق علیه . اب سوال یہ ہے کہ نماز استسقاء باجماعت ادا کی جاتی ہے یا انفرادا۔ لہذا فقہ حنفی کی رو سے استسقاء کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار تخت بھائی ضلع مردان ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز باجماعت پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں ہے کماشار الیه صاحب الھدایه بقوله فعله مرۃ وترکه اخریٰ .وصرح به ابن الھمام وغیرہ ﴿۱﴾ اور صاحبین کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ وھو مختار الطحاوی وقال الشیخ عبدالحق الدھلوی وعلیه الفتوی ﴿۲﴾ وھو الموفق.

(بقیہ حاشیہ) قصد به التخصیص بوقت دون وقت اوبشی دون شئی لم یکن مشر وعا حیث لم یر دالشرع به لا نه خلاف المشروع .(البحرالرائق ص ۱۵۹ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۱﴾ قال العلامه مرغینانی: وقال یصلی الامام رکعتین لما روی ان النبی ﷺ صلی فیه رکعتین کصلاۃ العید رواہ ابن عباس قلنا فعله مرۃ وترکه اخریٰ فلم یکن سنۃ .قال ابن الھمام :قوله ورسول اللہ ﷺ استسقی ولم تروعنه الصلاۃ یعنی فی ذلک الاستسقاء فلایرد انه غیر صحیح کما قال الامام الزیلعی المخرج ولو تعدی بصرہ الی قدر سطر حتی رأی قوله فی جوابھما قلنا فعله مرۃ وترکه اخری فلم یکن سنۃلم یحمله علی النفی مطلقا وانمایکون سنۃ ما واظب علیه الخ(ھدایه فتح القدیر ص ۵۹ جلد ۲ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: اعلم ان الصلوۃ فیه سنۃ مؤکدۃ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صلوٰۃ استسقاء میں مفتیٰ بہ قول صاحبین کا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استسقاء کی نماز میں جماعت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے اس میں مفتیٰ بہ قول کونسا ہے؟ کتب معتمدہ کے حوالہ سے مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی فرمایئے؟بینو اتوجروا

المستفتی: مولوی احمد صاحب بشام سوات......۱۹۷۷ء/۱۰/۱۹

الجواب: امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الا ثار میں صاحبین کے مذھب کو مختار کیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، علی قولهما الفتوىٰ عند الحنفية كما في حاشية المشكواة باب الا ستسقاء.﴿۱﴾وفي ردالمحتار ص ۷۹۱جلد ۱ واختار القدوری قول محمد لا نه عليه السلام فعل ذلک نهر وعليه الفتوى كما في شرح درر البحار.﴿۲﴾فافهم.وهو الموفق

(بقيه حاشيه) عند مالک والشافعي واحمد وابی یوسف و محمد فيصلي الامام ركعتين بجماعة يجهر فيهما بالقراء ة واختاره الطحاوی وقال الشيخ الد هلوی وعليه الفتوىٰ والوجه فيه ان النبیﷺ عند الخروج له لم يرجع بغير صلاة الجماعة .وقال ابو حنيفة الصلوٰة فيه ليست بمسنونة كما في مختصر القدوری و مراده انها ليست بسنة موكدة بدليل تعليل الهداية حيث قال فعله مرة وتركه اخرىٰ فلم يكن سنة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۸۸ جلد ۳ باب ماجاء في صلوٰة الاستسقاء)

﴿۱﴾قال العلامه الشيخ زينة المحدثين مولانا نصير الدين الغورغشتوی: ونحن لا نمنعه ولكن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجوا الى المصلى فلا ينبغي لهم الرجوع بغير صلاة الجماعة...... ولهذا اختار الطحاوی قول الصاحبن وقال الشيخ الدهلوی على قولهما الفتوىٰ عند الحنفية.

(هامش غورغشتوی علی مشكواة المصابيح ص ۱۳۲ جلد ۱ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۲۴ جلد ۱ قبيل هل يستجاب دعاء الكافر باب الاستسقاء)

مسنون طریقہ استسقاء کی موجودگی میں مشتبہ طریق سے اجتناب کرنا چاہیئے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کے لوگوں میں استسقاء کیلئے یہ اصول ہے کہ سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر شروع کرتے ہیں، اسی طرح ایک مولوی صاحب وعظ بھی کرتا ہے، اور پھر یہ لوگ اجتماعی طور پر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ دوسرے گاؤں کے لوگ بھی ہمارے ساتھ استسقاء کریں، اسی دوران کوئی غیبت اور عبث مجلس نہیں ہوتی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ اسکی بدعت ہونا اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کے کھانے کا انتظام گاؤں والے کرتے ہیں اور بارش مانگنے والے کھانا نہیں مانگتے، اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ولی محمد خان زی کلے بلوچستان......۱۳۹۳ھ/۶/۱۶

الجواب: جب علماء کی رہنمائی میں مسنون طور سے استسقاء کرنا ممکن ہے ﴿۱﴾ تو اس مشتبہ امر میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نعم لا یقال انها بدعة مالم یدخلوها فی الدین لان البدعة الا حداث فی الدین: قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد او کما قال علیه الصلاة والسلام ﴿۲﴾. وهو الموفق

استسقاء میں دو رکعت باجماعت پڑھنے کا قول مفتیٰ بہ قول ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلاۃ استسقاء کے بارے میں

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ويستحب للامام ان يا مرهم بصيام ثلاثة ايام قبل الخروج وبالتوبة ثم يخرج بهم فى الرابع مشاة فى ثياب غسيلة او مرقعة متذللين متواضعين خاشعين لله ناكسين رؤسهم ويقدمون الصدقة فى كل يوم قبل خروجهم ويجددون التوبة ويستغفرون للمسلمين ويستقون بالضعفة. والشيوخ والعجائز والصبيان ويبعدون الا طفال عن امهاتهم الخ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۶۲۴ جلد ۱ باب الا ستسقاء)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص۲۷ جلد ۱ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار رکعت ہونی چاہئے دو رکعت پہلے انفرادا اور دو رکعت بعد میں باجماعت کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صرف دو رکعت باجماعت ادا کرنا چاہئے۔ اس میں کونسا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: چونکہ مفتی بہ صاحبین کا مذہب ہے۔ لہذا صرف دو رکعت باجماعت پڑھنا چاہئے۔ (فی الدر المختار مع ردالمحتار ص ۷۹۱ جلد ۱) وقالا تفعل کا لعید ای بان یصلی بهم رکعتین بجماعة یجهر فیهما بالقراء ة بلا اذان ولا اقامة ثم یخطب الخ (۱) وقال مولانا (نصیر الدین الغرغشتوی) فی حاشیة المشکواة ولکن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجوا الی المصلی فلا ینبغی لهم الرجوع بغیر صلاة الجماعة ولهذا اختار الطحاوی قول صاحبین وقال الشیخ الدهلوی علی قولهما الفتوی عند الحنیفة (۲) .وهو الموفق.

---

(۱) (الدر المختار مع ردالحتار ص ۷۹۲ جلد ۱ :مطلب هل یستجاب دعاء الکافر باب الاستسقاء)

(۲) وفی منهاج السنن : اعلم ان الصلوة فیه سنة موکدة عند مالک والشافعی واحمد وابی یوسف ومحمد فیصلی الامام رکعتین بجماعة یجهر فیهما با لقراء ة واختاره الطحاوی وقال الشیخ الدهلوی وعلیه الفتویٰ والوجه فیه ان النبی ﷺ عند الخروج له لم یرجع بغیر صلوة الجماعة .وقال ابو حنیفة الصلوة فیه لیست بمسنونة کما فی مختصر القدوری .ومراده انها لیست بسنة موکدة بدلیل تعلیل الهدایة حیث قال فعله مرة وترکه اخریٰ فلم یکن سنة .وصرح المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیة وغیره ان ابا حنیفة قائل بالجواز .وبالجملة ان الاستسقاء عند ابی حنیفة هو الدعاء والاستغفار لقوله تعالی فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً .حیث علق نزول المطر بالاستغفار دون الصلوة .فکان الاصل فیه الدعاء والاستغفار دون الصلوة وللناس ان یصلوا جماعة اووحدانا ویقتصروا علی الدعاء من غیر صلاة .ویؤیده مارواه سعید بن منصور فی سننه ان عمر خرج یوما یستسقی فلم یزد علی الاستغفار فقالوا ماراینا(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

استسقاء میں باجماعت نماز ادا کرنا بدعت نہیں مشروع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استسقاء میں نماز باجماعت ثابت ہے یا نہیں؟ نیز ائمہ دین نماز (استسقاء) باجماعت کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ یہاں ایک مولوی صاحب اس باجماعت استسقاء کو بدعت اور کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں تفصیل فرما کر مشکور فرماویں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: نامعلوم

الجواب: مفتی بہ قول یہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھی جائیگی (۱) اور بعد میں خطبہ اور خطبہ کے ضمن میں تحویل رداء کی جائے گی، قال مولانا فی حاشیۃ المشکواۃ وللصاحبین ومن وافقھما ان یقولوا ثبت فی ھذہ الاحادیث الدعاء عن رسول ﷺ ونحن لانمنعہ ولکن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجوا الی المصلی فلا ینبغی لھم الرجوع بغیر صلوۃ الجماعۃ فانہ لم یثبت عن النبی ﷺ فی الصورۃ الرجوع بغیر صلوۃ الجماعۃ لھذا اختار الطحاوی قول الصاحبین وقال الشیخ الدھلوی علی قولھما الفتوی عند الحنیفۃ (۲) وھو الموفق

(۱) عند حاشیہ استسقیت فقال طلبت الغیث محا دیح السماء الذی یستنزل بہ المطر والمجادیح الانواء کما فی القاموس وکذا یریدہ ما رواہ ابن ابی شیبۃ عنہ الا کنا بالاستغفار وقد صح [illegible] العینی بنحوستہ عشر حدیثا بالمذھب ابی حنیفۃ فی عدم سنیۃ الصلوۃ

(منھاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۸۹ جلد ۳ [illegible] صلوۃ الاستسقاء)

(۱) قال العلامہ ابن عابدین رحمہ اللہ وقال محمد تصلی لاھذہ [illegible] رکعتین کما فی الجمعۃ ثم یخطب ای یسن لہ ذلک والاصح [illegible]

(رد المحتار ھامش الدر المختار ص ۲۲۳ جلد [illegible] الاستسقاء)

(۲) حاشیہ عن [illegible] علی مشکوۃ المصابیح ص [illegible] جلد [illegible] الاستسقاء

استسقاء کیلئے ایک عمل

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مارتو تنگ مولانا صاحب طلب باران وبارش کیلئے یہ وظیفہ فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد برہنہ سر یہ پڑھتے تھے۔"وهو الذى ينزل الغيث من بعد ماقنطوا و ينشر رحمته،وهو الولى الحميد "۔اور پیچھے لوگ آمین کہتے تھے جبر سے تو میں نے بھی مولانا صاحب کے ارشادات کے مطابق یہ وظیفہ کیا،طلب باران کیلئے،تو ایک آدمی نے کہا کہ برہنہ سر یہ وظیفہ مسجد میں ممنوع اور تکبر ہے کیا واقعی یہ وظیفہ ممنوع اور تکبر ہے؟بینوا توجرو

المستفتی:عبدالحکیم شاہ امام مسجد معیار مردان......۱۹۷۴/ ۷/ ۱۶

الجواب: اگر یہ وظیفہ بطور عمل کیا جائے تو بشرط عدم ایذاء درست ہے ﴿۱﴾ولعل هذا هو مراد الشيخ الجامع .والشرط فى جواز العمليات هو عدم التصادم بالسنة لا ثبوتها بخصوصها بالسنة والدليل عليه ما فى حديث عوف بن مالك مرفوعا اعرضوا على رقاكم لابأس بالرقىٰ ما لم يكن فيه شرك (رواه مسلم بحواله مشكواة ص ۳۸۸ جلد ا كتاب الطب والرقىٰ)﴿۲﴾.وهو الموفق

نماز استسقاء کیلئے تین دن سے زیادہ نکلنا ثابت نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کیلئے لوگ تین دن تک نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ نکلنا جائز نہیں،کیا یہ درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:نامعلوم......

﴿۱﴾قال العلامه ابن عابدين: وفى حاشية الحموى عن الامام الشعرانى اجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيره الا ان يشوش جهر هم على نائم او مصل او قارئ الخ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب رفع الصوت بالذكر)

﴿۲﴾(مشكواة المصابيح ص ۳۸۸ جلد ۱ : كتاب الطب والرقى :الفصل الا ول)

الجواب: تین دن تک نکلنا فقہاء سے منقول ہے زیادہ نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نمازِ استسقاء میں چادر الٹا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء میں قلب رداء کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید عمر خان ہنگو

الجواب: استسقاء میں قلب رداء صرف امام کیلئے مستحب ہے، نماز کے بعد قلب رداء اس طریقہ پر کرے کہ چادر کا اوپر والا حصہ نیچے آجائے اور نیچے والا حصہ اوپر کی طرف جبکہ یمین شمال کی طرف اور شمال یمین کی طرف ہوجائے، کما فی ردالمحتار باب الاستسقاء ﴿۲﴾. وھو الموفق

نمازِ استسقاء میں ہاتھ الٹے کرکے دعا مانگنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ہمارے امام صاحب نے استسقاء کی دعا مانگنے کے دوران ہاتھ الٹے کرکے دعا مانگی، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ویخرجون ثلاثة ایام لانه لم ینقل اکثر منها متتابعات.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله خلافا لمحمد) فانه یقول یقلب الامام رداء ه اذا مضی صدر من خطبته فان کان مربعا جعل اعلاه اسفله واسفله اعلاه وان کان مدوراً جعل الایمن علی الایسر والایسر علی الایمن وان کان قباء جعل البطانة خارجا والظهارة داخلا حلیه وعن ابی یوسف روایتان واختار القدوری قول محمد لانه علیه الصلاة والسلام فعل ذلک نهر وعلیه الفتویٰ کما فی شرح درر البخار قال فی النهر واماالقوم فلا یقلبون اردیتهم عند کافة العلماء خلافا لمالک. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

الجواب: یہ بھی جائز ہے۔رواہ ابو داؤد ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز استسقاء کیلئے صحرا کی طرف نکلنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کس جگہ پڑھنی چاہئے؟ کیا صحرا کی طرف نکلنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان علی خان بنوں

الجواب: صحرا کی طرف نکلنا بہتر ہے (شامی) ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن انس ان النبی ﷺ کان یستسقی هکذا یعنی ومد یدیه وجعل بطونهما مما یلی الارض حتی رایت بیاض ابطیه. (سنن ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۱ باب رفع الیدین فی الاستسقاء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله ویخرجون) ای الی الصحراء کما فی البنا بیع اسمعیل وهذا فی غیر اهل المساجد الثلاثة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۷۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

باب سجود السهو

پہلی رکعت کے بعد امام قعدہ پر بیٹھ کر فتح لے کر اٹھ جائے سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا چار رکعت فرض نماز میں امام پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد قعدہ پر بیٹھ گیا جبکہ مقتدی سب کھڑے ہو گئے، اور مکبر کے فتحہ پر امام قعدہ سے قیام پر آ گیا، اب امام سجدہ سہو کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ناصر حزب الرحمٰن ۱۹۷۷.۹.۱۹

الجواب: اگر یہ قعدہ (پہلی رکعت کے بعد) طویل ہو جیسا کہ جلسہ استراحت کی مقدار سے تجاوز ہو تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ لازم نہ ہوگا، كما في رد المحتار ص ۵۱۳ جلد ۱ وكذا القعدة في آخر الركعة الاولى او الثالثة فيجب تركها ويلزم من فعلها ايضا تاخير القيام الى الثانيه او الرابعة عن محله وهذا اذا كانت القعدة طويلة اما الجلسة الخفيفة التي استحبها الشافعي فتركها غير واجب عندنا بل هو الافضل اه[1] فافهم وهو الموفق

مسبوق کیلئے نماز مغرب کی بقیہ دو رکعت کے درمیان قعدہ نہ کرنے سے سجدہ سہو ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مغرب کی نماز میں تیسری رکعت میں اس وقت شامل ہوا جبکہ امام دو رکعت پڑھ چکے تھے یہ شخص بنا بر مذہب صاحبین اپنی بقیہ نماز اس طرح پورا کرے گا کہ سلام کے بعد مسبوق ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا اور تشہد کے بعد اپنی بقیہ رکعت پڑھے گا جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر بقیہ دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہیں کرے گا، اب دریافت طلب مسئلہ

[1] (ردالمحتار ص ۳۴۴ جلد ۱ باب صفة الصلاة قبيل مطلب مهم في تحقيق متابعة الامام)

یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ کیلئے صاحبین کے مذہب پر عمل کرتا ہو مگر کسی وقت وہ پہلی رکعت پر سہواً کھڑا ہو جائے یعنی قعدہ بھول جائے اس صورت میں سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: صاحبزادہ محمد صالح ڈوڈھیر صوابی ...۱۹۸۴ء/۲/۱۵

الجواب: چونکہ علامہ شامی وغیرہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے کمافی ردالمحتار ص ۴۱۹ جلد ۱ ﴿۱﴾ اعتماد قول محمد پر ہے، پس سجدہ سہو کرنا صورت مذکورہ میں ضروری ہوگا۔ وھوالموفق

پانچویں رکعت سے تشہد کیلئے واپس ہو کر سجدہ سہو نہ کرے تو نماز واجب الاعادہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آخری تشہد کے بجائے اگر امام پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تب مقتدی لقمہ دے اور امام فوراً تشہد کیلئے واپس ہو جائے اور سجدہ سہو بھی بھول جائے اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالرؤف شین باغ خورد اٹک......۱۹۹۰ء/۹/۵

الجواب: یہ نماز واجب الاعادہ ہے صورت مسئولہ میں سجدہ سہو لازم ہوتا ہے (ردالمحتار وغیرہ) ﴿۲﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد ويقضي اول صلاته في حق قرأة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها . قال الشامي(تحت قوله ويقضي اول صلاته في حق قرأة) وفي الفيض عن المستصفى لو ادركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصه عند ابي حنيفة وقال ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين اولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد .
(فتاوىٰ شاميه ص ۴۴۱ جلد ۱ باب الامامة مطلب في المسبوق والمدرك واللاحق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وتعاد وجوبا (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نماز میں بلاوجہ قصداً سجدہ سہو کرنے سے نماز میں نقصان نہیں آتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص بلا ضرورت یعنی بلا سہو ونسیان قصداً عمداً سجدہ سہو کرے کیا نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد قاسم عزیز بھٹی روڈ نوشہرہ صدر......۱۹۹۰ء/۱/۱۷

الجواب: یہ شخص سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائیں گے اور اس کی نماز تمام ہو جائے گی بے جا سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز کو نقصان نہیں پہنچتا۔ وهو الموفق

سجدہ سہو بھول کر اعادہ نماز واجب اور نماز کے دونوں سجدے فرض ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک نمازی پر سجدہ سہو واجب ہوا تھا، لیکن سجدہ سہو بھول کر سلام پھیرا مسجد سے باہر نکل کر بات چیت کی، اچانک یاد آیا کہ سجدہ سہو ترک کر دیا ہے اب اعادہ نماز واجب ہے یا نہیں؟ (۲) نماز میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں فرض ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی جبرائیل غورزئی پایاں کوہاٹ......۲۴/شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) اس شخص پر اعادہ واجب ہے فرض نہیں ہے لانہ ترک الواجب وهی سجدہ السهو کما فی ردالمحتار ص ۵۰۹ جلد ۱ باب السهو، وهل تجب الاعادہ بترک سجود السهو لعذر کما لو نسیه والذی یظهر الوجوب کما هو مقتضی اطلاق الشارح لان

(بقیہ حاشیہ) فی العمد والسهو ان لم یسجد له وان لم یعدها یکون فاسقا آثما وکذا کل صلاۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۳۶، ۳۳۷ جلد ۱ کل صلاۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها باب صفة الصلاۃ)

لسنتها لم ينجبر بجابر وان لم ياثم بتركه فليتامل ﴿۱﴾. (۲) تمام معتبرات فقہ میں سطور سے دونوں سجدے فرض ہیں ﴿۲﴾ فلیراجع. وھو الموفق

<u>نفل نماز میں سجدہ سہو، آخری قعدہ سے اٹھنے نابالغ نمازی کے آگے گزرنے وغیرہ کے مسائل</u>

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) نفل نماز کے اندر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲) نماز کے سنن میں ایسے الفاظ پڑھے جائیں جن سے معنی میں تغیر آتی ہو تو کیا نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ (۳) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے اور رکوع کرنے سے پہلے یاد ہو جائے دوبارہ قعدہ میں تشہد پڑھے گا یا نہیں؟ (۴) نابالغ نمازی کے آگے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ مدرسہ ... پشاور ۳۰/۳/۱۹۸۹ء

الجواب: (۱) سجدہ سہو کا حکم فرض اور نفل نماز میں یکساں ہے ﴿۳﴾۔ (۲) ایسے کلمات سے نماز میں قباحت نہیں ہوتا ہے ﴿۴﴾۔ (۳) درود شریف سے شروع کرے گا ﴿۵﴾۔

---

(۱) (رد المحتار ص ۳۰۳ جلد ۱ باب صفة الصلاة مطلب واجبات الصلاة)

(۲) قال في الهندية: (ومنها السجود) السجود الثاني فرض كالاول باجماع الامة (فتاوى هنديه ص ۷۰ جلد ۱ الباب الرابع في صفة الصلاة)

(۳) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۶۵۵ جلد ۱ باب سجود السهو)

(۴) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: السنة في تسبيح الركوع سبحان ربي العظيم الا ان كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجري على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة كذا في شرح درر البحار (رد المحتار ص ۴۶۵ جلد ۱ مطلب في اطالة الركوع للجائي باب صفة الصلاة)

(۵) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله عاد وسلم) اى عاد للجلوس لما مر ان ما دون الركعة محل الرفض وفيه اشارة الى انه لا يعيد التشهد وبه صرح في البحر. (رد المحتار على هامش الدر المختار ص ۶۵۵ جلد ۱ باب سجود السهو)

(۴) ممنوع ہے۔﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سجدہ چھوٹ کر رکوع میں یاد آجائے کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی سے ایک سجدہ چھوٹ جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آیا تو کیا وہ رکوع کرکے قومہ کرے پھر تین سجدے کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے یا اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ای / ۲۳۶ راولپنڈی ۱۳/۱/۱۹۷۲ء

الجواب: اگر رکوع میں یاد ہوتے ہی سجدہ کو رکوع سے چلا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے (فی القول الاصح) (ردالمحتار ص ۴۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سجدہ سہو کرنیوالے امام کے پہلے سلام کے ساتھ مسبوق کا کھڑا ہونا ترک واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق امام کے پہلے سلام شروع کرتے ہی کھڑا ہو جائے (خواہ امام کے سجدہ سہو کرنے پر لوٹ آوے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہو تو نہ لوٹے۔ تو اس کا پہلا سلام پھیرتے ہی بقیہ نماز کیلئے) کھڑا ہو جانا خلاف سنت ہے یا خلاف واجب؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق محلہ قطب الدین راولپنڈی ۱۳/۱/۱۹۷۲ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وان اثم المار لحديث البزار لو يعلم المار ماذا عليه من الوزر لو قف اربعين خريفا في ذلك المرور. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۰۰ جلد ۱ لا تفسد باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين رحمه الله: لو ترك سجدة من ركعة ثم تذكرها فيما بعدها من قيام او ركوع او سجود فانه يقضيها ولا يقضي مافعله قبل قضائها مما هو بعد ركعتها من قيام او ركوع او سجود بل يلزمه سجود السهو فقط.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۳۱ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

الجواب: ترک واجب میں مبتلا ہوا ہے (ردالمحتار ص ۵۵۹ جلد ۱) ﴿۱﴾ جبکہ بلا ضرورت ہو۔ وھو الموفق

عیدین کی نماز میں کثرت جماعت کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین میں تکبیرات زوائد جو کہ واجب ہیں دوسری رکعت میں تکبیرات عیدین کہے بغیر رکوع کو چلا جائے تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر سجدہ سہو نہ کرے تو نماز فاسد ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد افضل فاروقی واہ کینٹ......۱۲/ اگست ۱۹۸۴ء

الجواب: اس امام پر سجدہ سہو واجب تھا لیکن نماز عید ہونے کی وجہ سے ساقط ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرے یا دونوں طرف؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سجدہ سہو کیلئے دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا نماز درست ہو گی؟ جبکہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب عدم جواز اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل شریک موقوف علیہ دارالعلوم حقانیہ......۴/ شوال ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وكره تحريما) اى قيامه بعد قعود امامه قدر التشهد لو جوب متابعته فى السلام. (ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ مطلب فيما لو اتى بالركوع او السجود او بهما مع الامام او قبله او بعده باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفى: والسهو فى صلوٰة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فى الاولين لدفع الفتنة كمافى جمعة البحر واقرة المصنف وبه جزم فى الدرر، قال ابن عابدين شامى: الظاهر ان الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم وكذا بحثه الرحمتى الخ. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۵۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: صاحب ہدایہ نے دونوں طرف سلام پھیرنا مختار کیا ہے لیکن جمہور نے صرف ایک سلام پھیرنا مختار کیا ہے کمافی ردالمحتار ص ۵۱۸ جلد ۱ فلیراجع ﴿۱﴾۔

نوٹ:......اس حکم میں مقتدی ومنفرد وغیرہ کا فرق منقول نہیں ہے۔ وھو الموفق

وتر میں فاتحہ کے بعد قنوت کیلئے رفع یدین کر کے ضم سورۃ یاد ہو کر سورۃ پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر پڑھنے والا اگر تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے اور پھر رفع یدین کرتے ہوئے تکبیر شروع کرے پھر ضم سورۃ یاد آ جائے اور سورۃ پڑھ لے، پھر رفع یدین کر کے قنوت شروع کرے، تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ننگ اسلاف اصلاح الدین ڈی آئی خان...... یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله واحد) هذا قول الجمهور منهم شيخ الاسلام وفخر الاسلام وقال في الكافي انه الصواب وعليه الجمهور واليه اشار في الاصل الا ان مختار فخر الاسلام كونه تلقاء وجهه من غير انحراف وقيل يأتي بالتسليمتين وهو اختيار شمس الائمة وصدر الاسلام اخي فخر الاسلام وصححه في الهداية والظهيرية والمفيد والينا بيع كذا في شرح المنية قال في البحر وعزاه اى الثاني وفي البدائع الى عامتهم فقد تعارض النقل عن الجمهور (قوله عن يمينه) احتراز عما اختاره فخر الاسلام من اصحاب القول الاول كما علمته وفي الحلية اختار الكرخي وفخر الاسلام وشيخ الاسلام وصاحب الايضاح ان يسلم تسليمة واحدة ونص في المحيط على انه الاصوب وفي الكافي على انه الصواب قال فخر الاسلام وينبغي على هذا ان لا ينحرف في هذا السلام يعني فيكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه وغيره من اهل هذا القول على انه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة ، والحاصل ان القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بانها عن اليمين الا فخر الاسلام منهم فانه يقول انها تلقاء وجهه وهو المصرح به في شروح الهدايه ايضا كالمعراج والعناية والفتح.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۴۵ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں حسب قواعد سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نوافل وتراویح میں دو رکعت کی نیت کی اور چار رکعت ادا کئے سجدہ سہو واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قرآن نے دو رکعت کی نیت کی اور چار رکعت ادا کئے آخر میں سجدہ سہو کیا کیا یہ نماز ادا ہوئی؟ نیز بغیر نیت کرنے کے چار رکعت کرنے سے چار رکعت صحیح ہے یا نہیں اور سجدہ سہو اس میں واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سبز علی باجوڑ ایجنسی ۱۵/شوال: ۱۳۹۵ھ

الجواب: نوافل اور تراویح میں دو رکعت اور چار رکعت کی نیت کا حکم یکساں ہے یہ مخالفت کوئی نقصان دہ مخالفت نہیں ہے (فلیراجع الی شرح الکبیر ص ۳۴۰، ۳۴۱) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ سجدہ سہو کسی رکن میں اس قدر تاخیر پر واجب ہوتا ہے جس میں مسنون طریقہ سے چھوٹا رکن صلاۃ مثلاً سجدہ یا رکوع ادا ہو اور صورت مسئولہ میں صرف بقدر اللہ اکبر کہنے کا وقت صرف ہوا ہے جو مسنون سجدہ یا رکوع پر صرف ہونے والے وقت سے بہت کم ہے لہٰذا اس تقدیم وتاخیر میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے، قال العلامه سید احمد الطحطاوی: ومن الواجب تقديم الفاتحة على السورة وان لا يؤخر السورة عنها بمقدار اداء ركن وقال فى آخر الباب ولم يبنوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم ان يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات.

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۶۰، ۴۷۴ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: وان شرع في التطوع بنية الاربع اى بنية ان يصلى اربع ركعات ثم قطع اى افسدها شرع فيه قبل اتمام شفع لايلزمه الا شفع اى الاقضاء شفع عند ابى حنيفة ومحمد خلافا لابى يوسف فان عنده يلزمه قضاء اربع فى رواية وانما قيدنا بقبل اتمام شفع لانه لو افسد بعد اتمامه فان كان قبل القيام الى الثالثة يلزمه شفع واحد عنده وعندهما لا يلزم شيئ وان كان بعد القيام اليها لزمه قضاء شفع اتفاقا والاصل ان كل ركعتين من النفل صلاة على حدة والقيام الى الثالثة كتحريمة مبتدأة اتفاقا.

(غنية المستملي المعروف بالكبيرى ص ۳۷۷ فصل فى النوافل)

آخری تشہد چھوڑ کر دو رکعت ضم کیے تو سجدہ سہو کرنا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی چار رکعت فرض نماز کی نیت باندھ لے پھر آخری تشہد بھول کر اٹھ جائے اور پھر دو رکعت اور ضم کر کے نماز پوری کرے کیا ایسا کرنا درست ہوگا؟ اور سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عظیم، عبدالخیلی لکی مروت......۱۹/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: یہ نماز درست ہے اور سجدہ سہو کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از شرح کبیری ص ۳۷۸) اور یہ چھ رکعات تمام کے تمام نفل ہیں البتہ اگر اس شخص نے چوتھی رکعت پر قعدہ عمداً ترک کیا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبی: وان سها عن القعدة الاخيرة فی ذوات الاربع وقام الی الخامسة يعود الی القعدة مالم يسجد للخامسة لانها فرض فرفض لاجلها عند التمکن من اصلاحها ماهو محل الفرفض وهو مادون الرکعة ويتشهد ويسلم ويسجد للسهو لتاخير القعدة وان قيد الرکعة الخامسة بالسجدة بطل فرضه وتحولت صلوته نفلا عند ابی حنيفة وابی يوسف وعليه ان يضم اليها ای الی الخامسة رکعة سادسة عندهما خلافا لمحمد ليصير متنفلا بست رکعات لان التنفل بالوتر غير مشروع عندنا...... ويسجد للسهو وهو قول بعض المشائخ وفی النهاية والاصح انه لا يسجد وکذا قال ابن الهمام الصحيح انه لا يسجد لان النقصان بالفساد لا ينجبر بالسجود وقد يقال الفساد لصفة الفريضة لا لاصل الصلاة فينجبر النقصان الواقع فی اصلها لترک الواجب سهواً بالسجود. (غنية المستملی المعروف بالکبيری ص ۴۳۳ فصل فی سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامه شرنبلالی: ولا يسجد فی الترک العمد للسهو لان سجود السهو عرف جابراً للفائت سهو او شرعا والعمد اقویٰ فلا ينوب سجود السهو عنه ولانه متعمد فيستحق التغليظ بالاعادة ثم بين ضعف القول بالسجود لما ترک عمدا بصيغة التمريض بقولنا قيل سئل فخر الاسلام البديعی کيف يجب العمد؟ قال ذلک سجود العذر لاسجود السهو کذا فی شرح المقدسی عن الولوالجی. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۵۱۱ مطلب فی سجود العذر للعمد فی مواضع)

مغرب ووتر کو احتیاطاً قضا چار چار پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کرنا خلاف قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نامعلوم نماز مغرب اور وتر کی جو قضا کرتا ہے اور تین کے بجائے چار رکعت ادا کرتے ہیں تو آخر میں بعض لوگ سجدہ سہو کرتے ہیں کیا یہ سجدہ سہو صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم جلبئی صوابی

الجواب: اگر یہ سجدہ سہو کسی معتمد کتاب پر محمول نہ ہو تو یہ سجدہ عمد کی وجہ سے خلاف قاعدہ ہے﴿۱﴾. وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشرنبلالی: ولایسجد فی الترک العمد للسھو، لان سجود السھو عرف جابراً للفائت سھو او شرعا والعمد اقویٰ فلاینوب سجود السھو عنه ولانه متعمد فیستحق التغلیظ بالاعادة.

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۵۱۱ مطلب فی سجود العذر للعمد)

باب صلوٰۃ المریض

معذور کیلئے سابقہ وضو کے بعد قطرہ نہ نکلنے کی صورت میں اس وضو سے دوسری نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ سے چلتے پھرتے وقت یا گھٹنوں پر بیٹھنے وقت پیشاب کے قطرے گرتے ہیں اسلئے ہر نماز کیلئے نیا وضو بناتا ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کوئی قطرہ نہیں نکلتا تو جب مجھے یہ مکمل یقین ہو کہ کوئی قطرہ نہیں نکلا ہے تو اس پہلے وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض الوہاب کا کاخیل اضاخیل پایاں نوشہرہ...... ۲۶/۲/۱۹۸۹ء

الجواب: جب وضو کرنے کے بعد قطرہ نہ نکلے تو آپ اس وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اگر آپ ڈیڑھ انچ عرض اور چھ انچ طول کپڑا آلہ تناسل سے لپیٹ کر ایک متوسط گانٹھ لگائیں تو آپ کو بہت آرام ملے گا۔ وھو الموفق

بلا اختیار قہقہہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص تیس چالیس سال سے امامت کے فرائض ادا کررہے ہیں، کچھ عرصہ سے نماز میں بلا اختیار اور بلا وجہ قہقہہ یا ضحک ہو جاتی ہے کیا اس کی امامت جائز ہے؟ اور اس کی انفرادی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہانزیب خان گھاس منڈی ڈی آئی خان...... ۷/ شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وینقضه خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منه ای من المتوضی الحی معتادا اولا من السبیلین اولا الی ما یطهر بالبناء للمفعول ای یلحقه ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: بے اختیار ضحک یا قہقہہ کرنے والا معذور نہیں ہے ﴿۱﴾ الا فی قول للشافعیہ لم یرتضی بہ الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری ﴿۲﴾ اس کے پیچھے اقتدا کرنا جائز نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص مختصر نماز پڑھا کرے تا کہ شیطان غالب ہونے سے قبل نماز ختم ہو۔ وھو الموفق

ہاتھ پاؤں سے شل اور مفلوج یعنی معذور کی نماز کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے میرا یہ

(بقیہ حاشیہ) حکم التطہیر ثم المراد من السبیلین مجرد الظہور من اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ای الظہور المجرد عن السیلان فلو نزل البول الی قصبۃ الذکر لا ینقض لعدم ظہورہ. (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۹۹، ۱۰۰ جلد ۱ مطلب نواقض الوضوء)

﴿۱﴾ قال العلامہ عبد الرحمن الجزری: الحنفیۃ قالوا: القہقہۃ فی الصلاۃ تنقض الوضوء وقد وردت فی ذلک احادیث منہا ما رواہ الطبرانی عن ابی موسیٰ قال: بینما رسول اللہ ﷺ یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وھم فی الصلاۃ، فامر رسول اللہ ﷺ من ضحک ان یعید الوضوء ویعید الصلاۃ، والقہقہۃ ھی ان یضحک بصوت یسمعہ من بجوارہ فاذا وقع منہ ذلک انتقض الوضوء ولو لم یطل زمن القہقہۃ، بخلاف ما اذا ضحک بصوت یسمعہ ھو وحدہ ولا یسمعہ من بجوارہ فان وضوءہ لا ینتقض بذلک بل تبطل بہ الصلاۃ وانما ینتقض الوضوء بالقہقہۃ اذا کان المصلی بالغا ذکراً کان او امرأۃ عامداً کان او ناسیاً الخ.

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص ۸۴ جلد ۱ مبحث نواقض الوضوء)

﴿۲﴾ قال الحافظ بن الحجر العسقلانی: قولہ (وقال جابر) ھذا التعلیق وصلہ سعید بن منصور والدارقطنی وغیرھما وھو صحیح من قول جابر واخرجہ الدارقطنی من طریق اخریٰ مرفوعا لکن ضعفہاو المخالف فی ذلک ابراھیم النخعی والاوزاعی والثوری وابو حنیفۃ واصحابہ قالوا: ینقض الضحک اذا وقع داخل الصلاۃ لا خارجہا قال ابن المنذر: اجمعوا علی انہ لا ینقض خارج الصلاۃ، واختلفوا اذا وقع فیہا فخالف من قال بہ القیاس الجلی وتمسکوا بحدیث لا یصح وحاشا اصحاب ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حال ہوا کہ ناف کے نیچے بالکل بےحس ہوا ہوں اسی وقت سے پیشاب بذریعہ پائپ نکالا جاتا ہے ہاتھ کے ذریعے روٹی پانی خود کھا پی نہیں سکتا کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا ہوں پیشاب کی نالی کے ساتھ چوبیس گھنٹے پائپ لگا رہتا ہے پائپ بوتل میں پڑا رہتا ہے قطرہ قطرہ ہو کر بوتل بھر جاتی ہے اس صورت میں میری نماز کا کیا بنے گا اور کس طریقہ سے نماز پڑھوں گا وزن میں والدین سے بھاری ہوں بدلتے وقت تین آدمی لگے رہتے ہیں کسی اور سے بھی استنجا اور وضو انتہائی مشکل ہے تیمم بھی نہیں کرسکتا نیز یہ بھی بتائیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرنے کا کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید سلطان بام خیل صوابی ۱۹۸۴/۴/۲

الجواب: آپ بغیر طہارت کے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور اگر ممکن ہو تو چارپائی کے پاؤں قبلہ کی طرف کریں اور یا بہ قبلہ اشارہ سے نماز پڑھا کریں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیه حاشیه) رسول الله ﷺ الذین هم خیر القرون ان یضحکوا بین یدی الله تعالیٰ خلف رسول الله ﷺ انتهیٰ، علی انهم لم یأخذوا بعموم الخبر المروی فی الضحک بل خصوه بالقهقهة.
(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۲۲۵ جلد ۱ باب من لم یرا الوضوء الا من المخرجین)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والمحصور فاقد الماء والتراب وکذا العاجز عنهما لمرض یؤخرها عنده وقالا یتشبه بالمصلین وجوبا به یفتی والیه صح رجوعه ای الامام کما فی الفیض وفیه ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۸۵ جلد ۱ مطلب فاقد الطهورین باب التیمم)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: من تعذر علیه القیام ای کله لمرض حقیقی وحده ان یلحقه بالقیام ضرر به یفتی قبلها او فیها ای الفریضة او حکمی بان خاف زیادته او بطؤ برئه بقیامه او دوران رأسه اووجد لقیامه الماً شدیداً او کان لو صلی قائما سلس بوله، صلی قاعداً ولو مستندا الی وسادة او انسان فانه یلزمه ذلک علی المختار کیف شاء علی المذهب لان المرض اسقط عنه الارکان فالهیئات اولیٰ، وایضا وان تعذر القعود ولو حکما او ما مستلقیا علی ظهره ورجلاه نحو القبلة غیر انه ینصب رکبتیه لکراهة مد الرجل الی القبلة ویرفع رأسه یسیرا لیصیرا وجهه الیها.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۵۹،، ۵۶۲ باب صلاة المریض)

باب سجود التلاوة

بڑے مکان کے مختلف حصوں میں آیت سجدہ کی تلاوت کرنے کا حکم

سوال: حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب صدر دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مسئلہ ذیل کی تصدیق اور تصحیح مطلوب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک آیت سجدہ تلاوت کرے پھر اسی آیت کو اس مسجد کے بیرونی یا بالائی حصہ یا صحن مسجد میں دہرادے تو اس پر ایک ہی سجدہ تلاوت واجب ہے لیکن اگر شرقاً غرباً چالیس ہاتھ یا اس سے بڑا کمرہ کشتی یا ریل کے ڈبہ میں (جب کہ کشتی اور ریل کا ڈبہ چالیس ہاتھ یا زیادہ طول کا ہو) وہی آیت سجدہ مکرر پڑھے تو دو سجدے واجب ہوں گے'' کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی.....۳/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: یہ مسئلہ صحیح ہے (صرح به العلامة الشامی ص ۲۷۶،۷۷ جلد ۱) لیکن چالیس ہاتھ کی تحدید یہاں منصوص نہیں ہے یہ مقدار نمازی کے سامنے گزرنے کے مسئلہ میں مراد ہے ﴿۱﴾ (ردالمحتار ص ۵۹۳ جلد ۱) پس سجدہ تلاوت میں چھوٹے اور بڑے مسجد یا مکان میں فرق نہیں ہے بے شک جب بہت ہی بڑا مکان ہو جیسا شاہی مسجد تو وہاں متعدد واجب ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: (قوله ومسجد صغير) هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه في الجواهر قهستاني.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۹ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله بخلاف زوايا مسجد) اى ولو كبير على الاوجه وكذا البيت وفى الخانية والخلاصة الااذا كانت الدار كبيرة كدار السلطان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۷۴ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

تراویح میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کرے کیا نماز کے سجدہ سے ادا ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تراویح میں آیت سجدہ پڑھ لے اور سجدہ نہ کرے اور یوں کہدے کہ رکعت کے سجدوں کے ساتھ ادا ہوا، کیا یہ ادا صحیح ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: فضل ربی باڑہ شیخان......۱۳/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: جب سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد متصل یا دو تین آیات پڑھنے کے بعد تداخل کرنے تو مشروع ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ **وھو الموفق**

بغیر وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ تلاوت بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مولوی عنایت اللہ خوازہ خیلہ سوات......۱۳۸۹ھء

﴿۱﴾ واضح رہے کہ سجدہ تلاوت صلوٰتیہ نماز سے خارج ادا نہیں کیا جا سکتا ہے نماز ہی میں ادا کیا جائے گا، اگر نمازی مستقل سجدہ نہیں کرتا اور رکوع اور سجدہ تلاوت میں تداخل کرے تو بھی مشروع ہے، البتہ اس کیلئے نیت ضروری ہے نیت کے بغیر رکوع میں سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوگا، درمختار میں ہے، **وتؤدی برکوع صلاۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراء ۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلاث علی الظاھر کما فی البحران نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح. (الدرالمختار ص ۵۷۱ جلد ۱ باب سجود التلاوۃ)** اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنے کو تین آیات پڑھنے سے زیادہ فاصلہ نہ ہو ورنہ پھر رکوع میں نیت صحیح نہیں، **قال حسن بن عمار: ویجزی عنھا ای عن سجدۃ التلاوۃ رکوع الصلاۃ ان نواھا ای نویٰ ادائھا فیہ، وفیہ وانقطاعہ بان یقرأ اکثر من آیتین بعد آیۃ السجدۃ بالاجماع. (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۲۶۴ باب سجود التلاوۃ)**

الجواب: سجدہ تلاوت بلا وضو نا جائز ہے، قال فی البدائع واما شرائط الجواز فکل ما هو شرط جواز الصلوٰة من طهارة الحدث وهی الوضوء والغسل وطهارة النجس وهی طهارة البدن والثوب ومکان السجود والقیام والقعود فهو شرط جواز السجدة لانها جزء من اجزاء الصلوٰة فکانت معتبرة بسجدات الصلوٰة انتهی ﴿۱﴾ (ص ۱۸۶ جلد ۱) نیز یہ شاذ مذہب ہے جو کہ ابن عمر اور شعبی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا اور شاہراہ کو چھوڑنا نہ عقل کا تقاضا ہے اور نہ شرع کا، قال العلامة العینی فی عمدة القاری لم یوافق ابن عمر احد علی جواز السجود بغیر وضوء الا الشعبی ص ۵۰۹ جلد ۳، بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس فعل کا معارض قول موجود ہے جس کو ترجیح دینا مذہب منصور ہے، قال البدر العینی فی العمده ص ۵۰۹ جلد ۳ روی باسناد صحیح عن اللیث عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لا یسجد الرجل الا وهو طاهر، اس مسئلہ میں مودودی صاحب کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ فافهم

ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے آیت سجدہ تلاوت سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے سجدہ تلاوت سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر متعلم بھرت بنوں رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

الجواب: چونکہ ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے عکس سنا جاتا ہے ﴿۲﴾ لہٰذا ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۱۸۶ جلد ۱ فصل فی شرائط جواز السجدات)

﴿۲﴾ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ریکارڈ شدہ تلاوت پر عدم وجوب سجدہ کا حکم اتفاقی ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کے ذریعے اصل آواز سنی جاتی ہے یا عکس ہے تو اصل ہونے کی صورت میں براہ راست تلاوت کرنے کی وجہ سے بعض کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہوگا، لیکن راجح یہ ہے کہ یہ اصل آواز نہیں ہے ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے سجدہ تلاوت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے، یدل علیہ مافی الدر المختار ﴿۱﴾ ولا تجب بسماعه من الصدیٰ والطیر (ھامش ردالمحتار ص۵۱۷ جلد ۱). وھو الموفق

لاؤڈ سپیکر میں آیت سجدہ سن کر سجدہ کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت کرنا چاہئے یا نہیں کیونکہ یہ آواز تو تلاوت کرنے والے کی نہیں بلکہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سنی جاتی ہے جو آواز پہنچانے میں ایک آلہ ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ.....۲۴/اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کے ذریعہ اصل آواز پہنچائی جاتی ہے یا عکس پس احوط سجدہ کرنا ہے ﴿۲﴾ البتہ صحت اقتداء کیلئے اتحاد مکان یا اتصال صفوف شرط ہے جو کہ صورت مسئولہ میں معدوم ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے مرتب کردہ رسالہ "آلات جدیدہ کے شرعی احکام" میں آلہ مکبر الصوت کے بارے میں جو تحقیقات کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے ہونے والے تموج کو دوسرے ذرائع سے اس کے اندر آواز پیدا کی جاتی ہے جو کئی واسطوں سے گزر کر ریڈیو مشین کے ذریعے (برقی تیز رفتاری کی وجہ سے) بیک وقت سنی جاتی ہے اور جدید سائنس کے ماہرین خود اس میں مختلف ہیں بعض اس کو اصلی آواز قرار دیتے ہیں اور بعض مصنوعی کہتے ہیں" بہر حال ان تحقیقات کی روشنی میں راجح یہ ہے کہ یہ اصل آواز نہیں ہے کیونکہ وجوب سجدہ کیلئے ضروری ہے کہ خود تلاوت کرنے والے سے سنے اور اس پر زبان متحرک ہو جو ریڈیو یا ٹی وی کی صورت میں متحقق نہیں، لہٰذا ریڈیو یا ٹی وی کے ذریعے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا، البتہ اختلاف کی وجہ سے احتیاط کرنے میں ہے اگر تالی براہ راست ہو۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۲۹ جلد ۱ باب سجود التلاوۃ)

﴿۲﴾ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جو آواز پہنچتی ہے اس میں راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ متکلم..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاؤڈ سپیکر پر آیت سجدہ تلاوت سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر سے آیت سجدہ تلاوت سن کر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اصغر غفاری منزل ۹۴ سٹریٹ لاہور......۱۱/محرم ۱۴۰۸ھ

الجواب: تمام سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا کیونکہ یہ بظاہر متکلم کی آواز ہے جیسا کہ اذان سننے سے اجابت بالقدم واجب ہوتی ہے۔ وھو الموفق

آیت سجدہ تلاوت کو دھیمی آواز سے پڑھنا بہتر ہے

سوال: (۱) اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت کو بلند آواز سے پڑھ لے تو سننے والوں پر واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ (۲) سجدہ تلاوت بلند آواز سے پڑھنا چاہئے یا دھیمی آواز سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ اسماعیل مرزا ضلع اٹک......۱۵/ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

الجواب: (۱) واجب ہے، ھدایہ ﴿۱﴾۔ (۲) اس میں توسع ہے البتہ مصلحتاً دھیمی آواز سے پڑھنا بہتر ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) کی اصل آواز ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں آواز بلند کرنے کیلئے ذرائع کم استعمال ہوتے ہیں اور فنی ماہرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصل آواز ہے یا عکس، لیکن اکثر ماہرین کی رائے یہ ہے کہ یہ بعینہ متکلم کی وہی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے تفصیل کیلئے ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' مولفہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ملاحظہ کرے، پس اس صورت میں سجدہ تلاوت لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سننے سے واجب ہو جاتا ہے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ قال المرغيناني: والسجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن اولم يقصد لقوله عليه السلام السجدة على من سمعها وعلى من تلاها وهي كلمة ايجاب وهو غير مقيد بالقصد.

(هدايه على صدر فتح القدير ص ۴۶۵،۴۶۶ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين الشامي: (قوله واستحسن اخفاؤها) ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نمازعصر اور فجر کے بعد سجدہ تلاوت جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلاۃ عصر اور فجر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:محمدازرم تبوک سعودیہ عربیہ......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

کیامجلس واحد میں متعدد آیات سجدہ کی تلاوت سے متعدد سجدات واجب ہوں گے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص ایک مجلس میں سجدہ کی مختلف آیات پڑھ لے تو ایک سجدہ کرنا ہوگا یا ہر آیت کیلئے علیحدہ علیحدہ سجدہ تلاوت ادا کرنا ہوگا؟بینوا توجروا

المستفتی:فضل واحد پشہ سالارزی باجوڑ......۱۹۸۴/۷/۱۱

الجواب: مقدار آیات کے برابر سجدے کرنا ضروری ہیں﴿۲﴾(شامی) بخلاف ماذا کرر آیۃواحدۃ. وھوالموفق

(بقیہ حاشیہ) لانہ لو جھر بھالصار موجبا علیھم شیأ ربما یتکاسلون عن ادائہ فیقعون فی المعصیة فان کانوا متھئین جھر بھا بحر عن البدائع قال فی المحیط بشرط ان یقع فی قلبہ ان لا یشق علیھم اداء السجدۃ فان وقع اخفاھا وینبغی انہ اذا لم یعلم بحالھم ان یخفیھا نھر.
(ردالمحتارھامش الدرالمختار ص۵۷۶ جلد ۱ باب سجود التلاوۃ)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: لا یکرہ قضاء فائتة ولو وترا او سجدۃ تلاوۃ،وقال ابن عابدین: (قولہ او سجدۃ تلاوۃ) لوجوبھا بایجابہ تعالیٰ لا بفعل العبد کما علمتہ فلم تکن فی معنی النفل. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۷۶ جلد۱ مطلب یشترط العلم بدخول الوقت)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: (قولہ ولو .. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ٹیپ ریکارڈ سے سجدۂ تلاوت اور گانے سرود سننے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے کا کیا حکم ہے؟ اگر اس سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو پھر گانا سننا کیوں ناجائز ہے کہ یہ بھی اس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر عبدالمطلب

الجواب: ٹیپ کے ذریعے تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا، لان المسموع عکس الصوت لااصله ﴿۱﴾ اور ٹیپ سے گانا سننا جائز نہیں ہے، لتساوی العکس بالاصل فی المناط ویشیر الیه حدیث کانه ینظر الیها رواه ابوداؤد ﴿۲﴾. وهو الموفق

سجدہ تلاوت کے لزوم کا راز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید میں سجدوں کی جو

(بقیہ حاشیہ) کررها فی مجلسین تکررت) الاصل انه لا یتکرر الوجوب الاباحد امو رثلاثة اختلاف التلاوة او السماع او المجلس اما الاولان فالمراد بهما اختلاف المتلو والمسموع حتی لو تلا سجدات القرآن کلها او سمعها فی مجلس او مجالس وجبت کلها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۷۳ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: لا تجب بسماعه من الصدی والطیر ، قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله من الصدی) هو ما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری ونحوهما کما فی الصحاح.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۶۹ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۲﴾ عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها کانه ینظر الیها ، متفق علیه. (مشکواة المصابیح ۲۶۸ جلد ۱ باب النظر الی المخطوبة)

آیات ہیں نماز میں یا نماز سے باہران کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ کیوں لازم ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نا معلوم....

الجواب: چونکہ پیغمبر علیہ السلام اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان مقامات میں سجدہ کیا ہے، لہٰذا ان مقامات میں سجدہ کرنا ضروری ہے، نیز ان آیات میں مسلمانوں سے عبارتاً یا اشارتاً سجدہ کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه ابن الهمام: ومما يدل على الوجوب ان الله تعالى وبخ من ترك السجود بقوله فما لهم لا يؤمنون واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون والتوبيخ لا يكون الا بترك الواجب ولان آيات السجدة كلها دالة على الوجوب السجدة اعتزل الشيطان يبكي يقول يا ويله امر ابن ادم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فابيت فلي النار والاصل ان الحكيم اذا حكى عن غير الحكم كلاما ولم يعقبه بالانكار كان دليل صحته فهذا ظاهر في الوجوب مع ان آي السجدة تفيده ايضاً لانه ثلاثة اقسام قسم فيه الامر الصريح به وقسم تضمن حكاية استنكاف الكفرة حيث امروا به وقسم فيه حكاية فعل الانبياء السجود وكل من الامتثال والاقتداء ومخالفة الكفرة واجب الا ان يدل دليل في معين على عدم لزومه لكن دلالتها فيه ظنية فكان الثابت الوجود لا الفرض والاتفاق على ان ثبوتها على المكلفين مقيد بالتلاوة لا مطلقا فلزم كذلك.

(فتح القدير ص ۴۶۵، ۴۶۶ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

مسائل شتیٰ

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے لکھے اور سہ ماہی الفرید میں شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد:۴ شمارہ:۱ سے جلد:۵ شمارہ:۴ تک کے مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔......(از مرتب)

مستورات کا تبلیغی جماعت میں شرائط معتبرہ کے ساتھ نکلنا مصلحت ہے

سوال: مستورات کی تبلیغ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب: موجودہ زمانہ میں مستورات کا تبلیغ کیلئے نکلنا بدعت ہے، خیر القرون میں یہ معمول نہ تھا، خیر القرون میں مستورات صرف جماعت، حج اور خدمت جہاد کیلئے باقاعدہ نکلتی تھیں، نہ کہ تبلیغ کیلئے، البتہ مستورات کا اس شر القرون میں باقاعدہ نکلنا بدعت سیئہ نہیں ہے بلکہ مصلحت ہے، جبکہ اصلاح اور دینی تربیت کی امید ہو اور شرائط معتبرہ سے مخالف نہ ہو، یعنی ازواج یا محارم کی رفاقت، حقوق خانگی کا عدم تعطل، تعطر اور لباس زینت سے اجتناب اور مردوں سے عدم اختلاط، ورنہ ناجائز ہے۔ وھو الموفق

تبلیغی جماعت کے مصطلح گشت کا حکم

سوال: تبلیغی لوگ جو مصطلح گشت کرتے ہیں اسے کار صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب: یہ گشت تبلیغی حضرات کی اصطلاح ہے ہمیں اس کی اباحت معلوم ہے اس کی سنتیت یا استحباب کا اصل معلوم نہیں۔ وھو الموفق

ایک سے زائد زوجات کا ربع یا ثمن میں حصص

سوال: زوجہ شوہر سے ربع یا ثمن میراث لیتی ہے اگر کسی شخص کی بیویاں دو یا تین یا چار ہوں تو ان کو کتنے حصص دیئے جائیں گے؟

الجواب: یہ ربع یا ثمن ان تمام زوجات پر علی قدر الرؤس تقسیم ہوگا، کما فی الھندیہ (ص ۴۵۰ جلد ۶) والزوجات والواحدۃ یشترکن فی الربع والثمن وعلیہ الاجماع ﴿۱﴾ وفی معین الحکام (ص ۴۲۴) واحدۃ او اکثر یشترکن فی ذلک ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

پیر کا نماز ادا کرتے ہوئے مرید کا پیچھے سے دستی پنکھا چلانا مکروہ نہیں ہے

سوال: ایک پیر صاحب نماز ادا کر رہا ہے اور ایک مرید پیچھے سے دستی پنکھا چلاتا ہے یہ مکروہ ہے یا مشروع؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ ہیئت مکروہ نہیں ہے، بدلیل ما روی ابوداؤد فی باب المحرم یظلل عن ام الحصین حدثتہ قالت حججنا مع النبی ﷺ حجۃ الوداع فرأیت اسامۃ وبلالاً واحدھما اخذ بخطام ناقۃ النبی ﷺ والآخر رافع ثوبہ یسترہ من الحر حتی رمی جمرۃ العقبۃ ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۴۵۰ جلد ۱ الباب الثانی فی ذوی الفروض قبیل الفروض المقدرۃ فی کتاب اللہ)

﴿۲﴾ (لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام الملحقہ بمعین الحکام ص ۴۲۴ الفصل التاسع والعشرون)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۶۱ جلد ۱ باب فی المحرم یظلل کتاب الحج)

سجدہ سہو نہ ہونے کی صورت میں اعادہ نماز واجب ہے

سوال: اگر کوئی نمازی سجدہ سہو نہ کرے تو اعادہ نماز واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اس شخص پر اعادہ نماز واجب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۳۰۶ جلد ۱ وتعاد وجوباً فی العمد والسهو ان لم یسجد له وان لم یعدها یکون فاسقا آثماً.

زوجات کا علاج شوہروں پر واجب شرعی نہیں

سوال: زوجات کیلئے نفقہ یعنی خوراک، لباس اور مکان دینا واجب شرعی ہے لیکن ان کا علاج معالجہ کرنا بھی واجب شرعی ہے یا نہیں؟

الجواب :چونکہ اس زمانے میں زوجات محبوبات بن گئی ہیں، تو ان کی دوائی کرنا مروت اور واجب عرفی ہے واجب شرعی نہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ علاج واجب شرعی نہیں، کما فی الهندیه ص ۳۵۵ جلد۵ ، مرض اورمد فلم یعالج حتی مات لا یأثم کذا فی الملتقط خلافاً للمتجددین.

مطلقہ مغلظہ غیر مدخول بہا کے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کا مسئلہ عجیبہ

وفی المشکلات من طلق امرئته الغیر المدخولة بها ثلاثا فله ان یتزوج بها بلا تحلیل واما قوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره ففی حق المدخول بها(معین الحکام ص ۳۲۹)﴿۱﴾ ویزیده قوله تعالیٰ الطلاق مرتان ای طلاق المرءة المدخول بها مرتان بدلیل قوله تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان، لان الامساک بمعروف لا یمکن فی غیر المدخول بها، فقوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل

﴿۱﴾ (لسان الحکام الملحقه بمعین الحکام ص ۳۲۹ قبیل نوع فی الخلع)

لـه من بعد فهو فی حق المدخول بها، لاکن مافی المشکلات مخالف عن آثار الصحابة والتابعین رضی الله تعالیٰ عنهم.

ختم تراویح میں حافظ کورقم دینا

سوال: حافظ جب تراویح میں ختم کرے تو اس کو رقم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: چونکہ یہ رقم تلاوت کا معاوضہ نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے بلکہ امامت کا معاوضہ ہے جو کہ مشروع ہے جیسا کہ فرائض کا امام بھی قرأت پڑھتا ہے اور معاوضہ لے سکتا ہے، ختم میں حافظ کیلئے رقم لینے کا ممنوع ہونا ہندی مسئلہ ہے حنفی مسئلہ نہیں ہے۔

نماز میں سجدۂ تلاوت پڑھ کر رکوع میں ادا کرنا

سوال: سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: سجدہ تلاوت نماز کی رکوع میں ادا ہو جاتا ہے نہ کہ نماز سے خارج، وهو الراجح کما فی البدائع (ص ۱۸۹ جلد ۱) الرکوع خارج الصلاة لا یجزءه قیاسا واستحسانا لان الرکوع خارج الصلاة لم یجعل قربة فلا ینوب مناب القربة.

مسافر کا وطن اقامت سے ہر ہفتہ وطن اصلی آنے جانے کا مسئلہ

سوال: ایک شخص جب اپنے مقام سے سوکلومیٹر دور کسی شہر میں علم یا ملازمت کیلئے جائے اور ایک مہینہ اقامت کے بعد ہر ہفتہ اپنے مقام کو آیا کرے، تو یہ شخص اس شہر میں قصر کرے گا یا اتمام کرے گا؟

الجواب: اس شخص کا اس شہر میں جتنی مدت رہائش ہو اور ترک کرنے کا ارادہ نہ ہو تو یہ شخص اتمام کرے گا قصر نہیں کرے گا، کما اشار الیه صاحب البحر (ص ۱۳۶ جلد ۲) بقوله ببقاء الثقل،

كوطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر واشار اليه صاحب البدائع في بيان انتقاض وطن الاقامة بالسفر، انه اعرض عن التوطن به حيث قال(ص ۱۰۴ جلد ۱) فصار معرضاً عن التوطن به فصار ناقضا له،اورصورت مسئولہ میں یہ اعراض موجودنہیں ہے۔

نمازعید کی رکعت اولیٰ میں تکبیرات بھول کرکہاں ادا کئے جائیں؟

سوال: جب نمازعید کی رکعت اولیٰ میں تکبیرات بھول جائیں تو کہاں ادا کئے جائیں گے؟

الجواب: اگر بعض فاتحہ یا تمام فاتحہ کے بعد یاد آئیں تو تکبیرات پڑھ لیں،اور فاتحہ کو ابتدا سے پڑھ لے اور اگر فاتحہ اور سورت کے بعد یاد آجائیں تو اسی وقت تکبیرات پڑھ لیں اور فاتحہ نہ پڑھے۔ كما في الحلبي الكبير(ص ۵۷۳) نسي التكبير في الاولىٰ حتى قرء بعض الفاتحه او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة واذا تذكر بعد ما قرء الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد القراءة لانها تمت وصحت بالكتاب والسنة.

والد کا بیٹے کو عاق کرنا مانع میراث نہیں ہے

سوال: جب والد اپنے بیٹے سے ناراض ہوجائے اور اس کو عاق کر کے جائیداد سے محروم کرے تو شرعاً یہ بیٹا محروم ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ شرعاً محروم نہیں ہوجاتا ہے۔موانع میراث چار امور ہیں،رق،قتل،اختلاف دین اوردار،اورعقوق موانع سے نہیں ہے۔ارث ثابت کرنا اور ساقط کرنا ہماری پسند پرمبنی نہیں بلکہ یہ جبری اور غیر اختیاری چیز ہے۔قال الله تبارك وتعالىٰ آباء كم وابناء كم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا﴿۱﴾. وقال صاحب تنقيح الفتاوىٰ (ص ۵۴ جلد ۲) الارث جبرى لا يسقط بالاسقاط،اگر والد اپنی جائیداد کسی کو فروخت کردے یا ہبہ کردے تو یہ عاق شدہ خود بخود محروم ہوجائے گا۔

﴿۱﴾(سورة النساء پاره: ۴ ركوع: ۱۳ آيت: ۱۱)

آزادمردوزن کےفرار کی صورت میں ان کوقتل کرنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: جب ایک مردوزن آزاد، رضامندی سے دوسرے گاؤں کوفرار ہوجائیں اورلڑکی کے اولیاءان کوقتل کردیں توشرعاًیہ جائز ہے یاناجائز؟

الجواب :عرفاًیہ غیرت ہے،لیکن شرعاًیہ گناہ کبیرہ ہے،یہ اولیاءاپنی مستحب حق تلفی کی وجہ سے حرام قطعی کے جرم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

دشمن پرخودکش حملوں کاحکم

سوال: ایک مسلمان اپنے ساتھ بم باندھ کردشمن پرحملہ کرے تاکہ دشمن کی عظیم تباہی ہو یہ جائز ہے یاناجائز؟

الجواب: یہ عرفاًجائز ہے،نفسانی جذبہ ہےشرعاًیہ خودکشی ہے۔ خیر القرون میں یہ اقدام واقع نہیں ہوا ہے۔

شادی سےقبل زوج کےفوت ہونے پرمنکوحہ کوتمام مہردیاجائے گا

سوال :جب منکوحہ کازوج شادی سےقبل مرگیاتومنکوحہ کوکتنامہردیاجائے گا؟

الجواب: اس منکوحہ کوتمام مہردیاجائے گا۔ کما فی الهنديه ص ۳۰۳ جلد ۱ والمهر يتا كد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين، وفي الدرالمختار على صدر ردالمحتار ص ۱۰۲ جلد۲ باب المهر، ويتاكد عند وطى او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما.

چرم قربانی یاان کی قیمت کامساجداورمدارس پرصرف کرنا

سوال: قربانی کے چمڑوں اوران کی قیمت کامساجداورمدارس پرصرف کرناجائز ہے یانہیں؟

الجواب: ان کا صرف ہندی مشائخ کے نزدیک ناجائز ہے، **لما فی الهندیه ص ۳۰۱ جلد۵ ولا یبیعه بالدراهم لینفق علی نفسه او عیاله ولو باعها بالدراهم یتصدق بها.** یعنی ان کا تصدق ہے۔اور تصدق تملیک کو کہا جاتا ہے۔ اور افغانی مشائخ کے نزدیک یہ صرف جائز ہے، **کمافی الزیلعی ولو باعها بالدراهم لیتصدق بها جاز لانه قربة کالتصدق ، هندیه ص ۳۰۱ جلد۵** ۔یعنی قیمت کا تقرب کیا جائے گا۔اور قربت کارِ خیر کو کہا جاتا ہے اباحت ہو یا تملیک ہو۔ **ولم یقل لانه تصدق ایضاً** . اور مسجد اور مدرسہ کو قیم اور مہتمم کی وساطت سے تملیک درست ہے، **کما فی الهندیه ص ۴۶۰ جلد۲ ولو قال وهبت داری للمسجد واعطیتها له صح ویکون تملیکاً فیشترط التسلیم.** نیز حجاج ہمیشہ لاکھوں ہدایا ذبح کرتے ہیں اور گوشت اور چمڑوں میں اباحت کرتے ہیں نہ تملیک **وعلیه التعامل۔**

جماعۃ النساء کی شرعی حیثیت اور مذہب احناف

سوال: مستورات کی جماعت جائز ہے یا ناجائز؟ جب امام عورت ہو اور درمیان صف میں کھڑی ہو؟ بینوا توجروا

الجواب: مستورات کی جماعت کے متعلق **حدیث ام ورقہ ، حدیث عائشہ** اور **حدیث ام سلمہ رضی الله تعالیٰ عنهن** سے جواز ثابت ہے۔ **والیه یمیل الشافعی واهل الحدیث ومن دان دینهم خلافالنا ولمالک.** اور احادیث سابقہ کو احناف اور موالک منسوخ کہتے ہیں، لیکن ناسخ معلوم نہیں ہے، **الاان یراد بالنسخ مایریده الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار ای متروک العمل، وهو وجه وجیه .** اور اکثر مشائخ محققین کہتے ہیں کہ ابھی ان کی جماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی ان کے ظہور اور گھروں سے خروج (جو غالباً منکرات سے خالی نہیں ہوتا ہے)

کی وجہ سے۔ واشیر الیہ فی حدیث عائشة(رواہ البخاری) لو ادرک رسول اللہ ﷺ ماحدث النساء لمنعھن﴿۱﴾. اور بعض متاخرین علماء وقتی ضرورت کی وجہ سے منکرات پر انکار کرتے ہیں لیکن ان کی جماعت کو جائز خلاف اولیٰ کہتے ہیں۔ ولنعم قول المشائخ المحققین.

مشتری کا بائع سے ادھار پر کوئی چیز خرید کر دوبارہ بائع پر فروخت کرنے کا مسئلہ

سوال: جب ایک مشتری بائع سے ایک چیز ادھار پر خریدے اور قیمت ادا کرنے سے پہلے بائع کو ثمن سے کم قیمت پر فروخت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: یہ معاملہ ناجائز ہے، کما فی الهدایه لاثر عائشة رواه احمد وعبدالرزاق والدار قطنی (ص۳۷) و کمافی الهندیه (ص ۱۲۲ جلد۳) اور اگر یہ مشتری اول دوسرے مشتری پر فروخت کرے اور دوسرا مشتری کم ثمن سے بائع کو فروخت کرے تو یہ جائز ہے، ہندیہ (ص۱۳۲ جلد۳) اور اگر یہ چیز ارزان ہو جائے اور ارزانی کی وجہ سے بائع ثمن سابق سے کم پر خریدے یہ ناجائز ہے، هندیه(ص ۱۳۲ جلد۳)۔

حدیث ”اتقوا مواضع التهم“ کی سند

سوال: حدیث ”اتقوا مواضع التهم“ کہاں سے ثابت ہے اور سنداً کیسی ہے؟

الجواب: اس حدیث کو امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء باب شرح عجائب القلب میں ذکر کیا ہے حیث قال منع الشرع من التعرض للتهم فقال ﷺ اتقوا مواضع التهم، لیکن تخریج عراقی میں ہے، لم اجدله اصلاً، اور امام سیوطی موضوعات کبیر (ص ۱۶) پر لکھتے ہیں، هو قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه من سلک مسلک التهم اتهم، پس یہ اثر ہے، مرفوع ثابت نہیں ہے﴿۲﴾۔

﴿۱﴾(صحیح البخاری ص ۱۲۰ جلد ۱ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس)

﴿۲﴾ (وایضا رواہ الامام البخاری فی الادب المفرد فی النسخة القدیمة، وایضا رواہ صاحب التشرف جلد ۱ ص ۹۲)

مسبوق کا اتمام تشہد کے بعد امام کے سلام سے قبل قیام کرنا

سوال: جب مسبوق امام کے سلام سے قبل اتمام تشہد کے بعد قیام کرے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اتمام تشہد سے قبل قیام ناجائز ہے اور بعد میں جائز ہے، کمافی الھندیه (ص ۹۱ جلد ۱) وکذا اذا خاف المسبوق ان یمر الناس بین یدیه لو انتظر سلام الامام، قام الی قضاء ماسبق قبل فراغه کذافی الوجیز للکردری، ولو قام فی غیرها (ای المواضع المارة) قدر التشهد صح ویکره تحریما، وان قام قبل ان یقعد قدر التشهد لم یجز.

امام کے تیسری رکعت کو کھڑے ہونے کے بعد مقتدی کا اتمام تشہد کرنا

سوال: جب مقتدی کے اتمام تشہد سے قبل امام تیسری رکعت کو کھڑا ہو جائے یا سلام پھیرے تو مقتدی اتمام تشہد کرے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ مقتدی اتمام کرے گا، اور اتمام نہ کرنا بھی کافی ہے، کمافی الھندیه (ص ۹۰ جلد ۱) فالمختار ان یتم التشهد کذافی الغیاثیة وان لم یتم اجزء ہ.

فرائض اور سنن کے بعد دعا کرنا فعل رسول سے ثابت نہیں ہے

سوال: جن فرائض کے بعد سنن ہوں ان کے بعد یا قبل دعا کرنا فعل رسول سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: ایسی نمازوں میں جن کے بعد سنت ہوں دعا کرنا فعل رسول سے ثابت نہیں ہے نہ سنت کے بعد اور نہ سنن سے قبل، احادیث کی تہ کو پہنچنا فقہاء مجتہدین کا کام ہے نہ اہل ظاہر ومن دان دینھم کا۔

کسی شخص کا کسی کو تمام حقوق معاف کرنے سے نامعلوم حقوق کی معافی کا مسئلہ

سوال: اگر کوئی شخص کسی کو کہدے کہ میں نے اپنے تمام حقوق تجھے معاف کئے ہیں تو کیا اس

سے ایسے حقوق بھی معاف ہو جاتے ہیں جن کا اس شخص کو علم نہ ہو؟

الجواب: امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے حقوق بھی معاف ہو جاتے ہیں اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے (شرح فقہ الاکبر لملاعلی قاری ص ۱۲۷)۔

مردار مرغی کے انڈے اور مردار بکری کا دودھ حلال ہے

سوال: مردار مرغی سے جو انڈے نکلیں اور مردار بکری سے جو دودھ حاصل ہو وہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب: یہ انڈے اور دودھ حلال ہیں۔ (هنديه ص ۳۳۹ جلد ۵) ﴿۱﴾.

ذکر کے وقت اسم ذات کی تکرار مشروع ہے

سوال: اسم ذات کی تکرار مشروع ہے یا مکروہ؟

الجواب: اسم ذات کی تکرار مشروع ہے، احادیث میں اسم ذات کی تکرار وارد ہے، كمافي رواية البخاري (ص ۴۰۸ جلد ۱) قال من يمنعك مني فقال الله الله ثلاثا و كمافي رواية مسلم (ص ۸۴ جلد ۱) لا تقوم الساعة حتى لا يقال في الارض الله الله (مشكواة ص ۴۸۰) وهكذا في الطبراني الصغير وغيره، اور اہل لسان کے نزدیک یہ حذف کی وجہ سے جملہ ہوتا ہے۔

حدیث "طلب العلم فريضة على كل مسلم" میں لفظ مسلمة کا ثبوت

سوال: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة یہ حدیث کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب: اس حدیث کو نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی نے بستان العارفین (ص ۳) میں ذکر

﴿۱﴾ وفي الهنديه: البيضة اذا خرجت من دجاجة ميتة اكلت و كذا اللبن الخارج من ضرع الشاة الميتة كذا في السراجيه.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۳۹ جلد ۵ الباب الحادي عشر في الكراهة في الاكل)

کیا ہے،عن ابی روق عن علی بن ابی طالب ان النبی ﷺ قال لی طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة وفی خبر آخر اطلبوا العلم ولو بالسین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة ،اورمرقات(ص۲۸۴جلد۱)میں ہے،ومسلمة کما فی روایة.

ایک شیخ سے بیعت کی صورت میں دوسرے شیخ سے بیعت کرنا

سوال: اگرکوئی شخص ایک شیخ سے بیعت کرلےتو دوسرے شیخ سے بیعت کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب: کرسکتا ہے،کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه(ص ۳۶۹ جلد ۲) رجل من الصوفیة اخذ العهدعلی رجل ثم اختار الرجل شیخا آخرواخذ علیه العهد فهل العهد الاول لازم ام الثانی، الجواب: لا یلزمه العهد الاول ولا الثانی ولا اصل لذلک ، اہل فن نے جوقیودذکر کئے ہیں وہ مصلحت کےطور سے ہیں۔

دسترخوان پرتمام انواع یکمشت رکھنا بہتر ہے

سوال: دسترخوان پرخوراک کیلئے تمام انواع یک مشت رکھی جائیں گی یا یکے بعددیگرے؟

الجواب: تمام کویکمشت رکھنا بہتر ہے،سلف اورعرب کا یہی معمول تھا،اور یکے بعددیگرے رکھنا رومیوں کامعمول ہے،کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه (ص ۳۵۹ جلد ۲)﴿۱﴾.

سر کے گرداگردعمامہ باندھ کردرمیان کوبرہنہ چھوڑنے کاحکم

سوال: اگرکوئی نمازی عمامہ سر کے گرداگرد باندھےاوردرمیان سرکو برہنہ رکھےتو نماز میں ایسا کرنا جائز ہے یانہیں؟

﴿۱﴾قال العلامه محمد امین: کانت سنة السلف ان یقدموا جملة الالوان دفعة لیأکل کل ما یشتهیه، فثبت بهذا ان تقدیم الالوان جملة من سنة السلف کما هو عادة العرب وما یفعله الاروام من تقدیم الالوان واحداً بعد واحد الخ. (الفتاویٰ تنقیح الحامدیه ص ۳۵۹ جلد ۲ مسائل شتیٰ)

الجواب: یہ اعتجاز ہے اور حدیث کی بناپر مکروہ ہے، کما فی الطحطاوی (ص ۲۸۴) فقوله وترک وسطه مکشوفا والمراد انه مکشوف عن العمامة لا مشکوف اصلاً.

پرانے مقبرہ پرزراعت وتعمیر کا حکم

سوال: پرانے مقبرہ پرزراعت اور تعمیر جائز ہے یانہیں؟

الجواب: پرانے مقبرہ پرزراعت اور تعمیر جائز ہے، کما فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ٦٢ جلد ا ، کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار تراباً.

میراث میں وارث کا میت سے دونسبتوں کا ہونا

سوال: جب میت کو دونسبتوں سے ایک وارث منسوب ہوتو اس کی کیا کیفیت ہے؟

الجواب: اگران نسبتوں میں ایک دوسرے کیلئے حاجب نہ ہوتو دونوں نسبتوں سے ارث لے گا، ورنہ صرف حاجب کی نسبت سے ارث لیگا، کما فی البزازیه علی هامش الهندیه(ص ۴۷۲ جلد٦) من یدلی الی المیت بنسبین ان کان احدهما لا یحجب الاخر ورث بهما جمیعا وان کان یحجب ورث بالحاجب ، قلت کما اذا تزوجت بابن عمها فانه یرث عنها النصف بالفرضیة والباقی بالعصوبة.

مینڈک کے پیشاب کا حکم

سوال: مینڈک کا پیشاب پاک ہے یاناپاک؟

الجواب: مینڈک جو بحری ہواس کا پیشاب بذات خود ناپاک ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ پانی ناپاک نہ ہوگا اور جومینڈک بری ہووہ بھی ناپاک نہ ہوگا مگر جس میں خون ہووہ ناپاک ہوگا،

کما یدل علیہ ما فی ردالمحتار باب المیاہ ﴿۱﴾.

بحری اور بری سانپ کی پاکی اور ناپاکی کا حکم

سوال: سانپ بحری اور بری جب پانی میں مرجائے تو یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: بحری سانپ کا پانی پاک اور بری میں اگر خون ہو تو ناپاک ہے ورنہ پاک ہے (ردالمحتار)

پانی میں چھپکلی کے مرنے سے پانی کا حکم

سوال: چھپکلی اگر پانی میں مرجائے تو یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: چونکہ چھپکلی میں خون نہیں ہے لہٰذا قواعد کی رو سے یہ پانی پاک ہے ﴿۲﴾۔

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم

سوال: نماز عید کے بعد مصافحہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: نماز عید وغیرہ کے بعد مصافحہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں، لا بأس بہ اور بعض فرماتے ہیں، کہ مشروع ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور بعض فرماتے ہیں، بدعۃ مکروھۃ، کما

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قولہ فیفسد فی الاصح) وعلیہ فما جزم بہ فی الھدایہ من عدم الافساد بالضفدع البری وصححہ فی السراج محمول علی ما لادم لہ سائل کما فی البحر. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۳۶ جلد ۱ باب المیاہ مطلب حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وان مات فیہ ای الماء غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض. قال ابن عابدین: (قولہ غیر دموی)المراد ما لا دم لہ سائل لما فی القھستانی ان المعتبر عدم السیلان لا عدم اصلہ حتی لو وجد حیوان لہ دم جامد لا ینجس اقول وکذا دم القملۃ والبرغوث فانہ غیر سائل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۳۵ جلد ۱ باب المیاہ)

فی ردالمحتار (ص٥٥٧ جلد ١) قوله والتهنئة وانما قال ذلک لانه لم یحفظ فیها شیٔی عن ابی حنیفة واصحابه وذکر فی القنیة انه لم ینقل عن اصحابنا کراهة وعن مالک انه کرهها وعن الاوزاعی انها بدعة وقال المحقق ابن امیر الحاج بل الاشبه انها جائزة مستحبة فی الجملة ثم ساق آثارا باسانید صحیحة عن الصحابة فی فعل ذلک ثم ذلک والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارک علیک ونحوه الخ، اور طحطاوی ص٣٣٥ میں ہے، فهی سنة عقب صلاة کلها وعند کل لقی، پس اس اختلاف کی وجہ سے اس میں تشدد مناسب نہیں ہے۔

دانت بھروانے یا اس پر خول چڑھانے کی صورت میں غسل کا حکم

سوال: جب دانت میں سوارخ کی وجہ سے مصالحہ سے بھرا جائے، یا خول چڑھایا جائے تو غسل کے وقت کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: چونکہ غسل کے وقت یہ بھرائی اور خول دور کرنے میں حرج بیّن ہے لہٰذا یہ دور کرنا معاف ہے، ویؤیده ما رواه احمد فی مسنده ان عثمان بن عفان ضبب اسنانه بذهب﴿١﴾.

ایک ہی دن میں صبح اور شام ہلال کا دیکھنا

سوال: کیا ایک ہی دن میں صبح اور شام ہلال دیکھا جا سکتا ہے؟

الجواب: اہل شرع کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے، خلافا للحکماء اور شیخین کے نزدیک یہ ہلال آئندہ رات کا ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ص ٣٩٢ جلد ٢ اما اذا رؤی یوم التاسع

﴿١﴾ قال الحصکفی: ولا یشد سنه المتحرک بذهب بل بفضة وجوزهما محمد. قال ابن عابدین: ای جوز الذهب والفضة ای جوز الشد بهما واما ابویوسف فقیل معه وقیل مع الامام. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص٢٥٥ جلد ١ کتاب الحظر والاباحة)

والعشرين قبل الشمس ثم رؤى ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤيته صباحا ثم مساء في يوم واحد(قبيل مطلب في اختلاف المطالع) وفي البدائع (ص ٨٢ جلد ٢) والاصل عندهما انه لا يعتبر في رؤية الهلال قبل الزوال ولا بعده وانما العبرة لرؤيته قبل غروب الشمس.

پاکستانیوں کیلئے سعودی عرب کی رویئت ہلال پر اعتماد کرنا

سوال: اگر پاکستانی رویئت ہلال کمیٹی سعودی عرب کی رویئت ہلال پر اعتماد کرے اور رمضان اور عید کا حکم اس پر دیوے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: چونکہ سعودی عرب پاکستان سے بلد بعید ہے لہٰذا راجح قول کی بنا پر یہ اعتماد درست نہیں ہے،قال صاحب البدائع ص ٨٣ جلد ٢ هذا (اى قضاء صوم يوم)اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، قلت وعند العمل على موافقة العرب يلزم فوات التراويح في اللية الاولىٰ وارتكاب التراويح في ليلة العيد.

حافظ کا ایک بار ختم کر کے دوسرا ختم کرنا

سوال: جو حافظ ایک قوم کیلئے تراویح میں ختم کرے تو دوسری قوم کیلئے دوبارہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ختم کرسکتا ہے، روى بعض اهل العلم عن كنز الفتاوىٰ رجل ام قوما في التراويح وختم فيها ثم ام قوما آخرين له ثواب الفضيلة ولهم ثواب الختم.

(مجموعة الفتاوىٰ ص ٢٢٣ جلد ١ عن خزانة الروايات)

سفر میں خوف کے وقت سنن راتبہ ترک اور قرار کے وقت ادا کئے جائیں گے

سوال: تبلیغی جماعت کا ایک حنفی شخص بولتا ہے کہ سفر میں سنن راتبہ نہیں ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب: یہ شخص فقہ حنفی اور حدیث دونوں سے ناواقف ہے، سفر میں خوف کے وقت سنن ترک کئے جائیں گے اور قرار کے وقت ادا کئے جائیں گے، کما فی الهندیه: **والمختار انه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی الوجیز للکردری،** (هندیه ص ۱۳۹ جلد ۱) اور ابوداؤد شریف کی **لیلة التعریس** والی حدیث میں ہے، **قال رسول الله ﷺ من کان منکم یرکع رکعتی الفجر فلیرکعهما فقام من کان یرکعهما ومن لم یرکعهما فرکعهما،** (باب فی من نام عن صلاة اونسیها ص ۷۰ جلد ۱) اور ترمذی شریف کے **ابواب السفر** میں ہے، **عن بن عمر صلیت مع النبی ﷺ فی الحضر والسفر فصلیت معه فی الحضر الظهر اربعا وبعدها رکعتین وصلیت معه فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین** (ص ۷۲ جلد ۱) تبلیغی جماعت میں جب عرب یا اہل حدیث چلتے ہوں تو بسا اوقات ایسے واقعات واقع ہوتے ہیں یہ عوام کو فقہاء احناف سے بدظن کرتے ہیں۔

مشتری کا ثمن دینے سے قبل کم ثمن پر بائع پر دوبارہ فروخت کرنا جائز نہیں

سوال: جب ایک شخص دوکاندار سے ایک چیز خریدے پھر اس دوکاندار پر کم قیمت سے فروخت کرے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: یہ مشتری ثمن دینے سے قبل کم ثمن سے اس بائع پر فروخت نہیں کرسکتا ہے، کمافی الهدایه ص۵۷ جلد۳ **ومن اشتریٰ جاریة بالف درهم حالة او نسیئة فقبضها ثم باعها من البائع بخمس مأة قبل ان ینقد الثمن لا یجوز البیع لقول عائشة لتلک المرأة وقد**

باعت بست مأة بعد ما اشترت بثمان مأة بنس ما شريت واشتريت رواه احمد وعبد الرزاق والدار قطني، فليراجع الى الدراية والزيلعي، البتہ ثمن کے قبض کے بعد کمی پر فروخت کرنا جائز ہے، (كمافي الهنديه ص ۱۳۲ جلد ۳).

پس (ریح بلاصوت) جس میں بدبو نہ ہو ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص بولتا ہے کہ جس پس (ریاح) کے ساتھ بدبو نہیں ہو وہ ناقض وضو نہیں ہے یہ معدہ سے نہیں آتا ہے یہ حلقہ دبر کی پیداوار ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: اس سے وضو ختم ہو جاتا ہے، حدیث میں لا وضوء الا من صوت او ريح: رواه الترمذى اى حتى يتيقن الحدث كما فى المعالم، وفى الخلاصة مناط النقض العلم بكونه من الاعلىٰ فلا نقض مع الاشتباه، فمن كان اطروشا اى اصم او اخشم اى لا يجد الريح فينتقض طهارته اذا تيقن وقوع الحدث منه.

تعزیت کیلئے مستورات کا جمع ہونا اور بیٹھنا ممنوع ہے

سوال: میت کی تعزیت کیلئے مرد تو جمع ہوتے ہیں کیا تعزیت کیلئے زنانہ بھی جمع ہوسکتی ہیں؟

الجواب: زنانہ کیلئے برائے تعزیت جمع ہونا اور بیٹھنا منع ہے کما فی ردالمختار ص ۶۰۴ جلد ۱ الجلوس فى المصيبة ثلاثة ايام الرجال جاء ت الرخصة فيه لا تجلس النساء قطعا.

علاج کے ذریعے حیض کا جاری کرنا یا بند کرنا ممنوع نہیں ہے

سوال: اگر مرضعہ عدت پوری کرنے کیلئے علاج اور دوائی سے حیض جاری کرے یا صائمہ اور محرمہ روزے اور طواف کیلئے حیض بند کرے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد ۲ باب العدة میں ہے: قال فی السراج سئل بعض المشائخ عن المرضعة اذالم ترحیضا فعالجته حتی رء ت صفرة فی ایام الحیض قال هو حیض تنقضی به العدة، پس جب حیض جاری کرنا علاج اور دوائی سے جائز ہے تو علاج اور دوائی سے بند کرنا بھی ممنوع نہیں ہے۔

استمناء بالکف کا حکم

سوال: استمناء بالکف جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: استمناء تسکین شہوت یعنی شہوت کو آرام دینے کیلئے عفو ہے اور استجلاب شہوت یعنی شہوت لانے کیلئے منع ہے کمافی ردالمحتار ص ۳۹۹ جلد ۲۔

نابالغ کا نابالغ کے قتل عمد میں قصاص نہیں دیت واجب ہے

سوال: اگر نابالغ نابالغ کو عمداً قتل کرے تو اس میں قصاص واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں قصاص نہیں دیت واجب ہے، کمافی الهندیه ص ۳ جلد ۶ ولا قصاص فیما بین الصبیان وعمد الصبی وخطاه سواء عندنا حتی تجب الدیة فی الحالین فی ماله فی قتل العمد۔

معتوہ یا مجنون کا والدین کو قتل کرنا مانع ارث نہیں

سوال: جب معتوہ یا مجنون والد کو قتل کرے تو اس میں میراث سے حرمان ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کفارہ اور حرمان ارث نہیں ہے، کمافی تنویر الابصار علی ردالمحتار ص ۵۸۶ جلد ۶ وعمد الصبی والمجنون خطأ لا کفارة ولا حرمان ارث۔

شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت

سوال: شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اس کاروبار میں نہ سود ہے اور نہ رشوت، اس میں تجارت ہے اور فروغ تجارت کا کامیاب طریقہ ہے، البتہ اس میں خریدار کو قرضہ دینے کی جو رعایت کی گئی ہے اس میں اجل نامعلوم ہے جو مفسد ہے﴿۱﴾۔

﴿۱﴾شینل کمپنی کے کاروبار کے طریقہ کار پر مشتمل رسالہ مطالعہ کرنے کے بعد عدم جواز کے تمام فتاویٰ کو ملاحظہ کیا، تو معلوم ہوا کہ مستفتی حضرات نے اپنی فہم کے مطابق سوالات کئے ہیں اور پھر عدم جواز کے فتوے اسی بنا پر دیئے گئے ہیں۔ بہر حال کمپنی کے رسالہ دستور العمل کے مطابق تحقیق ذیل پیش کی جاتی ہے، اور یہ جواب اسی وقت تک ہوگا جب تک کمپنی کا کاروبار اسی رسالہ کے مطابق ہو۔

(۱)...... کمپنی کی طرف سے شائع شدہ دستور العمل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی مشین کو فروخت کرتا ہے اور بیع تام ہو جاتا ہے، پھر اگر کوئی شخص کمپنی کا ڈسٹری بیوٹر (تقسیم کرنے والا ممبر) بننا چاہتا ہے تو بن سکتا ہے، دستور کے (ص ۳) پر لکھا ہے۔ (۱) پروڈکٹ (سامان خریدنے کے بعد اور ڈسٹری بیوٹر شپ کارڈ ملنے کے بعد ہی کوئی فرد آگے بڑھ سکتا ہے (۲) ڈسٹری بیوٹر صرف کمپنی کی مقرر کردہ قیمت پر ہی پروڈکٹ فروخت کر سکتے ہیں، مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر فروخت نہیں کر سکتے (۳) ڈسٹری بیوٹر اگر چاہے تو پروڈکٹ خریدنے کے بعد سات دن کے اندر اپنے (Direc upline) کے مشورے اور رضامندی سے کمپنی کو واپس کر سکتا ہے (۴) (XL) کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ وہ پڑوڈکٹ مکمل اور صحیح حالت میں مہیا کرے اور بعد از فروخت خدمات بھی فراہم کرے۔

کمپنی کے اس طریقہ کار سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشین خریدے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ خوامخواہ مزید اور گاہک کو لائے گا، بلکہ اگر کوئی شخص ڈسٹری بیوٹر بننا چاہتا ہے، اور کمپنی کا ممبر بن کر کام کرنا چاہتا ہے، تو اسے بونس ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا، پس جب یہ شرط ضروری نہیں ہے جیسا کہ ان کے عبارات سے واضح ہے، اور تکمیل کمال عقد کے بعد ڈسٹری بیوٹر بننے کی صورت میں شرائط رکھے جاتے ہیں تو یہ بیع کیلئے ضرر رساں نہیں، قال التمرتاشی: ولابیع بشرط لا یقتضیه العقد ولا یلائمه وفیه نفع لاحدهما اوالمبیع (تنویر

(بقیہ حاشیہ) الابصار علی صدر ردالمحتار ص ۸۵ جلد۵ باب بیع الفاسد) پس اس بیع کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، وفی الھندیہ: واما حکم البیع فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع اذا کان البیع باتا (ھندیہ ص ۳ جلد۳)

(۲)...... ہر کاروباری ادارہ اپنے کاروبار کیلئے ایک طریقہ کار اور انتظامی امور وضع کرتا ہیں، جب تک اس میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہو اس میں عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا تمام اداروں کو اجازت ہے کہ اپنے سامان کو عام مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں یا ایجنٹوں کے ذریعے فقہ السنۃ میں ہے: لان للمالک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء مالم یستلزم ذلک التصرف محرما مما وردالشرع بتحریمہ (فقہ السنۃ ص ۲۹۰ جلد۳) البشریٰ لارباب الفتویٰ کے فصل فی الافتاء فی الحوادث الجدیدہ میں ہے: وبالجملۃ ان الاصل فی تشریعھا التخریج من النصوص ویکفی فی اباحتھا عدم تعارضھا بالنصوص (البشری ص ۴۸) اور امام شاہ ولی اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں: وفی عمدۃ الاحکام من کشف البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء الحمام والصلاۃ فی الاماکن الطاھرۃ بدون المصلی وینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر فی حق غیرہ خصوصاً فی حق الضعفاء لقولہ علیہ السلام لابی موسیٰ الاشعری ومعاذ حین بعثھما الی الیمن یسرا ولا تعسرا (عقد الجید ص ۷۳، ۷۴).

(۳)...... کمپنی کے دستور سے جو چیز سامنے آتی ہے اس میں بظاہر ناجائز قرض کی صورت نظر نہیں آتی البتہ جو کم قیمت مشتری دیتا ہے اور بقایا اس کے ذمہ قرض ہو تو یہ ایک صورت ہے لیکن زبانی طور پر ایجنٹوں سے بھی معلوم ہوا اور دستور سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کی جانب سے یہ شرط نہیں کہ خوامخواہ آپ ممبران بنائیں گے، بلکہ ڈسٹری بیوٹر بننے کی صورت میں کمپنی اپنا یہ قرض بونس میں پورا کرتی ہے، اور بندہ نے بعض ممبروں سے زبانی طور پر یہ بھی معلوم کیا کہ بالفرض اگر یہ ممبر مزید کام نہ کرے اور دیگر ممبران پیدا نہ کرے تو پھر کمپنی یہ قرض کس طرح وصول کرتی ہے تو انہوں نے بتایا کہ کمپنی کی جانب سے ایک سال تک یہ قرض اس کے ذمہ پر ہوتا ہے اور سال بھر گزارنے کے بعد کمپنی یہ رقم معاف کرتی ہے۔ بونس کے متعلق معلومات پروڈکٹ کی اصل قیمت وغیرہ دستور میں اسی طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، پروڈکٹ کی کل قیمت =9980/00 روپے کسٹم ڈیوٹی =1980/00 روپے

(بقیہ حاشیہ) بنیادی ڈسٹری بیوشن رقم 8000/00BDA= روپے، لاگت اور کمپنی کا منافع =45 فیصد، ڈسٹری بیوٹرز کیلئے =55 فیصد۔ پس یہاں ڈسٹری بیوٹر جو مشین فروخت کرتی ہے تو کمپنی اس کے بونس سے اپنا قرض پورا کرتا ہے، پس جو پہلا بونس ملتا ہے وہ قرضہ میں محسوب ہوتا ہے، اور قرضہ ختم ہونے کے بعد اپنا بونس باقاعدہ وصول کرتا ہے لہٰذا یہ نفع زائد علی القرض نہیں کہ **کل قرض جر نفعاً** میں داخل ہو جائے بلکہ باقاعدہ قرضہ میں محسوب ہوتا ہے اور خدمات کے صلے میں بونس ملتا ہے۔

(۴) دستور سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں رشوت ہے اور نہ قمار ہے، دستور ص ۴ میں ہے کہ ڈسٹری بیوٹر اگر چاہے تو پروڈکٹ خریدنے کے بعد سات دن کے اندر اپنے (Direc upline) کے مشورے اور رضامندی سے کمپنی کو واپس کر سکتا ہے اور پھر اگلے تین ماہ تک وہ ڈسٹری بیوٹر نہیں بن سکتا۔ اس کے علاوہ دستور سے یہ معلوم ہوا کہ ڈسٹری بیوٹر بننا اس مشتری کی مرضی ہے کہ کام کرنا چاہتا ہے تو بونس ملے گا اگر کام کرنا نہیں چاہتا تو اس پر کوئی پابندی نہیں اور دستور کے ص ۳ میں ہے کہ ڈسٹری بیوٹر صرف کمپنی کے مقرر کردہ قیمت پر ہی پروڈکٹ فروخت کر سکتے ہیں مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر فروخت نہیں کر سکتے، انتہی۔ پس پروڈکٹ کی اپنی ہی مقررہ قیمت ہے اور بیع مشتری اور بائع کی مرضی سے منعقد ہوتا ہے، علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: **(قولہ هو مبادلة المال بالمال بالتراضي) وفي فتح القدير بانه اذا فقدالرضا لا يسمى في اللغة بيعا بل غصبا ولو اعطاه شيئاً آخر مكانه وعرفه في البدائع بانه مبادلة شئ مرغوب فيه بشئ مرغوب فيه وذلك قد يكون بالقول وقد يكون بالفعل فالاول الايجاب والقبول والثاني التعاطي(بحر الرائق ص ۲۵۷ جلد ۵)** علاوہ ازیں یہ کہ یہ مشین عام بازار میں سستے داموں ملتی ہے اور بعض استفتاآت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشین عام بازاروں میں نہیں ملتا، بہرحال کمپنی غالی قیمت وصول کرتی ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں، فتاویٰ حقانیہ میں ہے: ملخصاً، شریعت مقدسہ نے تجارت میں مال کے منافع کی کوئی خاص حد مقرر نہیں کی یہ دونوں عاقدین کا باہمی معاملہ ہے جس طرح طے پا جائے اسی طرح جائز ہے، **لانه مبادلة المال بالمال بالرضا (درر الحكام) (فتاویٰ حقانیہ ص ۱۰۸ جلد ۶)** پس اس غالی قیمت کی وجہ سے اس پر رشوت کی تعریف صادق نہیں آتی، منہاج السنن میں ہے: **الرشوة الوصله الى الحاجة بالمصانعة فالراشي من يعطي الذي يعينه على الباطل والمرتشي الاخذ والرئش الذي**

(بقیہ حاشیہ) یسعی بینھما یستزید لھذا ویستنقص لھذا الخ (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۰ جلد ۵)۔ اور قمار کا معنیٰ بھی اس میں نہیں کیونکہ کمپنی پہلے مشین کو اس متعین غالی قیمت پر فروخت کرتی ہے پھر اگر مشتری ڈسٹری بیوٹر بنتا ہے تو کمپنی اپنے اصول کے تحت اسے بونس دیتی ہے، اگر کمپنی کے ساتھ کام نہیں کرتا تو اس کو کچھ نہیں ملتا، اور غالی قیمت وہ اس مشین کا ثمن تھا، لہٰذا رقم ڈوب جانے کا یہاں کوئی خطرہ معلوم نہیں ہوتا، دستور العمل کے صفحہ ۳ میں ہے، پروڈکٹ خریدنے کے بعد اور ڈسٹری بیوٹر شپ کارڈ ملنے کے بعد ہی کوئی فرد آگے بڑھ سکتا ہے، ڈسٹری بیوٹر کا کام کمپنی کی پروڈکٹ نیٹ کے ذریعے فروخت کرنا، نئے دوستوں کو (XL) کیریئر سے متعارف کرانا اور بونس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

(۵) کمپنی کے اصول موضوعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ممبر بن جاتا ہے یہ دو اور آدمیوں کو مشین خریدنے کیلئے تیار کرے گا پھر آگے یہ دو آدمی بھی دو دو اور آدمیوں کو تیار کرے گا، اور یہ تمام ممبر اپنے اس نیٹ کو پھیلانے کیلئے باقاعدہ کام کریں گے، یعنی یہ پہلا ممبر بھی اس میں لگے گا کہ اپنے نیچے دو ممبروں کیلئے اور ممبر پیدا کرے ورنہ اس کا بونس اپنے ہی جگہ رہے گا، یعنی یہ پہلا ممبر جو ہے یہ آرام سے نہیں بیٹھے گا بلکہ اپنے دو ممبروں کیلئے اور دو دو ممبر پیدا کرنے ہوں گے، ورنہ اگر اس ممبر اول کے نیٹ کے دو ممبروں میں ایک ممبر ایسا آجائے جو اپنے لئے خریدار پیدا نہ کرے تو پھر اسی حد تک ان سابقہ ممبروں کو بونس ملتا ہے، جو مزید بونس کے شرح کی زیادتی کا حقدار نہیں، لہٰذا اس کو اپنے بیسک نیٹ کی ڈاؤن لائن کی پوری نگرانی اور اس کیلئے افراد تیار کرنا مستقل ذمہ داری ہے، جیسا کہ دستور کے صفحہ ۱۲، ۱۳ سے ظاہر ہے، ایڈوانس ڈسٹری بیوٹر بننے کے بعد آپ اپنے بیسک نیٹ کی ڈاؤن لائن کو فراموش نہ کرے آپ اپنے بیسک نیٹ کی دو مختلف علیحدہ لائنوں میں دو ایڈوانس ڈسٹری بیوٹر ضرور بنائیں اسلئے ضروری ہے کہ آپ اپنے بیسک یونٹ پر بھرپور توجہ دیں (مختصراً)

کمپنی کے ان اصول سے جو تفصیلی ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیٹ میں جتنے ممبر بنتے ہیں تو اس میں ہر ایک دوسرے کیلئے ممبر بنانے اور کمپنی کیلئے گاہک بنانے میں معاون اور کام کرنے والا ہوتا ہے، ورنہ ممبر نہ بننے کی صورت میں بونس کی شرح میں ترقی نہیں ہوتی تو گویا کہ یہ تمام ممبر کمپنی کے کام میں مستقل متحرک ہیں، اور گاہک بننے کیلئے ذریعہ بنتا ہے، پس اگر کمپنی اپنے پیداوار کے ۵۵/ فیصد کو اپنے اصول کے تحت ان ممبروں کو بونس کی شکل میں دیتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ علاوہ ازیں جو شخص ممبر بنتا ہے تو کمپنی کا کام یہ ہے کہ مشین

مختلف محلات اور منازل اگر ایک مقام شمار ہوں تو یہ قریہ کبیرہ ہے

سوال: شمالی وزیرستان میں خشالی نام کا ایک مقام ہے جو متعدد دیہات اور شاخہا کی شکل میں آباد ہے جس میں سینکڑوں گھر اور ہزاروں مرد وزن بستے ہیں، یہ مقام مصر شرعی کے حکم میں ہے یا قریٰ صغار متعددہ ہیں؟ اس میں اقامت جمعہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حدیث لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع اور دیگر احادیث صحیحہ کی بنا پر صحت نماز جمعہ کیلئے مصر یا قریہ کبیرہ شرط ہے، کما بین فی موضعہ، لیکن مصر کی صحت کیلئے اتصال منازل شرط نہیں ہے، کما صرح به ابن حزم فی حق منازل المدینة المنورة

(بقیہ حاشیہ) خرید ے گا اور ممبروں کا کام یہ ہے کہ گاہک بنائیگا، اور جو مال منافع میں رہ جاتا ہے تو لاگت مشین اور کمپنی کا منافع ۴۵ فیصد رہے گا اور ۵۵ فیصد ممبروں پر نیٹ کی ترتیب سے تقسیم ہوگا۔ اور دستور کمپنی سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممبران اس کے کاروبار میں شریک کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور اس پر شرکۃ الوجوہ کی تعریف صادق آتی ہے، ہندیہ میں ہے: فہو ان یشترکا ولیس لهما مال لکن لهما وجاهة عند الناس فیقولا اشترکنا علی ان نشتری بالنسیئة ونبیع بالنقد علی ان مارزق الله سبحانه وتعالیٰ من ربح فهو بیننا علی شرط کذا، کذا فی البدائع (هندیه ص ۳۲۷ جلد ۲).

(٦) دستور سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کی جانب سے انعامات نیٹ میں کسی خاص ہدف تک پہنچنے کی صورت میں ملتے ہیں، اور یہاں انعام میں عمل بھی معلوم ہے اور عوض بھی معلوم ہے لہٰذا اس کا خلاف شرع ہونا معلوم نہیں ہوتا، اکثر فقہاء نے انعام کی یہ تعریف کی ہے، التزام عوض معلوم علی عمل معین او مجهول عسر عمله (مغنی المحتاج، الفقه الاسلامی وادلته ص ۷۸۳ جلد ۴) اور تفسیر قرطبی میں ہے، الجعالة من العقود الجائزة التی یجوز ان یفسخه قبل الشروع وبعده اذا رضی باسقاط حقه ولیس للجاعل ان یفسخه اذا شرع المجعول له فی العمل (قرطبی ص ۲۳۲ جلد ۹) اور کمپنی کی طرف سے انعام کا ضامن اور کفیل ہونا بھی خلاف شرع نہیں، قال ابن الکثیر: ولمن جاء به حمل بعیر، وهذا من باب الجعالة وانا به زعیم. وهذا من باب الضمان والکفالة (تفسیر ابن کثیر ص ۶۳۰ جلد ۲).

(از مرتب)

فی عهد النبی ﷺ۔ پس اگر تمام خشالی ایک مقام ہو جس کی منازل اور محلات جدا جدا و متفرق ہیں تو یہ مصر اور قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ صحیح ہے اور اگر خشالی علاقہ کا نام ہو جس کی دیہات الگ الگ قریٰ ہیں تو اس میں اقامت جمعہ بظاہر صحیح نہیں ہے اور بظاہر عرف سے شق اول معلوم ہوتا ہے۔

تحکیم پر اجرت لینے دینے کا حکم

سوال: تحکیم کیلئے متعدد علماء جمع ہوں تو ان کو اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: عندنا تحکیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن جب مفت تحکیم نہیں ہو سکتا، تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ خصمین کی رضامندی سے محکمین کیلئے اجرت لینا تاکہ وہ کتب بینی سے راجح قول بتلا کر جدال ختم کریں تو یہ تعلیم و تعلم پر اجرت جیسی ہے یہ ناجائز نہیں ہے۔ فتامل

مشترکہ مال سے ایک بھائی کیلئے ویزہ خرید کر وہاں پر کی گئی مزدوری کے سرمایہ کا حکم

سوال: جب برادران ایک برادر کو مشترکہ مال سے ویزہ خرید کر ابوظہبی بھیجے اور وہ وہاں مزدوری کر کے مال جمع کرے تو یہ اموال تمام برادران کے ہوں گے یا صرف اس برادر کی ملکیت ہوگی؟

الجواب: چونکہ ان برادران کے درمیان نہ شرکت املاک ہے اور نہ شرکت عقود، بلکہ عوامی اور پٹھانی شرکت ہے پس یہ اموال صرف اس برادر کے ہوں گے نہ کہ مشترک، البتہ ویزہ وغیرہ پر خرچ شدہ مال زیر حساب ہوگا۔

کاغذی نوٹوں کا باہم دیگر فروخت کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص ایک ہزار کا نوٹ دس روپے کے نوٹ پر فروخت کرے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: چونکہ یہ دونوں نوٹ کاغذ کے ہیں نہ چاندی کے ہیں نہ سونے کے، تو یہ تبادلہ شرعاً ناجائز اور ربا نہیں ہے چونکہ ان کی ذاتی قیمت معمولی ہے اور اعتباری اور سرکاری قیمت غیر معمولی ہے پس یہ تبادلہ ممنوع عرفی ہوگا نہ کہ ممنوع شرعی، اسی طرح ڈالر، ویزہ، ٹکٹ اور کاغذی کرنسی کے تبادلے تفاضل سے

ممنوع عرفی ہوں گے نہ کہ ممنوع شرعی ۞ا۞۔

۞ا۞**قال المولانا مفی نظام الدین الاعظمی**: نوٹ (کاغذی) نہ کیلی ہے اور نہ وزنی بلکہ عددی ہے، اسلئے کمی بیشی کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ **فقط واللہ اعلم بالصواب**

کتبہ العبد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح — حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — محمد ظفیر الدین غفرلہ کفیل الرحمٰن عثمانی

(منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۲۹۹ جلد ۱ کتاب المعاملات)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتی اعظم عارف بالله

مولانا مفتی محمد فريد الزروبوی المجددی النقشبندی

المفتی والشيخ بدار العلوم حقانيه اكوڑه خٹک

کل صفحات/ ۱۳۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی